BAHS201CCT

تاریخ ہندوستان

تیسری صدی قبل مسیح سے آٹھویں صدی عیسوی کے وسط تک

History of India

(3rd Century BC to Mid-8th Century AD)

فاصلاتی اور روایتی نصاب پر مبنی خود اکتسابی مواد

بیچلر آف آرٹس (بی۔اے۔)

(دوسرا سمسٹر)

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد-32، تلنگانہ-بھارت

©Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

Course-Bachelor of Arts
ISBN: 978-93-93722-09-6
Edition: March, 2022

ناشر	:	رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
اشاعت	:	مارچ 2022
قیمت	:	235 روپے
تعداد	:	3200 کاپیاں
کمپوزنگ	:	جناب محمد عاصم، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
ترتیب وتزئین	:	ڈاکٹر محمد اکمل خان، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
سرورق	:	ڈاکٹر محمد اکمل خان، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
مطبع	:	اریہنت آفسیٹ، نئی دہلی

History of India
(3rd Century BC to Mid-8th Century AD)

Editor
Dr. Shaik Mahboob Basha
Asst. Professor (History), DDE, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Distance Education

Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS), Bharat
Director: dir.dde@manuu.edu.in *Publication:* ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

مجلس ادارت

(Editorial Board)

مضمون مدیران

(Subject Editors)

Chief Editor

Prof. S.M. Azizuddin Husain
Professor (Retd.) (History), JMI, New Delhi

مدیر اعلیٰ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین
پروفیسر (ریٹائرڈ)، (تاریخ) جامعہ ملیہ اسلامیہ

ڈاکٹر علاؤالدین خان
ایسوسئیٹ پروفیسر (تاریخ) شبلی نیشنل پی جی کالج، اعظم گڑھ
Dr. Alauddin Khan
Associate Professor (History)
Shibli National PG College, Azamgarh

پروفیسر پرویز نظیر
پروفیسر (تاریخ) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
Prof. Parwez Nazir
Aligarh Muslim University, Aligarh

ڈاکٹر احمد
پی جی ٹی (تاریخ)، مانو ماڈل اسکول، فلک نما
Dr. Ahmed
PGT(History), MANUU Model School, Falaknuma

ڈاکٹر شیخ محبوب باشا
اسسٹنٹ پروفیسر (تاریخ) نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
Dr. Shaik Mahboob Basha
Assistant Professor (History), DDE, MANUU

ڈاکٹر سید میر ابوالحسین
گیسٹ فیکلٹی (تاریخ) نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
Dr. S.M. Abul Hussain
Guest Faculty (History), DDE, MANUU

جناب محمد عاصم
گیسٹ فیکلٹی (تاریخ) نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
Mr. Mohd. Aasim
Guest Faculty (History), DDE, MANUU

زبان مدیر

(Language Editor)

پروفیسر نجم السحر، پروفیسر، ایجوکیشن (اردو)، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
Prof. Najmus Saher, Professor, Education (Urdu), DDE, MANUU

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد-32، تلنگانہ-بھارت

کورس کو آرڈی نیٹر

ڈاکٹر شیخ محبوب باشا

اسسٹنٹ پروفیسر (تاریخ)، نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مصنفین	اکائی نمبر
• ڈاکٹر سیف اللہ سیفی / جناب محمد عاصم	اکائی 1،3
• ڈاکٹر سیف اللہ سیفی / ڈاکٹر سید میر ابوالحسین	اکائی 2،4
• پروفیسر پرویز نظیر	اکائی 5
• ڈاکٹر احمد	اکائی 6،20
• ڈاکٹر پوجا رینے	اکائی 7،8
• ڈاکٹر سیف اللہ سیفی	اکائی، 9، 18، 19
• جناب محمد عاصم	اکائی 10،13،16،17
• جناب اکرام الحق	اکائی 11،12
• ڈاکٹر محمد نذر الباری	اکائی 14،15
• پروفیسر چاندنی بی	اکائی 21،22
• ڈاکٹر خالد پونملا تھوڑی	اکائی 23
• ڈاکٹر سید میر ابوالحسین	اکائی 24

پروف ریڈرس:

اول	:	جناب محمد عاصم
دوم	:	ڈاکٹر سید میر ابوالحسین
فائنل	:	ڈاکٹر شیخ محبوب باشا

فہرست

پیغام	وائس چانسلر	7
پیغام	ڈائرکٹر	8
کورس کا تعارف	کورس کو آرڈی نیٹر	9
بلاک I	**موریائی دور**	
اکائی 1	موریہ سلطنت کا قیام	11
اکائی 2	اشوک اور اس کی سلطنت	26
اکائی 3	موریائی نظم و نسق	41
اکائی 4	موریائی سماج، معیشت اور ثقافت	56
اکائی 5	موریائی سلطنت کا زوال: مباحث	71
اکائی 6	اشوک کا دھمّ	85
بلاک II	**مابعد موریائی دور**	
اکائی 7	کشان اور کنشک	101
اکائی 8	ستواہن خاندان	115
اکائی 9	سنگم دور	129
اکائی 10	تجارت اور کاروبار	144
بلاک III	**گپتا دور-I**	
اکائی 11	گپتا سلطنت کا قیام	162
اکائی 12	گپتا سلطنت کا استحکام اور توسیع	175
اکائی 13	گپتا انتظامیہ	189

بلاک IV	گپتا دور-II	
اکائی14	گپتا سماج	205
اکائی15	گپتا معیشت	220
اکائی16	گپتا ثقافت	234
اکائی17	گپتا مذہب	249
بلاک V	مابعد گپت دور-I (شمالی ہندوستان)	
اکائی18	ہرش وردھن اور اس کے کارنامے	260
اکائی19	ہرش کے عہد میں سماج، ثقافت اور معیشت	275
بلاک VI	مابعد گپت دور-II (وسطی اور جنوبی ہندوستان)	
اکائی20	چالوکیہ خاندان	288
اکائی21	پلوّ خاندان	305
اکائی22	راشٹر کوٹا خاندان	321
اکائی23	چولا خاندان	334
اکائی24	دکن اور جنوبی ہند کی ثقافت: فن، فن تعمیر اور ادب	350
نمونہ امتحانی پرچہ		364

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 1998 میں وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کی گئی۔ اس کے چار نکاتی مینڈیٹس یہ ہیں۔ (1) اردو زبان کی ترویج و ترقی (2) اردو میڈیم میں پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کی فراہمی (3) روایتی اور فاصلاتی تدریس سے تعلیم کی فراہمی اور (4) تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں جو اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کی فراہمی پر کافی زور دیا گیا ہے۔

اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد و منشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی رہا ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ اس بات کی تصدیق کر دیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند ''ادبی'' اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔ یہی کیفیت اکثر رسائل و اخبارات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اردو میں دستیاب تحریریں قاری کو کبھی عشق و محبت کی پُر پیچ راہوں کی سیر کراتی ہیں تو کبھی جذباتیت سے پُر سیاسی مسائل میں اُلجھاتی ہیں، کبھی مسلکی اور فکری پس منظر میں مذاہب کی توضیح کرتی ہیں تو کبھی شکوہ و شکایت سے ذہن کو گراں بار کرتی ہیں۔ تاہم اُردو قاری اور اُردو سماج دورِ حاضر کے اہم ترین علمی موضوعات سے نابلد ہیں۔ چاہے یہ خود ان کی صحت و بقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، یا مشینی آلات ہوں یا ان کے گرد و پیش ماحول کے مسائل ہوں، عوامی سطح پر اِن شعبہ جات سے متعلق اردو میں مواد کی عدم دستیابی نے عصری علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہی وہ مبارزات (Challenges) ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اِسکولی سطح پر اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ چوں کہ اُردو یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور اس میں عصری علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ انہیں مقاصد کے حصول کے لیے اردو یونیورسٹی کا آغاز فاصلاتی تعلیم سے 1998 میں ہوا تھا۔

مجھے اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ اس کے ذمہ داران بشمول اساتذہ کرام کی انتھک محنت اور ماہرین علم کے بھرپور تعاون کی بنا پر کتب کی اشاعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی تعلیم کے طلباء کے لیے کم سے کم وقت میں خود اکتسابی مواد اور خود اکتسابی کتب کی اشاعت کا کام عمل میں آگیا ہے۔ پہلے سمسٹر کی کتب شائع ہو کر طلباء و طالبات تک پہنچ چکی ہیں۔ دوسرے سمسٹر کی کتابیں بھی جلد طلباء تک پہنچیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے ہم ایک بڑی اردو آبادی کی ضروریات کو پورا کر سکیں گے اور اِس یونیورسٹی کے وجود اور اِس میں اپنی موجودگی کا حق ادا کر سکیں گے۔

پروفیسر سید عین الحسن

وائس چانسلر

پیغام

فاصلاتی طریقۂ تعلیم پوری دنیا میں ایک انتہائی کارگر اور مفید طریقۂ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاچکا ہے اور اس طریقۂ تعلیم سے بڑی تعداد میں لوگ مستفید ہورہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی نے بھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے اردو آبادی کی تعلیمی صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے اِس طرزِ تعلیم کو اختیار کیا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا آغاز 1998 میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور ٹرانسلیشن ڈویژن سے ہوا اور اس کے بعد 2004 میں باقاعدہ روایتی طرز تعلیم کا آغاز ہوا اور بعد ازاں متعدد روایتی تدریس کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔ نو قائم کردہ شعبہ جات اور ٹرانسلیشن ڈویژن میں تقرریاں عمل میں آئیں۔ اس وقت کے اربابِ مجاز کے بھرپور تعاون سے مناسب تعداد میں خود مطالعاتی مواد تحریر و ترجمے کے ذریعے تیار کرائے گئے۔

گزشتہ کئی برسوں سے یو جی سی۔ ڈی ای بی UGC-DEB اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات کو روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات سے کماحقہ ہم آہنگ کر کے نظامتِ فاصلاتی تعلیم کے طلبا کے معیار کو بلند کیا جائے۔ چوں کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی فاصلاتی اور روایتی طرزِ تعلیم کی جامعہ ہے، لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے یو جی سی۔ ڈی ای بی کے رہنمایانہ اصولوں کے مطابق نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات کو ہم آہنگ اور معیار بلند کر کے خود اکتسابی موادSLM از سرِ نو بالترتیب یو جی اور پی جی طلبا کے لیے چھ بلاک چوبیس اکائیوں اور چار بلاک سولہ اکائیوں پر مشتمل نئے طرز کی ساخت پر تیار کرائے جا رہے ہیں۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز پر مشتمل جملہ پندرہ کورسز چلا رہا ہے۔ بہت جلد تکنیکی ہنر پر مبنی کورسز بھی شروع کیے جائیں گے۔ متعلمین کی سہولت کے لیے 9 علاقائی مراکز بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر اور 5 ذیلی علاقائی مراکز حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح اور امراوتی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک تیار کیا ہے۔ ان مراکز کے تحت سرِ دست 155 متعلم امدادی مراکز (Learner Support Centre) کام کر رہے ہیں، جو طلبا کو تعلیمی اور انتظامی مدد فراہم کرتے ہیں۔ نظامت فاصلاتی تعلیم نے اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا استعمال شروع کر دیا ہے، نیز اپنے تمام پروگراموں میں داخلے صرف آن لائن طریقے ہی سے دے رہا ہے۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم کی ویب سائٹ پر متعلمین کو خود اکتسابی مواد کی سافٹ کاپیاں بھی فراہم کی جا رہی ہیں، نیز جلد ہی آڈیو۔ ویڈیو ریکارڈنگ کا لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ متعلمین کے درمیان رابطے کے لیے ایس ایم ایس کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے، جس کے ذریعے متعلمین کو پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس کے رجسٹریشن، مفوضات، کونسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔

امید ہے کہ ملک کی تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پچھڑی اردو آبادی کو مرکزی دھارے میں لانے میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم کا بھی نمایاں رول ہو گا۔

پروفیسر محمد رضاء اللہ خان

ڈائرکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم

کورس کا تعارف

تاریخ کا دائرہ اب دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ اب وہ ان پہلوؤں پر بھی تحقیق کر رہی ہے جنہیں اس سے پہلے مورخین نے نظر انداز کیا تھا اور زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ مثلاً ابتدائی دور میں تاریخ کو صرف بادشاہوں اور ان کے دربار سے متعلق سمجھا جاتا تھا اور تاریخ صرف عظیم ہستیوں کے اطراف میں گھومتی تھی۔ کلہن کے لیے تاریخ کا مطلب صرف کشمیر کے بادشاہوں اور امراء کا ذکر کرنا تھا۔ دوسری طرف مغل دور میں ابوالفضل کی تاریخ نویسی کا محور مغل بادشاہ اکبر تھا، جبکہ سلطنت سے متعلق دوسرے امور اس کے ضمن میں تھے۔ حالیہ دور میں مورخین نے سماج کے دوسرے پہلوؤں جیسے معیشت، سماج اور مذہب کو بھی تاریخ کے دامن میں جگہ دی ہے۔ ہندوستان میں نوآبادیاتی تاریخ نویسوں نے سب سے پہلے اس ضمن میں کوشش کی، لیکن ان کی اس تاریخ نویسی کا مقصد برطانوی استبداد کا تحفظ تھا۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں مارکسی مورخین نے تاریخ کو نوآبادیاتی چنگل سے آزاد کرایا اور حکمرانوں کے بجائے عوام کی تاریخ کو اپنی تحقیق کا مرکز بنایا۔ لیکن ان کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ تاریخ کو صرف طبقاتی کشمکش اور مادی تاریخ کے زاویہ نظر سے دیکھتے تھے۔ بعد کے ادوار میں دوسرے مورخین جیسے سبلٹرن مورخین نے تاریخ کے دائرے کو وسیع کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

تاریخ کے مضمون پر یہ خود اکتسابی مواد "تاریخ ہندوستان: چوتھی صدی قبل مسیح سے آٹھویں صدی عیسوی کے وسط تک" مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں فاصلاتی تعلیم کے بی۔ اے۔ سمسٹر دوم کے طلبا وطالبات کے لیے تیار کی گئی ہے، جو 6 بلاک اور 24 اکائیوں پر مشتمل ہے۔ اس کی تیاری میں UGC-DEB کے تمام احکامات اور رہنمایانہ اصولوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ پہلے بلاک میں موریہ سلطنت کے قیام، استحکام، انتظامیہ اور زوال بشمول اس دور کے سماج، معیشت اور ثقافت پر گفتگو کی گئی ہے۔ دوسرا بلاک مابعد موریہ دور میں کشانوں، ستواہنوں، سنگم ادب اور تجارت کے عروج سے متعلق ہے، جبکہ تیسرا بلاک گپتا سلطنت کے قیام، استحکام، اس کی توسیع اور نظم ونسق کا احاطہ کرتا ہے۔ چوتھے بلاک میں گپتا دور کے سماج، معیشت، ثقافت اور اس دور کے مذہبی حالات کو زیر مطالعہ لایا گیا ہے۔ پانچواں اور چھٹا بلاک مابعد گپتا عہد میں شمالی، جنوبی، وسطی ہندوستان اور دکن میں ابھرنے والے مختلف حکمراں خاندانوں کے عروج کو تفصیلی طور پر بیان کرتا ہے۔

اس طرح یہ خود اکتسابی مواد موریہ دور کے آغاز سے آٹھویں صدی عیسوی کے نصف اول تک کے دور کا تاریخی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ مزید برآں اس عہد کے سماج، معیشت اور مذہب کے میدان میں ہونے والی تبدیلیوں سے طلبا وطالبات کو روشناس کراتا ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعے سے نہ صرف متعلم بلکہ عام قاری کی بھی علم تاریخ کی بنیادی فہم میں اضافہ ہوگا۔ ساتھ ہی مزید مطالعے کی راہ ہموار ہوگی۔

ڈاکٹر شیخ محبوب باشا
کورس کوآرڈی نیٹر

تاریخ ہندوستان

تیسری صدی قبل مسیح سے آٹھویں صدی عیسوی کے وسط تک

History of India

(3rd Century B.C. to Mid-8th Century AD)

اکائی 1۔ موریہ سلطنت کا قیام

(Establishment of Mauryan Empire)

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید
1.1 مقاصد
1.2 ماٰخذ
1.2.1 ادبی ماٰخذ
1.2.1.1 ملکی ماٰخذ
1.2.1.2 غیر ملکی ماٰخذ
1.2.2 غیر ادبی ماٰخذ/آثارِ قدیمہ
1.3 چندر گپت موریہ کی ابتدائی زندگی
1.4 چندر گپت موریہ کی فتوحات
1.5 اکتسابی نتائج
1.6 کلیدی الفاظ
1.7 نمونہ امتحانی سوالات
1.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
1.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
1.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
1.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1.0 تمہید (Introduction)

شمالی ہند میں موریہ سلطنت کا قیام ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ مانا جاتا ہے۔ موریہ عہد کی تاریخ کو جاننے کے لیے ہمارے پاس مختلف ذرائع ہیں۔ ان میں سے میگا ستھنیز کی انڈیکا اور کوٹلیہ کی ارتھ شاستر سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ موریہ خاندان کی بنیاد 321 ق۔م میں چندر گپت موریہ نے رکھی تھی۔ اس نے پاٹلی پتر کو موریہ سلطنت کی راجدھانی بنانے کا اعلان کیا۔ اس نے ایک مضبوط سلطنت قائم کی۔ چندر گپت موریہ نے ایک مضبوط فوج بھی تشکیل دی۔ اس کے جانشیں بندوسار نے نہ صرف موریہ سلطنت کو مستحکم کیا بلکہ اس کی حدود میں توسیع بھی کی۔ اشوک، موریہ خاندان کا سب سے قابل راجا تھا۔ اس کا شمار نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے عظیم حکمرانوں میں کیا جاتا ہے۔ کلنگ کی جنگ کے بعد وہ جنگوں سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔ اشوک نے سلطنت کے استحکام واتحاد اور خوش حالی کے لیے دھمّ کی پالیسی پر عمل کیا۔ موریہ عہد میں لوگوں کی سماجی اور معاشی زندگی خوش حال تھی۔ اس عہد میں زراعت، صنعت اور تجارت کے میدان میں خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ اشوک کے جانشیں اپنے پیشروؤں کی طرح حوصلہ مند نہیں تھے۔ وہ عظیم موریہ سلطنت کو قائم رکھنے میں ناکام رہے۔ 184 ق۔م میں پشیہ متر شنگ نے موریہ خاندان کے آخری حکمراں برہدرتھ کا قتل کر کے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریہ سلطنت کے مطالعے کے مختلف ذرائع کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- موریہ سلطنت کے قیام میں کوٹلیہ کے کردار کے بارے میں بھی جان سکیں گے۔
- چندر گپت موریہ نے کس طرح موریہ سلطنت کی بنیاد رکھی، اس کو سمجھ سکیں گے۔
- چندر گپت موریہ کی فتوحات اور اس کی سلطنت کی وسعت پر بھی روشنی ڈال سکیں گے۔

1.2 ماخذ (Sources)

موریہ دور سے قبل کی تاریخ کی جانکاری کے لیے ہمارے پاس ذرائع بہت کم ہیں۔ حالانکہ ویدک ادب اور برہمنی کتب سے کچھ حد تک معلومات فراہم ہوتی ہیں، لیکن یہ ذرائع بھی زیادہ تر مذہبی نوعیت کے ہیں جن سے ہمیں مطلوبہ تاریخی مواد حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان میں فرضی قصّوں کا بہت زیادہ استعمال ہوا ہے جس کی وجہ سے ان میں درج کیے گئے سبھی واقعات قابل بھروسہ نہیں مانے جا سکتے۔ موریہ عہد سے ہمیں ایسے مآخذ ملنے لگتے ہیں جو کہ اس عہد کی مستند تاریخ بیان کرتے ہیں، اس میں سب سے اہم اشوک کے کتبات ہیں۔ اس کے علاوہ موریہ خاندان کی جانکاری کے لیے بہت سے ملکی اور غیر ملکی ذرائع جیسے کوٹلیہ کی ارتھ شاستر، میگا ستھنیز کی انڈیکا اور کالی داس اور شودرک کے ڈرامے وغیرہ موجود ہیں۔ مورخین موریہ عہد کو ہی ہندوستان میں تاریخی عہد کا آغاز مانتے ہیں۔ اس سلسلے میں وی اے اسمتھ کا خیال ہے کہ

”موریہ خاندان کے عروج سے مورخ اندھیروں سے نکل کر روشنی میں داخل ہوتے ہیں۔“

ذیل میں ہم مختلف تاریخی مواد اور ماخذ کا مختصر جائزہ پیش کریں گے جو کہ ادبی اور غیر ادبی دو زمروں میں بٹا ہوا ہے۔

1.2.1 ادبی آماخذ(Literary Sources)

1.2.1.1 ملکی ماخذ (Indigenous Sources)

ارتھ شاستر (Arthashastra)

ارتھ شاستر: ارتھ شاستر سے ہمیں نہ صرف سیاست بلکہ اس عہد کی سماجی اور اقتصادی زندگی کے بارے میں بھی جان کاریاں ملتی ہیں۔ کوٹلیہ لکھتا ہے کہ راجا کو جنگجو ہونا چاہیے۔ اسے بہت پڑھا لکھا ہونا چاہیے۔ اسے چاروں ویدوں، فلسفیانہ موضوعات، سیاست اور انتظام حکومت، تجارت اور صنعت سے متعلق جان کاری ضرور ہونی چاہیے۔ اس کی طاقت لا محدود ہونی چاہیے اور اس پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ راجا کو ہمیشہ مستعد رہنا چاہیے تاکہ عوام بھی مستعد رہے۔ اگر راجا کاہل ہوگا تو عوام بھی کاہل ہو جائے گی۔ اور وہ حکومت ختم ہو جائے گی۔ راجا کو چو دشمنوں یعنی شہوت، غصہ، طمع، انانیت، عیش اور چاپلوسی سے دور رہنا چاہیے کیوں کہ یہ زوال کا باعث بن سکتے ہیں۔ راجا کو اپنی حفاظت کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس کو صرف ان ہی لوگوں کو ذاتی محافظ کے طور پر بحال کرنا چاہیے جن کے باپ داداشاہی ملازمت کرتے رہے ہوں اور جن کی وفاداریاں حکومت کے لیے قابل اعتماد ثابت ہو چکی ہوں۔

کوٹلیہ کے مطابق راجا کا سب سے بڑا نصب العین عوام کی بھلائی ہونی چاہیے۔ اس کو عوام کی فلاح میں اپنی بھلائی سمجھنی چاہیے۔ اسے وہ نہیں کرنا چاہیے جو اسے اچھا لگے بل کہ وہ کرنا چاہیے جو عوام کو بہتر لگے۔ اسے رعایا کے دکھوں کا مداوا کرنے اور ان کی شکایتیں سننے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ راجا کو کبھی بھی آج کا کام کل پر نہیں ٹالنا چاہیے۔ اس کی فوج کو طاقت ور ہونا چاہیے تاکہ حکومت کو وسعت بھی دی جا سکے۔

کوٹلیہ کے مطابق حکومت کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے راجا کو چاہیے کہ کچھ وزرا کو بحال کرے۔ وہ لکھتا ہے کہ جیسے کوئی گاڑی ایک پہیے سے نہیں چل سکتی، ٹھیک اسی طرح راجا تنہا حکومت نہیں چلا سکتا۔ اسے وزیروں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس نے وزیروں کے لیے کچھ شرائط متعین کی ہیں۔

- یہ ملک کے ہی باشندے ہوں۔
- اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہوں۔
- سمجھدار اور دور اندیش ہوں۔
- ویدوں کے مکمل جان کار ہوں۔
- اعلیٰ کردار والے ہوں۔
- حکومت کے وفادار ہوں۔

- صحت منداور بہادر ہوں۔
- حسداور دشمنی کے احساس سے کوسوں دور ہوں۔

راجاکے لیے مناسب ہے کہ اپنی حکومت ان وزراکے مشورے کے مطابق چلائے، لیکن ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کہ ہے کہ راجا کبھی بھی ان کے ہاتھوں کی کٹھ پُتلی نہ بنے۔ راجاکے ذریعہ لیے گئے فیصلوں کوراز میں رکھنا چاہیے، کیوں کہ جوراجاایسانہیں کرسکتااس کی سلطنت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ کوٹلیہ کے مطابق راجاکواپنی سلطنت کی حفاظت اوراستحکام کے لیے جاسوس رکھنے چاہیے۔ان جاسوسوں کی وجہ سے راجا جہاں مملکت میں رونماہونے والے واقعات سے باخبر ہوسکتاہے وہیں وہ قوم کی نبض کو پہچان سکتاہے۔ کوٹلیہ کے مطابق ان افراد کوجاسوس مقرر کرناچاہیے جواعلیٰ گھرانوں سے تعلق رکھتے ہوں، حکومت کے لیے وفادار ہوں، اپنا بھیس بدل سکتے ہوں، دوراندیش ہوں اوراعلیٰ کردار کے مالک ہوں۔ان جاسوسوں کواپنے کاموں میں ماہر ہوناچاہیے اورانہیں کئی زبانیں آنی چاہیے۔ یہ جاسوس راجاکووزیروں، سپہ سالاروں، شہزادوں، ریاست کے افسروں، تاجروں، عوام الناس اور عوامی رائے وغیرہ کے بارے میں مفید اطلاعات بھیجتے تھے۔ جاسوسوں کو بہتر تنخواہ دی جاتی تھی۔ کوٹلیہ کے مطابق مردوں کے مقابلے عورت جاسوس زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتی ہیں۔اس لیے اس شعبے میں زیادہ ترعورتیں ہونی چاہیے۔اس کا یہ بھی خیال تھاکہ راجاکودوسرے ممالک میں بھی اپنے جاسوس بحال کرنے چاہیے تاکہ وہاں پر رونماہونے والے واقعات کے بارے میں اسے جان کاری حاصل ہوسکے۔

کوٹلیہ نے جنگ سے متعلق حفاظتی اقدامات کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیاہے۔ اس کے مطابق حملہ کرنے سے قبل راجاکودشمن کی طاقت اور کمزوری کااندازہ لگالیناچاہیے۔ اس کے علاوہ اس جنگ سے ہونے والے فائدوں اور نقصانات کا بھی پورااندازہ کرلیناچاہیے۔راجاکوجنگ کے دوران فوج کوہر طرح کے خطروں سے محفوظ رکھنے کے لیے پیشگی انتظام کرلیناچاہیے۔ جنگ میں نہ لڑنے والے ملازمین جوکہ سڑکیں، پل، کنویں وغیرہ بناتے ہیں، کا بھی تعاون حاصل کرلیناچاہیے۔ راجاکودشمن کی فوج پراس وقت حملہ کرناچاہیے جب وہ محتاط نہیں ہویاجنگ کے لیے تیار نہ ہو۔ دشمن کوختم کرنے کے لیے ہر ایک مناسب یانامناسب طریقے اپنانے چاہیے۔ جنگ جیت نے کے بعدراجاکودشمن کی فوج کوجہاں تک ہوسکے، ختم کردیناچاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی وہاں کے لوگوں کواپنی جانب ملانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ کوٹلیہ کے مطابق لوگوں کی ابتر معاشی حالت ان کی بغاوت اور بے اطمینانی کی بڑی وجہ ہوتی ہے۔ کسی بھی حکومت کے لیے لوگوں کی غربت سب سے بڑی خامی ہے کیوں کہ مایوس ہوکروہ دشمنوں سے جاملتے ہیں اوراپنے ہی راجاکے خاتمے کاسبب بن جاتے ہیں۔اس لیے راجاکورعایاکی معاشی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوٹلیہ کاارتھ شاستر تاریخی، سیاسی، معاشی اور ادبی لحاظ سے ایک لاجواب تصنیف ہے۔ اس کتاب میں حکومت کے مختلف مسائل اور طرز حکومت کاجتناخوب صورت تجزیہ کیاگیاہے اتناجامع تجزیہ شاید ہی دنیاکے کسی قدیم سیاسی مفکر نے کیاہو۔ مشہور مورخ رومیلاتھاپر کے مطابق:

''ارتھ شاستر کی اہمیت اس امر میں پوشیدہ ہے کہ یہ اس وقت کے رائج معاشی اور سیاسی افکار کا بہتر طریقے سے تجزیہ پیش کرتی ہے

اوراس سے بڑھ کر یہ ہم عصر حالات کے عین مطابق ہے۔''

مدراراکشس (Mudrarakshasa)

وشاکھ دت گپت عہد کا ایک مشہور ڈرامہ نگار تھا۔اس نے پانچویں صدی عیسوی میں مدراراکشس نام کا ایک مشہور ڈرامہ لکھا تھا۔ ہندوستان کو اپنے اس عظیم سرمائے کا احساس اس وقت ہوا جب یورپ والوں نے اس کے مطالعہ اور اس کے متعلق جامع اور مکمل تحقیقات کر کے اس کی طرف ہماری توجہ مبذول کی۔ مدراراکشس کی تدوین ہیل بران نے 1912ء میں کی۔ تیلنگ نے اس کی تدوین 1923ء میں کی۔ آر ایس پنڈت نے اس کا ترجمہ کیا۔ مدراراکشس ایک تاریخی ڈرامہ ہے۔اس ڈرامے کا ہیرو کوٹلیہ ہے۔اس ڈرامے میں چندر گپت موریہ کے ذریعہ کوٹلیہ کے تعاون سے نند حکومت کے خاتمے اور موریہ خاندان کے قیام کی مفصل جان کاری ملتی ہے۔اس کے علاوہ اس ڈرامے سے ہمیں اس وقت کے سماجی، معاشی اور مذہبی حالات کا علم ہوتا ہے۔ حالانکہ اس میں کچھ من گھڑت باتیں بھی جوڑ دی گئی ہیں پھر بھی اس کی تاریخی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اس ڈرامے میں بتایا گیا ہے کہ مگدھ پر پہلے نند خاندان والے حکومت کرتے تھے۔ چندر گپت کی دشمنی ان ہی نند حکمرانوں سے تھی۔ ڈرامہ کے کرداروں میں اہم ترین کردار کوٹلیہ اور راکشس کا ہے۔ راکشس خاندان نند خاندان کی کرسی وزارت پر متمکن تھا۔اس کو محض چندر گپت کی طرف لے آنے کے لیے کوٹلیہ نے سارا کھیل کھیلا۔ مدراراکشس کا پلاٹ ایک گزری ہوئی تاریخی حقیقت کی پیداوار ہے جسے وشاکھ دت نے اپنے زمانے میں ڈرامہ کی شکل دے کر ایک ایسا عظیم کارنامہ یادگار چھوڑا ہے جس کی عظمت تادیر قائم رہے گی۔ مدراراکشس کو محض خیالاتی پرواز قرار نہیں دیا جاسکتا۔اس کا دارومدار تاریخی واقعات پر ہے۔ مگدھ میں نند خاندان کی تباہی کے بعد کوٹلیہ چندر گپت کی بادشاہت قائم کرنے میں کس طرح کامیاب ہوتا ہے اس میں واقعات کے اسی سلسلے کی تصویر کھینچی گئی ہے۔اس کے ذریعہ سیاست کی شاطرانہ چالوں کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ یہ کوٹلیہ کی دوراندیشی کا زندہ جاوید نمونہ ہے۔

جین اور بدھ تصانیف (Jain and Buddhist Texts)

جین اور بدھ تصانیف سے ہمیں موریہ عہد کی تاریخ کو جاننے کے لیے بیش قیمت جان کاریاں ملتی ہیں۔ جین تصانیف میں اس بات کے حوالے ملتے ہیں کہ چندر گپت موریہ نے اپنی حکومت کے آخری ایّام میں جین مذہب اختیار کر لیا تھا اور اس نے جین روایات کے مطابق مرن برت رکھ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ جین تصنیفات میں کلپ سوتر بہت مفید ماخذ ہے۔ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موریہ موروں کے پالنے والے تھے۔ بودھ تصانیف 'دیپ ومش'، مہاومش اور مہابودھی ومش سے بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے اشوک کی کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔ دویہ دان نامی کتاب بندوسار اور اشوک کے عہد حکومت پر روشنی ڈالنے والی ایک اہم تصنیف ہے۔

پُران (Purana)

پُران موریہ عہد کا ایک اہم ماخذ ہے۔اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نند خاندان کے راجا شودر ذات کے تھے اور ایک اعلیٰ خاندان کے برہمن کوٹلیہ نے ان کے خاندان کا خاتمہ کر کے چندر گپت موریہ کو تخت نشیں کیا۔اس کے باوجود یہ موریہ عہد کی تاریخ کو جاننے کے لیے

معاون ہیں، مگر ان میں فرضی کہانیاں ہونے کی وجہ سے انہیں زیادہ قابل بھروسہ نہیں مانا جاسکتا۔ وشنو پُران نے چندر گپت کو نیچ خاندان کا فرد مانا ہے۔

1.2.1.2 غیر ملکی مآخذ (Foreign Sources)

انڈیکا (Indica)

یونانی سفیر میگا ستھنیز(Megasthenies) کی تصنیف انڈیکا موریہ دور سے متعلق ایک اہم ماخذ ہے۔ میگا ستھنیز ایک یونانی دانشور تھا جسے قندھار کے حکمراں سیلیوکس نکیٹر(Seleucas Nicator) نے چندر گپت موریہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس کتاب کے بہت سے اقتباسات ہمیں بعد کے یونانی مورخین جیسے اسٹرابو(Strabo)،ایرین(Arrian)، ڈایوڈورس(Diodorus)،پلنی(Pliny)، جسٹن(Justin)اور پلوٹارک(Plutarch) وغیرہ کی تخلیقات میں ملتے ہیں۔ اس سے ہمیں چندر گپت موریہ کے محل، دارالسلطنت، فوجی و شہری انتظام اور ہندوستانی معاشرے سے متعلق بیش قیمت جان کاریاں حاصل ہوتی ہیں۔ میگا ستھنیز لکھتا ہے کہ چندر گپت بہت محنتی تھا۔ دن کا زیادہ تر وقت وہ حکومتی کام کاج کو نمٹانے میں صرف کرتا تھا۔ انتظامی امور پر صلاح مشورے کے لیے اس کے پاس ایک خصوصی جماعت تھی، جنہیں نورتنن (Navratnin) کہا جاتا تھا۔ اس نے موریہ سلطنت کے عالی شان لکڑی کے محل کا ذکر کیا ہے، جس کے باقیات پٹنہ کے مضافات میں کمہرار کے مقام پر کھدائی میں حاصل ہوئے ہیں۔ راجا کے محل کی حفاظت کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے تھے۔ پہرے داروں کے تبادلے کے علاوہ میگا ستھنیز راجا کے اپنی خواب گاہ تبدیل کرتے رہنے کا ذکر کرتا ہے۔ محافظوں میں عورتیں بھی شامل تھیں جو اندرونی حصوں کی حفاظت پر مامور تھیں۔ چار موقعوں پر وہ دربار عام منعقد کرتا تھا۔ اول لوگوں کی شکایت سننے اور انصاف کرنے کے لیے، دوسرے شکار کے لیے، تیسرے یگیہ کرنے کے لیے، چوتھے جنگ کرنے کے لیے۔

میگا ستھنیز نے موریہ سلطنت کی راجدھانی پاٹلی پتر پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اُس وقت یہ ہندوستان کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہ گنگا اور سون ندی کے سنگم پر واقع تھا۔ اس کی لمبائی 80 اسٹیڈیا(Stadia) (15.8 کلومیٹر)اور چوڑائی 15 اسٹیڈیا(2.7 کلومیٹر) تھی۔ اس شہر کے چاروں جانب لکڑی کی اونچی دیوار تھی، جس میں 64 دروازے اور 570 برج تھے۔ شہر کے گرد بہت بڑی خندق تھی جو ہمیشہ پانی سے بھری رہتی تھی۔ یہاں کا شاہی محل وسط ایشیا کے شاہی محلوں سے کہیں زیادہ خوب صورت تھا۔ پاٹلی پتر کے نظم و نسق کے لیے 30 افراد کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ یہ کمیٹی 6 شعبوں میں منقسم تھی۔ ہر ایک شعبے میں 5 افراد ہوتے تھے یہ شعبے فن اور ہنر مندی، غیر ملکی مسافروں کی دیکھ بھال، پیدائش و موت کی تفصیلات، تجارت کی دیکھ ریکھ، تیار مال کو فروخت کرنے اور فروخت ہونے والی اشیا پر ٹیکس وصول کرنے کے لیے مختص تھے۔

میگا ستھنیز کے مطابق چندر گپت موریہ کے پاس بہت بڑی فوج تھی۔ اس کے فوجیوں کی تعداد لگ بھگ 7 لاکھ تھی۔ اس میں 6 لاکھ پیدل، 30 ہزار گھوڑ سوار، نو ہزار ہاتھی اور 8 ہزار رتھ شامل تھے۔ ہر ایک رتھ میں تین فوجی ہوتے تھے۔ حالانکہ اس کی بیان کردہ فوج کی

تعداد نا قابل اعتبار ہے، کیوں کہ ملک کے مالی وسائل اس کے متحمل نہ ہو سکتے تھے، پھر بھی اس دور کے حساب سے یہ ایک بہت بڑی فوج تھی۔اس عظیم فوج کے نظم ونسق کے لیے 30افراد کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ یہ کمیٹی مزید 6 شعبوں میں منقسم تھی اور ہر ایک شعبہ میں 5 افراد ہوتے تھے۔ یہ شعبے پیدل فوج، گھوڑ سوار، بحری فوج، ہاتھی سوار فوج، رتھ سوار فوج اور آمد ورفت کے وسائل اور اشیائے خورد ونوش کا انتظام کرتے تھے۔ ہر ایک شعبہ اپنے تحت کام کو آزادانہ حیثیت سے انجام دیتا تھا، جس کی ذمے داری ہر شعبہ کے صدر (ادھیکش) کے کاندھوں پر تھی۔کام میں لاپرواہی کی صورت میں صدر کو ہی سزا دی جاتی تھی۔

میگا ستھنیز نے چندر گپت موریہ کے شہری انتظام کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔وہ لکھتا ہے کہ چندر گپت موریہ ایک مطلق العنان حکمراں تھا۔اس کی طاقت لامحدود تھی۔وہ اپنا بیش تر وقت عوام کی بھلائی میں گزارتا تھا۔کوئی بھی شخص، کسی بھی وقت شاہی محل میں جاکر راجا کے سامنے شکایتیں پیش کر سکتا تھا۔راجا نے بہت سے جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو اسے سلطنت میں ہونے والے ہر ایک واقعات کی خبریں دیتے رہتے تھے۔ان جاسوسوں میں بہت سی عورتیں بھی شامل تھیں۔عوام پر کئی طرح کے ٹیکس لگائے جاتے تھے۔زمین پر لگان سب سے اہم ٹیکس تھا۔یہ کل پیداوار کا پانچواں حصہ ہوتا تھا۔حکومت کاشت کاروں کو خاص سہولتیں فراہم کرتی تھی۔سینچائی کے لیے نہروں کا انتظام کیا جاتا تھا۔مسافروں کے لیے سڑکوں کا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ان سڑکوں کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگائے جاتے تھے اور سڑکوں کے کنارے کچھ فاصلے سے دھرم شالائیں بنائی گئی تھیں۔انتظامی اُمور کے لحاظ سے سلطنت کو صوبوں، ضلعوں اور گاؤوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ان کی دیکھ بھال کے لیے لائق افسران مقرر کیے گئے تھے۔

میگا ستھنیز نے موریہ عہد کے ہندوستانی معاشرے کا بہت دل چسپ ذکر کیا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ اس وقت ہندوستانی سماج سات طبقوں میں منقسم تھا پہلے طبقے میں فلسفی (برہمن اور شرمن) آتے تھے جن کی تعداد اگرچہ بہت کم تھی مگر سماج میں ان کو کافی عزت دی جاتی تھی۔دوسرا طبقہ کاشتکاروں کا تھا جن کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔تیسرے طبقے میں گڈریے اور شکاری، چوتھے طبقے میں جانور پالنے والے شامل تھے۔پانچویں طبقے میں دست کار اور تاجر، چھٹے طبقے میں ریاست کے عام ملازمین اور ساتویں طبقے میں ریاست کے اعلیٰ افسران شامل تھے۔میگا ستھنیز کے مطابق اس وقت لوگوں کا اخلاقی معیار بہت عمدہ تھا۔لوگ بہت پاک اور ایماندار زندگی بسر کرتے تھے۔چوریاں اور ڈکیتیاں بہت کم ہوتی تھیں۔لوگ اپنے گھروں کو کھلا چھوڑ کر باہر چلے جاتے تھے۔وہ بہت خوش حال تھے۔وہ بیش قیمتی کپڑے اور زیورات پہنتے تھے، لیکن ان کا کھانا بالکل سادہ ہوتا تھا۔وہ بہت کم شراب پیتے تھے۔سماج میں عورتوں کی حالت بہت اچھی تھی۔ستی کا رواج اور پردے کے رواج سے لوگ واقف نہیں تھے۔سماج میں غلامی کا بھی رواج نہیں تھا۔

کچھ مورخوں نے میگا ستھنیز کے ذریعہ دی گئی معلومات کو قابل بھروسہ نہیں مانا ہے۔اپنے قول کی تائید میں ان کا کہنا ہے کہ میگا ستھنیز اکثر و بیشتر پاٹلی پتر کے راج دربار ہی میں رہا۔اس لیے اسے ادنی طبقے کے لوگوں اور گاؤں کی زندگی کے بارے میں واقفیت بہت کم تھی۔دوسرے اس نے بہت سی من گھڑت اور سنی سنائی باتوں کو بھی لکھ دیا، مثال کے طور پر وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی ایک آنکھ ان کی پیشانی پر ہے، بہت سے ایسے ہیں جن کی ناک نہیں ہے۔تیسرے اس نے بہت سے واقعات کا بہت مختصر ذکر کیا ہے جس

کی وجہ سے ہم واقعات کی پوری جان کاری حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ چوتھے اسے ہندوستان کی کسی بھی زبان کا علم نہیں تھا اور ایک غیر ملکی ہونے کی وجہ سے وہ ہندوستانی روایتوں کی مکمل جان کاری حاصل نہیں کر سکا۔ پانچویں یہ کہ اس کا یہ بیان کہ ہندوستان میں غلامی کا رواج نہیں تھا، ارتھ شاستر میں دی گئی معلومات کے مطابق غلط ہے۔ ان خامیوں کے باوجود میگا ستھنیز کا تذکرہ بہت دل چسپ ہے۔ اس میں دی گئی زیادہ تر جانکاریاں تاریخی لحاظ سے مفید اور قابل اعتماد ہیں۔ بلاشبہ اسے موریہ عہد کا اہم ماخذ تسلیم کیا جانا چاہیے۔

میگا ستھنیز کے بارے میں اے ایل باشم کا یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ:

"اگرچہ میگا ستھنیز کا دستاویز اتنا جامع نہیں ہے جتنا کہ ہم چاہتے ہیں، اس کے باوجود اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیوں کہ یہ ایک غیر ملکی سیاح کا ہندوستان کے بارے میں اول مصدقہ اور متعلقہ تذکرہ ہے۔"

میگا ستھنیز کی انڈیکا کے مستند ہونے پر اختلاف ہے۔ کچھ مورخین کا قول ہے کے انڈیکا پر بہت زیادہ بھروسا نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ وہ ہندوستان میں رائج زبان سے واقف نہیں تھا وہ صرف پاٹلی پتر اور پنجاب کے بارے میں ہی جانتا تھا وہ ہندوستان ہی زیادہ دن نہیں رہا اور غیر ملکی ہونے کے باعث وہ ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کو سمجھ نہیں پایا۔ پھر بھی انڈیکا موریہ عہد کے سلسلے میں ایک اہم ماخذ ہے۔

1.2.2 غیر ادبی ماٰخذ/آثارِ قدیمہ (Non Literary Sources / Archeology)

عہد موریہ کے سب سے اہم اور مستند ماخذ اشوک کے شاہی فرامین ہیں۔ یہ فرامین کئی قسم کے ہیں۔ مثلاً بڑے فرامین، چھوٹے فرامین اور ستونی فرامین۔ اشوک کے یہ تمام کتبے دستاویزی شہادت کے نادر مجموعہ ہیں۔ ان فرمانوں کو جو بقول رہس ڈے وِڈس "ناہموار بد قطع، پیچیدہ اور تکرار سے پُر ہیں"، کئی حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- **چودہ کلاں چٹانی فرامین:** یہ فرامین شہباز گڑھی، من سہرا، گرنر، سوپارہ، کِلسی، دھولی، جوگڑھ اور اراگڑھ میں پائے گئے ہیں۔ ان میں انسانوں اور جانوروں کے علاج کے لیے ہدایات، سرحدی افسران کو سلطنت کے علاقوں میں سفر کرنے کے احکامات اور دھمّ کے اُصول وغیرہ درج ہیں۔
- **چھوٹے چٹانی فرامین:** یہ فرامیں روپ ناتھ، سہسرام، بیرات، ماسکی، سدھ پور، برہم گری اور جٹنگ رامیشور کے مقامات سے ملے ہیں۔ ان سے اشوک کی ذاتی زندگی اور دھمّ کے اصولوں کے بارے میں جان کاری حاصل ہوتی ہے۔
- **شمالی فرامین:** دو شمالی فرامین میں سے ایک فرمان ٹکشلا میں ملا ہے جو آرامک رسم الخط میں ہے اور دوسرا قندھار میں ملا ہے جو دو زبانوں یعنی یونانی اور آرامک میں ہے۔
- **سات ستونی فرامین:** یہ فرامین، توپرا، دلی، میرٹھ، کوشامبی، الہ آباد، رام پروا، لوریہ ارراج اور لوریہ نندن گڑھ میں پائے گئے ہیں۔
- **چھوٹے ستونی فرامین:** یہ سانچی۔ کوشامبی۔ الہ آباد اور سارناتھ کے فرامین ہیں۔ ان میں اشوک کی مذہبی تبلیغ اور بدھ سنگھوں کے درمیان مکمل اتحاد قائم کرنے کی کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔

- **کلنگ کے دو چٹانی فرامین**: یہ چٹانی فرمان دھولی اور جوگڑھ میں پائے گئے ہیں۔ان سے کلنگ صوبے کے نظم ونسق کے بارے میں اہم جان کاری ملتی ہے۔
- **بھبھرو کا فرمان**: یہ فرمان راجستھان میں واقع بھبھرو کے مقام پر ملا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک کو بدھ مذہب سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔
- **غار کے کتبے**: یہ کتبے برابر میں تین غاروں میں ملے ہیں۔ان سے اجیوک فرقے کو اشوک کے دیے گئے عطیات کا پتہ چلتا ہے۔
- **سناتئ چھوٹے چٹانی فرامین**: سناتئ اتری کرڈرامہ میں گل برگہ کے چتاپور تعلقہ میں بھیم ندی کے کنارے واقع ہے۔یہ بڑا ستونی فرمان ہے۔یہ فرمان پراکرت زبان اور برہمی رسم الخط میں ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک نے کرڈرامہ کے شمالی علاقے اور آندھرا کے آس پاس کے علاقے پر قبضہ کیا تھا۔
- **تعمیراتی ذرائع**: فن تعمیر بھی ہم کو موریہ عہد کی تاریخ اور طرز تعمیر کی جان کاری پیش کرتے ہیں۔موریہ ئی محل کے باقیات کونی یارا سے دریافت کیے گئے ہیں۔وہ موریہ ئی طرز تعمیر اور دوسرے ممالک سے ان کے تعلقات کے بنیادی عناصر پر روشنی ڈالتے ہیں۔پاٹلی پتر کا مشہور میٹروپولس جسے یونانیوں نے پالی بوتھرا، پالی بوترا اور بالم بوتھرا کہا ہے، سون اور گنگا ندی کے سنگم پر واقع تھا۔یہ لکڑی کی دیوار سے گھرا ہوا تھا جس میں سوراخ تھے، جو تیر اندازوں کے لیے چھوڑے گئے تھے۔اس میں 570 برجیاں تھیں جو نگرانی کے لیے بنائی گئی تھیں۔شہر میں پہنچنے کے لیے 64 دروازے تھے۔شہر میں عالی شان محلات تھے جس میں ہندوستانی اور غیر ملکی دونوں رہتے تھے۔میگاستھنیز کا کہنا ہے کہ پاٹلی پتر میں واقع موریہ محل اتنا ہی شاندار تھا جتنا کہ ایران کی راجدھانی کا محل تھا۔پتھر کے ستونوں کے جو حصّے اور ٹکڑے موجودہ شہر پٹنہ کے مضافات میں کمھرار کے مقام پر ملے ہیں ان سے 80 ستونوں والے ایک دیوان کی نشان دہی ہوتی ہے۔ان آثاروں سے موریہ ئی دست کاروں کے کمال فن کا اندازہ ہوتا ہے۔
- **دوسرے باقیات**: کچھ باقیات مثلاً سارناتھ کے چار شیر، دھاولی اور کلسی میں ہاتھی کے دو مجسمے اور دیگر نمونے موریہ ئی معاشرہ کے فنّی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔چھوٹی چھوٹی مورتیاں کھلونے ' منکے ' اوزار اور زیورات جو بڑی تعداد میں موریہ سلطنت کے مختلف علاقوں مثلاً پاٹلی پتر سے ٹکسلا تک میں ملے ہیں ہمیں ہندوستان کے مقامی فن اور روایات کے بارے میں بتاتے ہیں۔یہ بہتر وضع قطع کے ہیں اور ان کی آرائش واضح ہے۔
- **فنی ثبوت**: موریہ عہد ثقافتی روشن خیالی کا عہد تھا۔موریہ عہد میں پورا شمالی ہندوستان بہت منظم انتظامیہ کے تحت تھا یہاں نظم وضبط بہت بہتر تھا اور مادّی خوش حالی تھی۔اس پر امن ماحول میں فن کے اعلیٰ نمونے تخلیق ہوئے۔استوپ، ستون، غار، مجسمے وغیرہ نے ملک کو ایک واضح تہذیبی اتحاد عطا کیا۔ہندوستانی آرٹ ابتدائی دست کاری کے درجہ سے اوپر اٹھ کر فنون لطیفہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ایسا فن جو کہ عصری دنیا میں سب سے بہتر تھا۔

موریہ دست کاروں کے فن اور کمالات کا اندازہ پتھر کے ستونوں سے بھی ہوتا ہے جن کو پالش کر کے چمکا دیا گیا تھا۔ پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو کانوں سے نکال کر لے جانا اور پھر انہیں تراش خراش کر پالش کر کے اور سجا سنوار کر نصب کرنا بڑا دشوار کام رہا ہوگا۔ ہر ستون پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے بنایا گیا ہے۔ ہر ستون کے اوپر شیر یا سانڈ کا خوب صورت سا مجسمہ تراش کر نصب کیا گیا تھا، صرف وہی الگ سے لگایا جاتا تھا۔ اشوک کی لاٹوں کے سروں پر بنی ہوئی مورتیاں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ مورتیوں کے یہ نمونے سارناتھ کے ستون کے علاوہ پٹنہ سے حاصل یکشنی کی مورتی اور متھرا سے حاصل یکش کی مورتی وغیرہ ہیں۔

- **مسکوکاتی ثبوت:** موریہ عہد کے باقیات میں ہمارے پاس مسکوکاتی ثبوت بھی موجود ہیں۔ مختلف مقامات کی کھدائیوں میں ہمیں بہت سے سکے ملے ہیں۔ یہ سکے سونا، چاندی اور تانبے کے ہیں، جو ٹھپہ دار ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ موریہ عہد میں رائج تھے۔ سونے کے سکّوں کو نکھ، چاندی کے سکّوں کو پن اور تانبے کے سکّوں کو کرشپن کہا جاتا تھا۔ چاندی کے مہری سکے جن پر مور، پہاڑ اور چاند کی شکلیں بنی ہوتی تھیں، موریہ سلطنت کے شاہی سکے سمجھے جاتے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محاصل کی وصولیابی اور افسروں کی تنخواہ کی نقد ادائیگی میں یہ سکے کام آتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ سکے ایک ہی شکل وصورت کے تھے۔ لہٰذا ملک کے بڑے علاقے میں ان کے ذریعہ بازاروں میں لین دین میں سہولت پیدا ہوئی ہوگی۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ان سکّوں کے مطالعے سے عہد موریہ کے سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں کے بعض گم گشتہ پہلوؤں کو جوڑنے کا کام کیا جاسکتا ہے۔

معلومات کی جانچ۔ (Test Your Knowledge)

1. موریہ عہد کے دو اہم ادبی مآخذ کے نام بتایئے۔
2. 'ارتھ شاستر' کا مصنف کوٹلیہ اور کن ناموں سے مشہور ہے؟ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر پر ایک مضمون لکھیے۔
3. 'مدراراکشس' کے مصنف کون ہیں اور اس کتاب کی خصوصیت پر روشنی ڈالیں۔
4. عہد موریہ کا سب سے اہم اور مستند ماخذ کیا ہے؟

1.3 چندر گپت موریہ کی ابتدائی زندگی (Early Life of Chandragupta Maurya)

موریہ خاندان کا بانی 'چندر گپت موریہ تھا۔ ہمیں اس کی ابتدائی زندگی اور خاندان کے بارے میں بہت کم جان کاریاں حاصل ہوئی ہیں۔ مختلف مآخذ کی بنیاد پر ہم اس کے خاندانی اصل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ چندر گپت موریہ کا تعلق کس خاندان سے تھا اس کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ وشنو پُران کے شارحین کے مطابق چندر گپت کی پیدائش نند حکمراں دھنانند کی بیوی مورا سے ہوئی تھی چوں کہ نند حکمراں شودر ذات سے تعلق رکھتے تھے اس لیے چندر گپت موریہ بھی شودر ذات کا ہی ہوا۔ وشاکھ دت نے 'مدراراکشس'، کشمیندر نے برہت کتھا منجری اور سوم دیو نے کتھا سرت ساگر میں چندر گپت موریہ کو نچلے خاندان کا فرد بتایا ہے۔ ان برہمن تصنیفات کے برعکس بودھ تصنیفات چندر گپت موریہ کو چھتری بتاتی ہیں۔ ان کے مطابق موریہ پپلون کے حکمراں چھتری تھے۔ ان لوگوں نے مہاتمابدھ

کے نروان کے بعد ان کے باقیات کو حاصل کرنے کا دعویٰ اس بنیاد پر کیا تھا کہ مہاتما گوتم بدھ کی طرح وہ بھی چھتری ہیں۔ جین تصنیفات کے مطابق چندر گپت موریہ کا تعلق ایک عام ذات سے تھا اور اس کی ماں مور پالنے والے کی بیٹی تھی۔ عہد جدید کے مورخوں کا خیال ہے کہ چندر گپت موریہ چھتری تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ کوٹلیہ برہمن خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اس نے نند خاندان کا خاتمہ کرنے کا عہد اس لیے کیا کیوں کہ وہ شودر تھے۔ بلاشبہ کوٹلیہ نے ان کا خاتمہ کر کے ایک چھتری کو تخت پر بٹھایا گیا ہوگا جو کہ اس وقت کی روایت تھی نہ کہ شودر کو۔

چندر گپت کا باپ جس کا نام معلوم نہیں ہے ایک دوسرے حکمراں کے ساتھ لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس وقت اس کی بیوی جو کہ امید سے تھی مصائب سے بچنے کے لیے اپنے بھائی کے یہاں پاٹلی پتر چلی گئی تھی۔ یہاں اس نے 345ق۔م ایک بچے کو جنم دیا جس کا نام چندر گپت رکھا گیا۔ چندر گپت کو سینڈروکوٹس، سینڈروکوپٹس، چندر سری اور پریہ درشن جیسے ناموں سے بھی جانا جاتا تھا۔ بچپن میں اس بچّے کی حفاظت کی خاطر اسے ایک گوالے کو دے دیا گیا۔ بعد میں اس گوالے نے چندر گپت کو ایک شکاری کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ ٹکشلا میں کوٹلیہ کی نظر چندر گپت پر پڑی جو دیگر بچوں کے ساتھ شاہی کھیل، کھیل رہا تھا۔ وہ چندر گپت کی صلاحیت سے بہت متاثر ہوا۔ کوٹلیہ نے چندر گپت کو اس کے شکاری باپ سے 1000 پَن دے کر خرید لیا۔ اس کے بعد کوٹلیہ چندر گپت کو پاٹلی پُتر لے آیا یہاں پر اس نے چندر گپت کو سات۔ آٹھ برسوں تک فنونِ جنگ اور انتظام و انصرام کی تربیت دی۔ بہت جلد چندر گپت نے ان فنون میں مہارت حاصل کر لی۔

کچھ مورخین کی رائے یہ ہے کہ چندر گپت نے اپنا بچپن ٹکشلا میں نہیں بلکہ پاٹلی پتر میں گزارا تھا۔ جوان ہونے پر اس نے نند دربار میں ملازمت کر لی۔ اپنی صلاحیت کے نتیجے میں وہ جلد ہی وہ ایک اونچے فوجی عہدے پر پہنچ گیا۔ ایک دن کسی بات پر ناراض ہو کر نند حکمراں نے اسے نوکری سے نکال دیا۔ وہ جگہ بہ جگہ گھومتا ہوا ٹکشلا پہنچا۔ یہاں پر اس کی ملاقات کوٹلیہ سے ہوئی۔ وہ پہلے ہی نند حکمراں کے خلاف تھا۔ اس لیے ان دونوں نے نند خاندان کا خاتمہ کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نند حکمرانوں کو شکست دینے کے لیے چندر گپت موریہ، سکندر سے بھی ملا تھا۔ مگر اس کے رویے سے ناراض ہو کر سکندر نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ سکندر کی واپسی کے بعد اس نے کوٹلیہ کی مدد سے ایک بڑی فوج تیار کر لی۔ چندر گپت موریہ نے 321ق۔م اور 323ق۔م کے درمیان وادی سندھ میں اپنے جنگی عزائم جاری رکھے۔ اس نے اس درمیان ایک دو بار مگدھ کو جیتنے کی کوشش بھی کی مگر ناکام رہا۔ آخر کار بڑی تیاری کے بعد اس نے پاٹلی پتر کا محاصرہ کر کے دھنانند کا قتل کر دیا۔ دھنانند کی نااہلی سے عوام پہلے ہی ناراض تھی چنانچہ، کوٹلیہ کی ڈپلومیسی اور چندر گپت کی بہادری کی وجہ سے نند حکمراں کا خاتمہ ہو گیا۔ چندر گپت نے پاٹلی پتر کو اپنی راجدھانی بنایا۔

1.4 چندر گپت کی فتوحات (Conquests of Chandragupta)

موریہ حکومت کے قیام میں چندر گپت موریہ کا کردار بہت اہم ہے۔ موریہ حکومت سے قبل ہندوستان کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ ان میں سیاسی اتحاد کا فقدان تھا۔ ان حالات کا فائدہ اٹھا کر یونانیوں نے بھی ہندوستان کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ چندر گپت نے اپنی بہادری، دوراندیشی اور ان تھک کوششوں سے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے ایک عظیم سلطنت کا قیام کیا۔ اس طرح چندر گپت ایک

عظیم حکمراں ثابت ہوا۔

چندر گپت کے سامنے دو واضح مقاصد تھے۔ اول وہ مگدھ سے نند حکمرانوں کی ظالمانہ حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے وہ ہندوستان کو یونانیوں کے قبضے سے چھڑانا چاہتا تھا۔ چندر گپت نے سب سے پہلے نند حکمراں دھنا نند کو شکست دینے کا منصوبہ بنایا۔ چندر گپت موریہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ نند راج کے پاس بڑی فوج ہے اور اسے شکست دینا آسان نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے سکندر سے ملاقات کر کے اس سے تعاون چاہا۔ چندر گپت کے نامناسب رویے کی وجہ سے خفا ہو کر سکندر نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

اپنی ابتدائی ناکامیوں سے چندر گپت ناامید نہیں ہوا۔ اس نے اپنا دھیان شمال مغرب میں واقع پنجاب کی طرف کیا۔ یہاں یونانی حکمرانوں کے خلاف عوام میں ناراضگی پھیلی ہوئی تھی۔ سکندر ابھی پنجاب ہی میں تھا کہ اس کے ایک خاص افسر نکیٹر کا قتل کر دیا گیا۔ 325 ق۔م میں جب وہ ہندوستان سے لوٹ ہی رہا تھا کہ اسے یونانی گورنر فلپ کے قتل کی اطلاع ملی۔ وہ ابھی اس معاملے پر غور ہی کر رہا تھا کہ پنجاب کا انتظام کس طرح کیا جائے دریں اثنا راستے میں بابل میں 323ق۔م میں اس کی موت ہو گئی۔ اس خبر کے ملتے ہی پنجاب میں سکندر کے سپہ سالاروں کے درمیان اقتدار کے لیے جنگ چھڑ گئی۔ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر چندر گپت موریہ اور کوٹلیہ نے لوگوں کو یونانی حکومت کے خلاف بھڑکایا اور جنگ جو برادریوں کی ایک فوج تیار کی۔ 322ق۔م میں چندر گپت نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ یہ فتح اس کی بڑی کامیابی ثابت ہوئی۔

پنجاب کی کامیابی سے چندر گپت کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اب وہ مگدھ پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس ریاست پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے سیاسی وقار میں یقیناً اضافہ ہو جاتا۔ اس وقت مگدھ کا حکمراں دھنا نند تھا جو اپنے مظالم اور سختیوں کی وجہ سے عوام کے درمیان غیر مقبول تھا۔ دوسری طرف چندر گپت کا مشیر کوٹلیہ بھی اس سے اپنی بے عزتی کا بدلا لینا چاہ رہا تھا۔ ان وجوہات کی وجہ سے چندر گپت نے 321ق۔م میں مگدھ پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں پرورتک نامی حکمراں نے چندر گپت کا ساتھ دیا۔ دھنا نند اور چندر گپت کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بڑی تعداد میں سپاہی قتل ہوئے۔ ملند پنہو کے مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ فوجی، دس ہزار ہاتھی، ایک لاکھ گھوڑے اور پانچ ہزار رتھ بان قتل ہوئے۔ اس جنگ میں چندر گپت کا حلیف پرورتک بھی قتل ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں دھنا نند اور اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی قتل ہوئے۔ مگر جین روایتوں کے مطابق چندر گپت نے دھنا نند کو معاف کر دیا تھا اور اسے مگدھ چھوڑنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس فتح کے بعد چندر گپت موریہ نے 321ق۔م میں خود کو آزاد حکمراں ہونے کا اعلان کر دیا اور اس نے پاٹلی پتر میں تخت نشینی کی رسم ادا کی۔

چندر گپت کی سب سے اہم لڑائی سیلیوکس نکیٹر کے ساتھ ہوئی۔ سیلیوکس سکندر کا ایک اہم سپہ سالار تھا۔ اس نے مغرب اور وسط ایشیا کے کئی علاقوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اپنی حکومت کو مزید وسعت دینے کے لیے اس نے 305ق۔م میں ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں چندر گپت نے سیلیوکس کو شکست دی۔ دونوں کے درمیان ہوئے سمجھوتے کے مطابق سیلیوکس نے اپنے چار صوبے

کابل، قندھار، ہرات اور بلوچستان چندر گپت کو سونپ دیے۔ اس نے اپنی بیٹی ہلینا کی شادی چندر گپت کے ہم راہ کردی اور اس کے دربار میں میگا ستھنیز کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ چندر گپت موریہ نے اس کے اعزاز میں 500 ہاتھی بطور تحفہ پیش کیے۔ یہ چندر گپت کی ایک بڑی فتح تھی۔ اس جیت نے اس کی عزت اور وقار میں چار چاند لگا دیے۔ آر۔ سی۔ مجمدار (R.C. Majumdar) کے مطابق ''سیلیوکس پر چندر گپت کی جیت نے یون (غیر ملکی۔ یونانی) فوج کی خامیوں اور کمزوریوں کو اُجاگر کر دیا۔ اس کا مقابلہ منظم اور ماہر ہندوستانی فوج سے ہوا تھا۔''

کہا جاتا ہے کہ جنوبی ہندوستان کے بھی کچھ علاقے چندر گپت کی حکومت میں شامل تھے مگر اس کے بارے میں ہمیں واضح ثبوت نہیں ملتے۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ میسور (کرڈرامہ) تک کا علاقہ اس کی حکومت میں شامل تھا۔ جین ذرائع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ چندر گپت نے 298 ق۔م میں کرڈرامہ میں واقع شرون بیلا گولا (Shravanbela Gola) میں فاقہ کشی کر کے اپنی جان دے دی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ریاست ضرور اس کی حکمرانی میں رہی ہوگی۔

چندر گپت موریہ نے مغربی ہندوستان پر بھی فتح حاصل کی تھی۔ مغربی ہندوستان پر اس کی فتح کے بارے میں ہمیں خاص جانکاری حاصل نہیں ہے۔ شک حکمراں رودردمن کے جوناگڑھ کے کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ سوراشٹر کا علاقہ موریہ سلطنت میں شامل تھا۔ اس صوبے میں چندر گپت موریہ نے پشیہ گپت کو گورنر مقرر کیا تھا۔ چندر گپت کے حکم پر اس نے وہاں زراعت کو ترقی دینے کے لیے سدرشن جھیل پر ایک باندھ کی تعمیر کرائی۔ دوسری بات یہ کہ چندر گپت کے سلطنت میں مغربی ہندوستان اس کا ایک صوبہ تھا جس کی راجدھانی اُجین تھی۔ ان ثبوتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ہندوستان کے علاقے بھی اس کی حکمرانی میں شامل تھے۔

بہر حال چندر گپت موریہ ایک عظیم سلطنت کا بانی تھا۔ اس کی حکومت شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں میسور تک اور مشرق میں بنگال سے لے کر شمال مغرب میں ہندوکش پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی جس کا دارالسلطنت پاٹلی پتر تھا۔ جین روایتوں پر یقین کیا جائے تو اپنی زندگی کے آخری دنوں میں چندر گپت نے جین مذہب اختیار کر لیا تھا۔ چوبیس سال تک حکومت کرنے کے بعد اس نے شاہی تخت اپنے بیٹے بندوسار کو سونپ کر سنیاس (ترک دنیا) لے لیا۔ اس کے بعد وہ اپنے مرشد بھدر باہو کے ساتھ میسور چلا گیا۔ یہاں اس نے شرون بیل گولا کے مقام پر کھانا پینا تیاگ کر 298 ق۔م میں زندگی کی آخری سانس لی۔

1.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریہ خاندان ہندوستان کا ایسا حکمراں خاندان ہے جس کو ہندوستانی تاریخ میں کئی لحاظ سے اولیت حاصل ہے۔ اسے ہم موریہ سلطنت کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کی بنیاد چندر گپت موریہ نے رکھی۔ موریہ سلطنت کے قیام اور استحکام میں اس کو ایک برہمن عالم کوٹلیہ سے کافی تعاون حاصل ہوا۔ موریہ سلطنت کے مطالعے کے لیے ہمارے پاس مختلف ماٰخذ ہیں۔ ان ماٰخذ کی درجہ بندی کرتے ہوئے مورخین اس کو دو بنیادی خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ادبی ماٰخذ اور غیر ادبی ماٰخذ۔ ادبی ماٰخذ کو ملکی اور غیر ملکی دو مزید ذیلی زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ملکی ادبی ماٰخذ میں ارتھ شاستر سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے بعد ایک دوسری تصنیف مدرا راکشس کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ جین مت اور بدھ

مت کی تصانیف بھی ہیں۔ غیر ملکی ذرائع میں سب سے اہم یونانی سفیر میگا ستھنیز کی تصنیف ''انڈیکا'' ہے۔ اس کے علاوہ سیلونی، تبتی اور چینی ماخذ بھی موجود ہیں۔ غیر ادبی ذرائع میں ہمارے پاس مختلف قسم کے ماخذ ہیں مثلاً موریہ عہد کی تعمیرات، مجسمے اور فن کے دوسرے نمونے وغیرہ۔ ان کے علاوہ اس عہد کے سکے اور کتبے ہیں جن سے اس عہد کی معاشی حالت اور تجارتی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ موریہ عہد کی جانکاری کے لیے سب سے مستند ماخذ اشوک کے فرامین ہیں جو پتھر کی لاٹوں، غاروں اور چٹانوں پر کندہ ہیں۔ ان تمام ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ چندر گپت موریہ نے 321ق۔م میں نند حکمراں دھنانند کو شکست دے کر موریہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ 298ق۔م میں شرون بیل گولا کے مقام پر اس کی موت ہوئی۔ موریہ سلطنت کو مزید وسعت اس کے بیٹے بندوسار اور پوتے اشوک نے دی۔

1.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

مطلق العنان	:	خود مختار، اپنی مرضی کا مالک
لوحی	:	تختی والا
مسکوکاتی	:	ٹھپہ لگا ہوا۔ سکّوں کے علم سے متعلق
شبیہ	:	تصویر
دھرم شالا	:	خیراتی سرائے
سنیاس	:	دنیا چھوڑ دینا
شرمن	:	جین بھکشو/ راہب

1.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

1.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. سفیر کی حیثیت سے میگا ستھنیز کس بادشاہ کے دربار میں رہا؟
2. انڈیکا کس نے لکھی؟
3. میگا ستھنیز کس ملک کا باشندہ تھا؟
4. مدراراکشس کا مصنف کون ہے؟
5. موریہ حکومت کا بانی کون تھا؟
6. کوٹلیہ نے کس کتاب کی تصنیف کی تھی؟
7. چندر گپت موریہ کی سب سے اہم فتح کون سی تھی؟
8. چندر گپت موریہ کی تخت نشینی کب ہوئی؟

9. پٹنہ کے مضافات میں کمھرار کے مقام پر ملے پتھر کے ستون سے کتنے ستونوں والے ایک دیوان کی نشاندہی ہوتی ہے؟

10. موریہ عہد میں سونے کے سکوں کو کیا کہتے تھے؟

1.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریہ عہد کے سماج پر میگا ستھنیز کے خیالات کا جائزہ لیجیے۔

2. کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کا مختصر جائزہ پیش کیجیے۔

3. موریہ خاندان کے بارے میں مدرارا کشس کس طرح کی معلومات پیش کرتی ہے؟

4. موریہ عہد کے تعمیراتی ذرائع سے کس طرح کی جانکاری ملتی ہے؟

5. موریہ عہد کے مطالعہ میں مسکوکاتی ثبوت کس طرح معاون ثابت ہوتے ہیں؟

1.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریہ عہد کے غیر ملکی مآخذ پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔

2. موریہ عہد کے ہندوستانی مآخذ کا ان کی اہمیت کے حوالے سے تجزیہ کیجیے۔

3. ایک عام انسان سے چکرورتی راجا بننے کا چندر گپت موریہ کا سفر بہت دشوار تھا، وضاحت کیجیے۔

1.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Dikshitar, V. R. *The Mauryan Polity*. Delhi: Motilal Banarsidass, 1993.
2. Mookerji, Radha K. *Chandragupta Maurya and His Times,* Motilal Banarsidas, 1999.
3. Gajrani, S, and S, Ram. *Chandragupta Maurya*. New Delhi: Commonwealth Publishers, 2011
4. Habib, Irfan, Jha, Vivekanand. *Mauryan India*. People's history of India Vol 5, New Delhi: Tulika Books, 2015.
5. H. C. Raychaudhuri (1988) [1967]. "India in the Age of the Nandas". In K. A. Nilakanta Sastri (ed.). Age of the Nandas and Mauryas (Second ed.). Delhi: Motilal Banarsidas
6. Smith, Vincent A. *The Early History of India,* Elite Agencies, 2017.
7. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
8. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
9. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 2۔ اشوک اور اس کی سلطنت

(Ashoka and His Empire)

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید
2.1 مقاصد
2.2 بندوسار
2.3 اشوک کی تخت نشینی
2.4 کلنگ کی جنگ
2.5 بدھسٹ کی حیثیت سے اشوک
2.5.1 اشوک کی مذہبی رواداری
2.5.2 دھمّ
2.5.3 تاریخ میں اشوک کا مقام
2.6 اشوک کی سلطنت کی وسعت
2.7 اشوک کے جانشیں
2.8 اکتسابی نتائج
2.9 کلیدی الفاظ
2.10 نمونہ امتحانی سوالات
2.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
2.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
2.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
2.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

2.0 تمہید (Introduction)

چندر گپت کے پوتے اور موریا سلطنت کے تیسرے حکمراں اشوک نے 268 ق۔م سے 232 ق۔م تک بر صغیر ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت پر حکومت کی۔ تاریخ ہندوستان ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں اسے عظیم حکمراں کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس عظمت کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ اس نے بر صغیر کی سب سے بڑی سلطنت پر حکومت کی بلکہ اس کی عظمت کا راز اس کی نجی زندگی کے اوصاف اور عوامی زندگی میں فراخ دلی، اعلیٰ اخلاقی اصول اور رفاہِ عامہ کے لیے کی گئی اس کی کوششیں ہیں۔ اس کی حکومت انسان دوستی اور عوامی خوش حالی کے جذبہ کے تحت کام کرتی تھی۔ اس نے نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جانوروں کے لیے بھی ہمدردی کا جذبہ روا رکھا۔ اسے اس بات کا حساس تھا کہ ایک بڑی سلطنت کے ساتھ اس پر بڑی ذمے داری بھی عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی عوام کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھا۔ اس نے تمام فرقوں کے ساتھ مذہبی رواداری کی پالیسی اپنائی۔ مذہبی خیر سگالی کے لیے اس نے دھمّ کی اشاعت کی۔ اس کے دھمّ کا مقصد کسی خاص فرقے یا مذہب کی اشاعت نہیں بلکہ تمام فرقوں اور مذہبوں کے درمیان اخوت اور محبت کے جذبے کو پروان چڑھانا تھا۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- چندر گپت موریا کے جانشیں بندوسار اور اس کی فتوحات کے بارے میں جان سکیں گے۔
- موریا خاندان کے عظیم شہنشاہ اشوک کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- تاریخ میں اشوک کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- اشوک کی دھمّ پالیسی کی اہمیت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- اشوک کے کمزور جانشینوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔

2.2 بندوسار (Bindusara)

چندر گپت موریا کی موت کے بعد اس کا بیٹا بندوسار 298 ق۔م میں تخت نشیں ہوا۔ مختلف تصنیفات میں اسے الگ الگ نام دیے گئے ہیں۔ یونانی مورخ اتھینکس نے اس کو امتروچیٹس (سنسکرت امتر گھت، دشمنوں کا قاتل) یا امتر کھڈ (دشمنوں کو ہضم کرنے والا) کہا ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس کا یہ نام کیوں پڑا۔ اس کی زندگی اور عہد حکومت کے بارے میں بہت زیادہ جانکاری حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں یونانی مورخین بھی خاموش ہیں۔ اس لیے بہت سے مورخ اس کے عہد کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ کچھ ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کثیر دل چسپیوں اور ذوق کا حامل شخص تھا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یونانی حکمراں انتی اوکس سے فرمائش کی تھی کہ اس کے لیے میٹھی شراب، خشک میوے اور فلسفے کا ایک معلم بھیجے۔ اس کی اول الذکر دو مانگیں تو پوری کر دی گئیں مگر تیسری مانگ کے لیے معذرت کر لی گئی۔

ابتدائی تمل شاعری اور تبتی مورخ تاراناتھ کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ بندوسار اپنے باپ سے ملے تخت وتاج کو نہ صرف برقرار رکھنے میں کامیاب رہا بلکہ اس نے اس کو وسعت بھی دی۔ تاراناتھ کا خیال ہے کہ اس نے 16 حکمرانوں اور سامنتوں کو شکست دے کر جنوبی ہندوستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنوبی ہندوستان پر موریوں کا قبضہ اشوک سے قبل ہو گیا تھا مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ اس پر چندر گپت موریا نے فتح حاصل کی تھی یا اس کے بیٹے بندوسار نے۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ جنوبی ہندوستان پر چندر گپت نے قبضہ کیا تھا۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ چندر گپت موریا نے اپنی زندگی کا آخری سال شرون بیل گولا (کرناٹک) میں گزارا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صوبہ اس کے سامراج کا حصہ رہا ہوگا۔

بندوسار کے عہد حکومت میں ٹکشلا میں ایک زبردست بغاوت ہوئی تھی۔ اس وقت وہاں کا گورنر بندوسار کا بڑا بیٹا سُسیم تھا۔ وہ اس بغاوت کو فرو کرنے میں ناکام رہا۔ تب بندوسار نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے اپنے دوسرے بیٹے اشوک کو بھیجا جو اس وقت اجین کا گورنر تھا۔ اشوک نے بہت آسانی سے بغاوت کو دبا دیا اور وہاں دوبارہ امن قائم کر دیا۔ اس کے بعد بندوسار نے اشوک کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔

اپنے باپ کی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے بندوسار نے بیرونی ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ اس وقت تک یونانی حکمراں سیلیوکس کی موت واقع ہو چکی تھی اور اینٹی اوکس اس کا جانشیں بنا۔ بندوسار کے اس سے اچھے تعلقات تھے۔ اسی طرح اس کے تعلقات مصر کے حکمراں فلاڈیلفس سے بھی تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بندوسار اس وقت کے حکمرانوں سے تعلقات بحال رکھنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ بندوسار کے کئی بیٹے تھے جن میں اقتدار کے لیے رسہ کشی چلتی رہتی تھی۔ اس سے موریا حکومت میں کمزوری در آنے لگی۔ اس کی 273 ق۔م میں موت ہو گئی۔

2.3 اشوک کی تخت نشینی (Coronation of Ashoka)

اشوک کے عہد حکومت کو تاریخ میں ایک درخشندہ باب کہا جا سکتا ہے۔ 1837ء میں جیمس پرنسپ کو اشوک کے ایک کتبے کو پڑھنے میں کامیابی ملی جو براہمی میں ہے۔ اس سے قبل تک اشوک کی حیثیت تاریخ میں گزرے بادشاہوں کے سوا کچھ نہ تھی جس کا ذکر پُرانوں کی تاریخ وار ترتیب میں آیا ہے۔ اشوک کا یہ کتبہ اور دیگر کتبے اس کے عہد حکومت کے خاص واقعات اور اس کی سرگرمیوں کا پتہ دیتے ہیں۔ اشوک (غم سے آزاد) کا نام کتبے میں صرف ایک بار ماسکی کے فرمان میں آیا ہے۔ پُرانوں میں اسے اشوک وردھن کہا گیا ہے۔ رودرامن کے گرنار کتبے (150 عیسوی) میں اس کو اشوک موریا کہا گیا ہے۔ کلکتہ کے بھابھرو کتبے میں اشوک نے خود کو پیاداسی راجا ماگدھی (مگدھ کا حکمراں، پیاداسی) کہا ہے۔ کتبوں میں اشوک نے دو القاب اختیار کیے ہیں یعنی دیونم پیا (دیوتاؤں کا محبوب) اور پیاداسی (پریہ درشی)۔ سنسکرت میں اس کے القاب کی پوری شکل ہے 'دیونم پریہ پریہ درسی راجا'۔

اشوک کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ہمارے پاس صرف روایتی تفصیلات ہیں۔ بودھی روایت کے مطابق اس کی ماں کا نام کلیانی یا سبھدرنگی تھا۔ شہزادہ کے طور پر اس نے اجینی اور ٹکشیلا کے گورنر کے طور پر کام کیا۔ گورنری کے دور میں اس کو ودیسہ کے ایک تاجر کی بیٹی سے

عشق ہو گیا جس کا نام دیوی یا ودیسہ مہادیوی بتایا گیا ہے، جس کے ساتھ اس نے شادی کر لی۔ اشوک کی دو اور مشہور بیویوں کے نام کاروو کی اور اسندھی متر اتھا۔ دوسری بیوی کاروو کی کا ذکر رانی کے فرمان، جو الہ آباد کے ایک ستون پر درج ہے، میں آیا ہے۔ اس میں اس کی مذہبی سخاوت اور عطیات کا ذکر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادہ توارا کی ماں تھی۔ اشوک کے کتبوں میں اس کے صرف اسی بیٹے کا نام آیا ہے۔

اشوک سے متعلق مطالعہ میں پہلی دقت اس کی تخت نشینی کے سال کے تعین کے بارے میں آتی ہے۔ یہ دقت اس وجہ سے ہے کہ بندوسار کی موت اور اشوک کی تخت نشینی کے درمیان 4 سال کا وقفہ ہے۔ سری لنکن روزنامچہ کی بنیاد پر کچھ عالم اس وقفے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اشوک اور اس کے سوبھائیوں کے درمیان تخت نشینی کے تنازعہ کی وجہ سے ہے۔ سری لنکائی روزنامچے مہاومش کے مطابق سب سے چھوٹے بھائی تشیا کو چھوڑ کر اشوک اپنے ننانوے بھائیوں کو قتل کر کے تخت نشیں ہوا۔ اسی طرح کی کہانی دو یہ دان میں بھی ہے جس پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ تخت نشینی کے تنازع کی یہ مبینہ کہانی مضحکہ خیز ہے۔ جس کی رو سے یہ کہا جاسکے کہ بدھ مذہب اختیار کرنے سے قبل اشوک کس قدر سفاک اور ظالم تھا۔ دوسری طرف تخت نشینی کے کئی سال بعد اشوک اپنے فرامین میں اپنے بھائیوں، بہنوں اور اس کے گھر بار کا ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ اشوک اور اس کے بھائیوں کے درمیان ہوئی نام نہاد جنگ پر یقین نہیں کیا جاسکتا پھر بھی 273-72ق۔م میں بندوسار کی موت اور 269-68ق۔م میں اشوک کی تخت نشینی کے درمیان ایک بڑا وقفہ ہے۔ اس کے بارے میں بہت سی قیاس آرائیاں ہیں لیکن کوئی ایک بھی مکمل طور پر قابل بھروسہ نہیں ہے۔

2.4 کلنگ کی جنگ (War of Kalinga)

اشوک کے عہد کا اولین واقعہ جو اس کے کتبے میں تحریری شکل میں ملتا ہے وہ اس کی کلنگ کی جنگ ہے۔ یہ جنگ اس کی زندگی میں اہم موڑ ثابت ہوئی۔ اشوک نے اپنی تخت نشینی کے آٹھویں سال میں کلنگ پر فتح حاصل کی یعنی یہ اس کی حکومت کا نواں سال تھا۔ چولا اور پانڈیا کے علاقوں پر حملہ کرنے کے بجائے اشوک نے کلنگ پر حملہ کیوں کیا اس کی وجہ بہت واضح نہیں ہے۔ یہ حملہ غالباً اس لیے کیا گیا ہوگا کہ موریا علاقے بنگال اور آندھرا کے درمیان آزاد کلنگ ریاست موریا سامراج کی آنکھوں میں کھٹک رہی ہوگی۔ یہ اس کے علاقوں کے لیے خطرے کی گھنٹی ثابت ہوسکتی تھی۔ مزید برآں جنوب کی ریاستوں سے موریا سامراج کے دوستانہ تعلقات تھے۔ کلنگ کی موریا سامراج میں شمولیت جنگی حکمت عملی کے لیے ضروری اور معاشی طور پر فائدہ مند ثابت ہوسکتی تھی۔ یہ ریاست گنگا کی وادی سے جنوب میں موریوں کی راہ میں حائل تھی۔ بحری طاقت کے لیے یہ اہم علاقہ تھا۔ موریا سامراج میں اس کی شمولیت سلطنت کی آمدنی میں اضافے کی ضامن ہوسکتی تھی۔ بندوسار کے زمانے میں پھیلے انتشار کی وجہ سے یہ صوبہ خود مختار ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کی از سر نو تسخیر کا کام اشوک کے حصّے میں آیا۔ کلنگ کے لوگوں نے اس کا جم کر مقابلہ کیا لیکن اشوک کی فوج کے سامنے وہ نہیں ٹک سکے۔ اس جنگ میں بہت زیادہ تباہی و بربادی ہوئی۔ اشوک کا تیرہواں فرمان بہت واضح طور پر ان بربادیوں کا ذکر کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں اشوک کے تاسف کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس جنگ میں 150 ہزار افراد جلاوطن ہوئے، ایک سو ہزار قتل ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ قید ہوئے۔ کلنگ کی فتح پر ''دیوتاؤں کے محبوب کو بہت دکھ ہوا۔'' ایک آزاد ملک پر قبضہ کے بعد، لوگوں کے قتل، موت اور جلاوطنی نے ''دیوتاؤں کے محبوب کو بہت زیادہ صدمہ پہنچایا۔'' کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک

نے جنگ کے منفی اثرات اور اس کی تباہیوں کو محسوس کیا۔اس نے لکھا:"جو لوگ قتل ہوئے، زخمی ہوئے یا جلاوطن ہوئے آج اگر اس کا سوواں یا ہزاروں حصّہ بھی واقع ہوتا تو دیوتاؤں کے محبوب کو اس سے بہت زیادہ صدمہ پہنچے گا۔"

کلنگ کی جنگ نے اشوک کی عوامی پالیسی اور شخصیت پر گہرا اثر ڈالا۔اس کے بعد اس نے طے کیا کہ وہ اب اور کوئی جنگ نہیں لڑے گا اور اس نے ایسی ہی ہدایت اپنے بیٹوں اور پوتوں کو کر دی۔ تیرہویں فرمان میں اشوک اعلان کرتا ہے کہ وہ اب بازوؤں کے زور پر فتح (دِگ وجے) نہیں کرے گا بلکہ پاکیزگی اور اوصاف (دھّم وجے) کے زور پر فتح حاصل کرے گا۔ کلنگ کی فتح کے بعد اشوک نے لوگوں کی اخلاقی اور مادی بھلائی کا بیڑہ اٹھایا اور اپنی عوامی پالیسیوں میں اسی کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ جنگ کے تشدّد نے جس وحشت کا اظہار کیا اس سے اشوک نے عدم تشدد اور امن کو اپنی زندگی کا موقف بنالیا۔اس نے تہیہ کر لیا کہ اب کسی بھی حال میں توسیع سلطنت کے لیے تلوار میان سے باہر نہیں نکالے گا۔ طبل جنگ (بھیری گوش) کے بجائے عدم تشدد (دھّم گھوش) کے ذریعہ دل جیتے گا۔اس کے بعد اس نے اپنا مذہب بھی بدل لیا اور بدھ مذہب اختیار کر لیا۔کلنگ کی جنگ اس کے عہد کی آخری جنگ ہے۔

2.5 اشوک بدھسٹ کی حیثیت سے (Ashoka as Buddhist)

اشوک کا دل و دماغ بدھ مت کی معتدل تعلیمات سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے بدھ مت اختیار کر لیا۔ فرمان نمبر تیرہ میں وہ خود اعلان کرتا ہے کہ کلنگ کی لڑائی کے بعد دیوتاؤں کا محبوب دھّم کی محبت، دھّم کی خدمت اور دھّم کی تعلیم میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ بدھ مذہب سے اس کی وابستگی مستند روایات نیز لوحی شہادتوں سے ثابت ہے۔ بھبھرو کے فرمان میں وہ بدھ تثلیث یعنی بدھ، دھّم اور سنگھ میں اپنے اعتقاد کا اظہار کرتا ہے اور سنگھ والوں اور عوام دونوں کو کتاب مقدس کے بعض ابواب کی تلاوت اور ان پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ سارناتھ کے چھوٹے ستونی فرمان اور اس جیسے دوسرے فرامین میں اشوک تقریباً دین کے محافظ کی حیثیت سے خطاب کرتا ہے اور مذہب میں تفریق پیدا کرنے والوں کے لیے سزائیں تجویز کرتا ہے۔اس نے بدھ مذہب کے مقدس مقامات مثلاً بودھ گیا، لمبنی وغیرہ کی زیارت کی۔اس نے ایسی تفریحات اور قربانیاں ممنوع قرار دیں جن میں بے زبان جانوروں کو ذبح کرنا ضروری ہوتا تھا۔آخر میں ہمیں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشوک نے بدھ کے تبرکات محفوظ کرنے کے لیے بے شمار استوپ بنوائے اور ابتدا میں ان میں سے آٹھ میں انہیں دفن کر دیا۔اس کے علاوہ بدھ مذہب کی تبلیغ اور مسلمات طے کرنے کے لیے شہنشاہ نے موگلی پت تسّا کی رہنمائی میں ایک مجلس بھی طلب کی۔

2.5.1 اشوک کی مذہبی رواداری (Religious Tolerance of Ashoka)

ایک عام نظریہ ہے کہ کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا اور اس نے بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے سرگرم کوششیں کیں۔ مذہب کی تبلیغ میں اس نے کسی تشدد، تعصب کا سہارا نہیں لیا۔اس نے اس وقت کے تمام مذاہب اور عقائد کا احترام کیا اور ان کی سرپرستی بھی کی۔اس نے اجیوک فرقہ کے لوگوں کو غاروں میں رہنے کی اجازت دے دی اور برہمنوں، شرمنوں اور نرمنتھن وں کو ایک دوسرے کے ساتھ اچھے برتاؤ اور رواداری سے پیش آنے کی ہدایت کی۔اشوک کے فرمان نمبر۔7 سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا قائل تھا

کہ تمام مذاہب کا نصب العین ایک ہے یعنی ضبط نفس اور پاکی ضمیر۔اس نے اپنی رعایا کو ضبط نفس سے کام لینے کی تلقین کی اور دوسرے مذاہب کا احترام کرنے کی بات کہی۔اس نے یہ بھی کہا کہ ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کی تحقیر نہ کریں بلکہ ایک دوسرے کی عزت کریں۔اس سے ایک دوسرے کے احترام اور باہمی رواداری کو فروغ ملے گا۔اشوک کے یہ خیالات دور جدید میں بھی اتنی ہی اہمیت کے حامل ہیں۔

معلومات کی جانچ۔1 (Test Your Knowledge-1)

1 بندوسار نے کس یونانی حکمراں سے میٹھی شراب، خشک میوے اور فلسفے کا معلم بھیجنے کی فرمائش کی تھی؟

2 بندوسار کا بیٹا سیسم کہاں کا گورنر تھا؟

3 اشوک کہاں کا گورنر تھا؟

4 بندوسار کی موت کب ہوئی؟

5 پرانوں میں اشوک کو کس نام سے پکارا گیا ہے؟

6 کس کتبے میں اشوک نے خود کو 'پیادسی راجا مگدھے' کہا ہے؟

7 بندوسار کی موت اور اشوک کی تخت نشینی میں کتنے سال کا وقفہ ہے؟

8 کس روزنامچے کے مطابق اشوک اپنے ننانوے بھائیوں کو قتل کر کے تخت نشیں ہوا؟

9 اشوک نے کلنگ پر فتح کب حاصل کی؟

10 اشوک کا کون سا فرمان کلنگ کی جنگ کی بربادیوں کا ذکر کرتا ہے؟

11 بدھ مذہب کی تبلیغ اور مسلمات طے کرنے کے لیے اشوک نے کس کی رہنمائی میں مجلس طلب کی؟

2.5.2 دھمّ (Dhamma)

اشوک کا نام نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پوری دنیا میں اس کے ذریعہ چلائے گئے دھّم کی وجہ سے مشہور ہے۔غالباً وہ دنیا کا پہلا ایسا حکمراں تھا جس نے انسانی فلاح اور ان کی اخلاقی ترقی کے لیے پوری عمر کوشش کی۔یوں تو کلنگ کی جنگ کے بعد اس نے بذات خود بدھ مت اپنا لیا مگر اپنا عقیدہ دوسروں پر نہیں تھوپا۔

اس کے لیے اس نے ایک ایسے دھّم کی تبلیغ کی جس میں دنیا کے سبھی مذاہب کے اچھے اصولوں کو اکٹھا کیا گیا۔اس طرح اشوک کے دھّم کو سبھی مذاہب کا مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔مشہور مورخ رومیلا تھاپر کے مطابق ''اشوک کے لیے دھّم عملی زندگی کا ایک ایسا راستہ تھا جسے اس نے اپنے متعارف فلسفیوں کے اخلاقی اپدیشوں اور غالباً اپنی زندگی کے تجربات سے حاصل کیا تھا۔یہ بہترین سماجی، اخلاقی اور شہری جوابدہی کے احساس پر منحصر تھا۔'' دھم کو مقبول بنانے کے لیے اس نے دھم مہاماترا نام کو سلطنت کے افسران کو سلطنت کے مختلف علاقوں میں تعینات کیا۔

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ اشوک کا دھّم در حقیقت بدھ مت ہی تھا۔ اس نے دھّم میں صرف بدھ مت کے اصولوں کو ہی اکٹھا کیا تھا۔ لیکن بیشتر مورخ اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کچھ یکسانیت کے باوجود اشوک کے دھّم میں بدھ مت کے بنیادی اصولوں پر بحث نہیں کی گئی ہے۔ اس میں کہیں بھی چار آریہ ستیہ (چار اعلیٰ حقیقتیں)، اشٹ مارگ (آٹھ راستے) اور نروان (روح کی نجات) وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اشوک دھّم کے ماننے والوں کے لیے بھکشو (راہب) کی زندگی گزارنے یا ان کے لیے سنگھ کے قیام کی بات نہیں کرتا۔ اشوک کا دھّم کسی ایک مخصوص فرقے سے متعلق نہیں تھا۔ اشوک کے دھّم کا موازنہ کچھ حد تک مغل شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی سے کیا جاسکتا ہے۔ اشوک نے اپنے کتبوں میں دھّم کے مختلف اصولوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر انسان ان اصولوں پر کاربند ہو جائے تو بلاشبہ ہماری زمین جنت بن جائے گی۔ اشوک کے دھّم کے خاص اصولوں کا ذکر نیچے کے سطور میں کیا جا رہا ہے۔

اشوک نے اپنے کتبوں میں اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنے سے بڑوں کی عزت کرنی چاہیے۔ اولاد کو اپنے والدین کا مکمل احترام کرنا چاہیے۔ طلباء کو اپنے اساتذہ کا حکم بجالانا چاہیے۔ ان کے علاوہ ہمیں برہمنوں، رشیوں، بھکشوؤں، رشتہ داروں، دوستوں اور حکومت کے اعلیٰ عہدہ داروں کی بھی عزت کرنی چاہیے۔ اشوک کے دھّم میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا کہ جیسے بڑوں کی عزت کرنا چھوٹوں کا فرض ہے اسی طرح بڑوں کی ذمے داری ہے کہ وہ چھوٹوں سے محبت کریں۔ اعلیٰ عہدہ داروں کو نچلے عہدہ داروں سے، دولت مندوں کو غریبوں سے اور مالکوں کو خدمت گاروں سے محبت کا سلوک کرنا چاہیے۔ والدین کو اپنے بچوں سے اور اساتذہ کو اپنے شاگردوں سے محبت اور ہمدردی ہونی چاہیے۔

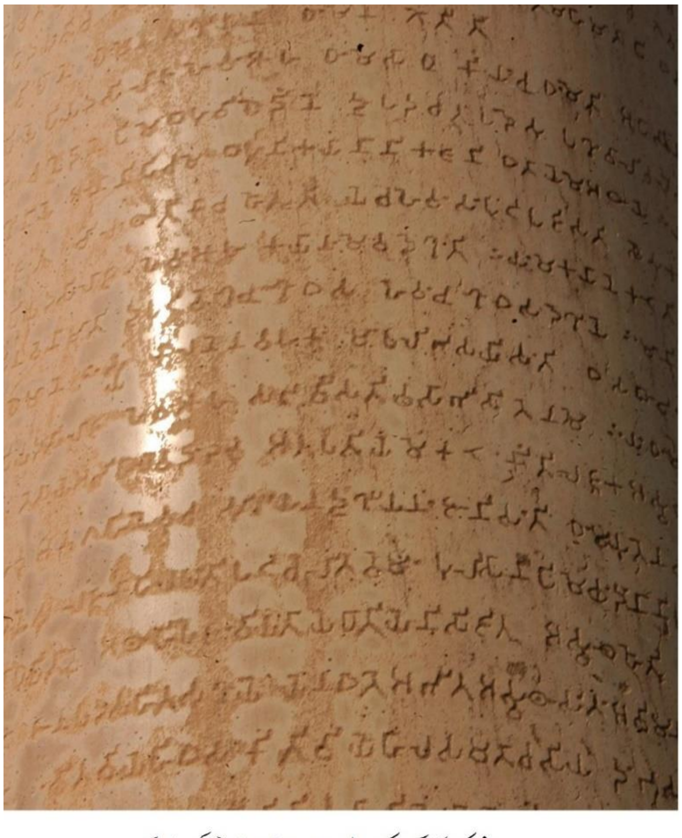

اشوک کا ایک کتبہ، لوریا ارراج، بہار (وکیپیڈیا)

اشوک کی خواہش تھی کہ انسانوں کو اپنی زندگی مثالی بنانی چاہیے۔ اس کے لیے اس کو کچھ اوصاف کا خیال ضرور کرنا چاہیے۔ اس کے مطابق انسان کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ اس نے صداقت کو اخلاقی زندگی کا جوہر مانا ہے۔ صداقت کے بغیر مذہب محض رسم بن کر رہ جاتا ہے۔ انسان کے دل میں سبھی جانداروں کے لیے رحم کا جذبہ ہونا چاہیے۔ عدم تشدد اشوک کے دھّم کی بنیاد تھا۔ اشوک کا قول تھا کہ ہمیں سبھی جانداروں سے پیار کرنا چاہیے۔ اس کا عدم تشدد انسانوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ اس نے چرند و پرند کی زندگی کو بھی مقدس مانا۔ اشوک نے بذات خود شکار کھیلنا اور گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اس نے سال میں 56 دن ایسے مقرر کر دیے تھے جب کسی بھی جانور کو ذبح نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اشوک نے

جانوروں کی دیکھ ریکھ کے لیے اسپتالوں کا بھی انتظام کیا تھا۔

اشوک کے دھّم میں خیرات دینے کو کہا گیا۔ وہ تعلیم کو سب سے بڑی خیرات سمجھتا تھا۔ اس کی رائے میں سب سے اچھی خیرات یہ ہے کہ کسی ان پڑھ شخص کو تعلیم یافتہ کرکے اسے جہالت کے اندھیرے سے نکالا جائے اور مذہب کے اصولوں سے متعارف کروایا جائے۔ دان دینے سے موجودہ زندگی اور اگلی زندگی میں سکھ کا حصول ہوتا ہے۔ اشوک کے دھّم میں لوگوں کو پاک وصاف زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جھوٹ، تکبر، حسد اور غصہ انسان کو گناہ گار بناتے ہیں ۔ اس لیے انسان کو ان برائیوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔ اشوک نے لوگوں کو فرسودہ رسوم ورواج اور تصنع چھوڑنے کے لیے کہا۔ اس کے مطابق پیدائش، شادی، برت اور تیرتھ یاتراؤں سے متعلق رسوم ورواج باطل ہیں۔ وہ بڑوں کی عزت، چھوٹوں سے محبت کو خیرات اور رحم دلی کو سچے ریت ورواج کہتا ہے۔ انسان ایسے ریت رواجوں کو اپنا کر عظمت حاصل کر سکتا ہے۔

مذہبی رواداری اشوک کے دھّم کا بنیادی نعرہ تھا۔ اس کے مطابق انسان کو اپنے مذہب کی تعریف اور دوسروں کے مذہب کی توہین نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کو سبھی مذاہب کا احترام کرنا چاہیے۔ اس سے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ اشوک کے مطابق ''جو شخص اپنے مذہب کا احترام کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کی اہانت کرتا ہے اور اس طرح اپنے مذہب کی عظمت بڑھانا چاہتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسے انسان میں مذہب کی حقیقت کا فقدان ہے۔ سبھی مذاہب کی تعلیمات کا اکتسابی نتائج یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کا بھی احترام کیا جانا چاہیے۔ اشوک کو اعمال کے فلسفے پر گہرا یقین تھا۔ اس کے مطابق انسان کو اس کے اعمال کا ثمر ضرور ملتا ہے۔ اگر انسان کے اعمال اچھے ہوں تو اسے نہ صرف اس زندگی میں سکھ حاصل ہوگا بلکہ آئندہ زندگی میں بھی جنت حاصل ہوگی۔

2.5.3 تاریخ میں اشوک کا مقام (Ashoka's Place in History)

بلاشبہ اشوک قدیم ہندوستان کی سب سے نمایاں شخصیت ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کی عظیم شخصیتوں مثلاً قسطنطین، اکبر اور دوسرے فرماں رواؤں سے کیا جاتا ہے۔ اس تقابل میں یکسانیت ہو یا نہ ہو بہر حال، اشوک انسانی ہمدردی کے لیے فراموش نہیں کیا جائے گا۔ اشوک کی سلطنت بہت وسیع تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسے اپنے والد بندوسار اور دادا چندر گپت موریا سے ایک عظیم سامراج وراثت میں ملا تھا مگر اس نے کلنگ پر قبضہ کرکے اپنی سلطنت میں اور بھی وسعت کی۔ اس کی حکومت شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں میسور تک، مشرق میں خلیج بنگال، شمال مغرب میں ہندوکش پہاڑ تک اور مغرب میں بحر عرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہندوستان کی تاریخ میں کسی بھی شہنشاہ کی حکومت اتنی دور تک پھیلی ہوئی نہیں تھی۔ اس لیے اشوک کا شمار ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں ہوتا ہے۔

شہنشاہ اشوک کا انتظام حکومت بہت عمدہ تھا۔ وہ اپنے عوام کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا تھا۔ اس لیے وہ اپنی رعایا کی فلاح کے لیے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ عوام کے مسائل سے باخبر رہنے کے لیے وہ ہمیشہ بھیس بدل کر گھومتا تھا۔ اس نے اپنے وزرا کو بھی عوامی فلاح کے لیے خصوصی احکامات جاری کر رکھے تھے۔ عوام الناس کی سہولت کے لیے اس نے سڑکوں کے کنارے سایہ دار درخت لگوائے، کنویں کھدوائے، سرائیں

بنوائیں اور باغات لگوائے۔اس نے بیماروں کے لیے اسپتال بنوائے۔اس نے نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جانوروں کے علاج کے لیے بھی اسپتال بنوائے۔

شہنشاہ اشوک غالباً پہلا ایسا حکمراں تھا جس نے لوگوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے لیے ان کے درمیان پائی جانے والی انتہا پسندی کو دور کرنے کے لیے اور انسانیت کی فلاح کے لیے کچھ نئے مذہبی اصول قائم کیے۔اس میں اس نے سبھی مذاہب کے اچھے اصولوں کو اکٹھا کیا مثلاً بڑوں کا احترام کرنا، بچوں سے محبت کرنا، عدم تشدد، راست گفتاری، اچھے رسم ورواج کو اپنانا اور مذہبی رواداری اس کے خاص اصول تھے۔ان اصولوں کی تشہیر کے لیے اس نے خود اپنی زندگی میں ان اصولوں کو اپنایا۔اس نے جنگ کی پالیسی کو ترک کر دیا اور شراب نوشی اور شکار کھیلنا بند کر دیا۔

تاریخ عالم میں اشوک کی عظمت کی خاص بنیاد اس کے ذریعہ اپنائی گئی امن کی پالیسی اور انسان دوستی تھی۔اشوک کی انفرادیت اس میں تھی کہ کلنگ کی جنگ کے بعد اس نے جنگ ترک کر دی۔اس نے فنون لطیفہ کو بہت پروان چڑھایا۔ ہندوستانی فنون کی اصلی ترقی اشوک کے عہد سے شروع ہوئی۔اس نے شری نگر اور للتا پٹنم نام کے دو خوبصورت شہر بھی بسائے۔ان میں سے سانچی کا استوپ اپنے فن کے لیے عالم گیر شہرت کا حامل ہے۔اس کے ذریعہ تعمیر شُدہ ستون بھی فن کا دلکش نمونہ پیش کرتے ہیں ۔ان ستونوں پر چرندوں اور پرندوں کی مورتیاں بنائی گئی ہیں ۔ یہ مورتیاں دیکھنے میں جاندار لگتی ہیں ۔ سارناتھ کی لاٹ اپنی فنی خوبصورتی کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ موریا عہد میں زیورات بنانے اور پتھروں پر پالش کرنے کا فن اس قدر ترقی پا چکا تھا کہ بیرونی ممالک کے لوگ اس کو دیکھ کر متحیر ہو جاتے تھے۔اس طرح اشوک کے عہد میں فن کے میدان میں ہوئی بے نظیر ترقی کی وجہ سے اسے عظیم کہنے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

اشوک کے عہد میں تعلیم کے میدان میں بھی بہت ترقی ہوئی۔اشوک کے کتبوں اور لاٹوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت لوگ بہت تعلیم یافتہ تھے۔ تعلیم کے فروغ کے لیے اشوک نے بہت سے گروکل اور مٹھ بنوائے۔اس کے عہد میں ٹیکسلا اور بنارس اعلیٰ تعلیم کے مراکز تھے۔ان جگہوں پر نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک سے بھی طلبا حصول علم کے لیے آتے تھے۔اشوک کے عہد میں ادب کے میدان میں بھی خوب ترقی ہوئی۔اس کے عہد حکومت میں بودھ دھرم کی مشہور تصنیف کتھاوستو اور جین مت کی کئی تصانیف تخلیق ہوئیں ۔اشوک نے علم وادب کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ علم وادب کی ترقی کے میدان میں کی گئی کوششیں بھی اس کی عظمت کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔

2.6 اشوک کی سلطنت کی وسعت (Extent of Ashokan Empire)

اشوک کو اپنے باپ دادا سے ایک بڑی حکومت وراثت میں ملی تھی۔ شمال اور مغرب میں اس کی سلطنت ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ چندر گپت عہد میں سیلیوکس نکیٹر سے ہاتھ آئے چاروں یونانی صوبوں پر اس کا قبضہ برقرار رہا۔ یہ صوبے تھے -- ہرات، قندھار، بلوچستان اور وادیٔ کابل کے علاقے۔ان علاقوں پر قبضے قائم رہنے کی تائید شہباز گڑھی اور منسہرا کے فرامین سے ہوتی ہے۔ ہیون سانگ اور

کلہن کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر اشوک کی سلطنت میں شامل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سری نگر شہر کو اشوک ہی نے بسایا تھا۔ اس نے وادی کشمیر میں بہت سے استوپ اور چیتیہ بنوائے تھے۔ گرنار اور سپارا کے کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا حلقہ اختیار سوراشٹر اور جنوبی مغربی علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ جونا گڑھ کے رودر دمن کے کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ یون راج تشاسپ سوراشٹر میں اشوک کا نائب السلطنت تھا۔ اشوک کے کلسی، رومندئی کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ شمال میں اس کی حکومت ہمالیہ کی پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی۔

روایات بتاتی ہیں کہ نیپال میں للت پٹن کی بنیاد بھی اسی نے رکھی۔ مشرق میں بنگال بھی اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ہیون سانگ نے اشوک کے کئی استوپ بنگال کے مختلف علاقوں میں دیکھے تھے۔ روایات بتاتی ہیں کہ اشوک اپنے بیٹا اور بیٹی کو رخصت کرنے تامرلیپتی تک گیا تھا۔ ان شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشوک کی سلطنت مغرب میں ہندوکش سے لے کر مشرق میں بنگال تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں چیتل درگ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں دو سرحدی علاقے کلنگ اور سوراشٹر بھی

شامل تھے۔اس کا طول و عرض اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ چٹانی فرمان نمبر 14 کے مطابق اشوک یہ کہنے میں حق بہ جانب تھا کہ میری سلطنت عظیم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اشوک سے پہلے قدیم ہندوستان کا کوئی بادشاہ اس قدر وسیع سلطنت کا مالک نہیں تھا۔

2.7 اشوک کے جانشیں (Successors of Ashoka)

چالیس سال حکومت کرنے کے بعد 232 ق۔م میں اشوک کا انتقال ہو گیا۔ اشوک کی موت کے بعد موریا سامراج پر زوال آنا شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشوک کے سبھی جانشیں کمزور ثابت ہوئے۔ وہ عظیم سامراج کو متحد رکھنے میں ناکام ثابت ہوئے۔ اشوک کے جانشینوں کے بارے میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اتنی بات طے ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اشوک جیسی عظمت حاصل نہیں کر سکا۔ اشوک کے بیٹوں میں سے صرف تیورا کا نام اس کے فرمانوں میں آتا ہے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ باپ سے پہلے انتقال کر گیا کیوں کہ بعد کے واقعات میں اس کا نام سننے کو نہیں ملتا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کا دوسرا بیٹا جالوک جو شیومت کا عقیدت مند تھا، اشوک کے انتقال کے بعد کشمیر میں خود مختار ہو کر حکومت کرنے لگا۔ اشوک کا تیسرا بیٹا کنال تھا جو 232 ق۔م میں تخت نشیں ہوا۔ کنال اشوک کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وایو پران کے مطابق اس نے آٹھ سال تک حکومت کی۔ کنال کے عہد میں مگدھ سامراج کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ 224 ق۔م میں کنال کی موت ہو گئی۔ کنال کی موت کے بعد اس کا بیٹا دشرتھ تخت پر بیٹھا۔ اس کی تاریخیت ناگار جنی غار کے کتبوں سے ثابت ہے جس میں لکھا ہے کہ وہ اجیوک فرقے سے والہانہ عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے بھی آٹھ سال تک یعنی 216 ق۔م تک حکومت کی۔ کچھ عالموں کا خیال ہے کہ دشرتھ کے عہدِ حکومت میں موریا سامراج دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ سلطنت کے مشرقی حصّے پر دشرتھ کا قبضہ رہا جب کہ مغربی حصّہ پر سمپراتی نے قبضہ جما لیا۔ کھارویل کے ہاتھی گُمف کتبے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلنگ دشرتھ کے عہد میں آزاد ہو چکا تھا۔ دشرتھ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس لیے اس کا بھائی سمپراتی 216 ق۔م میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے 207 ق۔م تک حکومت کی۔ وہ اشوک کے جانشینوں میں سب سے قابل تھا۔ وہ جین مذہب کا عقیدت مند تھا۔ اس نے جین مت کی تبلیغ کے لیے کوششیں کیں۔ وہ موریا سامراج کے زوال کو روکنے میں کچھ حد تک کامیاب ہوا۔ 207 ق۔م میں سمپرتی کا بیٹا شالی شک تخت نشیں ہوا۔ اس کے عہد میں خانہ جنگی اور انتشار پھیل گیا۔ سامراج کے حصّے الگ ہونے لگے۔ اس عہد میں بیرونی حملے بھی ہوئے۔ 206 ق۔م میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ شالی شک کے بعد دیو ورما (199-206 ق م)، شت دھنش (199 سے 191 ق۔م) اور برہدرتھ (191 سے 184 ق۔م) نے حکومت کی۔ یہ سبھی حکمراں نااہل ثابت ہوئے۔ وہ عیش و عشرت کے دل دادہ تھے۔ ان کے دور میں موریا سامراج زوال پذیر ہو گیا۔ یہاں تک کہ برہدرتھ کا انجام اس کے اپنے سپہ سالار پُشیہ متر شُنگ کے ہاتھوں بڑے المیہ انداز میں ہوا۔ 184 ق۔م میں پشیہ متر نے اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح عظیم موریا سامراج کا خاتمہ ہو گیا۔

معلومات کی جانچ: 2 (Test Your Knoledge-2)

1 اشوک نے کون کون سے دو خوب صورت شہر بسائے؟

2 کس کتبے سے ثابت ہوتا ہے کہ اشوک کا حلقہ اختیار سوراشٹر اور جنوبی مغربی علاقے تک پھیلا ہوا تھا؟

3 سوراشٹر میں اشوک کا نائب السلطنت کون تھا؟

4 کس کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ شمال میں اشوک کی حکومت ہمالیہ کی پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی ؟

5 کس چٹان فرمان میں اشوک خود کہتا ہے کہ میری سلطنت عظیم ہے ؟

6 اشوک کا انتقال کب ہوا؟

7 اشوک کے کس بیٹے کا نام اس کے فرمانوں میں آتا ہے ؟

8 اشوک کے انتقال کے بعد کون تخت نشیں ہوا؟

9 اشوک کے آخری جانشیں برہدرتھ کا قتل کرکے کون تخت نشیں ہوا؟

2.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریہ سلطنت ہندوستانی تاریخ کی پہلی عظیم سلطنت تھی جس کو 320ء میں چندر گپت موریہ نے اپنے وزیر اور مشیر خاص چانکیہ یا کوٹلیہ کی مدد سے قائم کیا۔ چندر گپت کے بعد اس کا بیٹا بندوسار تخت نشیں ہوا۔ باپ سے ملی حکومت کو نہ صرف اس نے متحد رکھا بلکہ اس کو تھوڑی وسعت بھی دی۔ جنوبی ہندوستان میں موریہ سلطنت کی جڑیں اسی کے عہد حکومت میں مضبوط ہویں، مگر وہ تاریخ میں مشہور نہیں ہو سکا۔ اصلی شہرت اس کے بیٹے اشوک کو ملی جس کی وجہ اس کے ذریعہ پتھروں اور چٹانوں پر کھدوائے گئے وہ شاہی فرامین ہیں جو اس نے اپنی عام رعایا کو مخاطب کر کے ملک کے طول و عرض میں نصب کروائے۔ برطانوی ٹکسال کے ایک ملازم جیمس پرنسیپ نے 1835ء میں ان کتبات کی تحریر کو پڑھنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ یوں اشوک کا نام جو پرانوں کی لمبی چوڑی فہرست میں ایک راجا سے زیادہ نہیں تھا، ہندوستان کے اور غالباً دنیا کے پہلے ایسے فرمانروا کے طور پر سامنے آیا جو جنگ کے بجائے امن اور لوگوں کی فلاح وبہبود میں یقین رکھتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے متعدد عملی اقدامات بھی کیے۔ اس نے کلنگ ریاست پر فتح حاصل کرنے کے بعد جنگ میں ہونے والی خون ریزی دیکھ کر مزید فتوحات کو ترک کر دیا۔ کلنگ کی جنگ کے نتیجے میں ہوئی بربادیوں نے اس کو بہت صدمہ پہنچایا۔ اس جنگ نے اس کی عوامی پالیسی اور شخصیت پر گہرا اثر ڈالا۔ اس نے طے کرلیا کہ اب وہ اور کوئی جنگ نہیں لڑے گا۔

کلنگ کی فتح کے بعد اشوک نے لوگوں کی اخلاقی اور مادی بھلائی کا بیڑہ اٹھایا اور اپنی پالیسیوں میں اس کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ اشوک کا دل ودماغ بدھ مذہب کی تعلیمات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اس نے بدھ مذہب اختیار کرلیا۔ اس کے بعد وہ بدھ مذہب کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس نے اپنا مذہب دوسروں پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے ایک ایسے دھمّ کی تبلیغ کی جس میں دنیا کے سبھی مذاہب کے اچھے اصولوں کو شامل کیا گیا۔ اشوک نے چالیس سال تک حکومت کی۔ اس کی حکومت مغرب میں ہندوکش سے لے کر مشرق میں بنگال تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں چیتل درگ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسی میں سرحدی علاقے کلنگ اور سوراشٹر بھی شامل تھے۔ 232ق۔م میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی موریہ سلطنت کے زوال کا آغاز ہوگیا۔ اتنی وسیع سلطنت کے انتظامی ڈھانچے کو سنبھالنا اور دور دراز علاقوں کو خود مختار ہونے سے روکنا بے حد دشوار کام تھا۔ اشوک کے جانشیں اس کی حکومت

کو سنبھال کر رکھنے میں ناکام ثابت ہوئے۔ بالآخر 184ق۔م میں پشیہ متر شنگ نے آخری موریا حکمراں کو قتل کر کے اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

2.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

درخشندہ	:	چمکتا ہوا
اسٹیڈیا	:	قدیم یونانی پیمانہ
اترپتھ	:	ہندوستان کی قدیم کتابوں میں جمبودیپ کے شمالی حصے کا نام اترپتھ ہے مگر پہلے اترپتھ شمالی شاہراہ کو کہتے تھے جو مشرق میں تامرلپتی (تمل وک) سے لے کر ٹیکسلا اور اس سے آگے وسط ایشیا کے بلخ تک جاتا تھا اور بہت زیادہ اہمیت کا حامل تجارتی راستہ تھا۔
نزاع	:	جھگڑا
مبینہ	:	بیان کیا ہوا
اختراع	:	ایجاد
تثلیث	:	تین حصے میں تقسیم کرنا
مسلمات	:	تسلیم کیا ہوا۔ کسی بھی مذہب کے تسلیم شدہ عقائد

2.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. چندر گپت موریہ کا جانشیں کون بنا؟

(a) بندوسار (b) اشوک (c) چندر گپت دوئم (d) بمبسار

2. اشوک نے کلنگ پر حملہ کب کیا؟

(a) 298ق۔م (b) 296ق۔م (c) 269ق۔م (d) 252ق۔م

3. موریا سلطنت کا دار السلطنت تھا:

(a) اُجین (b) توشالی (c) پاٹلی پتر (d) دکشن پتھ

4. موریا سامراج میں اشوک کے ذریعہ شامل کیا گیا صوبہ تھا:

(a) مگدھ (b) کلنگ (c) مغربی صوبہ (d) دکنی صوبہ

5. اشوک نے دو خوبصورت شہر بسائے۔ ان کے نام ہیں:

(a) شری نگر اور للتا پٹنم (b) اجین اور توشالی (c) کلنگ اور اجین (d) توشالی اور اجین

6. 1837 عیسوی میں اشوک کے کتبے کو پڑھنے میں کس کو کامیابی ملی؟

(a) میکس مولر (b) جیمس پرنسپ (c) میور (d) اے سی بنرجی

7. سری لنکائی روزنامچے کے مطابق اشوک اپنے کس بھائی کو چھوڑ کر 99 بھائیوں کا قتل کر کے تخت نشین ہوا؟

(a) کنال (b) گوتم (c) تشیا (d) ست کرنی

8. بدھ مذہب کے مسلمات کو طے کرنے کے لیے اشوک نے کس کی رہنمائی میں ایک مجلس طے کی تھی؟

(a) فاہیان (b) ہیون سانگ (c) اتشنگ (d) موگلی پت تسا

9. وایو پران کے مطابق اشوک کے بیٹے کنال نے کتنے سال تک حکومت کی؟

(a) آٹھ سال (b) دس سال (c) بارہ سال (d) چودہ سال

10. بندوسار کے عہد میں اترا پتھ کہاں کی راجدھانی تھی؟

(a) پاٹلی پتر (b) ٹکشلا (c) اجین (d) کلنگ

2.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. اشوک کی تخت نشینی کا مختصر جائزہ پیش کیجیے۔
2. بدھ پیروکار کی حیثیت سے اشوک کے کردار پر روشنی ڈالیے۔
3. اشوک کی مذہبی رواداری پر مختصر نوٹ لکھیے۔
4. اشوک کے دھّم کی خاص باتیں کیا تھیں؟
5. اشوک کی حکومت میں تعلیمی ترقی کا کیا حال تھا؟
6. تاریخ عالم میں اشوک کی عظمت کی خاص بنیاد کیا ہو سکتی ہے؟
7. اشوک کی سلطنت کی وسعت کہاں تک تھی؟
8. اشوک کے جانشینوں کا مختصر تذکرہ کیجیے۔

2.10.3 طویل جواابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. اشوک کی کلنگ جنگ کا تذکرہ کیجیے۔ اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟
2. اشوک کے دھّم سے کیا مراد ہے؟ اس کی تبلیغ کے لیے اس نے کیا تدابیر کیں؟
3. اشوک کا ہندوستان اور دنیا کی تاریخ میں کیا مقام ہے؟

2.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Barua, B M. *Asoka and His Inscriptions*. Calcutta, 1946.
2. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
3. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
4. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
5. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
6. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
7. Lahiri, Nayanjot. *Ashoka in Ancient India*, Harvard University Press, 2015.
8. Mookerji, Radha K. *Chandragupta Maurya and His Times,* Motilal Banarsidas, 1999.
9. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
10. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
11. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
12. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
13. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD,* Pearson Education Noida, India, 2009.
14. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
15. Thapar, Romila. *Asoka and the Decline of the Mauryas*. New Delhi: Oxford University Press, 2015.
16. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
17. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
18. قدیم ہندوستان کی تہذیب وثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
19. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 3۔ موریائی نظم ونسق

(Mauryan Administration)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید
3.1 مقاصد
3.2 مآخذ
3.3 مرکزی انتظامیہ
3.3.1 منتری پریشد/ مجلس وزرا
3.3.2 افسر شاہی
3.4 صوبائی اور مقامی انتظامیہ
3.4.1 ضلعی انتظامیہ
3.4.2 مقامی انتظامیہ
3.4.3 میونسپل انتظامیہ
3.5 آمدنی اور خرچ کے ذرائع
3.6 جاسوسی کا نظام
3.7 عدالتی نظام
3.8 فوجی نظام
3.9 اکتسابی نتائج
3.10 کلیدی الفاظ
3.11 نمونہ امتحانی سوالات
3.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

3.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
3.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
3.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

3.0 تمہید (Introduction)

موریہ خاندان کے حکمراں نہ صرف عظیم فاتح تھے بلکہ اعلیٰ درجے کے منتظم بھی تھے۔ چندر گپت کے تخت نشین ہونے کے وقت نوزائیدہ موریہ ریاست کے سامنے کئی دُشواریاں در پیش تھیں۔ ان مسائل کے حل اور ریاست کے تحفظ اور استحکام کے لیے یہ نہایت ضروری تھا کہ ایک مضبوط نظام حکومت قائم کیا جائے۔ چندر گپت موریہ اس میں بہت حد تک کامیاب رہا۔ اشوک نے اس میں اہم اصلاحات کر کے ایک مثالی نظام حکومت قائم کیا۔ موریہ حکمرانوں کا ایک اہم مقصد عوامی فلاح و بہبود تھا۔ مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ موریوں کا انتظام حکومت اتنا عمدہ اور جامع تھا کہ تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ یہ آئندہ کئی صدیوں تک جاری رہا۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ:

- موریہ ریاست کے نظم ونسق سے واقف ہو سکیں گے۔
- موریہ ریاست کے تحت ایک شاندار مرکزی حکومت کیسے قائم ہوئی، جان سکیں گے۔
- موریہ ریاست کے مرکزی اور صوبائی نظم ونسق کو سمجھ سکیں گے۔
- موریہ عہد میں جاسوسی اور عدالتی نظام کے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں گے۔
- موریہ ریاست کے فوجی انتظام وانصرام کے بارے میں جان سکیں گے۔

3.2 ماخذ (Sources)

موریہ ریاست کے نظم ونسق کے بارے میں معلومات کے لیے اہم ماخذ مندرجہ ذیل ہیں۔

- موریہ انتظام حکومت سے متعلق جانکاری کے لیے یونانی سفیر میگا ستھنیز کی تصنیف ''انڈیکا'' ایک اہم ماخذ ہے۔ میگا ستھنیز ایک یونانی مورخ تھا جسے قندھار کے حکمراں سیلیوکس نکیٹر نے چندر گپت موریا کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس کتاب کے بہت سے اقتباسات ہمیں بعد کے یونانی مورخوں مثلاً اسٹرابو(Strabo)، ایرین(Arrian)، ڈیوڈورس(Diodorus)، اور رومن عہد کے پلینی(Pliny) اور جسٹن(Justin) وغیرہ کی تخلیقات میں ملتے ہیں۔ اس سے ہمیں چندر گپت موریا کے محل، دارالریاست، فوجی و شہری انتظام اور ہندوستانی معاشرے سے متعلق بیش قیمت جانکاریاں حاصل ہوتی ہیں۔

- کوٹلیہ کی ''ارتھ شاستر'' سے ہمیں نہ صرف سیاست بلکہ اس عہد کی سماجی اور اقتصادی زندگی کے بارے میں بھی جانکاریاں ملتی ہیں۔
- مزید برآں سب سے اہم ماخذ اشوک کے شاہی فرامین اور اس کے کتبے ہیں جن سے موریہ ریاست کی حدود، صوبوں اور ان کی راجدھانیوں کا حقیقی علم حاصل ہوتا ہے۔ان میں سب سے اہم تیرہواں چٹانی کتبہ ہے۔اپنے اس چٹانی فرمان میں اشوک نے کلنگ کی جنگ اور اس کے بعد عدم تشدد کی پالیسی اختیار کرنے کا ذکر کیا۔

3.3 مرکزی انتظامیہ (Central Administration)

موریہ نظام حکومت میں سمراٹ (شہنشاہ) حکومت کا سربراہ اعلیٰ ہوتا تھا۔اس کا فیصلہ فوج، عدالت، عاملہ اور قانون سازی سے متعلق تمام معاملات میں قطعی اور آخری مانا جاتا تھا۔اس کا تخت موروثی ہوتا تھا۔اسے بے پناہ اختیارات حاصل تھے۔وہ اپنی مرضی سے کسی عہدیدار کو ترقی دے سکتا تھا یا اسے معزول کر سکتا تھا۔کسی راجا سے جنگ کرنے یا صلح کرنے کا اختیار صرف سمراٹ کو تھا۔وہ دوسرے ممالک میں اپنے سفیر بھیجتا تھا اور وہ بیرونی ممالک کے سفیروں سے ملاقات بھی کرتا تھا۔وہ پوری ریاست کے آمد و خرچ پر نگاہ رکھتا تھا۔وہ نئے ٹیکس کو نافذ کر سکتا تھا اور پرانے ٹیکسوں کو کم یا کالعدم قرار دے سکتا تھا۔اس کے منھ سے نکلا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔وہ محکمہ انصاف کا اعلیٰ سربراہ بھی تھا۔رعایا اپنے مقدمات سب سے آخری اپیل اسی سے کرتی تھی اور وہ ان کا فیصلہ خود کرتا تھا۔وہ کسی بھی مجرم کو کڑی سے کڑی سزا دے سکتا تھا یا دی گئی سزا کو کم یا بالکل معاف کر سکتا تھا۔فوج کی قیادت وہی کرتا تھا اور حملہ یا دفاع کی اسکیموں پر اپنے سپہ سالار اعظم سے مشورے کیا کرتا تھا۔تمام اعلیٰ عہدوں پر تقرری وہ خود کرتا تھا۔سرکاری جاسوس خفیہ خبریں لا کر براہِ راست اسی کو دیتے تھے۔حالانکہ موریہ حکمراں کے اختیارات بہت زیادہ تھے مگر وہ ان کا بے جا استعمال نہیں کرتا تھا۔وہ سماج میں رائج رسم و رواج، دھرم شاستروں میں دیے گئے اصولوں، وزیروں کے صلاح و مشورے اور رعایا کے دکھ سکھ کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔وہ رعایا کے سکھ میں ہی اپنا سکھ اور عوام کی فلاح و بہبود میں ہی اپنی فلاح سمجھتا تھا۔جیسا کہ اشوک کے قول سے ظاہر ہے ''سارے انسان میری اولاد ہیں ۔ جس طرح میں اپنی اولاد کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ وہ اس دنیا اور آخرت کی خوشی حاصل کریں، میں سبھی انسانوں کی اسی طرح کی بھلائی کا خواہش مند ہوں۔''

3.3.1 منتری پریشد (Mantri Parishad)

ملکی انتظام اور حکمرانی کی نگہ داشت کے لیے موریہ حکمرانوں نے ایک منتری پریشد (مجلس وزرا) کی تشکیل کر رکھی تھی۔اس کی حیثیت ایک مشاورتی مجلس کی تھی۔اس کے اراکین کی تعداد متعین نہیں تھی۔اس کے اراکین کی فرض شناسی، ایمانداری اور دانشوری کی مت ائش پہلے ہی کر لی جاتی تھی۔ارتھ شاستر کے مطابق انتظام حکومت کے مختلف شعبوں کی نگرانی اعلیٰ افسران مثلاً اماتیہ (Amatya)، مہاماترا (Mahamatra) اور ادھیکش (Adhyaksha) وغیرہ کرتے تھے۔اٹھارہ افسروں کی روایتی فہرست میں حسب ذیل عہدہ دار شامل تھے۔

پردھان منتری	:	وزیر	پرادیشک	:	علاقائی کمشنر

پروہت	:	پجاری	نایک	:	شہر کا پولس افسر
سیناپتی	:	سپہ سالار اعظم	پَور	:	راجدھانی کا گورنر
یوراج	:	ولی عہد	ویوہارک	:	تجارتی کاروبار کا نگراں یا بڑا جج
دووارک	:	دربان	کرمان تِک	:	کانوں اور صنعت و حرفت کا نگراں
ان تروشک	:	حرم کا نگراں	منتری پریشد ادھیکش	:	کونسل کا صدر
پرشاتری	:	جیلوں کا بڑا انسپکٹر	دنڈپال	:	پولس کا بڑا افسر
سماہرتا	:	بڑا کلکٹر	درگ پال	:	داخلی دفاع کا نگراں
سنّی دھاتا	:	خازن	انت پال	:	سرحدی دفاع کا نگراں

3.3.2 افسر شاہی (Bureaucracy)

موریہ عہد میں انتظامیہ کے مختلف شعبوں کی نگرانی کے لیے بہت سے افسر شاہوں (بیوروکریٹس) کو بحال کیا جاتا تھا۔ ان کی بحالی راجا کے ذریعہ ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ ارتھ شاستر میں کچھ ادھیکشوں (Superintendents) کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مختلف محکموں کے صدور یا سربراہ ہوتے تھے۔ ارتھ شاستر میں ادھیکشوں کی خدمات اور ذمے داری وں کا تفصیلی ذکر ملتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ موریہ انتظامیہ بہت پیچیدہ تھا۔ کچھ ادھیکشوں کے محکموں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

کوش	:	خزانہ	تلا	:	وزن اور پیمانہ
سنچار	:	گھومنے پھرنے والے جاسوس	مان	:	فضا اور وقت کی پیمائش
لوہا	:	دھات	شُلک	:	چنگی
لکش	:	ٹکسال	سوتتر	:	کتائی بنائی
لون	:	نمک	سیتا	:	شاہی زمینوں کی کاشت
سورن	:	سونا	سورا	:	شراب
پانیہ	:	سرکاری تجارت	مُدرا	:	کرنسی
کیسیہ	:	جنگلات	وِدیت	:	سبزہ زار
آیدھ گار	:	اسلحہ	دُیوت	:	جوا
بندھناگار	:	جیل	گنِکا	:	بیسوا
گو	:	مویشی	سنستھا	:	ایک مقام پر رہنے والے جاسوس
نو	:	جہاز رانی سے متعلق	دھرم دای	:	(مذہبی اداروں کا نگراں افسر)

پٹّن	:	بندرگاہ	کوشٹھاگار	:	مال گودام

3.4 صوبائی اور مقامی انتظامیہ (Provincial & Local Administration)

چندر گپت موریہ نے ایک بہت بڑی ریاست قائم کی تھی۔ حکومت کے بہتر نظم و نسق کے لیے اس نے ریاست کو چار صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ یہ صوبے تھے:

مگدھ	:	اس کی راجدھانی پاٹلی پتر تھی۔ یہ براہِ راست چندر گپت موریہ کے زیر نگرانی تھا۔
شمالی مغربی صوبہ گندھار	:	اس کی راجدھانی ٹکشلا تھی۔
مغربی صوبہ اونتی	:	اس کی راجدھانی اُجین تھی۔
جنوبی صوبہ	:	اس کی راجدھانی سُورن گری تھی۔
مشرقی ساحلی صوبہ کلنگ	:	اشوک نے کلنگ پر قبضہ کرکے اس کو اپنی ریاست کا حصہ بنایا۔ اس کی راجدھانی توشالی تھی۔

صوبے کے سربراہ کو کمار کہا جاتا تھا۔ اکثر شہزادوں کو ہی اس عہدے پر بحال کیا جاتا تھا۔ ان کا خاص کام اپنے صوبوں میں امن وامان قائم رکھنا اور وہاں کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ سمراٹ کو فوجی امداد بہم پہنچاتے تھے۔ صوبائی انتظامیہ میں کمار کے تعاون کے لیے بہت سے افسر بحال کیے جاتے تھے۔ صوبائی انتظامیہ، مرکزی انتظامیہ کا ہی نمونہ ہوتا تھا۔ سمراٹ صوبوں پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ اس کام کے لیے ناظر اور جاسوس مقرر تھے۔ جاسوسی اور نگرانی کے طریقے سے وہ دور افتادہ علاقوں میں اپنی رعایا کی تکالیف، پریشانیوں، بغاوتوں اور دوسرے معاملات سے باخبر رہتا تھا۔

3.4.1 ضلعی انتظامیہ (District Administration)

موریہ حکمرانوں نے صوبوں کو ضلعوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ضلعوں کو اس وقت جن پد کہا جاتا تھا۔ ''پرادیشک'' (Pradeshik) جن پد کا افسر اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہ جن پد کے انتظامی امور کے لیے ذمہ دار تھا۔ اس کے تعاون کے لیے راجک (Rajuka) اور یکت (Yukta) نام کے افسران بحال کیے جاتے تھے۔ راجک قابل زراعت زمینوں کا معائنہ کرکے لگان متعین کرتا تھا۔ یکت اکاؤنٹ آفیسر کے طور پر کام کرتا تھا۔

3.4.2 مقامی انتظامیہ (Local Administration)

موریہ انتظامیہ کی سب سے چھوٹی اکائی گرام (گاؤں) ہوتا تھا۔ اس کا انتظام گرام ورڈھوں یا گاؤں کے بزرگوں کی مدد سے ایک گرامک (Gramak) کرتا تھا۔ پانچ یا دس گاؤں کا عامل ''گوپ'' (Gopa) کہلاتا تھا۔ اس کے اوپر ''استھانک'' (Sthanika) ہوتا تھا جس کے ماتحت ایک چوتھائی ضلع ہوتا تھا۔ یہ افسران پرادیشک اور ''ساہرتا'' (Samaharta) کے ماتحت ہوتے تھے۔

3.4.3 میونسپل انتظامیہ (Municipal Administration)

موریہ عہد میں بڑے بڑے شہروں جیسے پاٹلی پتر، ٹکسلا اور اجین وغیرہ کے لیے خاص انتظامات کیے گئے تھے۔ شہر کے بڑے عہدے دار کو ''نگرادھیکش''(Nagradhyaksha) کہا جاتا تھا۔ اس کے تعاون کے لیے 30 افراد پر مشتمل ایک بورڈ ہوتا تھا۔ اس کے تحت چھ کمیٹیاں ہوتی تھیں۔ ہر کمیٹی میں 5 افراد ہوتے تھے۔ یہ کمیٹیاں مندرجہ ذیل تھیں:

- پہلی کمیٹی دست کاروں اور کاریگروں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ یہ ان کے لیے مناسب اجرت اور کام کرنے کا وقت طے کرتی تھی۔ یہ کمیٹی اس پر بھی نظر رکھتی تھی کہ تیار شدہ اشیا خالص ہیں اور اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔
- دوسری کمیٹی ریاست میں قیام پذیر غیر ملکیوں کی دیکھ ریکھ کرتی تھی۔ یہ غیر ملکیوں کے کھانے پینے، ٹھہرنے اور علاج معالجے کا انتظام کرتی تھی۔ ان کی حفاظت کی ذمے داری بھی اسی کی تھی۔ ان کی موت ہو جانے پر ان کی جائداد ان کے ورثا تک پہنچاتی تھی۔ یہ غیر ملکیوں کے آمد و رفت پر بھی سخت نگاہ رکھتی تھی۔
- تیسری کمیٹی شہر میں پیدائش اور موت کا اندراج رکھتی تھی۔ ایسا غالباً محاصل کے تعین کی سہولت کی غرض سے کیا جاتا ہوگا۔ عہد قدیم میں اس طرح کی تفصیلات رکھنا بلاشبہ حیرت انگیز بات ہے۔
- چوتھی کمیٹی کے سپرد تجارت کی نگرانی کا کام تھا۔ یہ کمیٹی تجارتی اشیا اور اجناس کی قیمتیں مقرر کرتی تھی اور ناپ تول کا انتظام بھی کرتی تھی۔ یہ تجارت سے متعلق قوانین بناتی اور اس کو نافذ بھی کرتی تھی۔ ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔
- پانچویں کمیٹی صنعتوں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ یہ پیداوار میں کسی طرح کی ملاوٹ پر سخت نگرانی رکھتی تھی۔ یہ تجارتی قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دیتی تھی۔ اس طرح کے انتظامات کو دیکھ کر اس وقت ہندوستان آنے والے غیر ملکی بھی دنگ رہ جاتے تھے۔
- چھٹی کمیٹی تجارتی مال پر محصول طے کرتی تھی۔ مال پر دسواں حصّہ محصول کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔ اس ٹیکس کی ادائیگی میں غفلت یا ٹال مٹول پر سنگین سزا دی جاتی تھی۔ لیکن عدم ادائگی میں بدنیتی شامل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے ساتھ رعایت برتی جاتی تھی۔

مندرجہ بالا کاموں کے علاوہ یہ کمیٹیاں مشترکہ طور پر عوامی عمارتوں، بازاروں، اسکولوں، اسپتالوں، مندروں اور عوامی فلاح و بہبود سے وابستہ اداروں کا انتظام بھی کرتی تھی۔

3.5 آمدنی اور خرچ کے ذرائع (Sources of Revenue and Expenditure)

موریہ حکمرانوں کا معاشی انتظام بہت اچھا تھا۔ کوٹلیہ کا خیال تھا کہ سرکار کو اپنی آمدنی بڑھانے کا اختیار تو ہے مگر اسے یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اس سے رعایا کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس سلسلے میں اس نے درخت اور پیڑ کی مثال دی ہے۔ اس کے مطابق عقل مند لوگ صرف پھل توڑتے ہیں اور درخت کو نہیں کاٹتے۔ اس طرح عقل مند حکومت وہ ہے جو محصولات اس طرح اکٹھا کرے کہ رعایا کی کمر نہ ٹوٹے۔

موریہ عہد میں حکومت کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ زمین سے لگان حاصل کرنا تھا۔ زمینیں دو طرح کی تھیں۔ اوّل ''سیتا''(Sita) وہ جو ریاست کے براہِ راست قبضے میں تھیں۔ ان سے جو لگان حاصل کیا جاتا تھا اسے ''سیتا کر'' کہتے تھے۔ دوسری قسم ''بھاگ''(Bhaga) وہ زمین تھی جس پر ''کرشک'' (کسان) کھیتی کرتے تھے۔ اس زمین سے جو لگان وصول کیا جاتا تھا اسے ''بھاگ کر'' کہتے تھے۔ یہ زمین کی پیداواری صلاحیت کے مطابق چوتھائی سے چھٹے حصّے تک ہوتا تھا۔ موریہ حکمراں زمینوں کی پیداوار بڑھانے کی غرض سے کسانوں کو خاص سہولیات فراہم کرتے تھے۔ حکومت کھاد اور سینچائی کا مناسب انتظام کرتی تھی۔ اس کے نتیجے میں فصلوں کی پیداوار اچھی ہوتی تھی۔ زمین سے لگان وصول کرنے کے علاوہ موریہ حکومت کی آمدنی کے دوسرے ذرائع بھی تھے۔ مثلاً تاجروں سے لیا جانے والا بِکری محصول، سینچائی محصول، معدنیات پر محصول، جانوروں پر محصول، آمدنی پر محصول، نمک محصول، فاحشاؤں سے لیا جانے والا محصول، نشیلی اشیا پر محصول، مجرموں پر عائد کیے گئے جرمانے، راجا کو دیے گئے تحفے، بندرگاہ محصول، صنعت محصول، برآمدات پر محصول، درآمدات پر محصول وغیرہ۔ ان کے علاوہ سمراٹ کو ہنگامی محصول نافذ کرنے کا بھی اختیار تھا۔

جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے موریہ حکومت میں کئی اہم مدوں پر رقومات خرچ کی جاتی تھیں۔ سب سے اہم دربار کی زیب و زینت اور شاہی افراد پر ہونے والے اخراجات تھے۔ اس کے بعد نوکر شاہوں اور وزرا کی تنخواہوں پر آمدنی کا بڑا حصّہ خرچ ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ فوجیوں کی تنخواہ، اسلحہ، قلعوں اور مقتول فوجیوں کے خاندان والوں کی مدد پر بھی بڑی رقم خرچ کی جاتی تھی۔ سرکاری کارخانوں میں کام کرنے والے دست کاروں کو تنخواہ اور مذہبی اداروں کو مالی امداد بھی شاہی خزانے سے دی جاتی تھی۔ ناداروں کی مدد اور عوامی فلاح و بہبود پر کثیر رقم خرچ کی جاتی تھی۔

معلومات کی جانچ۔1 (Test Your Knowledge I)

1. موریہ عہد میں خزانے کا سپرنٹنڈنٹ کیا کہلاتا تھا؟
2. موریہ عہد میں ٹیکس متعین کرنے والا سب سے بڑا افسر کیا کہلاتا تھا؟
3. موریہ عہد میں راجک کا کیا کام تھا؟
4. اشوک نے کس ریاست کو موریہ ریاست کا پانچواں صوبہ بنایا؟
5. موریہ عہد میں صوبہ کے گورنر کو کس نام سے پکارتے تھے؟

6. موریہ عہد میں ضلعوں کو کیا کہا جاتا تھا؟

7. موریہ عہد میں شہر کے بڑے عہدہ دار کو کیا کہا جاتا تھا؟

8. موریہ عہد میں ریاست کے براہ راست قبضے والی زمین سے حاصل ہونے والے لگان کو کیا کہتے تھے؟

9. جس زمین پر کسان کھیتی کرتے تھے اس سے حاصل لگان کو کیا کہتے تھے؟

3.6 جاسوسی کا نظام (Espionage system)

موریہ عہد کا جاسوسی کا نظام بہت عمدہ تھا۔ چندر گپت موریہ نے پوری ریاست میں جاسوسوں (گپت چروں) کا جال بچھا دیا تھا۔ جاسوسوں کے انتخاب کا انتہائی زبردست خیال رکھا جاتا تھا۔ صرف بہترین اور وفادار خاندانوں کے افراد، مختلف زبانوں اور فنون کے ماہرین، تیز طرار اور بھیس بدلنے میں ماہر افراد کو ہی جاسوسی کے محکمے میں بحال کیا جاتا تھا۔ اس محکمے میں عورتیں بھی کام کرتی تھیں۔ وہ جانکاریاں حاصل کرنے میں مردوں سے زیادہ مہارت رکھتی تھیں۔ ان عورتوں میں طوائفیں بھی بھرتی کی جاتی تھیں۔ یہ جاسوس، گرہست، کسان، تاجر، سادھو سنت، بھکشو اور طلباء وغیرہ کی شکل میں سماج کے مختلف طبقوں میں گھل مل کر اطلاعات حاصل کرتے رہتے تھے۔ جاسوس شہزادوں، سرکاری افسران، رعایا اور بیرونی ممالک کی فوج اور جاسوسوں کی نقل و حرکت کے بارے میں سمراٹ کو اطلاعات فراہم کرتے رہتے تھے۔ کوٹلیہ نے جاسوسوں کی انتہائی محتاط نگرانی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ موریہ عہد میں جاسوسوں کے دو طبقے تھے۔ ایسے جاسوس جو ایک مقام پر رہ کر کام کرتے تھے انہیں ''سنستھا''(Sanstha) اور جو ایک مقام سے دوسرے مقام پر گھومتے رہتے تھے انہیں ''سنچریہ'' (Sancharya) کہا جاتا تھا۔ ان جاسوسوں کی نگرانی کے لیے دوسرے جاسوس بحال کیے جاتے تھے۔ اپنے فرائض سے پہلو تہی کرنے والے جاسوسوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ اس بہتر جاسوسی نظام کی وجہ سے ہی موریہ حکمراں ایک عظیم ریاست کو اپنے قابو میں رکھ پانے میں کامیاب ہوئے۔

3.7 عدالتی نظام (Judicial System)

موریہ حکمراں انصاف پسند تھے۔ سمراٹ ریاست کے محکمۂ انصاف کا سب سے بڑا عہدہ دار تھا۔ اس کی عدالت ریاست کی سب سے بڑی عدالت تھی۔ سمراٹ کھلے دربار میں بیٹھ کر مقدموں کی سماعت کرتا اور فیصلے سُناتا تھا۔ وہ زیریں عدالت کے خلاف مقدمے کی سماعت بھی کرتا تھا۔ عوام کے دُکھ درد سے باخبر رہنے کے لیے وہ ریاست کے مختلف علاقوں کا دورہ بھی کرتا تھا۔ وہ کسی معاملے سے متعلق فوری حکم صادر کر سکتا تھا۔ اس کا فیصلہ آخری مانا جاتا تھا۔ اسے کسی بھی مجرم کو سخت سے سخت سزا دینے، یا اس کی سزا کو معاف کرنے یا اس کو کم کرنے کا بھی اختیار تھا۔

سمراٹ کے علاوہ موریہ ریاست میں کچھ دیگر ذیلی قسم کی عدالتیں بھی موجود تھیں۔ سب سے چھوٹی عدالت ''گرام پنچایت'' (Grama Panchayata) ہوتی تھی جس میں گاؤں کے چھوٹے موٹے قضیوں کو سلجھایا جاتا تھا۔ دو گاؤں کی عدالت کو ''جن پد

سندھی"(Janapada Sandhi)، آٹھ گاؤں کی عدالت کو" سنگرہن"(Sangrahan)، چار سو گاؤں کی عدالت کو" درون مکھ"(Dronamukha) اور آٹھ سو گاؤں کی عدالت کو" استھانیہ"(Asthanya) کہا جاتا تھا۔ موریہ عہد میں عدالتیں دو قسم کی ہوتی تھیں ۔ اول دیوانی معاملات سے متعلق عدالت جس کو" دھرماستھیہ"(Dharmasthiya) کہا جاتا تھا۔ دوسرے فوجداری معاملات سے متعلق عدالتیں جسے" کنٹک شودھن"(Kankatshodhana) کہا جاتا تھا۔ دھرماستھیہ عدالتوں میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے آپسی معاملات، شادی بیاہ، طلاق، جائداد سے متعلق جھگڑوں، مارپیٹ، چوری، ڈاکے اور لوٹ کے معاملات سے متعلق مقدمات کے فیصلے سُنائے جاتے تھے۔ کنٹک شودھن عدالتوں میں، حکومت سے بغاوت، بغاوت بھڑکانے والوں، شاہی محل میں بزور گھسنے والوں اور زنا بالجبر سے متعلق مقدموں کی سماعت کی جاتی تھی۔

کوٹلیہ نے موریہ عہد کی عدالتوں کے کام کرنے کے طریقہ کار کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جب کسی عدالت میں کوئی مقدمہ آتا تھا تو واقعہ کی تاریخ، مقدمے کا موضوع، واقعے کی تفصیل، طرفین کے نام، پیشہ اور رہائش کی تفصیلات درج کر لی جاتی تھیں۔ جواب دینے کے لیے سات دن کی مدت طے کی جاتی تھی۔ گواہی دینے سے قبل انہیں حلف لینا پڑتا تھا۔ حقائق کی چھان بین کے لیے عدالتیں جاسوسوں سے بھی مدد لے سکتی تھیں۔ مقدمے کا خرچ مقدمہ ہارنے والوں کو برداشت کرنا ہوتا تھا۔ مقدمے کے فیصلے رائج روایات اور مذہبی صحیفوں کی بنیاد پر کیے جاتے تھے۔

موریہ عہد میں سزائیں بہت سخت دی جاتی تھیں۔ چھوٹے جرائم کے لیے معمولی جرمانے عائد کیے جاتے تھے۔ جھوٹی گواہی دینے پر زبان کاٹ لی جاتی تھی۔ جو شخص دوسروں کے کسی عضو کو نقصان پہنچاتا تھا اس کا بھی وہی عضو کاٹ دیا جاتا تھا۔ سرکار کو ٹیکس نہ دینے، سرکاری افسران کے ساتھ مجرمانہ حرکت کرنے، دستکاروں کو تکلیف پہنچانے، چوری، ڈاکہ، قتل، زنا بالجبر، دھوکہ دھڑی، ملک سے غداری کرنے والوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ برہمنوں کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی۔ ان پر صرف جرمانہ عائد کیا جا سکتا تھا۔ معالجوں اور طبیبوں کو علاج میں غفلت برتنے پر جرمانہ عائد کیا جا سکتا تھا۔ مجرموں کو سخت سزائیں دیے جانے کی وجہ سے موریہ عہد میں جرائم کی شرح بہت کم تھی۔ لوگ عام طور پر اپنے گھروں کو کھلا چھوڑ کر باہر چلے جاتے تھے۔ سمراٹ کے یوم پیدائش، تاج پوشی، شہزادے کی پیدائش اور کسی نئی فتح کے موقع پر قیدیوں کو رہا کرنے کا رواج تھا۔ اشوک ان لوگوں کو جنہیں سزائے موت دی گئی ہو، تین دن کی مہلت دیتا تھا تاکہ وہ عالم بالا میں سکون حاصل کرنے کے لیے عبادت کر سکیں۔

3.8 فوجی نظام (Military System)

چندر گپت موریہ نے اپنی ریاست کو وسیع کرنے اور بیرونی حملوں سے اس کی حفاظت کی غرض سے ایک عظیم اور طاقت ور فوج تشکیل کی تھی۔ پلینی کے مطابق چندر گپت موریہ کی فوج میں 6 لاکھ پیدل فوج، 30 ہزار گھوڑ سوار، 9000 ہاتھی اور 8000 رتھ شامل تھے۔ ہر ایک رتھ پر تین فوجی اور ہر ایک ہاتھی پر چار فوجی ہوتے تھے۔ اس طرح چندر گپت موریہ کی فوج کی کل تعداد 6,90,000 تھی۔

کوٹلیہ کے مطابق چندر گپت موریہ کی فوج چار شعبوں پر مشتمل تھی یعنی اس میں پیدل فوج، گھوڑ سوار فوج، ہاتھی سوار فوج اور رتھ سوار فوج شامل تھی۔ان کے علاوہ چندر گپت موریہ کے پاس کچھ بحری فوج بھی تھی جس کا کوٹلیہ نے ذکر نہیں کیا ہے۔

یہ افواج بالترتیب **پتیادھیکش**(Patyadhyksha)(ملی جلی فوج کا سربراہ)**اشوادھیکش**(Ashwadhyaksha)(گھوڑ سوار فوج کا سربراہ) **ہستیادھیکش**(Hastyadhyaksha)(ہاتھی سوار فوج کا سربراہ) **رتھادھیکش**(Rathadhyksha)(رتھ سوار فوج کا سربراہ)اور **گوادھیکش**(Gavadhyksha)(سامان رسد کا سربراہ) کے ماتحت ہوتی تھیں۔ سمراٹ فوج کا سپہ سالار اعظم ہوتا تھا۔ جنگوں میں وہ بذات خود اپنی فوج کی قیادت کرتا تھا۔چندر گپت موریہ کے عہد میں فوج میں بھرتی صرف لوگوں کی خواہش کی بنیاد پر ہوتی تھی۔ صرف صحت مند افراد ہی فوج میں داخل ہو سکتے تھے۔اعلیٰ درجے اور اپنے سمراٹ سے وفاداری رکھنے والے خاندان کے افراد کو ہی افسر مقرر کیا جاتا تھا۔چندر گپت موریہ کے عہد میں فوجیوں کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ موریہ عہد میں سیناپتی(Senapati) کو 48,000، پرشاست(Prshasta) کو24,000، نایک(Nayaka) کو12,000 اور ایک تربیت یافتہ فوجی کو500 پن بطور تنخواہ دیے جاتے تھے۔ تنخواہ اچھی ہونے کی وجہ سے فوجیوں کا گزر بسر اچھی طرح سے ہوتا تھا۔موریہ حکمراں فوجیوں کو عہدے میں ترقی صرف قابلیت کی بنیاد پر دیتے تھے۔اس سلسلے میں فوجیوں کی ذات اور مذہب وغیرہ حائل یا معاون نہیں ہوتا تھا۔

کوٹلیہ کے مطابق چندر گپت موریہ فوجیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں وقتاً فوقتاً نقد انعامات سے بھی نوازتا تھا۔دشمن فوج کے راجا کو قتل کرنے پر1,00,00 پن،ان کے سپہ سالار کا قتل کرنے پر50,000 پن بطور انعام دیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ فوجیوں کے عہدوں میں بھی ترقی دی جاتی تھی۔

موریہ حکمرانوں کے عہد میں بغاوت کرنے والوں، حکومت کے خلاف غداری کرنے والوں، سمراٹ کی حکم عدولی کرنے والوں اور نظم وضبط توڑنے والے فوجیوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ یہ سزائیں جرم اور حیثیت کے مطابق دی جاتی تھیں۔ فوجیوں کو سزائے موت بھی دی جاتی تھی۔

موریہ حکمرانوں نے ریاست کی حفاظت کی خاطر جنگی اہمیت کے مقامات پر مضبوط قلعے تعمیر کروائے تھے۔ان قلعے وں کے چاروں طرف اونچی دیواریں ہوتی تھیں۔ قلعے کی حفاظت کی غرض سے اس کی چاروں جانب چوڑی خندقیں کھدوائی جاتی تھیں جن میں ہمیشہ پانی بھرا رہتا تھا۔اس پانی میں مگرمچھ اور خطرناک جانور رکھے جاتے تھے۔ سرحدی علاقوں میں بنے قلعے وں کی حفاظت کی ذمے داری ''انت پال''(Antapala) نام کے افسر کی ہوتی تھی اور ملک کے اندرونی حصّے میں بنے قلعے وں کی حفاظت کا ذمہ ''درگ پال''(Durgapal) نام کے افسر کا ہوتا تھا۔

سرکاری کارخانوں میں فوجیوں کے لیے جنگوں میں کام آنے والے دفاعی ہتھیار بنائے جاتے تھے۔ اس وقت فوجیوں کے خاص ہتھیار تیر کمان، تلوار، ترشول، ڈھال، بھالے، کٹاریں اور نیزے وغیرہ تھے۔ اپنی حفاظت کے لیے کچھ فوجی زرہ بکتر کا استعمال کرتے تھے۔

کوٹلیہ نے تین طرح کی جنگوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ جنگیں تھیں: اوّل ''پرکاش یدھ'' (Prakash Yuddha)، یہ جنگ کھلے میدانوں میں لڑی جاتی تھی۔ دوسرے ''کوٹ یدھ'' (Kuta Yuddha) جو سیاسی تدابیر کے ذریعہ لڑی جاتی تھی، تیسرے ''ترِشنی یدھ'' (Trishani Yuddha)۔ یہ سرد جنگ ہوتی تھی۔ کن حالات میں کس طریقے کو اپنایا جائے اس کا فیصلہ سمراٹ خود کرتا تھا۔

جنگ کے وقت فوجیوں کی سہولیات کا خیال رکھا جاتا تھا۔

میگا ستھنیز کے مطابق چندر گپت موریہ نے اپنے فوجی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے 30 افراد پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا تھا۔ یہ بورڈ چھ کمیٹیوں میں منقسم تھا۔ یہ کمیٹیاں حسب ذیل تھیں

کمیٹی نمبر 1	:	بحری معاملوں سے متعلق
کمیٹی نمبر 2	:	سواری اور بار برداری، رسد اور جنگی خدمات سے متعلق
کمیٹی نمبر 3	:	پیدل فوج سے متعلق
کمیٹی نمبر 4	:	سوار فوج سے متعلق
کمیٹی نمبر 5	:	رتھ فوج سے متعلق
کمیٹی نمبر 6	:	ہاتھی فوج سے متعلق

مندرجہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ موریہ سمراٹوں کا انتظام حکومت بہت اچھا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر آر سی مجمدار کہتے ہیں: ''بہ حیثیت مجموعی حکومت کی کارکردگی میں عوام کا سکون، امن اور خوش حالی مجتمع تھی۔ موریہ حکومت بہت زیادہ منظم اور مکمل طور پر خود مختار تھی۔ اس نے اکبر سے زیادہ وسیع سامراجیہ کو زیر تسلط رکھا۔ کئی معنوں میں اس نے موجودہ دور کے بہت سے اداروں کی پیش بندی کی تھی۔''

معلومات کی جانچ۔2 (Test Your Knowledge II)

1. موریہ عہد میں جو جاسوس ایک مقام پر رہ کر کام کرتے تھے اس کو کیا کہتے تھے؟
2. ویسے جاسوس جو ایک مقام سے دوسرے مقام پر گھوتے رہتے تھے انہیں کیا کہتے تھے؟
3. موریہ عہد میں سنگرہن کس کو کہتے تھے؟
4. کس یونانی مصنف کے مطابق چندر گپت موریہ کی فوج میں چھے لاکھ پیدل فوج، تیس ہزار گھوڑ سوار، نو ہزار ہاتھی اور آٹھ ہزار رتھ شامل تھے؟

5. موریہ عہد میں ایک سینا ادھیکش کو کتنی تنخواہ ملتی تھی؟
6. سرحدی علاقوں میں بنے قلعے وں کی حفاظت کس کی ذمے داری تھی؟
7. کس یونانی مصنف کے بقول چندر گپت موریہ نے عظیم فوج کے بہتر طریقے سے چلانے کی غرض سے تیس افراد پر مشتمل ایک بورڈ کا قیام کیا تھا؟

3.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم عہد میں موریہ ریاست پوری دنیامیں سب سے بڑی حکومت تھی۔ اس ریاست میں پہلی بار مرکزیت پسند حکومت (Centralised) قائم ہوئی۔ موریہ ریاست کا نظم ونسق ایک مرکزی حکومت کے تحت تھا جس میں راجا اور اس کے وزرا شامل تھے۔ راجا حکومت کا سربراہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے وزرا سے حکومت کے کاموں میں مشورے لیتا تھا مگر ان کے مشورے ماننے کے لیے مجبور نہیں تھا۔ حکومت کے مختلف شعبوں کے کام کاج دیکھنے کے لیے ایک افسر شاہی (Beaurocracy) تھی جس میں مختلف ادھیکش (Superintendent) ہوا کرتے تھے۔ موریہ ریاست کئی صوبوں میں منقسم تھی۔ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کے طرز پر قائم تھی۔ صوبوں کے سربراہ کو "کمار" (Kumar) کہتے تھے جو صوبوں میں سمراٹ کے نائب ہوتے تھے۔ بہتر نظم ونسق کے لیے صوبوں کو ضلعوں میں اور ضلعوں کو دیہی اکائیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ حکومت کی سب سے چھوٹی اکائی گرام کہلاتی تھی۔ موریہ حکومت میں بڑے بڑے شہروں کا انتظام ایک "نگرادھیکش" کے تحت تھا جس کے تعاون کے لیے تیس افراد پر مشتمل ایک بورڈ قائم تھا۔ مرکزی انتظامیہ سے لے کر دیہی انتظامیہ تک آمد و خرچ کا پورا حساب رکھا جاتا تھا۔ موریہ حکمرانوں کے تحت جاسوسی کا محکمہ بہت فعال تھا۔ ان جاسوسوں کی مدد سے سمراٹ دور افتادہ علاقوں میں ہوئے واقعات سے مکمل طور پر باخبر رہتا تھا۔ پریشان حال لوگوں کی شکایت کے لیے سمراٹ ہمیشہ تیار رہتا تھا اور بلاتاخیر فیصلے سُنایا کرتا تھا۔ چندر گپت موریہ اور اشوک کے تحت ایک بہت بڑی فوج تھی۔ اس فوج کی دیکھ ریکھ کے لیے تیس افراد پر مشتمل بورڈ قائم تھا۔ یہ بورڈ پانچ افراد پر مشتمل چھ کمیٹیوں میں منقسم تھا۔ یہ کمیٹیاں مختلف کاموں کی نگرانی کرتی تھیں۔

3.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

زیرنگیں	:	نگرانی میں	نگرادھیکش	:	نگران شہر
کالعدم	:	ختم	پرکاش یدھ	:	دن میں لڑی جانے والی جنگ
سمراٹ	:	عظیم بادشاہ، مہاراجا، شہنشاہ	اماتیہ	:	افسر
مشاورتی	:	باہمی مشوروں والی	مہاماتیہ	:	افسر اعلیٰ
راشٹر	:	صوبہ	گوپ	:	پانچ/دس گاؤں کا عامل
پن	:	موریہ عہد کا سکہ	بھاگ کر	:	عام زمین پر لیا جانے والا محصول

میگاستھنیز	: سیلیوکس نکیٹر کا سفیر		جن پد سندھی	:	دوگاؤں کی عدالت
گرامک	: گاؤں کا مکھیا		استھانیہ	:	ایک چوتھائی ضلع کا عامل
سنگرہن	: آٹھ گاؤں کی عدالت		کنکٹ شودھن	:	تعزیری عدالت
دھرماستھیہ	: دیوانی عدالت		درون مکھ	:	چار سوگاؤں کی عدالت
سنستھا	: ایک جگہ رہنے والے جاسوس		سنچار/سنچریہ	:	متحرک جاسوس
پتیادھیکش	: ملی جلی فوج کا سربراہ		اشوادھیکش	:	گھوڑسوار فوج کا ادھیکش
سیتادھیکش	: شاہی زمینوں کا نگراں		گوادھیکش	:	سامان رسد کا افسر
کوٹ یدھ	: سیاسی تدبیروں کی جنگ		ترشنی یدھ	:	سرد جنگ
انت پال	: سرحدوں کا محافظ اعلیٰ		درگ پال	:	اندرونی دفاع کا نگراں
پلینی	: یونانی جغرافیہ داں اور نیچرل ہسٹری کا مصنف				

3.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

3.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. چندرگپت موریہ نے اپنی ریاست کو کتنے صوبوں میں تقسیم کیا تھا؟

(a) تین (b) چار (c) پانچ (d) سات

2. موریہ عہد حکومت میں مگدھ صوبے کی راجدھانی کہاں تھی؟

(a) پاٹلی پتر (b) ٹکشلا (c) سورن گری (d) اجین

3. موریہ حکومت میں ضلع کے اعلیٰ افسر کو کیا کہتے تھے؟

(a) انت پال (b) ادھیکش (c) استھانک (d) پرادیشک

4. موریہ حکومت میں ریاست کے براہ راست قبضے والی زمین سے حاصل شدہ لگان کو کیا کہتے تھے؟

(a) بھاگ (b) ادھیکش (c) سیتاکر (d) انوبھاگ

5. موریہ حکومت میں وہ جاسوس جو ایک مقام پر رہ کر فرائض انجام دیتے تھے انہیں کیا کہا جاتا تھا؟

(a) سنچار (b) ویوستھا (c) سنستھا (d) سماچار

6. موریہ عہد حکومت میں آٹھ سوگاؤں کی عدالت کو کیا کہا جاتا تھا؟

(a) جن پد سندھی (b) سنگرہن (c) درون مکھ (d) استھانیہ

7. موریہ فوجی نظام میں گھوڑ سوار فوج کے سپر نٹنڈنٹ کو کیا کہتے تھے؟

(a)ہستیاد ھیکش (b)پیتاد ھیکش (c)اشواد ھیکش (d)گواد ھیکش

8. موریہ حکومت میں سرحدی علاقوں پر بنے قلعے کی حفاظت کی ذمے داری کس افسر کے ذمہ ہوتی تھی؟

(a)انت پال (b)درگ پال (c)سامنت (d)نگراد ھیکش

9. موریہ فوجی نظام میں گواد ھیکش کس کو کہتے تھے؟

(a)سامان رسد کا سپر نٹنڈنٹ (b)گھوڑ سوار فوج کا سپر نٹنڈنٹ

(c)رتھ سوار فوج کا سپر نٹنڈنٹ (d)ہاتھی سوار فوج کا سپر نٹنڈنٹ

10. موریہ عہد کے سپہ سالار کی تنخواہ کتنی تھی؟

(a)48000پن (b)36000پن (c)24000پن (d)12000پن

3.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریہ صوبائی انتظامیہ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. موریہ عہد میں ضلعی انتظامیہ کیسا تھا؟ وضاحت کیجیے۔
3. موریہ عہد میں مقامی انتظامیہ کی ذمے داری پر روشنی ڈالیے۔
4. موریہ عہد جاسوسی کا نظام بیان کیجیے۔
5. موریہ عہد میں آمدنی و خرچ کے ذرائع کا جائزہ لیجیے۔

3.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریہ حکمرانوں کے تحت صوبائی اور مقامی نظم و نسق سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
2. موریہ حکمرانوں کے تحت مرکزی نظام حکومت کا تجزیہ پیش کیجیے۔
3. موریہ فوجی اور عدالتی نظام پر ایک مفصل نوٹ لکھیے۔

3.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Barua, B M. *Asoka and His Inscriptions*. Calcutta, 1946.
2. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
3. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
4. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
5. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
6. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
7. Lahiri, Nayanjot. *Ashoka in Ancient India*, Harvard University Press, 2015.
8. Mookerji, Radha K. *Chandragupta Maurya and His Times*, Motilal Banarsidas, 1999.
9. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
10. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
11. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
12. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
13. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
14. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
15. Thapar, Romila. *Asoka and the Decline of the Mauryas*. New Delhi: Oxford University Press, 2015.
16. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
17. Ramachandra, Dikshitar V. R. *The Mauryan Polity*. Delhi: Motilal Banarsidass, 1993.

18. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/ مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

19. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/ مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

20. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 4۔ موریائی سماج، معیشت اور ثقافت

(Mauryan Society, Economy and Culture)

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید
4.1 مقاصد
4.2 سماجی حالات
4.2.1 ورن نظام
4.2.2 عورتوں اور غلاموں کی حالت
4.2.3 تعلیم اور اخلاق
4.2.4 بناؤ سنگار
4.2.5 کھیل کود اور تفریحات
4.2.6 کھان پان اور غذا
4.3 معاشی حالات
4.3.1 کاشتکاری اور زراعت
4.3.2 صنعت و حرفت
4.3.3 تجارت اور کاروبار
4.3.4 سکے
4.4 تہذیب و ثقافت
4.4.1 فنی باقیات
4.4.2 مجسمہ سازی
4.4.3 دھات اور زیورات سازی

4.4.4 موسیقی
4.4.5 ادب
4.5 اکتسابی نتائج
4.6 کلیدی الفاظ
4.7 نمونہ امتحانی سوالات
4.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
4.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
4.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
4.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

4.0 تمہید (Introduction)

موریائی دور کے سماجی، معاشی اور مذہبی حالات کے بارے میں ہمیں مختلف ذرائع سے جانکاریاں حاصل ہوتی ہیں۔ اس عہد کے لوگوں کی معاشرتی زندگی بہت اچھی تھی۔ لوگ مشترکہ خاندان میں رہتے تھے۔ مرد کو خاندان میں بالادستی حاصل تھی۔ عورتوں پر حالانکہ کچھ پابندیاں عاید تھیں تاہم انہیں کچھ اختیارات بھی حاصل تھے۔ اس وقت غلامی کا رواج تھا لیکن ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ اس وقت زیادہ تر لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ موریا حکومت میں امن وامان قائم رہنے اور صنعتوں کے ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے تجارت اور کاروبار کو خوب فروغ ملا جس کی وجہ سے لوگ معاشی طور پر خوش حال تھے۔ اس دور میں مختلف علوم وفنون کی بھی ترقی ہوئی اور ہر طرح کے تعلیم کے لیے مناسب معیار مقرر کیا گیا۔ اشوک کی کوششوں کی وجہ سے عام بول چال کی زبان عام لوگوں تک پہنچ گئی۔

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ:

- موریائی دور کے سماج و معاشرے سے واقف ہو سکیں گے۔
- موریائی دور میں عورتوں اور غلاموں کی حالت جائزہ لے سکیں گے۔
- موریائی دور کے تعلیمی نظام سے واقف ہو سکیں گے۔
- موریائی دور کی معیشت سے بھی واقف ہوں گے۔
- موریائی دور کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں بھی گفتگو کر سکیں گے۔

4.2 سماجی حالات (Social Conditions)

4.2.1 ورن نظام (Varna System)

مختلف ادبی اور غیر ادبی ذرائع سے ہمیں موریائی دور کے سماج اور معاشرے کا علم ہوتا ہے۔ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس وقت معاشرے میں ورن آشرم اور ذات کا نظام ترقی پذیر تھا۔بنیادی طور پر سماج چار ورنوں میں منقسم تھا۔ ذات پات کے نظام میں ویدک عہد کے مقابلے کافی سختی آگئی تھی۔۔اس کی وجہ سے برہمنوں کو پورے سماج میں بالادستی حاصل تھی، جو مذہبی رسومات کی ادائیگی کرتے تھے۔ سماج میں دوسرا مقام چھتریوں کو حاصل تھا، جن کے ذمے نظم و نسق برقرار رکھنا اور فوجی خدمات انجام دینا تھا۔ تیسرے درجے میں ویشیہ تھے۔اس طبقے کے اکثر افراد زراعت، کاشتکاری اور تجارت سے وابستہ تھے۔ ورن نظام میں سب سے نچلا طبقہ ان شودروں کا تھا، جن کے بارے میں تصور پیدا کیا گیا تھا کہ ان کی ذمے داری اور فرض منصبی اوپر والے تینوں طبقات کی خدمت کرنا تھا۔ سماج میں ان سے نیچے بھی کچھ ذات برادریاں تھیں جیسے ڈوم اور چنڈال، جنہیں مجموعی طور پر ''انتیاجہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ آخری طبقہ ورن نظام سے مطلقاً باہر تھا۔ ورن نظام میں ہر طبقے کی مخصوص ذمے داریاں تھیں، جن کو پورا کرنا ان پر پیدائشی طور پر واجب تھا۔

موریائی دور میں سماجی نظام بہت پیچیدہ ہو چکا تھا۔ موریائی معاشرے میں کئی ذات برادریاں تھیں۔ معاشرے میں برہمنوں کو خاص مقام حاصل تھا۔ میگا ستھنیز لکھتا ہے کہ برہمنوں کو نہ تو محصول دینا پڑتا تھا اور نہ ہی شادی بیاہ سے متعلق ان پر کوئی پابندی تھی۔ وہ اپنی ذات سے باہر بھی شادی کر سکتے تھے۔ چھتریوں کا ذکر کم ملتا ہے، مگر انہیں سماج میں کافی وقار حاصل تھا۔ ویشیوں کو بھی سماج میں کچھ حد تک عزت حاصل تھی، مگر شودروں کی حالت قابل رحم تھی۔ اپنے کتبوں میں اشوک نے بار بار حکم جاری کیا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ میگا ستھنیز نے اس وقت کی سات ذاتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ سات ذاتیں ہیں :

1۔ فلسفی 2۔کسان 3۔فوجی 4۔شکاری 5.شلپ کار 6۔گڈریے 7۔افسر

رومیلا تھاپر نے انہیں ذات نہیں مانا ہے۔ان کے مطابق: ''میگا ستھنیز کے ذریعہ دی گئی یہ سماجی تقسیم سماجی سے زیادہ معاشی معلوم ہوتی ہے۔''

اس وقت مشترکہ خاندان کا نظام رائج تھا۔ خاندان کا سب سے معمر اور بزرگ شخص اس کا سربراہ ہوتا تھا۔ خاندان کے سبھی افراد اس کا حکم مانتے تھے۔ خاندان میں لڑکے کی پیدائش کو بہتر اور ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس کے سربراہ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا بیٹا اس کی جگہ لیتا تھا۔

4.2.2 عورتوں اور غلاموں کی حالت (Position of Women & Slaves)

موریائی دور میں عورتوں کی حالت بہت زیادہ قابل اطمینان نہیں تھی۔ خاندان میں لڑکی کی پیدائش پر خوشی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ لڑکیاں اکثر گھروں میں ہی رہتی تھیں۔ عورتوں کو محض اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہی سمجھا جاتا تھا۔ انہیں تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ دوسری

طرف کچھ باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب نہیں تھی۔ مثال کے طور پر سماج میں بیوہ عورتوں کو دوبارہ شادی کی اجازت تھی۔ وہ اپنے شوہروں کے طلاق لے سکتی تھیں ۔ جہیز کے مال واسباب پر ان کا اختیار ہوتا تھا اور خاندان کی جائداد میں بھی ان کو حصہ ملتا تھا۔ عورتوں کے قتل کو برہما کا قتل تصور کیا جاتا تھا۔

ان دنوں آٹھ قسم کی شادیوں کا رواج تھا۔ ارتھ شاستر میں ان شادیوں کا ذکر آیا ہے۔ ان شادیوں کے نام تھے۔ برہما، دیو، پرجاپتی، آرش، گندھرو، اسر، راکشس اور پشاچ۔ اول الذکر چار شادیاں مذہبی اعتبار سے اچھی شادیاں تھیں۔ دوسری چار شادیاں غیر مذہبی تصور کی جاتی تھیں ۔ لڑکی کی شادی کی عمر 12 سال اور لڑکوں کی شادی کی عمر 16 سال ہوتی تھی۔ اونچے گھرانوں میں کئی کئی بیویاں رکھنے کا رواج تھا۔ بندوسار کی 16 بیویوں اور اشوک کی 5 بیویوں کا ذکر ملتا ہے۔ میگا ستھنیز لکھتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ کئی کئی شادیاں کرتے ہیں ۔عام طور پر شادیاں عمر بھر کے لیے ہوتی تھیں مگر کچھ خاص حالات میں شوہر اور بیوی کے درمیان تعلقات ختم بھی ہو سکتے تھے۔

موریائی دور میں غلامی کا بھی رواج تھا۔ یہ غالباً غیر آریہ ہوتے تھے۔ اس عہد میں غلاموں کے ساتھ نارواسلوک نہیں ہوتا تھا۔ قیمت چکانے پر غلام آزاد کر دیے جاتے تھے۔ قانون کے مطابق غلاموں کو نہ تو کوئی گالی دے سکتا تھا اور نہ ہی پیٹ سکتا تھا۔ باندیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے اشوک نے لوگوں کو غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دی۔ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ غلاموں کے حالات میں سدھار ہونے لگا۔ غلاموں کی اس اچھی حالت کی وجہ سے ہی میگا ستھنیز انہیں پہچان نہیں سکا اور اس نے ہندوستان میں غلامی کے رواج کا ذکر نہیں کیا ہے۔

4.2.3 تعلیم اور اخلاق (Education & Morality)

موریائی دور میں زیادہ تر لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ تعلیم عام طور پر اسکولوں ، مٹھوں اور وہاروں میں برہمنوں اور بودھ بھکشوؤں کے ذریعے دی جاتی تھی۔ تکشیلا، بنارس اور اُجین اس وقت کی اعلیٰ تعلیم کے مشہور مراکز تھے۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے طلبا نہ صرف ہندوستان کے مختلف علاقوں سے بلکہ بیرونی ممالک سے بھی آتے تھے۔ ان میں سائنس، طب، سیاست، علم نجوم، قواعد اور ریاضی وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ مشہور مورخ وی، اے، اسمتھ کا خیال ہے کہ ''موریائی دور میں ہندوستان کے لوگ انگریزی عہد کے ہندوستان کے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔''

اس وقت لوگوں کا اخلاقی معیار اچھا تھا۔ چوری وغیرہ کے واقعات کم ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں تالے بھی نہیں لگاتے تھے اور گھر کُھلے چھوڑ کر باہر چلے جاتے تھے، حالانکہ یہ بات مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ حکومت کی طرف سے سخت سزاؤں کے ڈر سے جرائم سے باز رہتے ہوں۔ اس کے علاوہ زیادہ تر قضیے گاؤں کی پنچایتوں میں سلجھا لیے جاتے تھے اور لوگ بہت کم موقعوں پر سرکاری عدالتوں کا سہارا لیتے تھے۔ اشوک کی مذہبی تبلیغ کی وجہ سے بھی سماج میں کافی سدھار آیا تھا۔

4.2.4 بناؤسنگار (Ornamentation)

میگا ستھنیز کا خیال تھا کہ ہندوستان کے لوگ زیب وزینت اور آرائش وجمال کے شوقین تھے۔ان کی پوشاک ہیرے جواہرات سے آراستہ ہوتی تھی اور وہ نفیس ترین ململ کے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ایسا لگتا ہے کہ میگا ستھنیز اعلیٰ طبقے کے ہندوستانیوں یا شاہی امیروں اور افسران کی بات کر رہا تھا جن کے درمیان وہ رہا تھا۔ویدک عہد کی طرح اس عہد میں بھی لوگ ایک چادر اوڑھتے تھے جو پنڈلیوں تک پہنچتی تھی۔دوسری چادر کندھوں تک ڈالتے اور تیسری سَر پر لپیٹتے تھے۔ان کا لباس بہت شوخ رنگ کا ہوتا تھا۔مرد لوگ داڑھی رکھتے تھے، جنہیں رنگتے بھی تھے۔شوخ رنگ کو پسند کرنا اہل ہند کی ہمیشہ کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔وہ گرمی کے دنوں میں چھاتوں سے اپنی حفاظت کرتے تھے۔کھاتے پیتے اور امیر لوگ کانوں میں ہاتھی دانت کی بالیاں اور طلائی زیورات پہنتے تھے اور ململ کی چھینٹ اور سفید کپڑے پہنتے تھے۔اس کے علاوہ وہ اونچی ایڑی کے مزین جوتے استعمال کرتے تھے۔بدھ مذہب کی مقدس کتاب ''ونے پتک'' میں مختلف قسم کے جوتوں کی ایک طویل فہرست درج ہے جو اس وقت لوگ استعمال کیا کرتے تھے۔اس میں تحریر ہے کہ لوگ طرح طرح کی چپلیں نیلے، پیلے، سبز، سرخ، بھورے، کالے، نارنگی اور سینکڑوں قسم کے جوتے استعمال کرتے تھے جن کے کنارے بھی مختلف رنگوں سے رنگے جاتے تھے۔کناروں میں کئی کئی رنگ کی پٹیاں ڈالی جاتی تھیں۔ان جوتوں کو شیر، چیتے، تیندوے، ہرن، بلی، گلہری اور اُلو کی کھالوں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔گوٹے اور لیس کے کام کے جوتے پہنے جاتے تھے جن پر سوتی کام کی پٹیاں ہوتی تھیں۔اس کے علاوہ دوسرے مختلف رنگوں اور نمونوں کے جوتے پہنے جاتے تھے جو تیتروں کے پروں سے مشابہ ہوتے تھے اور جن میں مینڈھے یا بکرے جیسی سینگیں باہر کو نکلی ہوتی تھیں۔ان میں چاروں طرف مور کے پر ٹنگے ہوتے تھے۔لوگ اون کے بنے ہوئے جوتے بھی پہنتے تھے جن پر بلور، موتی یا فیروزے ٹنکے ہوتے تھے یا ان پر سونے، چاندی، سیسے اور پیتل وغیرہ کا کام بنا ہوتا تھا۔ان میں سے بعض ہیرا جڑاؤ بھی ہوتے تھے۔

4.2.5 تفریحات (Amusements)

اشوک کے زمانے کے بہت سے کتبے غاروں میں دریافت ہوئے ہیں جو اس عہد کے رہن سہن، رسم ورواج پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ایک کتبے میں جو برہمی زبان میں ہے اور رام گڑھ کی پہاڑی کے ایک غار میں ملا ہے، تحریر ہے: ''موسم بہار کی بھرپور چاندنی میں جب جھولے کا تیوہار (وشتی) منایا جاتا ہے اور نشاط ونغمہ کی محفل گرم ہوتی ہے تو لوگوں کی گردنیں چنبیلی کے پھولوں کے موٹے موٹے ہاروں سے بھر جاتی ہیں۔غالباً اس سے مراد ہولی کے تیوہار سے ہے جس میں غار کے اندر ناٹک کھیلے جاتے تھے۔یہ غار ناٹک کے نمونے پر بنائی گئی ہے اور ناٹک کا جو طرز تیسری صدی ق۔م میں رائج تھا اس کے مطابق اس میں انتظامات موجود ہیں۔رام گڑھ کی پہاڑی کے ایک دوسرے غار کے کتبے میں جو تیسری صدی ق۔م کا ہے، تحریر ہے کہ یہ آرام گاہ لڑکیوں کے لیے ''ست تُکا'' (Sattuka) نامی ایک دیوداسی نے بنائی ہے یہ لڑکیاں جن کا ذکر اس میں کیا گیا ہے، ناٹک کرنے والی لڑکیاں تھیں۔اس غار میں مصوری کے نمونے بھی پائے گئے ہیں جن میں سے اکثر مسخ ہو چکے ہیں لیکن ان کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ ہاتھی کے جلوسوں، برہنہ مردوں اور عورتوں، پرندوں اور جانوروں اور ان رتھوں کی تصویریں ہیں جنہیں گھوڑے کھینچتے تھے۔اشوک کے زمانے کے کتبوں اور واتسائن کی کام سوتر سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ بڑے زندہ دل تھے اور زندگی کی

مسرتوں اور رنگینیوں سے بھرپور لطف اندوز ہوتے تھے۔ مذہبی رقص و سرود، موسیقی اور شراب وغیرہ کے استعمال نے ان میں ایسی جذباتیت پیدا کردی تھی جس سے سماج میں رنگینیاں بھر گئی تھیں۔

موریائی دور میں راجا شکار کے ذریعہ اپنا دل بہلایا کرتا تھا۔ راجا شکار پر پوری سج دھج کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ انگ رکشکائیں، فوجی اور کئی دوسرے افراد جاتے تھے۔ نٹ، مطرب، رقاص وغیرہ اپنے اپنے طور پر عوام کی تفریح کرتے تھے۔ اس کے لیے انہیں حکومت سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ جوا کھیلنے کا بھی رواج تھا۔ کئی لوگ گھوڑ دوڑ، رتھ دوڑ اور ہاتھی دوڑ میں شامل ہو کر تفریح کرتے تھے۔

4.2.6 کھان پان اور غذا (Food Habits)

موریائی دور میں لوگ سبزی خور اور گوشت خور دونوں قسم کے تھے۔ لیکن بعد میں بدھ مذہب کی تبلیغ کی وجہ سے سبزی خوروں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ موریائی دور میں لوگوں کا خاص کھانا، چاول، گیہوں، جو، سبزیاں، پھل اور دودھ تھا۔ کچھ لوگ ''مدراپان'' (شراب نوشی) بھی کرتے تھے لیکن سماجی طور پر اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ البتہ یگیوں کے موقع پر سوم رس پیا جاتا تھا، جو کہ شراب سے کچھ حد تک ملتا جلتا تھا۔ اشوک نے گوشت خوری اور جانوروں کے بے تحاشا قتل پر پابندی لگائی تھی، لیکن اس کے باوجود مورخ ڈی، این، جھا کے مطابق اس کے شاہی باورچی خانے میں ایک ہرن، دو مور اور چند مرغے روزانہ ذبح کیے جاتے تھے۔

اپنی معلومات کی جانچ (Test Your Knowledge)

1. میگاستھنیز کے مطابق ہندوستان میں سات ذاتیں کون کون سی تھیں؟
2. کس مورخ نے میگاستھنیز کی سماجی درجہ بندی کو سماجی نہیں بلکہ معاشی درجہ بندی مانا ہے؟
3. موریائی دور میں کتنی قسم کی شادیوں کا ذکر ملتا ہے؟
4. کن شادیوں کو مذہب نقطہ نگاہ سے اچھا سمجھا جاتا تھا؟
5. موریائی دور میں لوگوں کا خاص غذا کیا تھی؟
6. موریائی دور میں تعلیم کے اعلیٰ مراکز کے نام بتائیے۔
7. موریائی دور میں تفریحات کے کون سے ذرائع تھے؟

4.3 معاشی حالات (Economic Conditions)

4.3.1 زراعت اور گلہ بانی (Agriculture & Pastoralism)

موریائی دور میں لوگوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔ اس لیے موریا حکمرانوں نے اسے ترقی دینے کے لیے کچھ خاص اقدامات کیے تھے۔ کسانوں کو عام خدمات اور جنگی ذمے داری سے الگ رکھا گیا۔ زمین کی پیمائش اور سینچائی کی دیکھ بھال کے لیے شاہی افسران بحال ہوتے

تھے۔ قحط اور دیگر پریشانیوں کے وقت حکومت کسانوں کی ہر طرح سے مدد کرتی تھی۔ زرعی آلات بنانے والوں کو ہر طرح کے محصول سے آزاد رکھا جاتا تھا۔ نئی زمینوں کو قابل زراعت بنانے کے لیے کسانوں کو حکومت کی طرف خاص امداد دی جاتی تھی۔ موریائی دور میں کسان سال میں دو فصلیں اگاتے تھے۔ اس عہد کی خاص فصلیں چاول، جو، کپاس، گیہوں، گنّا، جوار، باجرا، دالیں، سبزیاں اور پھل تھے۔ سینچائی کے لیے کسانوں کو خاص طور پر بارش پر منحصر رہنا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ نہروں، جھیلوں، کنوؤں اور تالابوں وغیرہ سے بھی سینچائی کی جاتی تھی۔ زمین کی پیداواری صلاحیت کے مطابق حکومت پیداوار کا 6/1 سے 4/1 حصہ تک لگان کے طور پر وصول کرتی تھی۔ موریائی دور کے لوگ معاشی طور پر خوش حال تھے۔

موریائی دور میں زراعت کے بعد دوسرا اہم پیشہ گلہ بانی تھا۔ زرعی اشیا کو ترقی دینے کی غرض سے حکومت گلہ بانی کو فروغ دیتی تھی۔ حکومت جانوروں کے لیے چراگاہوں کا انتظام کرتی تھی۔ موریائی دور میں لوگ گائے، بیل، بھینس، بھیڑ، بکری اور کتّے پالتے تھے۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں پر حکومت کا کنٹرول تھا۔ جنگلوں سے حکومت کو بہت آمدنی ہوتی تھی۔ ارتھ شاستر میں چار طرح کے جنگلوں کا ذکر ملتا ہے جو کہ پشووَن(Pashuvan)، مرگ وَن(Mrigvan)، درویہ وَن(Dravyavan) اور ہستی وَن (Hastivan) کہلاتے تھے۔ پشووَن میں جنگلی جانور رہتے تھے، مرگ وَن میں پالتو جانور ہوتے تھے۔ درویہ وَن میں قیمتی لکڑیاں اور کانیں پائی جاتی تھیں۔ ہستی وَن میں ہاتھی پائے جاتے تھے۔ پیڑ پودھوں کی دیکھ ریکھ کے علاوہ غیر قانونی طریقے سے پیڑ کاٹنے والوں کو سزائیں دی جاتی تھیں۔

4.3.2 صنعت و حرفت (Crafts & Craftmanship)

موریائی دور میں کئی قسم کی صنعتیں پائی جاتی تھیں۔ اس عہد کی سب سے مشہور صنعت کپڑے کی صنعت تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک میں کپاس کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی تھی۔ کاشی، مگدھ، وتس اور مدورا سوتی کپڑے کی صنعتوں کے لیے مشہور تھے۔ بنگال کی شہرت اس کے ململ کی وجہ سے تھی۔ نیپال اونی کپڑوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ بہت سے افراد سونے، چاندی، تانبے اور لوہے کی کانوں میں کام کرتے تھے۔ کانوں کا نظم اکثر سرکار خود کرتی تھی۔ موریائی دور میں لکڑی کی صنعت بھی خوب ترقی یافتہ تھی۔ لکڑی سے اچھے قسم کی کشتیاں اور جہاز تیار کیے جاتے تھے۔ ان صنعتوں کے علاوہ موریائی دور میں، چمڑے کی صنعت، دست کاری، زیورات کی صنعت اور برتن سازی کی

موریائی دور میں معیشت کو ترقی دینے میں شرینیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ اس عہد میں کاریگروں اور دست کاروں نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے اپنی اپنی شرینیاں قائم کرلی تھیں۔ شرینیاں بہت متمول ادارے ہوتے تھے۔ یہ اکثر بینکوں کا کردار ادا کرتی تھیں۔ شرینیوں کے مال واسباب کا معائنہ سرکار کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ شرینیوں کے سربراہ کو جیشٹھک(Jeshthak) کہا جاتا تھا۔

4.3.3 تجارت اور کاروبار (Trade & Commerce)

موریائی دور کی اندرونی اور بیرونی تجارت بہت زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ ہندوستان اور مغربی دنیا کے درمیان کئی تجارتی راستے کھل گئے تھے۔ تجارت کے فروغ کے لیے منظم شاہراہوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ تاجروں کی سہولت کے لیے جگہ بہ جگہ آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ تاجروں

اور شاہراہوں کی حفاظت حکومت کی ذمے داری تھی۔ موریائی دور میں برّی اور بحری دونوں راستوں سے تجارت کی جاتی تھی۔ اہم شاہراہوں میں پہلی شاہراہ دارالسلطنت پاٹلی پتر سے ٹیکسلا کو جوڑتی تھی۔ یہ 2100 کلومیٹر لمبی تھی۔ دوسری شاہراہ پاٹلی پتر سے پریاگ ہوتے ہوئے اجین پہنچتی تھی۔ تیسری شاہراہ پاٹلی پتر سے تامرلپتی بندرگاہ کو ملاتی تھی۔ بحری راستوں میں کشتیوں اور جہازوں کا استعمال ہوتا تھا۔ ٹیکسلا، اجین، کاشی، پریاگ، متھرا، کوشامبی اور پاٹلی پتر موریائی دور کے مشہور تجارتی شہر تھے۔ موریائی دور میں بیشتر غیر ملکی تجارت شام، مصر، روم، یونان، چین، سری لنکا، برما اور ایران سے ہوتی تھی۔ موریا حکومت بیرونی ممالک کو ہیرے، موتی، خوشبودار اشیا سوتی اور ریشمی کپڑے، ہاتھی دانت اور لکڑی کے سامان، دوائیں، گرم مسالے اور نیل وغیرہ برآمد کرتی تھی۔ وہ بیرونی ممالک سے سونا، چاندی، بیش قیمتی جواہرات، ریشم اور شراب وغیرہ درآمد کرتی تھی۔ موریائی دور کی تجارت ہندوستان کے حق میں فائدہ مند تھی۔

موریا حکمرانوں نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے کئی تجارتی اصول وضع کیے تھے۔ ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ اشیا کی قیمتوں پر حکومت کے ذریعہ کنٹرول رکھا جاتا تھا۔ ناپ تول کے لیے پیمانے حکومت کی جانب سے جاری کیے جاتے تھے۔ تاجروں کو دیسی مال پر 5 فیصد اور غیر ملکی مال پر 10 فیصد منافع لینے کا اختیار تھا۔ قرض کی رقم پر سود کی شرح حکومت کی جانب سے طے کی جاتی تھی۔ اسمگلنگ کرنے والوں، ملاوٹ کرنے والوں اور کم تولنے والوں کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ نتیجے کے طور پر موریائی دور میں تجارت نے خوب ترقی کی تھی۔

4.3.4 سکے (Coins)

موریائی دور کا کوئی بھی سکّہ نہیں ملا ہے مگر ارتھ شاستر سے ہمیں اس عہد کے سکوں کے بارے میں اہم جانکاری ملتی ہے۔ سکے صرف سرکاری ٹکسال میں ڈھالے جاتے تھے۔ امیر لوگ حکومت کو متعینہ فیس ادا کرکے سرکاری ٹکسال سے اپنے سکے بھی ڈھلوا سکتے تھے۔ ٹکسال کا سب سے بڑا عہدے دار ''سوورنک'' (Suvarnik) کہلاتا تھا۔ موریائی دور میں سونے، چاندی اور تانبے کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ سونے کے سکے کو ''سُورن'' (Suvarna)، چاندی کے سکے کو ''پن'' (Pana) اور تانبے کے سکے کو ''نشک'' (Nishka) کہا جاتا تھا۔

اپنی معلومات کی جانچ کریں (Test Your Knowledge)

1. موریائی دور میں لوگوں کا خاص پیشہ کیا تھا؟
2. موریائی دور میں پیداوار پر کتنا لگان وصول کیا جاتا تھا؟
3. ارتھ شاستر میں کتنے قسم کے جنگلوں کا ذکر ملتا ہے؟
4. موریائی دور میں سب سے مشہور صنعت کون سی تھی؟
5. موریائی دور میں شرینیوں کے سربراہ کو کیا کہتے تھے؟

6. موریائی دور میں تاجر تجارتی اشیا پر کتنا منافع لے سکتے تھے؟
7. موریائی دور کے مشہور تجارتی شہروں کے نام بتائیے۔

4.4 تہذیب و ثقافت (Culture and Civilization)

4.4.1 فنی باقیات (Artifacts)

موریائی دور کے فنی نمونے اپنے مواد کے اعتبار سے بے حد اہم ہیں۔ شہنشاہ اشوک کی سرپرستی نے فنون لطیفہ کو جِلا بخشی۔ موریائی دور کے فنون لطیفہ کے نمونے ہمارے پاس بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ موریائی دور میں بطور خاص اشوک کے عہد حکمرانی میں فنون لطیفہ کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اشوک کے زمانے کے چار قسم کے فنی نمونے پائے جاتے ہیں۔ یہ نمونے ہیں:

1. استوپ
2. لاٹیں
3. غار
4. رہائشی مکانات

استوپ: اشوک نے ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں کی تعداد میں استوپ بنوائے تھے۔ سانچی کا استوپ، جو تمام استوپوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے، اشوک کا تعمیر کردہ ہے۔ یہ استوپ بھوپال سے تیس میل دور ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کے درمیان میں پتھر کا ایک بہت بڑا ٹھوس گنبد ہے۔ اس کے چاروں طرف ایک چوڑی گیلری ہے جس پر چھت نہیں ہے۔ گیلری کے چاروں طرف بہت اونچا پتھر کا جنگلہ ہے۔ گیلری میں داخل ہونے کے لیے چار دروازے ہیں۔ یہ دروازے بھی پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ ان کے ستونوں پر مہاتما بدھ کی زندگی کے مختلف واقعات تصویروں کی صورت میں نقش کیے گئے ہیں۔

لاٹیں: موریائی دور کے ممتاز ترین فنی نمونے اشوک کے ذریعہ تعمیر کردہ پتھر کی لاٹیں ہیں۔ ان کی تعمیر سے پتھر تراشنے کا فن اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ اشوک نے لگ بھگ تیس چالیس لاٹیں بنوائیں۔ یہ لاٹیں سارناتھ، لوریہ نندن گڑھ، لوریا رراج، میرٹھ، پریاگ، توپرا اور سانچی وغیرہ کے مقامات سے حاصل ہوئیں۔ سبھی لاٹیں پتھر کے ایک سالم ٹکڑے سے بنائی گئی ہیں۔ یہ 40 سے 50 فٹ تک اونچی ہیں۔ ہر ایک بڑی لاٹ کا وزن لگ بھگ 50 ٹن ہے۔ ان کو بنانے میں چنار کے بلوا پتھر کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہر لاٹ کے دو حصّے ہیں۔ ایک لاٹ کی ڈانڈ، دوسرے اس کا تاج۔ اس کو رگڑ رگڑ کر اتنا چکنا بنادیا گیا ہے کہ آج کل کے لوگ دھوکہ کھا کر اسے دھات کا بنا ہوا سمجھتے ہیں۔ لوریہ نندن گڑھ میں جو لاٹ ہے اس کی اسمتھ نے بڑی تعریف کی ہے۔ ڈانڈ کے متعلق وہ کہتا ہے: ''اس کی اس قدر مکمل تیاری اس بات کا ثبوت ہے کہ اشوک کے زمانے کے انجنیئر اور سنگ تراش صلاحیت اور ذہانت میں کسی عہد اور کسی ملک کے کاریگروں سے کم نہیں تھے۔ لاٹ کا تاج بھی پتھر کے ایک سالم ٹکڑے سے بنایا گیا ہے۔ اس پر جانوروں کی جو مورتیاں بنائی گئی ہیں وہ قابل دید ہیں۔ سارناتھ کی لاٹ کا تاج ان میں سب سے اچھا

ہے۔اس میں چار شیر ایک دوسرے سے پشت کیے کھڑے ہیں۔درمیان میں ایک پتھر کا چکر ہے۔یہ وہی ''دھرم چکر ہے'' جسے ہمارے قومی جھنڈے میں جگہ دی گئی ہے۔یہ شیر ایک ڈھول پر کھڑے ہیں جس پر چار جانوروں کی تصویریں کھدی ہوئی ہیں۔یہ جانور شیر، ہاتھی، بیل اور گھوڑا ہیں۔جانوروں کی یہ تصویریں اصل جانوروں کے مشابہ ہیں۔ان کی صنعت ماہرین فن سے داد تحسین حاصل کرتی ہے۔اسمتھ کا ان کی عمدہ کاریگری کے بارے میں خیال ہے کہ ''کسی دوسرے ملک میں کاریگری کے ایسے نمونے جو حسن صورت و سیرت میں اتنے مکمل ہوں، اس عہد میں ملنے مشکل ہیں۔''ان کے بارے میں جان مارشل لکھتا ہے کہ: ''طرز اور تکنیک کے اعتبار سے ایسے شاہ کار زمانۂ قدیم میں دست یاب ہونا ناممکن ہیں۔''حقیقت یہ ہے کہ اشوک کی لاٹیں فن سنگ تراشی کے نقطۂ کمال کی بہترین مثال ہیں۔

شیر کے سر والی لاٹ، لوریا نندن گڈھ

غار: اشوک نے بدھ بھکشوؤں اور بھکشنوں کے لیے پہاڑوں میں غار کُھدوائے تھے جنہیں ''وہار'' کہتے ہیں۔ان غاروں میں سے ایک جو سُداما میں برآمد ہوا ہے، ''آجیوک'' فرقے کے بھکشوؤں سے منسوب کیا جاتا ہے۔اس میں دو کمرے ہیں۔ایک کمرہ 32 فٹ 9 انچ لمبا اور 19 فٹ 6 انچ چوڑا ہے۔ایک دوسرے وہار میں ایک بہت بڑا ہال ہے۔ان غاروں کی دیواریں پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر بنائی گئی ہیں اور انہیں رگڑ رگڑ کر اتنا چکنا کر دیا گیا ہے کہ وہ شیشے کی طرح چمک دار لگتی ہیں۔اس سے اس زمانے کے کاریگروں کی محنت و جاں فشانی اور حیرت انگیز صبر و استقلال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عمارتیں: بدقسمتی سے موریائی دور کی عمارتوں کے نشانات اب باقی نہیں رہے ہیں۔البتہ یونانی اور چینی سیاحوں نے اپنی کتابوں میں ان عمارتوں کا جو ذکر کیا ہے اس سے اس عہد کے فن تعمیر کا کسی حد تک تصور کیا جاسکتا ہے۔یونانی سفیر ''میگا ستھنیز'' نے پاٹلی پتر کی عمارتوں کی بے حد تعریف لکھی ہے۔شاہی محل کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ ''یہ دنیا کی بہترین عمارت ہے۔اس کے ستون اپنی سنہری انگوری بیلوں کے ساتھ جن پر چاندی کی چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں، بہت خوش نما نظر آتے ہیں۔''اسی طرح چینی سیاح فاہیان نے اشوک کے زمانے کی عمارتوں کی تعریف لکھی ہے۔وہ کہتا ہے کہ ''یہ محلات اشوک نے جِنّوں سے بنوائے تھے جو دور سے اتنے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر لاتے تھے کیوں کہ یہ کام مادی قوت رکھنے والے ہاتھوں کے بس کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔''چنانچہ اشوک کے دور حکومت کی تعمیرات اپنی دلکشی اور جاذبیت میں فن تعمیر کا عمدہ شاہکار تھیں۔

4.4.2 مجسمہ سازی (Sculpture)

موریائی دور میں مجسمہ سازی کا فن بھی نہایت ترقی یافتہ تھا۔اشوک کے ستونوں کے سروں پر بنے ہوئے جانوروں کے مجسموں کو دنیا بھر میں شہرت حاصل ہے۔سارناتھ کے ستونوں پر چاروں شیروں کے مجسمے فنون لطیفہ کے میدان میں لاثانی ہیں تصور کیے جاتے ہیں اور اپنے لازوال حسن اور جاذبیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔اس کے علاوہ پٹنہ میں ملے یکش اور یکشنی کے مجسمے، متھرا سے ملے یکش کے مجسمے اور سارناتھ میں ملے دو مردوں کے مجسمے اعلیٰ سطح کے فنی شاہکار ہیں۔

مجسمہ سازی کے ساتھ موریائی دور میں پالش کرنے کا فن بھی کافی ترقی یافتہ تھا۔اشوک کی لاٹوں، غاروں کی دیواروں پر کی گئی پالش کا حسن لاجواب ہے۔یہ دیواریں آج بھی شیشے کی طرح چمکتی ہیں۔خاص طور پر ''گیا'' کی غاروں کی دیواریں دیکھنے والوں کو چکاچوندھ کر دیتی ہیں۔اشوک کی لاٹوں کو تو لوگ کسی دھات کا بنا ہوا سمجھتے ہیں۔آج تک یہ پتہ نہیں مل سکا کہ یہ پالش کیسے تیار کی جاتی تھی۔

4.4.3 دھات اور زیورات سازی (Metallurgy and Ornament Making)

موریائی دور میں ملے زیورات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت دھات سازی کے فن میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔موریائی دور کے سونے چاندی کے زیورات بہت خوب صورت ہیں۔یونانی مصنفین کے مطابق اشوک کے عہد میں ہاتھی دانت کے زیورات بنانے کا فن بھی بہت ترقی یافتہ تھا۔مندرجہ بالا باتوں سے ظاہر ہے کہ موریائی دور میں فنون لطیفہ اپنے پورے عروج پر تھا۔اس لیے ایچ، سی،رے چودھری کا یہ قول نہایت مناسب ہے کہ ''ہندوستانی فنون کی تاریخ میں موریائی دور ایک زریں عہد تھا۔''

4.4.4 موسیقی (Music)

اس عہد کا ایک اور کارنامہ استوپوں اور غاروں میں موسیقی کے آلات کی شبیہ سازی ہے۔بہت سے مورخین نے اس عہد کو ثقافتی ترقی کا سنہرا دور تصور کیا ہے۔یہ رائے موسیقی، رقص اور متعلقہ ثقافتی فنون پر صادق آتی ہے۔اس عہد میں موسیقی کو شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جس میں عورتوں نے موسیقی اور رقص کو ایک تفریحی پیشے کے طور پر منتخب کیا تھا اور ان کو سماج میں باعزت مقام بھی حاصل تھا۔ریاست میں ناٹیہ شالائیں اور سنگیت گرہ بنے ہوئے تھے جہاں لوگ تفریح اور دل بہلانے کی غرض سے جمع ہوتے تھے۔یہاں موسیقی (راگ) کے تماشے اور مقابلے منعقد کیے جاتے تھے۔کہا جاتا ہے کہ خود چندر گپت موریہ ماہر موسیقار تھا۔اشوک کے عہد میں موسیقی کو مزید ترقی ملی۔اس عہد کی ایک خاص بات یہ بھی رہی کہ بدھ بھکشوؤں کے ہم راہ ہندوستانی سنگیت بیرون ممالک بھی گیا۔

4.4.5 ادب (Literature)

موریائی دور میں ادبی تخلیقات کے کم نمونے ملتے ہیں۔اس عہد کے ادب کے بارے میں ہمارے پاس بہت زیادہ جانکاری نہیں ہے۔جو کچھ شواہد ملتے ہیں اس سے اس عہد کی ادبی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔کوٹلیہ یا چانکیہ نے اپنی کتاب میں ویدی ادب کا ذکر کیا ہے۔موریائی دور کا ادب سنسکرت، پراکرت، یا پالی زبانوں میں تخلیق ہوا۔چانکیہ اس عہد کا مشہور مصنف تھا۔وہ بودھی، جینی اور برہمنی تصانیف کا عالم تھا۔کوٹلیہ کی

تصنیف ''ارتھ شاستر'' سیاسی معیشت اور فن حکمرانی کی بہترین کتاب ہے۔ ارتھ شاستر کی اہمیت اس وجہ سے اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ اس میں ہمیں موریائی عہد کے بارے میں ٹھوس اور راست معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر تاریخی، سیاسی، معاشی اور ادبی لحاظ سے ایک لاجواب تصنیف ہے۔ اس کتاب میں حکومت کے مختلف مسائل اور طرز حکومت کا جتنا خوب صورت تجزیہ کیا گیا ہے اتنا جامع تجزیہ شاید ہی دنیا کے کسی قدیم سیاسی مفکر نے کیا ہو۔ مشہور مورخ رومیلا تھاپر کے مطابق:

''ارتھ شاستر کی اہمیت اس امر میں پوشیدہ ہے کہ یہ اس وقت کے رائج معاشی اور سیاسی افکار کا بہتر طریقے سے تجزیہ پیش کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ہم عصر حالات کے عین مطابق ہے۔''

جین مُنی بھدر باہو اس عہد کا پراکرت زبان کا عظیم مصنف تھا۔ وہ جین سنگھ کے رہنما ''یشودھرا'' کا شاگرد تھا اور چندر گپت موریہ کا ہم عصر تھا۔ اس نے جین مذہب سے متعلق کئی پراکرت کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ''کلپ سوتر'' بھدر باہو کی اہم ترین تخلیق ہے۔ یہ تین حصّوں جن چترا (جن کی سوانح)، استھاویراولی (استھاویروں کی فہرست) اور سماچاری (یتی کے ضوابط) میں منقسم ہے۔ کچھ دانشوروں نے اس کے بھدر باہو کی تصنیف ہونے پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ موریائی دور کی واحد بودھی کتاب ''کتھاوستو'' ہے جو موگلی پتر تسّا کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔ اس کی تخلیق اشوک کے عہد میں ہوئی۔ اشوک کا عہد بودھی ادب کی ترویج واشاعت کے لیے کافی مشہور ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ کریں (Test Your Knowledge)

1. اشوک کے عہد کے کتنی قسم کے فنی نمونے ہمیں دست یاب ہیں؟
2. اشوک کے عہد کا سب سے مشہور استوپ کون سا ہے اور یہ کہاں واقع ہے؟
3. اشوک کی لاٹوں میں کس لاٹ کا تاج سب سے اچھا ہے؟
4. اشوک کی لاٹ کے تاج پر کن چار جانوروں کی شبیہیں ملتی ہیں؟
5. اشوک نے بدھ بھکشوؤں کے لیے جو غاریں کھدوائیں ان کو کیا کہتے تھے؟
6. سداما کی غار کس سے منسوب ہے؟
7. موریائی دور میں پراکرت ادب کے مشہور مصنف کا نام بتائیے۔
8. موریائی دور کی واحد بودھی کتاب کا نام بتائیے۔

4.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریائی دور کے معاشرے میں ورن آشرم اور ذات کا نظام عروج پر پہنچ گیا تھا۔ بنیادی طور پر سماج چار ورنوں یا طبقوں میں منقسم تھا جس میں برہمنوں کو سب سے اونچا مقام حاصل تھا اور شودر نچلے مقام پر تھے۔ سماج میں مشترکہ خاندان رائج تھا۔ سماج میں عورتوں کی حالت قابل اطمینان نہیں تھی۔ اس عہد کے معاشرے میں آٹھ قسم کی شادیوں کا ذکر ملتا ہے۔ اعلیٰ گھرانوں میں کئی کئی بیویاں رکھنے کا رواج تھا۔ عام

طور پر لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ ٹکشیلا' بنارس اور اجین اس وقت کے اعلیٰ تعلیم کے مشہور مراکز تھے۔ لوگوں کا اخلاقی معیار بہتر تھا۔ اس عہد کے لوگ بڑے زندہ دل تھے اور زندگی کی مسرتوں سے بھرپور لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ لوگ شکار، جوا، گھوڑوں کی دوڑ، رتھ دوڑ اور ہاتھی دوڑ وغیرہ میں شامل ہو کر تفریح کرتے تھے۔

موریائی دور میں لوگ معاشی طور پر خوش حال تھے۔ اس عہد میں لوگوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔ فصلوں کی اچھی پیداوار کی وجہ سے اس عہد کے کسان خوش حال اور آرام دہ زندگی بسر کرتے تھے۔ زراعت کے بعد دوسرا اہم پیشہ گلہ بانی تھا۔ زرعی اشیا کو ترقی دینے کی غرض سے حکومت گلہ بانی کو فروغ دیتی تھی۔ موریائی دور میں مختلف قسم کی صنعت ترقی یافتہ تھی۔ اس عہد میں معیشت کو ترقی دینے میں مختلف قسم کی شرینیوں (گلڈز) نے اہم کردار ادا کیا۔ موریا حکمرانوں نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے کئی تجارتی اصول وضع کیے تھے۔ موریائی دور کی اندرونی اور بیرونی تجارت بہت زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ تجارت کے فروغ کے لیے منظم شاہراہوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ بیشتر غیر ملکی تجارت شام، مصر، روم، یونان، چین، سری لنکا، برما اور ایران سے ہوتی تھی۔

موریائی دور میں بطور خاص اشوک کے عہد حکمرانی میں فنون لطیفہ کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اشوک کے زمانے کے چار قسم کے فنی نمونے۔ استوپ، لاٹیں، غار اور رہائشی مکانات اہم ہیں۔ اشوک کے تعمیر کردہ ستونوں کے سروں پر بنے ہوئے جانوروں کے مجسموں کو دنیا بھر میں شہرت حاصل ہے۔ موریائی دور میں ملے زیورات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت زیورات بنانے کا فن بہت ترقی یافتہ تھا۔ موریائی دور کے استوپوں اور غاروں میں ملے موسیقی کے آلات سے پتہ چلتا ہے کہ فن موسیقی کے لیے یہ سنہرا دور تھا۔ کوٹلیہ کی تصنیف ارتھ شاستر اس عہد کی مشہور کتاب ہے جو سیاست، معیشت اور فن حکمرانی سے متعلق ہے۔

4.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

کثیر زوجگی	:	ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی
انگ رکشکا	:	زنانہ محافظ
مطرب	:	گویّا
مستثنیٰ	:	الگ کیا ہوا
گلّہ بانی	:	شبانی۔ چرواہا گیری
ٹکسال	:	وہ جگہ جہاں سکے ڈھالے جائیں
مطلا	:	سونے کا کام کیا ہوا
ناٹیہ شالا	:	تھیٹر
سنگیت گرہ	:	موسیقی گاہ

4.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

4.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. میگا ستھنیز نے اپنی تصنیف میں کتنی ذاتوں کا ذکر کیا ہے؟

(a)چار (b)سات (c)آٹھ (d)دس

2. موریائی دور میں کتنی قسم کی شادیوں کا رواج تھا؟

(a)آٹھ (b)سات (c)چار (d)دس

3. ذات سے متعلق میگا ستھنیز کے خیال پر کس مورخ کا یہ قول ہے؟ ''میگا ستھنیز کے ذریعہ کی گئی یہ سماجی تقسیم سماجی سے زیادہ معاشی معلوم ہوتی ہے۔''

(a)ڈی این جھا (b)رومیلا تھاپر (c)وی اے اسمتھ (d)ڈی ڈی کوسامبی

4. موریائی دور کی تعلیم کے سلسلے میں کس مورخ کا یہ خیال ہے کہ ''موریائی دور میں ہندوستان کے لوگ انگریزی عہد کے ہندوستان کے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔''

(a)اے ایل باشم (b) جیمس پرنسپ (c)وی اے اسمتھ (d)میکس مولر

5. ارتھ شاستر میں کتنے قسم کے جنگلوں کا ذکر ملتا ہے؟

(a)دو (b)تین (c)چار (d)پانچ

6. موریائی دور میں سب سے مشہور صنعت کون سی تھی؟

(a)برتن کی صنعت (b)زیورات کی صنعت (c) کپڑے کی صنعت (d)لکڑی کی صنعت

7. موریائی دور میں شرینیوں کے سربراہ کو کیا کہا جاتا تھا؟

(a)اپ ورتک (b)کارتکیہ (c)شرینی پتی (d)جیٹھک

8. موریائی دور میں تاجروں کو غیر ملکی مال پر کتنے فی صد منافع لینے کا اختیار حاصل تھا؟

(a)دس فیصد (b)پندرہ فیصد (c)بیس فیصد (d)پچیس فیصد

9. رام گڑھ کی پہاڑی میں تیسری صدی کے ایک کتبے میں ایک آرام گاہ کی تعمیر کا ذکر ہے۔اس کو ایک دیوداسی نے بنایا تھا۔اس کا نام ہے:

(a)امباپالی (b)ست تکا (c) کنچن (d)موہنی

10. موریائی دور کی مشہور شاہراہ جو پاٹلی پتر کو ٹکشلا سے جوڑتی تھی،اس کی لمبائی کتنی تھی؟

(a)3100کلومیٹر (b)2100کلومیٹر (c)4100کلومیٹر (d)5100کلومیٹر

4.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریائی دور میں ورن نظام پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. موریائی دور میں عورتوں کی حالت کیسی تھی؟ بتائیے۔
3. موریاؤں نے تجارت اور کاروبار کی کس طرح حوصلہ افزائی کی؟ بتائیے۔
4. ہندوستانی آرٹ اور فن تعمیر کی توسیع میں موریا حکمرانوں کا کردار بیان کیجیے۔
5. موریائی دور کے ادب کا جائزہ لیجیے۔

4.7.2 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریائی دور کے سماجی حالات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. موریائی دور میں معاشی سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔
3. موریائی دور کی ثقافت پر فنون لطیفہ کے خصوصی حوالے سے تفصیلی روشنی ڈالیے۔

4.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Barua, B M. *Asoka and His Inscriptions*. Calcutta, 1946.
2. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
3. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
4. Jha, Usha K. *Some Aspects of Mauryan Society*. Patna: Janaki Prakashan, 2011.
5. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
6. Lahiri, Nayanjot. *Ashoka in Ancient India*, Harvard University Press, 2015.
7. Mookerji, Radha K. *Chandragupta Maurya and His Times,* Motilal Banarsidas, 1999.
8. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
9. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
10. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
11. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
12. Thapar, Romila. *Asoka and the Decline of the Mauryas*. New Delhi: Oxford University Press, 2015.
13. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
14. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
15. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 5۔ موریائی سلطنت کا زوال: مباحث

(Decline of the Mauryan Empire: Debates)

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید
5.1 مقاصد
5.2 چندر گپت موریہ اور موریہ ریاست کا قیام
5.3 اشوک کی جانشینی اور ابتدائی مشکلات
5.4 اشوک اور گلنگ کی جنگ
5.5 موریہ ریاست کا نظم ونسق
5.6 اشوک کی مذہبی پالیسی
5.7 موریہ ریاست کا زوال اور اس کے اسباب
5.8 سیاسی اسباب
5.9 معاشی اسباب
5.10 مذہبی اسباب
5.11 سماجی اسباب
5.12 اکتسابی نتائج
5.13 کلیدی الفاظ
5.14 نمونہ امتحانی سوالات
5.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
5.14.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
5.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

5.15 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

5.0 تمہید (Introduction)

موریہ حکومت کا قیام تاریخِ ہند میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہندوستان میں پہلی مرتبہ ایک عظیم ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ایک متحدہ حکومت تھی جو بہت وسیع و عریض علاقہ پر قائم تھی۔ پاٹلی پُتر اس کی راجدھانی تھی۔ چندر گپت موریہ، بندوسار اور اشوک نے اس ریاست کے قیام، توسیع اور مستحکم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ موریہ حکمرانوں نے ایک منظّم اور ترقی یافتہ عظیم حکومت قائم کی۔ موریہ ریاست تاریخِ ہند میں اشوک کی مذہبی پالیسی کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئی اور اس کی عدم تشدّد کی پالیسی کو پوری دنیا میں شہرت ملی۔ اس نے ایک مستحکم سیاسی و معاشی نظام قائم کیا۔ لیکن اس کے انتقال کے بعد موریہ ریاست انتشار کا شکار ہو کر زوال پذیر ہو گئی۔ موریہ حکومت کا اتنی جلدی انتشار آج بھی مورخین کے مابین بحث کا موضوع ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ابھی تک کسی حتمی نتیجے پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا ہے۔ موریہ عہد کے اہم تاریخی مآخذ میں غیر ملکی سیاحوں کے سفر نامے مثلاً میگا ستھنیز کی انڈیکا، یونانی مورخین اسٹرابو اور پلینی اور رومی مورخین جسٹن اور پلوٹارک کی تحریریں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بدھ اور جین مذہب کی کتابیں، کوٹلیہ کی ارتھ شاستر اور اشوک کے کتبے کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریہ ریاست کے قیام اور استحکام سے واقف ہو سکیں گے۔
- اس کے قیام اور استحکام میں چندر گپت موریہ، بندوسار اور اشوک کے کردار کا جائزہ لے سکیں گے۔
- اس کے زوال کے سیاسی اسباب و وجوہات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- اس کے زوال کے معاشی اسباب بیان کر سکیں گے۔
- اس کے زوال کے سماجی اسباب کو جان سکیں گے۔
- اس کے زوال کے مذہبی اسباب کا جائزہ لے سکیں گے۔

5.2 چندر گپت موریہ اور ریاست کا قیام
(Chandragupta Maurya and the Foundation of Empire)

موریہ ریاست کا بانی "چندر گپت موریہ" انتہائی بہادر، باہمت اور اولوالعزم سمراٹ (شہنشاہ) تھا۔ اس نے نند خاندان کے حکمراں دھنانند کو شکست دے کر موریہ ریاست کی بنیاد رکھی تھی۔ اس ریاست کے قیام میں عظیم برہمن مدبر کوٹلیہ کا تعاون چندر گپت کو حاصل تھا۔

کہا جاتا ہے چانکیہ کو دھنا نند نے کبھی بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا تھا، جب کہ وہ اسے کسی اہم مسئلے پر مشورہ دینے گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی بے عزتی کا بدلا لینے کے لیے چندر گپت موریہ کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ ہر قسم کا تعاون دے کر اس کی رہنمائی بھی کی۔ جس کی وجہ سے نند خاندان کو شکست ہوئی اور موریہ ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

چندر گپت موریہ کی شخصیت کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ پُرانوں اور یونانی مآخذ کے مطابق وہ شودر ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ بدھ مآخذ مثلاً "مہاو مسا" اور "دیویاودان" کے مطابق وہ کھتری تھا۔ موریہ اس کی ماں کا نام تھا اس نسبت سے کچھ مورخین اس کے خاندان کو موریہ سے منسوب کرتے ہیں کچھ مورخین کا ماننا ہے کہ موریہ ایک قبیلہ تھا اور یہ لفظ اس سے ماخوذ ہے۔ آر۔ کے۔ مکھرجی نے چندر گپت موریہ کو ہندوستان کا پہلا تاریخی حکمراں قرار دیا ہے۔ اس چھوٹی، بڑی ریاستوں کو شکست دے کر باضابطہ طور پر شمالی ہند میں پہلی مرتبہ تقریباً 324 ق۔م کے آس پاس ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کی۔ اس نے سکندر کے گورنر اور اس کی موت کے بعد ایران، افغانستان اور صوغدیانہ کے خود مختار حکمراں سیلوکس نکیٹر کو شمالی مغربی ہندوستان میں شکست دے کر کابل، ہرات، قندھار، بلوچستان کا علاقہ فتح کر لیا اور ایک بڑے علاقے کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

جنگ کے بعد دونوں کے درمیان صلح ہوگئی اور چندر گپت نے سیلوکس کو اس زمانے کے اعتبار سے بے حد اہم ہتھیار یعنی 500 جنگی ہاتھی تحفے میں دیے اور اس سے ازدواجی رشتہ قائم کیا۔ سیلوکس نے میگاستھینز کو اپنا سفیر بنا کر چندر گپت موریہ کے دربار میں بھی بھیجا تھا، جس نے اپنا سفر نامہ "انڈیکا" کے نام سے ترتیب دیا۔ تاریخ میں چندر گپت موریہ ایک فاتح کے طور پر مشہور ہے۔ وہ ایک اچھا حکمراں اور اعلیٰ پائے کا منتظم تھا۔ اس نے 24 سال بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ جین روایتوں کے مطابق اس نے جین مذہب قبول کر کے حکمرانی اپنے بیٹے کو سونپ دی اور خود ترک دنیا اختیار کر کے کرناٹک کے "شراون بیلا گولا" چلا گیا اور وہیں فاقہ کشی کر کے اپنی جان دے دی، جو کہ جین مذہب میں اعلیٰ ترین موت سمجھی جاتی ہے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا "بندوسار" (299۔273 ق۔م) بادشاہ بنا۔ اس نے غیر ملکی حکمرانوں مثلاً یونان اور سیریا کے ساتھ سیاسی رشتے قائم کیے۔ بندوسار نے تقریباً 28 سال تک حکومت کی اور ریاست کی توسیع و استحکام میں اہم کردار ادا کیا۔

5.3 اشوک کی جانشینی اور ابتدائی مشکلات (Ashoka's Successors and Early difficulties)

اشوک ہندوستان کا ایک عظیم اور مشہور ترین سمراٹ تھا۔ اپنے کارناموں کی وجہ سے اس کا شمار دنیا کے عظیم حکمرانوں میں کیا جاتا ہے۔ سمراٹ بننے سے پہلے اشوک اونتی اور تکشیلا کا کمار اماتیہ (گورنر) رہا تھا۔ اس طرح اس نے انتظامی اُمور اور فوجی معرکہ آرائی کا تجربہ حاصل کیا۔ بادشاہ بننے کے بعد اس کے سامنے بڑا چیلنج بھائیوں کی مخالفت تھی۔ جس کی وجہ سے بھائیوں کے درمیان تخت نشینی کی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اس نے اپنے بھائیوں کو شکست دی اور اپنی تاج پوشی کر کے حکومت قائم کی۔ اس جنگ سے متعلق محققین کی مختلف رائے ہے بدھ مآخذ کے مطابق اس نے اپنے 99 بھائیوں کا قتل کر کے اقتدار حاصل کیا تھا، لیکن بھنڈارکر، کے پی جیسوال، آر کے مکھرجی اور نیل کنٹھ

شاستری بھائیوں کے قتلِ عام کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ جانشینی کی جنگ یقیناً ہوئی اور عین ممکن ہے کہ اس نے اپنے چند بھائیوں کو قتل کر کے اقتدار حاصل کیا ہو کیوں کہ اقتدار کے حصول کے لیے بھائیوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی ہے۔ بدھ ماخذ مہاومس اور دیپ ومس میں کچھ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے، لیکن ان کو پوری طرح فرضی اور غلط کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

5.4 اشوک اور کلنگ کی جنگ: اسباب اور نتائج

(Ashoka and War of Kalinga: Causes and Results)

اشوک نے صرف کلنگ کی جنگ لڑی یہ جنگ کلنگ اور مگدھ کے مابین بالادستی کی جنگ تھی اور اس جنگ میں اشوک فتحیاب ہوا لیکن اس جنگ میں کافی لوگ مارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہوئے اور کافی لوگوں کو قیدی بنایا گیا۔ اس ہلاکت خیز جنگ نے اشوک کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ کلنگ کی جنگ کے بعد اس نے جنگ وجدال کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اور عدم تشدّد کا راستہ اختیار کرنے کا عزم کر لیا۔ بدھ ماخذ کے مطابق اس نے بدھ مذہب قبول کر لیا۔ موریہ حکومت کافی وسیع و عریض علاقہ تک پھیل چکی تھی۔ جس کو بڑی جانفشانی سے اس نے قائم ودائم رکھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے نااہل جانشیں وسیع موریہ ریاست کو متحد نہ رکھ سکے اور یہ ریاست آخر کار زوال کا شکار ہو گئی۔

5.5 موریہ ریاست کا نظم ونسق (Mauryan Administration)

کلنگ کی فتح کے بعد موریہ ریاست مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک بڑے علاقے میں پھیل چکی تھی۔ ان فتوحات کو قائم رکھنے کے لیے ایک مستحکم حکومت کی ضرورت تھی چندر گپت موریہ نے جو بذات خود ایک اعلیٰ پائے کا منتظم تھا اس نے ایک منظم حکومت کی داغ بیل ڈالی جس کو اشوک نے مزید وسیع اور مستحکم کر کے ریاست کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ کوٹلیہ نے ارتھ شاستر اور میگا ستھنیز نے انڈیکا میں موریہ نظم ونسق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مورخین کے لیے یہ دونوں بہت اہم ماخذ ہیں۔ نظم ونسق چلانے کے لیے وزرا کی ایک مرکزی کونسل تھی اور ریاست کے امور پر باقاعدہ صلاح ومشورہ کے بعد ہی فیصلہ لیا جاتا تھا۔ یہ بہت بارسوخ اور بااثر کونسل تھی۔ صوبائی علاقوں کے انتظامی امور کو چلانے کے لیے ایک منظم اور باضابطہ افسر شاہی تھی۔ صوبائی انتظامیہ، مرکزی حکومت کے طرز پر قائم تھی۔ بہتر نظام حکومت کے پیشِ نظر صوبوں کو ضلعوں اور ضلعے کو گاؤں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ انتظامیہ کی سب سے چھوٹی اکائی ''گاؤں'' تھی جس کا نظم ونسق گاؤں کی اسمبلی کے سپرد تھا۔ شہری انتظامیہ بھی بہت چاق وچوبند رہتی تھی۔ راجدھانی کی انتظامیہ پر میگا ستھنیز نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ جاسوسی کا نظام قابل تعریف تھا اور عدالتی نظام بھی بہتر اور غیر جانبدار تھا۔ قوانین بہت سخت تھے۔ مرکزی اور مقامی عدالتیں تھی۔ عدالتوں کا نظام بھی بہت چست ودرست تھا۔ دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کی عدالتیں موجود تھیں جن کی کارکردگی بہت مؤثر ہوتی تھی۔ متعدد عدالتوں کے قیام سے لوگوں کو فیصلہ جلد مل جاتا تھا، جو اکثر منصفانہ ہوتا تھا۔

موریہ ریاست کا معاشی نظام بہت منظم تھا۔ حکومت کے لیے لگان آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ تھا۔ لہٰذا موریہ حکمرانوں نے

زراعت اور کسانوں کی طرف خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ آبپاشی کا معقول انتظام تھا اور حکومت کی جانب سے کسانوں کی حوصلہ افزائی سے زراعت کو خوب ترقی ملی۔ تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے میں چندر گپت موریہ اور اشوک نے نمایاں کردار ادا کیا۔ سکّوں کیے زیادہ استعمال سے تجارت کی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ تجارت کے فروغ کے لیے پورے ملک میں سڑکوں کا بہتر نظام تھا۔ میگا ستھنیز پاٹلی پتر سے شمال مغرب تک کی سڑک کا ذکر کرتا ہے۔ یہ سڑک 1150 میل لمبی تھی۔ زراعت کے فروغ کے لیے موریہ حکمرانوں نے نہروں اور آبپاشی کے دوسرے ذرائع کو فروغ دیا۔ مثلاً چندر گپت موریہ کے زمانے میں گرنار میں سدرشن جھیل کے اوپر ایک بہت بڑا ڈیم تعمیر ہوا۔

موریہ حکمرانوں نے ایک منظّم فوجی نظام قائم کیا۔ میگا ستھنیز نے موریہ فوجی طاقت کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ چندر گپت کے ہاتھوں یونانیوں کی شکست اور کلنگ کی جنگ میں اشوک کی فتح اسی منظم فوج کی دین تھی۔ چندر گپت موریہ نے جو انتظامی ڈھانچا قائم کیا تھا اس کو اشوک اور اس کے جانشینوں نے قائم رکھا۔ اشوک نے اس میں وقت کی ضرورت کے پیش نظر کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ اشوک کے زیر نگرانی موریہ حکومت ایک رفاہی حکومت میں تبدیل ہوگئی تھی، کیوں کہ اشوک عوام کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور ان کی خوشحالی اس کا نصب العین تھا۔ آر سی مجمدار لکھتے ہیں ”اشوک کے علاوہ کسی اور حکمراں نے عوام اور حکمراں میں اس طرح کے رشتوں کو واضح لفظوں میں بیان نہیں کیا۔“

5.6 اشوک کی مذہبی پالیسی: دھمّ (Ashoka's Religious Policy: Dhamma)

اشوک تاریخ میں اپنی مذہبی پالیسی دھم کی وجہ سے بھی مشہور ہوا۔ اس نے جنگ وجدال ترک کرکے دلوں کو جیتنے کی پالیسی اختیار کی۔ دھمّ پراکرت زبان کا لفظ ہے اور اسی سے سنسکرت زبان میں دھرم مشتق ہے۔ محققین دھمّ کے متعلق مختلف رائے رکھتے ہیں۔

- جی بھنڈار کر اس کو سیکولر بدھ مت سے تعبیر کرتے ہیں۔
- ایس ڈبلیو تھامس کے مطابق اشوک نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا لیکن جس دھمّ کی تبلیغ واشاعت وہ کرتا تھا وہ بدھ مذہب نہیں تھا۔
- وی۔ اے۔ اسمتھ کا خیال ہے کہ اشوک کا دھمّ کسی خاص مذہب سے وابستہ نہیں تھا بلکہ تمام مذاہب میں موجود خوبیوں کا مجموعہ تھا۔
- آر۔ کے۔ مکھرجی لکھتے ہیں کہ دھمّ کوئی خاص مذہب نہیں تھا، بلکہ ذات پات سے بالاتر اخلاقی اصولوں کا مجموعہ تھا۔

کچھ دیگر مورخین کا خیال ہے کہ اس نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا اور پوری زندگی اس کی تبلیغ واشاعت میں صرف کی، لیکن دوسرے محققین کا ماننا ہے کہ اس نے بدھ مذہب کی بنیادی تعلیمات کو پھیلانے پر زور نہیں دیا بلکہ ان اخلاقی قدروں کی تبلیغ کی جو تمام مذاہب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اشوک کا ذاتی مذہب بدھ مت ضرور تھا اور دھمّ جس کی اس نے اشاعت کی وہ بدھ مذہب سے متاثر تھا مگر اس میں دوسرے مذاہب کی بھی اخلاقی قدریں موجود تھیں۔

اشوک کا دھمّ دراصل مذہب سے زیادہ سماجی اور اخلاقی قدروں پر مشتمل تھا وہ اس بات میں یقین رکھتا تھا کہ لوگ آپسی بھائی چارے اور میل محبت سے زندگی گزاریں۔ وہ کئی سیاسی، سماجی اور معاشی وجوہات کی بنا پر دھمّ کا پیروکار تھا۔ ایک متحدہ حکومت اور مختلف سماجی طبقات میں باہمی اتحاد و یگانگت اور ملک کی سالمیت واستحکام کے لیے یہ ضروری بھی تھا۔ موریہ عہد حکومت میں تجارتی سرگرمیوں اور معاشی خوشحالی

کی وجہ سے ایک نیا طبقہ پیدا ہوا جو شہروں میں رہتا تھا اور خوشحال بھی تھا اس نے اشوک کے دھّم کو خوشی خوشی قبول کیا۔

5.7 موریہ ریاست کا زوال اور اس کے اسباب

(Decline of Mauryan Empire and its Causes)

232ق م میں اشوک کے انتقال کے بعد موریہ ریاست کو اشوک کے جانشیں زیادہ دنوں تک سنبھال نہیں پائے اور یہ وسیع و عریض ریاست انتشار کا شکار ہوگئی۔ جانشینوں سے متعلق تاریخی ماخذ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر پرانوں کے مطابق ''کنال'' اس کا جانشیں تھا لیکن دیویاودان اس بات سے متفق نظر نہیں آتا۔ اس کے مطابق اس کا جانشیں ''سمپرادی'' تھا۔ کلہن کی راج ترنگی کے مطابق اشوک کا جانشیں جالوک تھا۔ تبتی مورخ تاراناتھ کی رائے بھی مختلف تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کے انتقال کے فوراً بعد اس کی ریاست اس کے بیٹوں کے درمیان تقسیم ہوگئی۔ جس سے ایک مضبوط افسر شاہی اور طاقتور فوج کو رکھنا اشوک کے کسی ایک جانشیں کے لیے مشکل ہوگیا۔ اسی اندرونی خلفشار کی وجہ سے شنگوں اور کنوؤں کو اسے اکھاڑ پھینکنے کا موقع ملا۔ موریہ سلطنت کے زوال کے تعلق سے محققین میں اختلاف رائے ہے اور اس بات پر بھی کہ اشوک کی سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشی پالیسیاں اس کے لیے کس حد تک ذمہ دار تھیں، مورخین متفق نہیں ہیں۔

پٹنہ میں کمہرار کے مقام پر پائے گئے ستون والے موریائی محل کے باقیات، (ASIEC 1912-13 ref. Wikipedia)

5.8 سیاسی اسباب (Political Causes)

اشوک کے جانشیں بہت کمزور تھے اور وہ اتنی وسیع ریاست کو کنڑول کرنے میں ناکام رہے۔ ''رومیلا تھاپر'' (Romila Thapar) کا خیال ہے کہ موریہ ریاست بہت زیادہ مرکزیت پسند افسر شاہی (Centralized Bureaucracy) پر مشتمل تھی ، جس کے لیے ایک طاقتور حکمراں اور مضبوط مرکزی حکومت کی ضرورت تھی۔ آخری طاقتور حکمراں اشوک کے بعد اس کے جانشینوں میں سے کوئی ایک بھی اتنا باصلاحیت نہیں تھا جو اتنی بڑی ریاست اور نہایت پیچیدہ انتظامی ڈھانچے کو سنبھال سکے جس کی وجہ سے موریہ ریاست روبہ زوال ہو گئی۔

وہ مزید لکھتی ہیں کہ ''موریہ ریاست کے زوال کو فوجی سرگرمیوں کے فقدان، برہمنی ردِّ عمل اور مخالفت، بغاوت اور معاشی بوجھ کے پس منظر میں تشفی بخش طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔'' زوال کے کچھ اور ہی بنیادی اسباب تھے۔ وہ لکھتی ہیں کہ ''موریہ ریاست کی توسیع اور استحکام اسی افسر شاہی کی دین تھی۔ موریہ ریاست کی کامیابی ان کی صلاحیت اور وفاداری پر قائم تھی۔ لیکن بعد میں اس میں بہتر نوعیت کے عملہ کی تقرری نہیں کی گئی جس سے یہ بدعنوانی کا شکار ہو کر ریاست اور خزانے پر بوجھ بن گئی۔ اس کے علاوہ کوئی نمائندہ اسمبلی بھی نہیں تھی۔ حکمرانوں نے بھی عدلیہ اور مقننہ کو الگ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی لہٰذا بادشاہ کے ہاتھ میں اقتدارِ اعلیٰ مرکوز تھا۔ بادشاہ کی شخصیت پر حکومت کی کارکردگی منحصر تھی۔ کمزور حکمرانوں کی جانشینی کے بعد ایسی انتظامیہ کو ناکام ہونا ہی تھا۔''

معاشی اور تہذیبی اختلاف ایک ریاستی نظریہ کے حصول میں بہت بڑی رُکاوٹ تھی لہٰذا موریہ ریاست کے زوال کے لیے بے پناہ مرکزیت پر مبنی انتظامی ڈھانچے اور قومی جذبہ کے فقدان کو رومیلا تھاپر ریاست کے زوال کے لیے ذمے دار مانتی ہیں۔

رومیلا تھاپر کے ذریعے مرکزیت پسند افسر شاہی کو زوال کے لیے ذمے دار ٹھہرانا عقلیت پر مبنی ہے لیکن ان کا موریہ ریاست میں قومی جذبے کے فقدان کو موردالزام ماننا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ جدید دور کا نظریہ ہے اور تیسری صدی ق۔م کے موریائی سماج میں قومی جذبے کی تلاش بے معنی ہے۔ دورِ جدید کی طرح عوام کے نمائندہ ادارے اس وقت ممکن نہیں تھے۔ چنانچہ ''اپیندر سنگھ'' اس سے متفق نہیں ہیں کیوں کہ قدیم عہد میں ان سب چیزوں کی توقع نہیں کی جاسکتی، لہٰذا صرف ذاتی حکومت اور مرکزیت پسند افسر شاہی کو موریہ ریاست کے زوال کی بنیادی وجہ نہیں کہہ سکتے۔

5.9 معاشی اسباب (Economic Causes)

عظیم ریاستوں کے زوال میں معاشی اسباب کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ ڈی۔ ڈی۔ کوسامبی (D.D. Koshambi) کے مطابق موریہ ریاست کے زوال کی بنیادی وجہ معاشی بحران تھا۔ موریہ ریاست ایک بہت عظیم ریاست تھی جو بہت ہی وسیع وعریض علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے نظم ونسق کو چلانے کے لیے بہت بڑی افسر شاہی اور اس کے تحفظ کے لیے طاقتور فوج کی ضرورت تھی

جس کو منظم کرنے پر حکومت کا بہت زیادہ خرچ آتا تھا۔اس بھاری بھر کم خرچ کو پورا کرنے کے لیے مجبوراً انہوں نے غیر معیاری سکے جاری کیے جس کا براہ راست اثر زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت پر پڑا۔ لہٰذا حکومت رفتہ رفتہ مالی بحران کا شکار ہو گئی، جس کا خمیازہ حکومت اور عوام دونوں کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ موریہ ریاست کا زوال یقینی ہو گیا۔

تاہم دورِ جدید کے محققین ،ڈی۔ڈی۔ کوشامبی کے نظریے سے اتفاق نہیں رکھتے۔ان کا ماننا ہے کہ حکمراں اور عوام دونوں اس عہد میں خوش حال تھے،اس لیے معاشی خستہ حالی کو ریاست کے زوال کے لیے مورد الزام ٹھہرانا حق بجانب نہیں ہے۔ان محققین میں سے کچھ کی رائے ہے کہ اشوک کے جانشینوں کے دور میں غیر مستحکم معیشت کے لیے خود اشوک کی بہت سی پالیسیاں ذمہ دار تھی۔اشوک کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ اشوک نے جنگ وجدال کو ترک کر کے عدم تشدد (کسی کو تکلیف نہ دینا) کی پالیسی اپنائی تھی۔اس کی وجہ سے جنگ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت جو حکومت کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ تھا، وہ بند ہو گیا۔اشوک نے اپنی دھمّ پالیسی کی تبلیغ واشاعت کے لیے دھمّ مہاماتر جیسے افسران مقرر کیے جن سے حکومت پر اضافی خرچ کا بوجھ بڑھ گیا۔اشوک نے رفاہِ عامہ کے منصوبوں پر بھی کافی پیسہ خرچ کیا، جس کی وجہ سے سرکاری خزانہ خالی ہو گیا اور ریاست مالی بحران کا شکار ہو گئی۔ جہاں ایک طرف موریہ ریاست معاشی بحران کا شکار ہوئی وہیں دوسری جانب نااہل جانشیں اس دیوالیہ پن سے نپٹنے کے لیے کوئی بہتر منصوبہ بندی نہیں کر سکے، جس سے حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا۔ لہٰذا موریہ ریاست زوال کا شکار ہو گئی۔

5.10 مذہبی اسباب (Religious Causes)

موریہ ریاست کے زوال کا سبب کچھ مورخین مذہبی اسباب کو بتاتے ہیں ۔"ہر پرساد شاستری" (HarparsAD Shastri) کا ماننا ہے کہ اشوک کے ذریعے بدھ مذہب کی سرپرستی ور ہنمائی اور اس کی تبلیغ واشاعت' رسم ورواج بالخصوص جانوروں کی قربانی سے اجتناب' برہمنی روایات اور رسومات سے پرہیز، شودروں کو سماجی رتبہ فراہم کرنے اور بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے دھما مہاماتروں کی تقرری سے برہمنوں میں شدید غم وغصہ پھیل گیا۔ برہمنوں کو اپنی عزت، وقار اور روزی روٹی خطرے میں دکھائی دینے لگی۔ سمراٹ اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت کی وجہ سے وہ شاہی سرپرستی سے محروم ہو گئے تھے۔ جانوروں کی قربانی اور یگیہ وغیرہ پر پابندی لگائے جانے کی وجہ سے ان کو ملنے والی دان دکشنا میں کمی آگئی۔ قدیم سماجی و معاشرتی نظام میں برہمن خود کو اس کا محافظ تصور کرتے تھے۔ سمراٹ اشوک نے سماجی و معاشرتی بالادستی کو پس پشت ڈال کر شودروں کی سماجی حیثیت میں اضافہ کر دیا تھا، جس سے برہمنوں کا ایک بڑا طبقہ اشوک سے ناراض ہو گیا۔مزید برآں دھم مہاماتروں کی تقرری سے سماج میں برہمنوں کے دبدبے میں کمی آگئی۔ان تمام باتوں کا شدید رد عمل برہمنی بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ سپہ سالار پشیہ مترا کی رہنمائی میں برہمنوں نے ایک کامیاب بغاوت کی اور آخری موریہ حکمراں برہدرتھ کو قتل کر کے پشیہ متر شنگ نے ایک نئے حکمراں خاندان کی بنیاد ڈالی۔ شنگوں کے بعد کنووں نے حکومت قائم کی۔ قابل غور ہے کہ شنگ اور کنوّ دونوں برہمن حکمراں خاندان تھے۔

لیکن ہر پرشاد شاستری کے اس خیال کو بھی محققین رد کردیتے ہیں کیوں کہ تاریخی شواہد سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اشوک نے برہمنوں سے کوئی برا سلوک کیا ہو یا ان کو دان دکشنا دینا بند کردیا ہو یا دھم مہاماتر کے طور ان کی تقرری پر روک لگائی ہو۔ اس بات کے شواہد کہیں نہیں ملتے کہ برہمنوں نے کوئی منظم بغاوت کی، یا پھر ایسا کوئی منصوبہ بنایا، جب کہ دوسری طرف تاریخی مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک خود برہمنوں کا احترام کرتا تھا اور اس کے لیے اس نے عوام سے بھی اپیل کی تھی۔ پشیہ متر کی بغاوت سے برہمنوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ موریہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ موریہ حکمرانوں کی کمزوری اور ان کی ناعاقبت اندیشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے بغاوت کردی اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اس طرح موریہ ریاست کا اختتام ہوا اور ایک نئے خاندان ''شنگ'' کی حکومت قائم ہو گئی۔

کچھ محققین کا خیال ہے کہ موریہ ریاست کے زوال کی بنیادی وجہ دراصل اشوک کی مذہبی پالیسی تھی۔ ان کا یقین ہے کہ اشوک کی امن پسند پالیسی اور عدم تشدد (اہنسا) کی حکمت علمی نے فوجی اور انتظامی قوت کو اس حد تک کھوکھلا کردیا جس کے نتیجے میں ریاست زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی۔ اشوک کی امن پسندی اور عدم تشدد کی پالیسی نے فوجیوں کی حوصلہ مندی کے جذبے کو کمزور کردیا۔ ان کی جنگ جویانہ ہمت رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی گئی جس کی وجہ سے وہ یونانی حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کرسکے اور داخلی بغاوتوں کو کچلنے میں بھی ناکام رہے۔

ان خیالات کی ترجمانی ''ایچ۔ سی۔ رائے چودھری''(H.C. Ray Chaudhry) نے بھی کی۔ ان کا ماننا ہے کہ اشوک کی مذہبی پالیسی کی وجہ سے فوجی قوت مدافعت میں کمی آئی اور ملک میں داخلی انتشار پھیل گیا جس کو کنٹرول کرنے میں فوج ناکام رہی۔ ان خیالات کو مورخین کی بڑی تعداد نے ماننے سے انکار کیا ہے۔ بلاشبہ اشوک کی عدم تشدد کی پالیسی نے فوج کے حوصلے اور ہمت کو متاثر کیا لیکن اس کی اس پالیسی کو بنیادی وجہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ موریہ عہد کے تاریخی ماخذ سے ہمیں اس بات کے شواہد نہیں ملتے ہیں کہ اشوک نے اپنی فوجی قوت کو کم کیا ہو یا پھر نظم و ضبط سے کوئی مصالحت کی ہو۔ اس کے جانشیں ''جالوک''(Jaloka) نے اسی فوج کی مدد سے یونانیوں کو شکست دی۔ موریہ فوج کے کمانڈر اور بعد میں بغاوت کر کے شنگ حکومت قائم کرنے والے پشیہ متر شنگ نے یونانی حملہ آور دیمتریس کو اسی فوج کے بل بوتے پر شکست سے دوچار کیا اور اس کی پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) کی طرف پیش قدمی کو بھی روک دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اشوک کی مذہبی پالیسی یا عدم تشدد اور امن دوستی کی وجہ سے موریہ فوج کمزور نہیں ہوئی۔

کچھ محققین کا ماننا ہے کہ اشوک کے جانشینوں کے درمیان آپسی خانہ جنگی اور ریاست کے بٹوارے کی وجہ سے ریاست کی بنیاد کمزور ہو گئی۔ یہ مفروضہ بہت حد تک درست معلوم ہوتا ہے۔ آپسی خانہ جنگی اور ریاست کے بٹوارے سے سیاسی اور سماجی تفرقہ بازی کو موقع ملا جس کی وجہ سے خانہ جنگی ایک مسلسل مسئلہ بنی رہی۔ مثلاً ''کنال اور سمپرتی'' کے درمیان مسلسل خانہ جنگی۔ جلوک نے یونانیوں کو ملک بدر کرنے کے لیے جنگ کی جب کہ اس کا بھائی سمبھوانی یونانیوں کی مدد کر رہا تھا۔ آپس کے سیاسی اختلافات نے خانہ جنگی کو جنم دیا جس نے سیاسی اور معاشی بنیادوں کو کمزور کردیا۔ جس کی وجہ سے موریہ ریاست کا زوال ہوا۔

5.11 سماجی وجوہات (Social Causes)

موریہ ریاست کا سماجی نظام بھی موریہ ریاست کے زوال کے لیے بہت حد تک ذمہ دار تھا۔ ورن آشرم اور ذات پات کا نظام بہت پیچیدہ اور سخت تھا۔ میگا ستھنیز نے ہندوستانی معاشرے کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم لوگوں کی کاروباری زندگی کی بنیاد پر کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے اور سماج کو سطحی نظر سے دیکھنے کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں اس وقت معاشرہ روایتی طور پر چار طبقوں اور کچھ نچلی ذاتوں میں منقسم تھا جس کو کہ پیدائش کی بنیاد پر مانا گیا تھا۔ ان طبقات میں آپسی شادی بیاہ اور کھان پان ممنوع تھا۔ اشوک کی پالیسی کی وجہ سے اس عہد میں اگرچہ شودروں کی زندگی میں قدرے بہتری آئی تھی پھر بھی ان کو سماجی معاشی اور مذہبی عدم مساوات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کیوں کہ اس وقت سماج میں ذات پات کا نظام استحصال پر مبنی تھا جس کی وجہ سے معاشرے میں طبقاتی کشمکش اور سماجی تناؤ بنا رہتا تھا۔ پرانوں کے مطابق موریہ حکمرانوں کا تعلق نچلے طبقے سے تھا۔ ''وشنو پران''(Vishnu Puran) کے مطابق چندر گپت موریہ کی پیدائش ایک معمولی خاندان اور ادنیٰ ذات میں ہوئی تھی۔ کچھ تاریخی ماخذ میں اس کی ماں کا تعلق شودر ذات سے بھی بتایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ طبقے میں موریہ حکمرانوں کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جاتا تھا۔ جب تک موریہ حکمراں طاقتور رہے اس وقت تک ان کے خلاف اعلیٰ طبقے نے باغیانہ رویہ اختیار نہیں کیا لیکن اشوک کے انتقال کے بعد جب موریہ حکومت انتشار کا شکار ہوئی اور اس کے جانشینوں کے دور میں موریہ حکومت کئی حصوں میں منقسم ہو گئی تو مختلف طبقوں نے موریوں کے خلاف سر اٹھانا شروع کر دیا۔ لیکن تاریخی ماخذ بطور خاص بدھ ادب سے اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ موریہ حکمراں چھتری تھے اور چندر گپت کا تعلق ایک چھتریہ قبیلے سے تھا جس کا نام موریہ تھا۔ یقیناً یہ برہمنوں کی سازش رہی ہوگی کہ موریوں کو کم اصل ثابت کر کے ان کی حکمرانی کے جواز کو کمزور کیا جا سکے اور وقت آنے پر رائے عامہ کو ان کا مخالف کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل کیا جا سکے۔

5.12 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

چندر گپت نے 314ق۔م میں کوٹلیہ کی مدد سے عظیم موریہ ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس نے پہلے غیر ملکی یونانیوں کو شکست دے کر شمال مغربی ہندوستان کو پھر سے حاصل کیا۔ مزید فتوحات اور نند حکمراں کو ہرانے کے بعد نئی ریاست قائم کی اور پاٹلی پتر کو اس کی راجدھانی بنایا۔ بندوسار نے موریہ ریاست کی توسیع اور اسے مستحکم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اشوک موریہ ریاست کا سب سے مشہور بادشاہ تھا۔ اس نے کلنگ کی جنگ کے بعد بدھ مذہب قبول کر لیا اور دھمّ پالیسی یا مذہبی رواداری پر تاحیات کاربند رہا۔ اس نے جنگ و جدال ترک کر دیا اور دھمّ کی تبلیغ واشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ اشوک کے بعد موریہ ریاست کا شیرازہ بکھر گیا، اس کے جانشینوں میں موریہ ریاست جیسی وسیع و عریض مملکت کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت نہ تھی جس کی وجہ سے ریاست زوال کا شکار ہو گئی، بعض مورخین اشوک اور اس کی پالیسیوں کو زوال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، لیکن ریاست کے زوال کے اور بھی بہت سے اسباب تھے۔ رومیلا تھاپر کے مطابق کمزور جانشیں بے حد مرکزی افسر شاہی اور پیچیدہ انتظامی ڈھانچے کو سنبھال نہیں سکے۔ بدعنوانی اور انتظامی ڈھیلے پن کی وجہ سے ریاست ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو گئی۔ ڈی ڈی کوشامبی کے مطابق بے حد پیچیدہ اور لمبے چوڑے انتظامی ڈھانچے ساتھ ہی ایک طاقت ور فوج کے رکھ رکھاؤ پر بے تحاشہ خرچ

نے خزانہ خالی کر دیا۔ نااہل اور عیاش جانشیں اس کے سدباب کے لیے کوئی واضح منصوبہ بندی نہ کر سکے جس کے نتیجے میں ریاست مالی بحران کا شکار ہو کر زوال پذیر ہو گئی۔

ہر پرساد شاستری کے نزدیک اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت اور برہمنی رسوم و روایات سے بیزاری شدید برہمنی بغاوت کی شکل میں نمودار ہوئی اور بالآخر پشیہ متر شنگ نے جو کہ ایک برہمن تھا موریہ ریاست کے آخری حکمراں برہ درتھ کا قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر دی۔ ایچ سی رے چودھری کے مطابق دھم پالیسی اور جنگ وجدال سے اجتناب نے فوجی طاقت اور حوصلہ مندی کو کمزور کر دیا جس سے وہ بیرونی خطرات اور داخلی دشواریوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور اختتام پذیر ہو گئی۔

اشوک کے جانشینوں کی آپسی خانہ جنگی اور سلطنت کا بٹوارہ بہت حد تک زوال کا صحیح سبب معلوم ہوتا ہے۔ سماجی اعتبار سے شودروں کا رتبہ بڑھانا اور غیر برہمنی فرقوں کی موریہ حکمرانوں کے ذریعے سرپرستی ریاست کے حق میں بہتر ثابت نہیں ہوئی۔ اس طرح متعدد اسباب اور وجوہات کی بنا پر ریاست زوال کا شکار ہوئی۔ اس کے لیے کسی ایک سبب کو بطور خاص اس کا ذمے دار نہیں مانا جا سکتا۔ موریہ سلطنت کے تقریباً 500 سال بعد گپت حکمراں ہی ایک طاقت ور مرکزی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے مگر وہ بھی وسعت اور ہمہ گیری میں موریہ حکمرانوں کے مقابل نہیں پہنچ سکے۔

5.13 کلیدی الفاظ (Keywords)

وشنو پران	:	اتیہاس پران روایت سے وابستہ تقریباً چوتھی یا تیسری صدی کی برہمنی تصنیف
پشیہ متر شنگ	:	آخری موریہ حکمراں برہ درتھ کا سیناپتی، جس نے اسے قتل کر کے شنگ خاندان کی بنیاد رکھی
ارتھ شاستر	:	چندر گپت موریہ کے وزیر اعظم اور مشیر خاص کوٹلیہ کی تصنیف
انڈیکا	:	موریہ دربار میں سیلیوکس نکیٹر کے سفیر میگاستھنیز کی ہندوستان سے متعلق روداد
قیام اور توسیع	:	بنیاد رکھنا اور پھیلانا
عدم تشدد	:	کسی جاندار کو تکلیف نہ پہنچانا
انتشار	:	ٹوٹ کر بکھرنا
غیر ملکی سیاح	:	دوسرے ملک سے گھومنے کے لیے آنے والا
دیپ ومس مہاومس اور دویاودان		
	:	بدھ ادب کی اہم کتابیں جو شری لنکا میں پائی گئیں۔
فوجی معرکہ آرائی	:	سپاہیوں کے ذریعے جنگ وغیرہ
کونسل	:	کوئی کمیٹی یا مشورے کے لیے بنائی گئی جماعت

آبپاشی	:	کھیت وغیرہ کو پانی دینا یا سینچائی
مرکزیت پسند افسر شاہی	:	مرکز سے متعینہ افسروں کے ذریعے سرکاری کام کاج
برہمنی رد عمل	:	برہمنوں کے ذریعے جوابی کاروائی
فقدان	:	کمی
بحران	:	دیوالیہ ہو جانا، سخت مشکل میں آجانا

5.14 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

5.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. موریہ ریاست کی راجدھانی کیا تھی؟

(a) چمپا (b) اجین (c) شراوستی (d) پاٹلی پتر

2. دھنانند کس خاندان کا حکمراں تھا؟

(a) نند (b) ششوناگ (c) ہرنیک (d) شنگ

3. چندر گپت نے کس کو 500 ہاتھی تحفے میں دیے؟

(a) سکندر (b) سیلیوکس نکیٹر (c) انٹی اوکس (d) ٹالمی

4. بادشاہ بننے سے پہلے اشوک کہاں کا گورنر رہا تھا؟

(a) دکشنا پتھ (b) ٹکشلا (c) انگ (d) ویشالی

5. دھم کس زبان کا لفظ ہے؟

(a) تمل (b) سنسکرت (c) پراکرت (d) اپبھرنش

6. کس ملک سے جنگ کے بعد اشوک نے دگ وجے کو ترک کر دیا؟

(a) کلنگ (b) سری لنکا (c) تملاکم (d) کوئی نہیں

7. اشوک نے دھم کی اشاعت کے لیے اپنے بیٹے اور بیٹی کو کس ملک بھیجا تھا؟

(a) کلنگ (b) سری لنکا (c) تملاکم (d) کوئی نہیں

8. کس مورخ کے مطابق موریہ ریاست بہت زیادہ مرکزیت پسند افسر شاہی پر مشتمل تھی؟

(a) رومیلا تھاپر (b) میکس ویبر (c) ڈی ڈی کوشامبی (d) اے ایل باشم

9. اشوک کے ذریعے بدھ مذہب کی سرپرستی کس کے نزدیک زوال کا اہم سبب تھی؟

(a) ہرپرساد شاستری (b) ہیم چندر رائے چودھری (c) رومیلا تھاپر (d) ڈی این جھا

10. راجا بننے سے پہلے پشیہ متر کون تھا؟

(a) اماتیہ (b) راجک (c) آیکت (d) سیناپتی

5.14.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریہ ریاست کے قیام میں چندر گپت موریہ اور اشوک کے کردار کا جائزہ لیجیے۔
2. اشوک کی جانشینی اور ابتدائی مشکلات کا کلنگ کی جنگ کے پس منظر میں تبصرہ کیجیے۔
3. کلنگ کی جنگ نے اشوک کی زندگی پر کیا اثرات مرتب کیے تنقیدی جائزہ لیجیے۔
4. اشوک کی مذہبی پالیسی کی اہم خصوصیات اور بنیادی تعلیمات پر روشنی ڈالیے۔
5. موریہ ریاست کے زوال کا تنقیدی جائزہ پیش کیجیے۔

5.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. اشوک کی مذہبی پالیسی پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیجیے۔
2. ریاست کے زوال کے سیاسی اور معاشی اسباب بیان کیجیے۔
3. مذہبی اسباب کس حد تک زوال کے لیے ذمہ دار تھے، وضاحت کیجیے۔

5.15 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Samuel, Geoffrey, "*The Origins of Yoga and Tantra. Indic Religions to the Thirteenth Century*". Cambridge University Press. 2010
2. Raychaudhuri, H. C. "*India in the Age of the Nandas*". In K. A. Nilakanta Sastri (ed.). "*Age of the Nandas and Mauryas*" (Second ed.). Delhi: Motilal Banarsidas. 1988
3. Raychaudhuri, H. C.; Mukherjee, B. N. (1996). *Political History of Ancient India: From the Accession of Parikshit to the Extinction of the Gupta Dynasty*. Oxford University Press.1996
4. Hermann Kulke; Dietmar Rothermund, *A History of India* (4th ed.). London: Routledge. 2004
5. Irfan Habib; Vivekanand Jha (2004). "*Mauryan India*" *(A People's History of India).* Aligarh Historians Society / Tulika Books. 2004
6. Schwartzberg, J. E. "*A Historical Atlas of South Asia*". University of Oxford Press.1992
7. Keay, John. "*India, a History*". New York: Harper Collins Publishers. 2000
8. John Cort (2010). *Framing the Jina: Narratives of Icons and Idols in Jain History*. Oxford University Press. 2010.
9. Grainger, John D. *Seleukos Nikator (Routledge Revivals): Constructing a Hellenistic Kingdom*. Taylor & Francis. 2014
10. Kosmin, Paul J. "*The Land of the Elephant Kings: Space, Territory, and Ideology in Seleucid Empire*". Harvard University Press. 2014.
11. Mookerji, R. K. "*Chandragupta Maurya and His Times*". Motilal Banarsidas. 1966

12. Majumdar, R. C. *Ancient India.* Motilal Banarsidas. 2003
13. Romila Thapar *Early India: From the Origins to A.D. 1300*. University of California Press. 2004.
14. Sen, S. N. "*Ancient Indian History and Civilization"*. New Age International. 1999
15. Singh, Upinder *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century*. Pearson. 2008
16. Thapar, Romila, "*The Past Before Us"*, Harvard University Press, 2013
17. اے ایل باشم، ہندوستان کا شاندار ماضی (اردو ترجمہ۔ دَونڈر دیٹ واز انڈیا) قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔
18. ڈی ڈی کوشامبی، ہندوستانی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، (اردو ترجمہ۔ کلچر اینڈ سویلیزیشن آف انڈیا اَن ہسٹوریکل پرسپیکٹو) قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 6۔اشوک کا دھمّ

(Ashoka's Dhamma)

اکائی کے اجزا

6.0 تمہید

6.1 مقاصد

6.2 دھم کا معنٰی و مفہوم

6.3 دھم کا تاریخی پس منظر

6.3.1 دھم کا مذہبی پس منظر

6.3.2 مذہبی اور سیاسی پس منظر

6.3.3 سیاسی صورتِ حال

6.4 اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت

6.5 دھم اختیار کرنے کے اسباب

6.6 اشوک کا دھم اور اس کی تعلیمات

6.7 اشوک کے فرامین میں دھم کی وضاحت

6.8 دھم کی نوعیت

6.9 کلیدی الفاظ

6.10 اکتسابی نتائج

6.11 نمونہ امتحانی سوالات

6.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

6.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

6.11.3 مختصر جوابات کے حامل سوالات

6.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

6.0 تمہید (Introduction)

راجا اشوک کو موریہ خاندان کا سب سے عظیم حکمراں مانا جاتا ہے۔ کئی مورخین کا یہ بھی ماننا ہے کہ اشوک صرف موریہ خاندان کا ہی نہیں بلکہ عہد قدیم کا سب سے طاقتور اور عظیم حکمراں تھا۔ اس کے باوجود تقریباً ایک صدی قبل تک اس کے بارے میں بہت کم جانکاری ملتی ہے۔ 1837ء میں ایک انگریز افسر جیمس پرنسیپ نے اس کے کتبوں کو پڑھا، جو برہمی رسم الخط میں تحریر تھے۔ ان کتبوں میں ''پریہ درشی'' سمراٹ اشوک کو ''دیونام پریہ پالیہ'' اور ''پیاداسی'' (دیوتاؤں کا محبوب) جیسے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اشوک کے زمانے کے کئی کتبات جو ستونوں اور پتھر کی چٹانوں پر کندہ ہیں دریافت ہوئے ہیں جن سے ہمیں راجا اشوک کے حالاتِ زندگی، طرزِ حکومت اور فلسفۂ حیات کے بارے میں گراں قدر معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی دھرم پالیسی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

اشوک سمراٹ کی دھم پالیسی آج بھی مورخین کے درمیان بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ آج بھی اس کا تسلی بخش جواب تلاش کیا جا رہا ہے۔ جس پر مورخین نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ کلنگ کی جنگ اور اس کی فتح اشوک کے دور حکومت کا ایک اہم واقعہ تھا۔ کلنگ کی جنگ نے اشوک کی زندگی پر انتہائی گہرا اثر ڈالا تھا۔ اس جنگ نے موریہ عہد کی تاریخ کا رخ ہی موڑ دیا۔ یہ بڑی شدید لڑائی تھی جس میں تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار لوگ ملک بدر ہوئے۔ ایک لاکھ کے قریب قتل ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ زخمی ہوئے تھے۔ اتنی بڑی تباہی اور بربادی کو اشوک نے قریب سے دیکھا اور انتہائی شدت سے محسوس کیا تھا۔ اس لڑائی کا اسے بے حد رنج اور صدمہ پہنچا۔ بے پناہ قتل و غارت گری کو دیکھ کر وہ اس قدر پشیمان ہوا کہ آئندہ کوئی بھی جنگ نہ لڑنے کا عزم مصمم کیا۔ اب اس نے جنگ کے بجائے دھم (دھرم) کے ذریعہ دلوں کو جیتنے کا عہد کیا۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اشوک سمراٹ کے ذریعہ اختیار کی گئی دھم پالیسی کا پس منظر جان سکیں۔
- دھم کے معنی و مفہوم کی وضاحت کر سکیں۔
- اشوک کے دھم فرامین کا جائزہ لے سکیں۔
- راجا اشوک کے مذہبی خیالات پر روشنی ڈال سکیں۔
- دھم کے فروغ کے اقدامات پر گفتگو کر سکیں۔

6.2 دھم کا معنیٰ و مفہوم (Meaning of Dhamma)

دھم سنسکرت زبان میں استعمال ''دھرم'' کا پراکرت لفظ ہے، جس کا ترجمہ موجودہ دور میں مذہب کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ یہ ''اشوک کا دھم'' کوئی نیا دین، مذہب، یا عقیدہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک ایسا طریقۂ عمل تھا جس میں زندگی گزارنے کے دستور اور اس کے اصول و ضوابط شامل تھے۔ اشوک نے اپنے دھم کی توضیح تشریح اور توسیع کے لیے مختلف ذرائع کا استعمال کیا ہے۔ ہمیں اس کے مختلف طرز کے کتبوں سے اس کے بارے میں جانکاری ملتی ہے۔

''دھم''، سنسکرت کے لفظ ''دھرم'' کا پراکرت زبان میں مترادف ہے لیکن اشوک کے ''دھم'' کے کئی مفہوم بیان کیے جاتے ہیں مثلاً اشوک کے ''دھم'' کو مذہب کا احترام (Piety)، اخلاقی زندگی کی عظمت اور مذہبی عقیدت و احترام وغیرہ کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔ یونانی اور آرامی کہاوتوں اور کہانیوں میں جنھیں پراکرت دستاویزوں کی بنیاد پر لکھا گیا ہے ان میں بھی ''دھم'' کا ذکر ہے لیکن یہ کہانیاں پراکرت تحریروں کا محض ترجمہ ہیں۔ پراکرت تحریروں میں اشوک نے جسے دھم کہا ہے اس کا یونانی یا آرامی مفہوم بودھ دھرم یا مذہب ہرگز نہیں ہے۔ آرامی زبان میں ''دھم'' کا مفہوم ''دات'' ہے جس کا مفہوم ''دستور، قانون اور رسم و رواج'' اور ''کست''، یعنی صداقت اور سچائی ہے۔ یونانی کتبوں میں ''دھم'' کا مترادف ''ایوسیبیا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ''عدل و انصاف اور صداقت'' ہوتا ہے۔

6.3 تاریخی پس منظر (Historical Perspective)

اشوک کا ''دھم'' یا ''دھمہ'' کیا تھا؟ دھم کی پالیسی اختیار کرنے کے پیچھے اشوک کی کیا منشا تھی؟ اس کے دھم کا مفہوم کیا ہے۔ یہ جاننے کے لیے ہمیں اس عہد کے سیاسی، سماجی، معاشی، تہذیبی اور ثقافتی حالات کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہوگا۔ موریاؤں سے پہلے کے سیاسی اور معاشی حالات کا بھی مطالعہ کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ موریہ خاندان کے راجاؤں کے عہدِ حکمرانی کے بعد اس میں کیا تبدیلیاں آئی تھیں اور ہندوستانی سماج اور معاشرے پر ان تبدیلیوں کے کیا اثرات مرتب ہوئے تھے؟

6.3.1 سماجی اور معاشی پس منظر (Social & Economic Background)

لوہے کے اوزاروں اور ساز و سامان کے استعمال سے پیداوار میں اضافہ ہوا اور اس اضافی پیداوار کے باعث نہ صرف لوگوں کے معاشی حالات میں بدلاؤ آیا بلکہ ان کے سماجی اور اقتصادی حالات بھی رفتہ رفتہ بہتر ہونے لگے۔ دیہی معیشت میں آسانیاں پیدا ہوئیں اور اس کو فروغ حاصل ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ دیہی معیشت ایک شہری اور بلدیاتی معیشت میں تبدیل ہوگئی جس کی ترقی میں اس عہد میں فروغ پانے والے شہروں اور قصبوں نے انتہائی اہم رول ادا کیا تھا۔ شمالی سیاہ پالش شدہ ظروف (NBPW) کا بڑے پیمانے پر استعمال اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ اس دور میں لوگوں کے رہن سہن میں بھی تبدیلی آرہی تھی۔ ان کا معیار زندگی ترقی کر رہا تھا جو ان کی مادّی زندگی کی بہتری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ٹھپہ دار نشان والے چاندی کے سکے (Punch Marked Silver Coins) اور اس طرز کے دیگر سکوں کے استعمال نے تجارت اور معیشت دونوں کو ترقی دی۔ راستوں کا تحفظ، سڑکوں کی تعمیر اور سڑکوں اور شاہراہوں پر سرایوں کے قیام نے نہ صرف ریاست کے

مواصلاتی اور ترسیلی نظام میں تعاون فراہم کیا بلکہ تجارتی امور کو بھی فروغ دیا۔ یہ ترقیاں معاشی خوشحالی کا باعث بنیں۔ یہ معیشت میں ایسی مثبت تبدیلی کا اشارہ تھا جس کی ضرورت ہر ترقی پذیر سماج کو ہوتی ہے۔ اس صورت حال میں سماج کے مختلف طبقوں کے درمیان ضروری اتحاد کا مطالبہ ناگزیر ہو گیا تھا۔ نئے شہری اور تجارتی مراکز کے قیام نے نئے سماجی تنظیم کا مطالبہ کیا۔ ساتھ ہی قبائلیوں اور حاشیہ پر رہنے والے لوگوں کے سماجی حالات کی تبدیلی نے نئی اصلاحات کا مطالبہ کیا اور کچھ نئے مسائل پیدا کیے۔ اس دور کے برہمنوں نے جو ورن نظام کی سماجی نابرابری کے حامی تھے اس تبدیلی کی سخت مخالفت کی۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ اس نئے تجارتی طبقے کو سماج میں اونچا مقام دیا جائے۔ چنانچہ سماج میں برہمنوں کی قائم کردہ طبقاتی تقسیم مزید شدید ہو گئی اور سماج کا نچلا طبقہ مختلف غیر سناتنی مذاہب کی طرف متوجہ ہونے لگا۔ اس سے سماج میں کشیدگی کا ماحول پیدا ہونے لگا تھا۔

6.3.2 مذہبی صورت حال (Religious Conditions)

ویدک عہد کے آخری دور میں ویدک سماج پر برہمنوں کے خود ساختہ اقتدار پر متواتر حملے ہو رہے تھے۔ ورن نظام میں برہمنوں کو بہت سی مراعات اور سہولتیں حاصل تھیں۔ برہمنوں کو حاصل ان مراعات اور سماج کو ورن نظام پر باٹنے پر سوالیہ نشان لگائے جانے لگے تھے۔ برہمن پروہتوں کو حاصل مراعات، ورن نظام کی پیچیدہ شدت، خرچیلی اور فرسودہ رسومات پر بھی سماج کے دیگر طبقوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ سماج کا وہ نچلا طبقہ جنہیں ورن نظام میں کمتر اور ذلیل تصور کیا جاتا تھا نئے مذہب کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ ویدک مذہب دن بدن نہایت پیچیدہ اور غیر مقبول ہوتا گیا۔ قربانیوں پر زور، فرسودہ اور خرچیلی رسومات کی پابندی مذہبی زندگی کی اہم خصوصیت بن گیا تھا۔ ورن نظام نے پجاری طبقہ (برہمنوں) کو برتر رتبہ دے کر سماج کو کمتر اور برتر دو طبقوں میں بانٹ دیا تھا۔ رفتہ رفتہ بعد کے ویدک دور میں ویدک نظام کی پیچیدہ اور خرچیلی رسوم، جانوروں کی قربانیوں، برہمنوں کی برتری اور سماجی امتیازات کے خلاف بے چینی کا ماحول پیدا ہوا۔ ویش طبقے نے زراعت اور تجارت کے فروغ سے اپنی پوزیشن کو مستحکم کر لیا تھا۔ ان کی معاشی ترقی نے انہیں اعلیٰ طبقہ میں شامل ہونے کے لیے حوصلہ دیا۔ اس کے باوجود اب بھی برہمنوں اور چھتریوں کے مقابلے میں ویش کو کمتر اور رذیل ہی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس تجارتی طبقہ نے بھی برہمنی نظام کی شدید مخالفت کرنا شروع کر دیا۔ سماج کے دیگر طبقات بھی غیر برہمنی مذہبی قیادت کی طرف مائل ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس صورت حال میں لوگوں کا دیگر مذاہب کی طرف متوجہ ہونا قدرتی بات تھی۔

دراصل بدھ مذہب کی سادہ تعلیمات لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ اس کا ''درمیانی راستہ'' برہمن وادی نظریہ کے خلاف ایک تحریک بن کر نمودار ہوا جس میں اخلاقی اصولوں پر عمل پیرا ہونے پر زور دیا گیا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں نئے مذاہب کا ظہور دراصل اسی احتجاجی تحریک کا نتیجہ تھا جو برہمنوں کے پیدائشی مذہبی تسلط اور اجارہ داری کے خلاف تھا۔ بدھ مذہب کی تعلیمات نے برہمنی مذہبی رسوم اور قربانیوں کی نہ صرف شدید مخالفت کی بلکہ اس کے سامنے زندگی گزارنے کا وہ سادہ اور آسان طریقہ پیش کیا جس میں پیدائش کی بنیاد پر کسی ذات، برادری یا طبقے کو کوئی سماجی اور مذہبی اجارہ داری حاصل نہیں تھی، چنانچہ سماج کے نچلے طبقہ کے دبے کچلے لوگوں نے نئے مکاتبِ فکر کا نہ صرف استقبال کیا بلکہ جوق در جوق اس میں شامل ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں بدھ مذہب کا انسانیت نواز نظریہ روز بروز مقبول ہونے لگا اور

سماج کے مختلف طبقہ کے لوگ اس کی طرف مائل ہوئے اور اس میں شامل ہونے لگے۔ یہ تبدیلی بھی دھم کے لیے راستہ ہموار کرنے میں معاون ثابت ہوئی تھی

6.3.3 سیاسی صورت حال (Political Condition)

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نئی نئی ریاستوں کا ظہور ہوا جنہیں ''مہاجن پد'' کہا جاتا ہے، جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اب مختلف وجوہات سے مختلف مقاصد کے تحت لوگوں پر چند بااختیار افراد کو ہی اقتدار حاصل تھا اور پورے سماج اور معاشرے پر ان ہی کی بالادستی قائم تھی۔ ایسی ریاستیں وجود میں آئیں جس میں راجا کو اقتدار اعلیٰ تصور کیا گیا۔ ان ریاستوں کو اب ''گن'' یا ''گنا''، سمگھا (Gana-Samghas) کہا جاتا تھا، جس میں حکمراں چھتری طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد ہی ہوتے تھے۔ عوامی سبھا اور سمیتیوں کی اہمیت ختم ہوگئی۔ ان کی جگہ شاہی اقتدار نے لے لی تھی۔ وسیع ریاستوں کے قیام سے راجے، مہاراجے زیادہ طاقتور ہوگئے۔ قبائلی اقتدار نے علاقائی اقتدار کی جگہ لے لی اور رفتہ رفتہ علاقہ کے بجائے راشٹر کی اصطلاح عام ہوئی۔ اسی دور میں راجا اشوک نے اقتدار سنبھالا۔ اشوک کے بعد تقریباً دو سو سالوں تک ریاستی نظام میں بڑی متنوع اور پیچیدہ ترقی ہوئی، جس کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے۔

1. کوئی مخصوص طاقتور علاقہ اپنے سے کمتر علاقہ پر بالادستی قائم کر لیا کرتا تھا۔ اس مضبوط ریاست کے ماتحت کئی علاقے آتے تھے۔ ان میں وہ علاقے بھی شامل ہوتے تھے جہاں اس سے پیشتر چھوٹی چھوٹی ریاستی اکائیاں شامل ہوا کرتی تھیں۔ گنا اور سمگھا کے علاوہ کچھ ایسے علاقے بھی تھے جہاں کوئی بھی منظم ریاست موجود نہیں تھی۔
2. مذکورہ وسیع خطے میں مختلف جغرافیائی حدود، تہذیبی علاقے اور کئی مذہبی فرقے، عقیدے اور روایتیں موجود تھیں۔
3. راجا بطور مقتدر اعلیٰ فوج کا حاکم اعلیٰ ہوتا تھا اور فوج پر اس کی ہی اجارہ داری قائم رہتی تھی۔
4. تجارت وزراعت اور دیگر وسائل سے ہونے والی آمدنی پر رعایا سے کچھ معمولی ٹیکس بھی وصول کیا جاتا تھا۔
5. اس کے علاوہ ایک منظم انتظامی ڈھانچا بھی موجود تھا۔ اس کا انتظام اور دیکھ ریکھ ریاستی اہل کاروں کے ذمہ ہوتا تھا۔

اس مختلف النوع سیاسی اور معاشی صورت حال میں ریاستی ڈھانچا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ بادشاہ کوئی ایسی حکمتِ عملی اختیار کرے یا کوئی ایسی پالیسی بنائے جس میں فوج کا استعمال کم سے کم ہو۔ ایسی صورت حال میں انتہائی وسیع حکومت کے ریاستی امور کو صرف فوجی کاروائیوں اور سیاسی حکمت عملی سے کنٹرول کرنا انتہائی مشکل نظر آرہا تھا۔ چنانچہ ایک ایسی مقبولِ عام پالیسی کی ضرورت تھی جو ریاست کے تمام طبقوں، ذاتوں، برادریوں میں یکساں مقبول اور قابل عمل ہو۔ اور سماج کے ہر طبقے کو ساتھ لے کر چل سکے۔ اشوک کی ''دھم'' کی پالیسی اس کا بہترین نمونہ ہے۔

6.4 اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت (Devotion of Ashoka towards Buddhism)

مورخین کا ماننا ہے کہ بدھ مذہب اختیار کرنے سے پہلے اشوک سمراٹ کٹر ہندو تھا اور ہندومت کی سختی سے پابندی کرتا تھا۔ راج

ترنگنی کے مصنف کلہن نے اپنی مشہور تصنیف راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ اشوک ہندو دھرم کے شیومت کا پجاری تھااور بدھ مذہب قبول کرنے سے قبل ''شیوا'' اس کا سب سے پسندیدہ دیوتا تھا۔ایک خرد چٹانی کتبہ اور چٹانی کتبہ نمبر ۳ کے حوالے سے آر۔کے۔ مکھر جی لکھتے ہیں کہ اشوک ابتدامیں برائے نام بدھ مت کا پیروکار تھا۔کلنگ کی جنگ کے دوڈھائی سال بعد وہ خانقاہ کا رکن بنااور بدھ مذہب میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کیا تھا۔

بدھ مت کی اکثر مذہبی کتابوں میں اشوک کو بدھ مذہب اختیار کرنے سے قبل ایک برافرد بتایا گیاہے۔اس میں کہا گیاہے کہ جب تک وہ بدھ مذہب میں داخل نہیں ہوا وہ ایک برااور ظالم انسان تھا۔کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک خاص واقعہ کے بعد اچانک بدھ مذہب کا پیروکاراور اس کا عقیدت مند بن گیا تھا۔لیکن بدھ مت کی مذہبی کتابوں ''مہاومسا'' اور ''دیپ ومسا'' سے پتہ چلتاہے کہ اشوک اپنے بھانجے ''نگرودھا'' کے توسط سے بدھ مت کی طرف مائل ہوا تھا،جب کہ ''دویاودنا'' کے ذریعہ یہ معلوم ہوتاہے کہ وہ سمدرانامی ایک تاجر کے توسط سے جوایک بھکشو تھابدھ مت کے قریب آیا۔ ''اشوک ودنا'' میں ان دونوں کہانیوں کی ایک تیسری کہانی بیان کی گئی ہے کہ اشوک سمدر نامی ایک تاجر کے بارہ سال کے بیٹے کے توسط سے بدھ مذہب میں شامل ہوا تھا۔لیکن اشوک نے اپنے کسی فرمان میں بدھ مذہب اختیار کرنے کاذکر نہیں کیاہے۔ لیکن بدھ مذہب سے اس کی عقیدت واحترام کا واضح ثبوت ملتاہے۔

عام طورپر یہ تسلیم کیا جاتاہے کہ کلنگ کی جنگ میں ہونے والے بے پناہ جانی ومالی نقصان کو دیکھ کر اشوک کو بے حد افسوس ہوا۔اسے اس قدر تباہی کا اندازہ نہیں تھاجنگ کے بعد حالات کو دیکھ کر اسے بہت دکھ پہنچا۔ غم اور مایوسی کی حالت میں اس نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔لیکن اس کے بدھ مذہب اختیار کرنے کی بابت کوئی دستاویزی ثبوت موجود نہیں ہے۔اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جنگ کے بعد اشوک کے رویہ میں زبردست تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔یہ تبدیلی اچانک یاراتوں رات نہیں آئی تھی۔بلکہ یہ تبدیلی اس مذہبی رواداری کا پرتو تھی جو اسے اپنے اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔

اشوک بدھ مذہب کی اہنسااور سادہ تعلیمات سے متاثر اور اس کا عقیدت مند تھااور اسے فروغ دینے میں نمایاں کردار بھی ادا کیا تھا۔ابھی تک بدھ مت محض ایک مقامی فرقہ تھااشوک نے اپنی کاوشوں سے اسے ایک بین الاقوامی مذہب بنادیا تھا۔اس کی ترویج، توسیع اور ترسیل کے لیے کئی اہم اقدامات کیے۔جس بات کی تبلیغ واشاعت کی اس پر ثابت قدمی سے عمل بھی کیا۔اس نے بدھ مذہب کی تعلیمات اور اس کے پیغام کو عام کرنے کی بھی مسلسل کوشش کی۔اس نے بدھ مذہب کی بنیادی تعلیم اہنسا(عدم تشدد) کی حکمتِ عملی کو نہ صرف اختیار کیا بلکہ تاعمر اس کا پابند بھی رہا۔یہی وجہ ہے کہ اس نے جانوروں کی قربانیوں پر پابندی عائد کردی تھی۔ چٹانی کتبہ نمبر ا سے معلوم ہوتاہے کہ بدھ مذہب کا عقیدت مند ہونے سے قبل اس کے باورچی خانہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں جانور ذبح کیے جاتے تھے۔اس نے اس پر پابندی لگادی۔اس کتبہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ جس وقت یہ فرمان تحریر کیا گیااس وقت صرف تین جانور کاٹے جاتے تھے۔ لیکن بعد میں اس پر بھی پابندی عائد کردی گئی تھی۔

بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت مندی کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ اس نے عیش و عشرت کی تمام یاتراؤں کو منسوخ کردیا تھا۔ شکاری یاتراؤں پر جانے کے بجائے اب دھرم یاتراؤں (مذہبی دوروں) پر جانا شروع کردیا تھا۔ اس کے ذریعہ تحریر کروائے گئے چٹانی کتبہ نمبر آٹھ میں اس نے لکھا ہے کہ ''ماضی میں حکمراں عیش و عشرت کی خاطر یاترائیں (دورے) کرتے تھے۔ جس میں سیر و تفریح اور شکار کیا جاتا تھا اور دیگر عیش و عشرت کے کام کیے جاتے تھے۔ لیکن اب اس نے دھرم یاترا پر جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسی ہی ایک دھرم یاترا (مذہبی دورے) کے موقع پر اس نے بودھ گیا کا دورہ کیا تھا۔ چٹانی کتبہ نمبر سات میں لکھا ہے کہ ''اپنی تاجپوشی کے دسویں سال اس نے ''سمبودھی'' (بودھی درخت جو بودھ گیا میں ہے) کا دورہ کیا تھا اور اپنی تاج پوشی کے بیس سال بعد اس نے مہاتما گوتم بدھ کی جائے پیدائش ''لمبنی'' میں حاضری دی تھی۔ لمبنی کے ''رومندی'' میں ایک کتبہ بھی نصب کروایا تھا۔ جس میں لکھا ہے کہ ''جب راجا دیونم پر یہ پر یہ درسن اپنے بیسویں سال جلوس کے بعد یہاں آیا تو اس نے (اس مقام کی) پرستش کی کیوں کہ مقدس ''بدھ ساکیا منی'' اس مقام پر پیدا ہوا تھا۔ اس نے پتھر کی ایک دیوار بنائی اور پتھر کی ایک لاٹ نصب کی۔ (تاکہ اس سے پتہ چلے کہ) یہاں ایک مقدس شخص پیدا ہوا تھا۔'' اس میں اس لمبنی گاؤں کو ''بلی'' (قربانی اور نذرانے) سے مستثنیٰ قرار دیا اور ''بھاگ'' (زرعی پیداوار میں راجا کی طرف سے وصول کیا جانے والا حصہ جو تقریباً پیداوار کا آدھا ہوا کرتا تھا) کو کم کرکے آٹھواں حصہ وصول کرنے کا اعلان کیا۔

بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت کا پتہ اس کے ذریعہ منعقد کی گئی بدھ کاؤنسل سے چلتا ہے۔ سیلون (سری لنکا) کی وقائع نگاری کے مطابق بدھ مت کی تیسری بڑی کاؤنسل اشوک کے عہد حکومت میں پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ، بہار) میں منعقد ہوئی تھی۔ جس کی صدارت عظیم بدھ دانشور موگلی نے کی تھی۔ مہاومسا کے مطابق یہ کاؤنسل اشوک کے دورِ حکومت کے سترہویں سن جلوس میں منعقد کی گئی۔ اس کاؤنسل کے انعقاد کا مقصد بدھ مت میں بڑھتے ہوئے اندرونی اختلافات کو دور کرنا اور اسے تقسیم ہونے سے بچانا تھا۔ لیکن ان کوششوں کے باوجود بدھ مت دو حصوں ''ہنایان'' اور ''مہایان'' میں تقسیم ہونے سے نہیں بچ سکا۔

اشوک نے بدھ مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے ہندوستان سے باہر بیرونِ ممالک بھی کئی جماعتیں اور سفارتیں روانہ کی تھیں۔ اس نے اپنے بیٹے میندرا اور سنگ مترا کو سیلون (سری لنکا) روانہ کیا تھا۔ کچھ دیگر ممالک جیسے برما، سوماترا، شام، مصر، مقدونیہ اور پیرس وغیرہ میں بھی تبلیغی جماعتیں روانہ کی تھیں۔

بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت کا پتہ گوڑ کے کتبے سے بھی چلتا ہے۔ اس میں وہ اپنے آپ کو ''اپاسک'' یعنی بدھی سنگھ کے باہر کا بودھ کہتا ہے۔ ماسکی کتبے میں اس نے اپنے لیے ''بودھ اپاسک'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اس کے باوجود اس کی کسی تحریر یا کتبہ میں بدھ مذہب کی اہم تعلیمات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ رنبیر چکرورتی لکھتے ہیں کہ ''بدھ مذہب سے اس کی ذاتی دلچسپی اور عقیدت مندی کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اشوک کے کسی بھی کتبے میں جہاں اس کے دھم کا ذکر آیا ہے بدھ مذہب سے وابستہ اہم تعلیمات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جیسے ''چار عظیم سچائیوں'' یا ''اشٹنگک

مارگ‘‘ (سچائی پر چلنے کے آٹھ راستے) وغیرہ۔ یہاں تک کہ بدھ تعلیمات کا جو آخری ہدف اور مقصد نروان کا حصول ہے اس پر بھی اس کے کتبے بالکل خاموش ہیں۔‘‘ بہر حال جو کچھ بھی ہو، آیئے ہم اب اشوک کی دھم پالیسی اختیار کرنے کے اسباب و وجوہات کا جائزہ لیں۔

6.5 دھم پالیسی اختیار کرنے کے اسباب (Reasons for Adopting Dhamma Policy)

آپ بخوبی یہ جان چکے ہیں کہ اشوک کی ’’دھم نیتی‘‘ اختیار کرنے کا پس منظر کیا تھا۔ یعنی اس عہد کی سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی پیچیدگیوں اور مسائل نے پورے معاشرے کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اکثر افراد ان پیچیدگیوں مثلاً سیاسی بحران، سماجی نابرابری اور مذہبی اجارہ داری سے پریشان تھے اور اس کا مثبت اور ٹھوس حل چاہتے تھے۔ ’’دھم‘‘ کی پالیسی دراصل انہیں مسائل اور پیچیدگیوں سے نجات حاصل کرنے کی وہ قابل قدر کوشش تھی جس میں پورا سماج جکڑا ہوا تھا۔ اشوک کی دھم پالیسی دراصل اس کے اپنے ذہنی فکر کی پیداوار تھی۔ یہ ایک ایسا اخلاقی ضابطہ حیات تھا جو نہ صرف سماجی ذمے داری پر زور دیتا ہے، بلکہ سماجی الجھنوں اور کشمکش کو ختم کرنے کا ایک اہم ذریعہ بھی تھا۔ یہ ایسی طرز زندگی کی تجویز پیش کرتا ہے جو آسان، قابل عمل اور اخلاقی اصولوں پر بھی پوری اترتی ہو۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی کہتے ہیں کہ کلنگ جنگ کی ناقابل بیان تکلیفوں اور مظالم نے فاتح (اشوک) کا دل توڑ دیا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب وہ کبھی حکومت کی توسیع کی خاطر تلوار میان سے نہیں نکالے گا۔ اس نے اعلان کیا کہ اب طبل جنگ (بھیری گھوش) ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا ہے اور اس کے بعد ’’دھم گھوش‘‘ کی گونج یعنی عدم تشدد اور عالمی امن کی پکار ملک میں سنائی دے گی۔‘‘ اشوک کی دھم پالیسی اور فلسفے کو سمجھنے کے لیے اس عہد کے سماجی حالات اور مذہبی ماحول کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے، جس میں اشوک پروان چڑھا تھا، جس کا اثر اس کی زندگی کے بعد کے دنوں میں دکھائی پڑتا ہے، خاص کر کلنگ کی جنگ کے بعد اور واضح ہو جاتا ہے۔

اشوک کے تیرہویں ’’کلاں چٹانی فرمان‘‘ سے اس کے دھم کا راستہ اپنانے کی وجوہات کا ذکر ملتا ہے۔ جس کا مفہوم یوں ہے کہ: ’’تخت نشینی کے آٹھ برس بعد دیوتاؤں کے محبوب راجا پیاداسی (پریہ درشی) نے کلنگ کو فتح کر لیا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار لوگ ملک بدر کر دیے گئے۔ ایک لاکھ لوگ مارے گئے۔ اور اس سے کئی گنا لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ کلگ کو حکومت میں شامل کرنے کے بعد دیوتاؤں کے محبوب نے سچے دل سے ’’دھم‘‘ کے اصولوں پر عمل کرنا شروع کیا، ’’دھم‘‘ کی آرزو کی ’’دھم‘‘ کی تبلیغ کی۔ کلنگ کی فتح کے بعد دیوتاؤں کا محبوب بہت نادم ہوا۔ کیوں کہ جب کسی خود مختار ریاست پر قبضہ ہوتا ہے تو بہت سارے افراد کا قتل ہوتا ہے، بڑی تباہی مچتی ہے۔ لوگ ملک بدر ہوتے ہیں۔ اس سے دیوتاؤں کے محبوب کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور اس کے دماغ پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ دیوتاؤں کے محبوب کے لیے اس سے تکلیف کی بات یہ تھی کہ وہاں رہنے والے افراد انتہائی پریشان ہوئے۔ وہ چاہے برہمن ہوں یا سرمن یا دیگر فرقوں کے افراد یا پھر گھر گرہستی کرنے والے وہ لوگ ہوں جو اساتذہ کے فرمابردار، احباب اور ساتھیوں کی خبر گیری کرنے والے، رشتہ داروں غلاموں اور ملازموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے سب کو تشدد اور قتل و غارت گری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنگ کلنگ کے وقت جتنے لوگ مارے گئے، قتل ہوئے یا ملک بدر ہوئے ان کے دسویں یا ہزارویں حصہ پر پھر سے یہ مصیبت دوبارہ آئے تو اس سے دیوتاؤں کے محبوب کو انتہائی گہرا رنج پہنچے

گا۔‘‘اس فرمان میں آگے یہ بھی لکھا ہے کہ دیوتاؤں کا محبوب ’’دھم‘‘ کے ذریعہ کی گئی فتح کو سب سے بڑی فتح تصور کرتا ہے۔

تاریخی حقائق کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ اکثر موریہ حکمراں انتہائی روادار تھے۔ان کے اندر مذہبی تشدد اور کٹرپن نہیں تھا۔اشوک کے دادا چندر گپت اپنی زندگی کے آخری ایام میں جین مذہب کے پیروکار بن گئے تھے۔اس کے والد بندوسار اجیوک تعلیمات پر یقین رکھتے تھے۔اور اشوک بذات خود بدھ مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اپنی ذاتی زندگی میں اس پر عمل پیرا بھی تھا، لیکن اس نے کبھی بھی اپنا عقیدہ اپنی عوام پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی تھی۔اشوک کے دھم پر بحث سے پہلے ان حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے جس نے دھم جیسے فلسفہ کو وجود بخشا۔

1. اشوک سمراٹ جب تخت نشین ہوا اسی وقت موریہ سامراج انتہائی پیچیدگی اور انتسار کا شکار تھا۔سیاسی حالات کافی خراب تھے، سماجی نظام بھی کافی تبدیل ہو چکا تھا۔اس نے مختلف تہذیب و ثقافت، نظریات و عقائد، سماجی اور سیاسی افکار کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔اشوک کے سامنے اب صرف دو راستے تھے۔اول: یہ کہ یا تو وہ طاقت کے زور پر حالات کو اپنے قابو میں کر لے۔اس کے لیے بہت زیادہ پیسوں اور سرمایے کی ضرورت تھی۔دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ایسے اخلاقی اصول و ضوابط اور ایسے اقدار پیش کیے جائیں جو سماج کے ہر طبقہ، ذات، برادری اور مذہب کے ماننے والوں کے لیے یکساں قابل قبول ہوں۔اشوک نے یہی دوسرا راستہ اختیار کیا۔اور اسے اپنی ریاستی پالیسی بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا۔
2. دوسری جانب اشوک سماج کے ان مذہبی کھینچ تان اور تناؤ سے بھی بخوبی واقف تھا، جو جین، بدھ اور اجیوک جیسے غیر سناتنی مذاہب کے آغاز وارتقاء سے سماج میں پیدا ہو رہا تھا۔یہ تمام مذہبی خیالات و نظریات کسی نہ کسی حد تک برہمنی عقائد و نظریات کے مخالف تھے اور ان کے ماننے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔اس کے باوجود برہمنوں نے اب بھی سماج پر اپنا کنٹرول برقرار رکھا تھا۔

6.6 اشوک کا دھم اور اس کی تعلیمات (Ashoka's Dhamma & His Teachings)

اشوک کا ’’دھم‘‘ یا ’’دھما‘‘ اخلاقی تعلیمات کا بہترین مجموعہ تھا۔جو آنے والے دور میں نہ صرف اخلاقی تعلیمات بلکہ عہدِ حاضر کی اصلاحی تحریکوں کے لیے مشعلِ راہ بنا۔اسی وجہ سے ڈاکٹر آر۔کے۔مکھرجی نے لکھا ہے کہ ’’اشوک اپنے عہد سے بہت آگے جا رہا تھا اور اس کے دھم کو بعض جدید اصلاحی تحریکوں کا پیش خیمہ کہہ سکتے ہیں‘‘اشوک اپنے آباواجداد کی طرح رواداری کا حامل، مذہبی تعصب اور شدت پسندی سے پاک تھا۔وہ اپنے عہد میں پائے جانے والے تمام فرقوں اور مسلکوں کا احترام کرتا تھا۔اس نے اجیوک فرقہ کے افراد کو اپنی ریاست کے غاروں اور گپھاؤں میں رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔برہمنوں، سرمنوں، نرمتن ودں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری سے پیش آنے کی ہدایت کرتا ہے۔

اپنی اسی بے تعصبی کے باعث اشوک نے اپنا ذاتی مذہب لوگوں پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی تھی۔آر۔پی۔ترپاٹھی کہتے ہیں کہ ’’جو دھم‘‘اس نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا وہ گویا تمام مذہبوں کا عطر یا چوڑ تھا۔اُس نے اخلاقی چال چلن کے لیے ایک ضابطہ تجویز کیا تا کہ زندگی کو

زیادہ خوشگوار و پاکیزہ بنایا جاسکے۔

اشوک نے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی اطاعت (سوٗسرتا) اور احترام (اپ چتی) پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے اکثر فرامین میں برہمنوں، سرمنوں، رشتہ داروں، دوستوں، بزرگوں، سن رسیدہ لوگوں، اور مصیبت زدہ افراد کے ساتھ حسنِ سلوک، اچھے برتاؤ اور فیاضانہ رویہ کی جگہ جگہ تعریف کی گئی ہے۔ اشوک کے ستونی فرمان نمبر ۲ اور چٹانی فرمان نمبر ۷ کے حوالے سے اس کے دھرم (دھم) کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ۔ ''دھم میں خیرات (دان) رحم (دَیا)، حق گوئی (سچے یا ستَین) پاک باطنی (سوچئے یا ساچن) درویشی (ساڈھیا) ضبط نفس (سن یَم) احسان (کتم نتا، یا کرتگیتا) ثابت قدمی (درودھ بھتیا) وغیرہ شامل ہیں۔

اشوک نے اپنی تعلیمات میں اس بات پر بھی زور دیا کہ انسانوں کو اپنے اندر منفی رویہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اس کے مطابق، غصہ (کرودھ) ظلم (ہٹ تولیہ) تکبر (مانن) حسد (ارشا) کی وجہ سے انسان گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہٰذا تمام انسانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اشوک کے دھم میں تمام مذاہب کی عمدہ تعلیمات شامل ہیں۔ اس نے تمام ذی روح کو تکلیف نہ دینے پر زور دیا۔ اس نے ان تمام قربانیوں کو ممنوع قرار دیا جن میں جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا۔ بعض رسموں کو اس نے فضول اور لغو سمجھتے ہوئے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ خاص کر ان رسومات کو جنہیں پیدائش، موت، سفر اور شادی بیاہ کے موقعہ پر خواتین انجام دیا کرتی تھی۔ اس کے مطابق انسان کو اپنے چال چلن، اخلاق و کردار کو سنوارنا چاہیے۔ اس نے فتوحات، تحفے تحائف اور دان کے مروجہ تصور کو بھی بدلنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے کہا سب سے بڑا دان ''دھم دان'' ہے۔ اس نے غلاموں اور ملازموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے پر زور دیا تھا۔ اشوک کی دھم پالیسی اور مذہبی تعلیمات نے اسے ایک عالم گیر شہرت عطا کی تھی۔ اس نے بدھ مت یا کسی خاص فرقے کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''اشوک کے ''دھم'' میں دنیا کے تمام مذاہب کی اچھی تعلیمات شامل تھیں۔ اس نے ایک عالم گیر مذہب کا تصور پیش کیا تھا۔'' اس وجہ سے تاریخ میں اسے (اشوکِ اعظم) کا خطاب ملا تھا۔

6.7 اشوک کے فرامین میں دھم کی وضاحت

(Interpretation of Dhamma in Ashoka's Edicts)

چٹانی فرامین کی ایک بڑی تعداد اشوک کے دھم سے متعلق تعلیمات پر روشنی ڈالتی ہیں۔ بھابڑا کتبے میں اشوک نے مہاتما گوتم بدھ، ''دھم'' اور ''سنگھ'' کی خاطر اپنی عقیدت مندی اور احترام کا ذکر کیا ہے۔ اشوک نے اپنی دھم پالیسی کو پھیلانے کے لیے کئی ذرائع کا استعمال کیا تھا۔ لیکن سب سے اہم ذریعہ جس سے اس کے دھم پالیسی کے بارے میں واقفیت ہوتی ہے۔ اس کے وہ فرامین میں جو مختلف چٹانوں اور ستونوں پر کندہ کروائے گئے تھے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مختلف طرز کے کتبے بڑی تعداد میں ملے ہیں۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے ان کی ساخت کی بنیاد پر ان کی درجہ بندی کی ہے۔ مثلاً بڑے کتبے، چھوٹے کتبے، ستونی کتبے وغیرہ۔ اشوک نے اپنے مذہبی خیالات کو ان ستونوں اور چٹانوں پر اس مقصد سے کھدوائے تھے تا کہ لوگ انہیں پڑھ کر اسے اپنی زندگی میں شامل کریں اور اپنا دستورِ حیات بنائیں اور اسے اپنی زندگی

میں بھی لاگو کرنے کی کوشش بھی کریں۔ان فرامین کے ذریعہ اشوک عوام تک اپنا نہ صرف مذہبی پیغام پہنچانا چاہتا تھا بلکہ عوام سے سیدھے رابطہ بھی کرنا چاہتا تھا۔یہ ستونی اور چٹانی فرامین اس کے دورِ حکومت کے مختلف ادوار میں تحریر کروائے گئے تھے۔ان فرامین میں بیان کیے گئے اصولوں کے مطالعہ سے اشوک کی دھم پالیسی کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔اشوک کے ان فرامین کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اوّل: وہ فرامین جس سے مہاراجا اشوک کی مذہبی عقیدت مندی کا پتہ چلتا ہے۔ان فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راجا اشوک بدھ مذہب کا پیروکار تھا اور یہ فرامین بدھ طبقہ کے لوگوں اور ان کے اداروں (سنگھوں) کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کروائے گئے تھے۔ان فراہمین میں اشوک کی بدھ مذہب سے ذاتی عقیدت واحترام کا پتہ چلتا ہے جس میں وہ بدھ مذہب سے اپنے ذاتی عقیدت واحترام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔وہ خود ہی بدھ مذہب سے اپنی وابستگی کا اقرار کرتا ہے۔اسی طرز کے ایک فرمان میں وہ بدھ مذہب کی مقدس کتابوں کا ذکر کرتا ہے۔ان کے نام اس فرمان میں درج کرواتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ بدھ مت کے تمام پیروکاروں کو ان کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔مذکورہ بیانات سے اشوک کے بدھ مذہب سے عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

دوم: دوسرے زمرے میں ان فراہمین کو پیش کیا جاسکتا ہے، جو کلاں اور خرد چٹانوں پر تحریر کیے گئے تھے، اس میں وہ ستونی فرامین بھی شامل ہیں، جنہیں خاص مقاصد کے لیے ایستادہ کیا گیا تھا۔اشوک نے اپنے یہ فرامین ایسی مخصوص جگہوں پر کھدوانے کا اہتمام کیا تھا، جہاں سے عوام کا بڑی تعداد میں گزر ہوتا کہ عوام الناس تک ان کی رسائی ہو اور وہ اسے پڑھ سکیں۔اشوک کے ذریعہ تحریر کروائے گئے اس طرز کے تمام فرامین کو عوام کے لیے اعلامیہ کہا جاسکتا ہے۔ان چٹانی اور ستونی فرامین میں اشوک کی ''دھم پالیسی'' کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہمیں اشوک کی دھرم پالیسی اور اس کی بدھ مذہب کے ساتھ ذاتی دلچسپی اور عقیدت کو علاحدہ کر کے دیکھنا چاہیے۔ماضی میں کچھ مورخین نے اشوک کی دھم پالیسی اور اس کی بدھ مذہب سے وابستگی کو ایک ہی نظریے سے دیکھنے کی کوشش کی تھی جب کہ اس میں تمیز اور تفریق کرنا ضروری ہے۔اشوک کی مذہبی پالیسی کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر وہ ایک طرف بدھ مذہب کا عقیدت مند تھا تو دوسری طرف اس نے اپنی ''دھم پالیسی'' کے ذریعہ لوگوں کو سماجی ذمے داریوں کی اہمیت اور سماج کے مختلف طبقوں میں میل جول بڑھانے اور رواداری کا درس دیا تھا۔

اشوک کا ''دھم''ایک مکمل ضابطۂ اخلاق تھا جس میں والدین، بزرگوں، اور اساتذہ کے احترام کا درس دیا گیا تھا۔صداقت وحق گوئی پر زور، دوسروں کے ساتھ رواداری کا سلوک، فراخدلی کا مظاہرہ، اس کی اہم خصوصیات تھیں۔براگوڈی کے چٹانی فرمان میں اس نے لکھا ہے کہ ''ماں باپ اور بزرگوں کی اطاعت کرنا چاہیے، ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔اس طرح ساتویں چٹانی کتبہ میں اس نے انسانوں کی ذہنی صلاحیتوں کو مثبت رکھنے پر زور دیتے ہوئے لکھا کہ ''انسانوں کو اپنے نفس پر قابو رکھنا چاہیے، دماغ کو صاف اور ذہنی کدورت سے پاک رکھنا چاہیے، احسان مندی کا جذبہ رکھنا چاہیے، اپنے عقیدے کو پختہ رکھنا چاہیے۔گیارہویں اور تیرہویں چٹانی کتبہ میں کہا گیا ہے کہ ''غلاموں اور نوکروں کے

ساتھ اچھا سلوک کیا جانا چاہیے۔ تمام ذی روح جانوروں، چرندوں، پرندوں کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔ منفی جذبات، کینہ، بغض، حسد، جلن، غصہ، نفرت، ظلم، غرور اور تکبر کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ اس نے لوگوں کو آگاہ کیا ہے کہ ناپسندیدہ اور برے کام نہ کریں۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشوک نے اپنے "دھم" میں انفرادی اور شخصی کردار سازی پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے چٹانی کتبوں اور فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شدید خواہش تھی کہ عوام دھرم کے اصولوں اور ضابطۂ اخلاق کو اپنائیں رواداری، اہنسا، اچھے کردار اور فلاحی کاموں میں اپنے کو مصروف رکھیں۔

اشوک بدھ مذہب کا ایک سچا عقیدت مند تھا اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کئی اہم اقدامات بھی کیے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہمیشہ مذہبی رواداری کی حکمتِ عملی اپنائی۔ اس نے اپنے ذاتی عقائد اور مذہبی نظریات کو دوسروں پر تھوپنے کی قطعاً کوشش نہیں کی۔ اس نے بدھ مذہب کی طرح دیگر مذاہب کا بھی بے حد احترام کیا۔ اس نے غریبوں محتاجوں حتیٰ کہ ہریجنوں کے ساتھ بھی بُرا سلوک کرنے کی مذمت کی۔ ان کو تحفے اور تحائف بھی پیش کیے۔ اسی طرح اس نے اجیوکوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا تھا۔ بارابار کے دو کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اجیوکوں کی رہائش کے لیے دو غار بھی دان میں دیے تھے۔

بارہویں چٹانی کتبے میں اشوک کی مذہبی رواداری کے بارے میں اس کے واضح خیالات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتبہ انسانی تاریخ میں مذہبی رواداری کا ایک عظیم دستاویزی شاہکار ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ "اپنے عقیدے کو بالاتر نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی دوسروں کے عقائد کی بے حرمتی کرنی چاہیے۔ اس نے نہ صرف دوسروں کے عقائد کے احترام پر زور دیا بلکہ اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ عوام کو دوسرے مذاہب و عقائد کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنی چاہیے۔

اشوک توہم پرستی اور بے جا رسومات کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی اس کی ہمت افزائی ہی کرتا تھا۔ وہ سماج میں جاری غیر ضروری رسومات کا بھی مخالف تھا۔ خاص کر ان رسومات کا جو عورتیں مختلف مخصوص اوقات میں مناتی تھیں جیسے بیماری، شادی بیاہ، بچوں کی پیدائش اور سفر کی روانگی وغیرہ پر منائی جانے والی رسمیں اور تقریبیں ۃ۔ ان رسموں کے بارے میں چٹانی کتبہ نمبر نو میں اس نے اعلان کیا کہ ان رسومات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس نے دھرم کے اصولوں پر کاربند رہنے پر زور دیا تھا۔

اشوک کے "دھم" میں ایک فلاحی ریاست کا تصور بھی موجود تھا۔ اسی لیے اس نے عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں خاص دلچسپی لی اور اپنی ریاست کے باہر بھی اس کو جاری رکھنے کی کوشش کی۔ جہاں اس نے ایک طرف انسانوں کے علاج و معالجے کا انتظام کیا تو وہیں جانوروں کے علاج کا بھی انتظام کیا۔ چٹانی کتبہ نمبر ۲ میں تحریر ہے کہ اس نے انسانوں کے علاج کے ساتھ ساتھ جانوروں کے علاج کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ یہ علاج جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا ہے۔ ان جڑی بوٹیوں کی افزائش کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ طبّی امداد اور علاج و معالجے کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبود اور آسائش کی خاطر اس نے اپنی ریاست میں ہر نو میل کے فاصلے پر کنویں کھدوائے۔ اہم شاہراہوں پر سڑکوں کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگوائے۔

6.8 ”دھم“ کی نوعیت (Nature of Dhamma)

اشوک کے دھم کی نوعیت انتہائی جامع، وسیع، پُرکشش اور عوام الناس کے لیے آسان اور قابلِ عمل تھی۔ سماج کا کوئی بھی فرد اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دھم کے اصولوں کو اختیار کر سکتا تھا۔ اس میں لوگوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لیے کہا گیا بلکہ دوسروں کے دھرموں کے احترام کا بھی درس دیا گیا۔ اپنے چٹانی فرمان نمبر بارہ میں اشوک کہتا ہے کہ ”دیوتاؤں کا محبوب اپنے عمل کے بدلے یا عزت کو اتنی اہمیت نہیں دیتا جتنی کہ تمام مسلکوں کے بنیادی اصولوں کو“ درحقیقت اشوک کا دھم ایک ایسا فلسفۂ حیات اور ضابطۂ اخلاق تھا جس میں ہر مذہب کے اہم اصول شامل تھے۔ سیکولر تعلیم اور اخلاقی کردار کا ایک ایسا ضابطہ تھا جس کا مقصد سماجی ہم آہنگی پیدا کرنا تھا۔ دھم کے ذریعہ اشوک اپنی ریاست کو مضبوط اور مستحکم کرنا چاہتا تھا۔

الغرض اشوک کی ”دھم پالیسی“ ایک ایسا مکمل اخلاقی اور رفاہی ضابطۂ حیات تھا جس پر کسی بھی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ جس میں تکثیریت اور مذہبی رواداری اس کا نصب العین ہوتے ہیں۔ یہی نصب العین اشوک کی پالیسی کا اہم نکتہ تھا جس سے وہ ہندوستان کی تاریخ میں عظیم ترین حکمرانوں کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔

6.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- کلنگ کی جنگ کے بعد موریہ حکمراں اشوک اعظم نے فوج کشی اور لڑائی کے ذریعہ فتح حاصل کرنے کے بجائے مذہب، عقیدت اور احترام کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو فتح کرنے کی خواہش کا اعلان کیا۔ اشوک کے دھم کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس کے ان فرامین اور کتبوں کا مطالعہ کرنا چاہیے جو اس نے اپنی ریاست اور اس کے عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر چٹانی اور ستونی فرامین کی صورت میں مختلف مقامات پر کندہ کروائے تھے۔
- ان کتبوں کو تحریر کروانے کا سب سے اہم اور بنیادی مقصد پورے سامراج کے لوگوں کو دھم کے اصولوں سے واقف کروانا تھا۔ اسی لیے مہاراجا اشوک نے اپنے تحریر کردہ کئی اہم کتبوں میں دھم کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور بیان کیا تھا۔ مہاراجا اشوک اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ اس کی عوام ”دھم“ کو ضرور اختیار کرے گی اور اس کے تمام ریاستی امور ”دھم“ کے اصولوں کے عین مطابق انجام دیے جائیں گے۔
- اشوک نے اپنے ”دھم“ کے اصول و ضوابط کی توسیع و ترسیل اور عوام کی ان فرامین تک رسائی اور واقفیت کی خاطر جابجا اہم جگہوں پر چٹانی اور ستونی فرمان کتبوں کی صورت میں ایستادہ کروائے تھے۔ دھم کے پرچار کے لیے اس نے بیرون ممالک کئی مبلغین بھی بھیجے تھے۔ علاوہ ازیں اس پر عمل آوری کی خاطر ”دھم مہاماتیہ“ جیسے اہل کاروں کا تقرر کیا جن کی اہم ذمے داری دھرم کے اصولوں کی ترسیل، نفاذ اور تحفظ تھا۔
- اس کے باوجود یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ اشوک ”دھم“ کے ذریعہ کوئی نیا دین، مذہب یا عقیدہ کھڑا کرنا چاہتا تھا، نہ ہی دھم کوئی

نیا مذہب اور عقیدہ تھا۔ بلکہ اس کا دھمہ ایک جامع، وسیع تہذیبی، معاشرتی، اخلاقی اور سماجی ضابطہ حیات اور دستورِ زندگی تھا۔ اشوک کے دھم کا تعلق اخلاقی اقدار اور اہنسا پر مبنی تھا اور اس میں مذکورہ عہد کے بہت سے سماجی و معاشرتی اصول وضوابط بھی شامل تھے۔

6.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

دھم : ''دھم''، سنسکرت کے لفظ ''دھرم'' کا پراکرت زبان میں مترادف ہے لیکن اشوک کے دھم کے کئی مفہوم بیان کیے جاتے ہیں مثلاً اشوک کے دھم کو مذہب کا احترام (Piety)، اخلاقی زندگی کی عظمت اور مذہبی عقیدت و احترام وغیرہ کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔

اشوک اودان : اشوک کی زندگی سے وابستہ اہم تحریری دستاویز

بھیری گھوش: میدانِ جنگ میں بجایا جانے والا وہ نقارہ، ڈھول اور تاشا جو جنگ کے آغاز اور فوجیوں کا جوش بڑھانے کی خاطر بجایا جاتا تھا۔

دھم گھوش : امن و شانتی یا مذہب کا ڈھول نگارہ، اس سے مراد مہاراجا اشوک کی وہ مذہبی پالیسی جس کے بعد اس نے جنگ کے ذریعہ فتح حاصل کرنے کو ترک کر دیا تھا۔ مذہبی رواداری کے ذریعہ عوام کے دلوں کو مسخر کرنا چاہتا تھا۔

اجیوک : قدیم ہندوستان کے وہ غیر برہمنی مذہبی نظریات و عقائد جو مہاویر جین اور مہاتما گوتم سے قبل ہندوستان میں رائج تھے۔ اس مکتب فکر کے اہم ترین معلم مکھیالی گھوسلا تھے۔

بھاگ : زرعی پیداوار میں راجا کی طرف سے وصول کیا جانے والا وہ ریاستی محصول جو پیداوار کا تقریباً آدھا یا بسا اوقات اس سے بھی زیادہ ہوا کرتا تھا۔

سمبودھی : ہندوستان کے صوبہ بہار میں گیا کے مقام پر واقع وہ مشہور بودھی درخت جہاں پر مہاتما گوتم بدھ کو ''گیان'' حاصل ہوا تھا۔

دھم مہاماتیہ: موریہ حکومت کے وہ سرکاری افسران جن کو مہاراجا اشوک سمراٹ نے اپنے ''دھم'' کی توضیح، تشریح اور توسیع کی خاطر متعین کیا تھا۔

دھرم یاترا : کسی راجا، مہاراجا یا سرکاری اہلکار کا وہ دورہ جو خالص مذہبی نوعیت کا ہو۔

ساکیا منی : مہاتما گوتم بدھ کا لقب

6.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

6.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. دھم یا دھمہ کا مفہوم کیا ہے؟
2. اشوک نے کس جنگ کے بعد ''دھم'' کا راستہ اختیار کیا تھا؟
3. ''گن'' کسے کہتے ہیں؟
4. سنگھ کا مفہوم کیا ہے؟

5. مہاجن پد کسے کہتے ہیں؟
6. ''دھم مہاماتیہ'' کون تھے۔ان کا تقرر کیوں کیا گیا تھا؟
7. ''بھیری گھوش'' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
8. اشوک نے اپنے فرمانوں کو عوام تک پہنچانے کے لیے کیا اقدام کیا تھا؟
9. پیاداسی کا مطلب کیا ہے؟اوراس سے کون مراد ہے؟
10. سیلون میں بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے اشوک نے کسے بھیجا تھا؟

6.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. کلنگ کی جنگ کے دوررس اثرات بیان کیجیے۔
2. بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت مندی کی وضاحت کیجیے۔
3. دھم مہاماتیہ کے کرداراور خدمات پر روشنی ڈالیے۔
4. اشوک کے ''دھم'' کے بارے میں جانکاری کے کیاذرائع ہیں بیان کیجیے۔
5. اشوک کے ''دھم'' کے اخلاقی اصولوں کا مختصر جائزہ لیجیے۔

6.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. سمراٹ اشوک کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات بیان کیجیے۔
2. اشوک کے کتبوں کی روشنی میں اس کی ''دھم کی پالیسی'' کی وضاحت کیجیے۔
3. اشوک کا دھمہ تمام مکاتب فکر کے لیے قابل قبول ضابطہ حیات کیسے تھا؟وضاحت کیجیے۔

6.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Barua, B M. *Asoka and His Inscriptions*. Calcutta, 1946.
2. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
3. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
4. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
5. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
6. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
7. Lahiri, Nayanjot. *Ashoka in Ancient India*, Harvard University Press, 2015.
8. Mookerji, Radha K. *Chandragupta Maurya and His Times*, Motilal Banarsidas, 1999.

9. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
10. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
11. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
12. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
13. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
14. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
15. Thapar, Romila. *Asoka and the Decline of the Mauryas*. New Delhi: Oxford University Press, 2015.
16. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.

17. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

18. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

19. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 7۔ کشان خاندان اور کنشک

(Kushana and Kanishka)

اکائی کے اجزا

7.0 تمہید

7.1 مقاصد

7.2 سیاسی تاریخ

7.2.1 کنشک اور اس کی خدمات

7.2.2 کنشک کے جانشیں

7.3 کشان عہد میں سکہ سازی کا نظام

7.4 مذہبی زندگی

7.5 فن اور فن تعمیر

7.6 اکتسابی نتائج

7.7 کلیدی الفاظ

7.8 نمونہ امتحانی سوالات

7.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

7.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

7.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

7.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

7.0 تمہید (Introduction)

اس سے قبل کی اکائیوں میں آپ نے موریہ حکومت کے قیام اور استحکام کے بارے میں معلومات حاصل کی۔ چندر گپت موریہ نے مگدھ کے نند حکمرانوں کو بے دخل کر کے عظیم الشان موریہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ چندر گپت کے بعد اس کے بیٹے بندوسار اور اس کے پوتے اشوک کے دور میں موریہ حکومت طاقتور اور مستحکم ہوئی۔ 232ق م میں اشوک کا انتقال ہوا۔ اس کے انتقال سے کچھ سال قبل ہی ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع بیکٹریا اور پارتھیا کے صوبے جو سکندر کے حملے کے بعد سے ہی سیلوکسی حکمرانوں کے تسلط میں تھے، انہوں نے خود مختاری حاصل کر لی اور موریہ دور کے آخری حصے میں اور اس کے بعد اس علاقہ میں اہم کردار ادا کیا۔ سلطنت موریہ کے زوال کے بعد شمالی ہند اور شمال مغربی ہند کی تاریخ ہند یونانی، شک، پارتھی اور کشان اقتدار کی تاریخ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستانی حکمراں خاندانوں جیسے شنگ، اور کنو نے بھی ملک کی تاریخ میں اپنا تعاون دیا لیکن غیر ملکی حملہ آوروں نے یہاں بس کر ہندوستانی تہذیب و تمدن کے ارتقا میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہاں پر پہلے ہم غیر ملکی حملہ آوروں کے دور کے حالات خاص کر کشان حکمرانوں کا جائزہ لیں گے جنہوں نے مذہب اور فن کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیے۔

کشانوں کا تعلق 'یوچی' قبائل کی ایک شاخ سے تھا جو چینی ترکستان اور صحرائے 'کن لن(Kunlun) ' کے درمیانی علاقے میں رہتی تھی۔ 'یوچی' قبائل کو چین کی سرحد پر واقع ان کے آبائی علاقے سے بھگادیا گیا۔ مغرب کی طرف ہٹتے ہوئے یوچی قبائل نے 'اُن سُن' قبائل کو اِلی ندی کی ترائی(Ili River Basin) سے باہر کر دیا۔ اس دوران یہ خود بھی دو حصوں میں بنٹ گئے۔ چھوٹے حصے نے جنوب کی طرف ہجرت کرتے ہوئے بالآخر شمالی تبت میں پناہ لی۔ جب کہ 'تایوچی' یعنی عظیم حصے کی توسیع مغرب کی سمت ہوی۔ اس سلسلے میں انہوں نے سیر دریا علاقے سے شکوں کو نکال باہر کیا، لیکن کچھ ہی عرصے بعد 'ووسُن' قبیلے نے انہیں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد وہ 'وادی سیحوں(Oxus Valley) ' میں جا کر آباد ہوے اور آخر کار افغانستان میں آبسے۔ انہوں نے پارتھی حکمرانوں کے انتشار کا فائدہ اٹھایا۔ گندھار کے علاقے میں پارتھی حکمرانوں کی شکست کے لیے کشان ہی ذمہ دار تھے۔ انہوں نے بیکٹریا میں شکوں کو شکست دے کر انہیں مار بھگایا تھا۔ ہندوکش کے جنوبی علاقوں میں پائے گئے کڈفیسس اول کے سکوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے پانچ یوچی قبائل کو متحد کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ لیکن کشان حکمرانوں میں سب سے عظیم راجا کنشک تھا جس نے اپنی حکومت مدھیہ دیس سے اُترپتھ اور افغانستان تک وسیع کر لی تھی۔ اس اکائی میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح اس خاندان نے اپنی حکومت مستحکم کی اور کنشک کی خدمات کیا رہیں۔

7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- مابعد موریائی عہد کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔

- ہندوستان میں آنے والی بیرونی طاقتوں جیسے ہند یونانی، شک اور کشان سے متعارف ہو سکیں گے۔
- اس دور میں عروج پانے والے کشانوں کے ماتحت ایک علاقائی شاہی خاندان کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔
- کشان حکمرانوں، بطور خاص کنشک کے عہد حکومت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- کشان عہد کے سکوں کا تفصیلی تجزیہ کر سکیں گے۔
- کشان عہد میں مذہب، آرٹ، فن تعمیر اور تکنیکی ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔

7.2 سیاسی تاریخ (Political History)

'یوچی' خانہ بدوش قبائل تھے جن کا تعلق وسطی ایشیا سے تھا۔ انہیں چین کے سرحدی علاقوں سے بھگا دیا گیا تھا جس کے بعد وہ وادئ اوکسس (Oxus Valley) میں آکر بس گئے۔ کشان 'یوچی' قبائل کی ہی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو چینی ترکستان اور صحرائے 'کن لن (Kunlun) ' کے درمیانی علاقے میں رہتے تھے۔ تقریباً 165 ق۔م کے آس پاس اس خطے کے دیگر قبائل میں سے ایک 'ہیونگ اُن (Hiung-un)' قبیلے نے انہیں شکست دے کر ان کے علاقے سے بے دخل کر دیا تھا۔ اس شکست کی وجہ سے 'یوچی' قبیلے کو مغرب کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ہجرت کے دوران ان کا ایک ذیلی حصہ شمالی تبت کی سرحد کے پاس خیمہ زن ہو گیا۔ اس حصے کو 'چھوٹا یوچی (Little Yueh Chi) ' کہہ کر پکارا جانے لگا جب کہ بقیہ قبائل مغرب کی جانب آگے بڑھ گئے۔ مغرب کی جانب اپنی ہجرت کے دوران انہوں نے شکوں کو شکست دے کر ان کی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ 'یوچی' جن پانچ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے ان میں سے ایک 'کشان' تھا۔

انہوں نے سب سے پہلے باختریا یا شمالی افغانستان پر قبضہ کیا اور شکوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔ رفتہ رفتہ ان کے قدم وادئ کابل کی طرف بڑھے اور پھر جب ہندوکش کے پہاڑی سلسلے کو پار کر کے وہ قندھار پر قابض ہو گئے تو ان علاقوں میں یونانیوں اور پارتھیائیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ آخر کار ان کی حکومت میدان سندھ کے نشیبی یا نچلے علاقے اور دریائے گنگا کے میدان کے بڑے حصے پر قائم ہو گئی۔ اب ان کی سلطنت دریائے جیجون (Oxus river) سے گنگا تک یعنی وسط ایشیا میں خراسان سے ہندوستان کے صوبے اتر پردیش میں وارانسی تک پھیل گئی۔ وسط ایشیا کا ایک بڑا علاقہ، ایران اور افغانستان کے کچھ حصے، پورا پاکستان اور پورا شمالی ہندوستان، یہ سب کشانوں کے دور میں ایک واحد حکومت کے تحت آگئے تھے۔ اس وسیع حکومت سے مختلف طرح کے لوگوں اور تہذیبوں کو آپس میں میل جول کا موقع ملا۔ اس عمل کے نتیجے میں ایک ایسی نئی تہذیب نے جنم لیا جس کو پانچ جدید ملکوں نے گلے لگایا۔

کشانوں کے بارے میں ہمیں سکوں، کتبوں اور ان کے مجسموں جیسے دیگر ماخذ سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ کجل کڈفیسس اول (Kujul Kadphises I) نے ہندوکش کے جنوبی علاقے میں اپنے سکے ڈھالے تھے۔ مانا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پانچ قبائل کو متحد کر کے ہندوستان کی جانب کوچ کیا تھا۔ گونڈوفرنیس کی حکومت کو شکست دے کر اس نے کابل اور کشمیر میں اپنے قدم جمالیے۔ اس نے

'پاکوریس (Pacores) ' کے بعد آنے والے راجاؤں سے 'ٹیکسلا' بھی چھین لیا۔ یہ بات ہمیں مارشل کے ذریعے 'سرکاپ' میں دریافت کیے جانے والے سکوں کے ذخیرے سے معلوم ہوتی ہے جس میں گونڈوفرنیس، پاکوریس اور کجل کڈفیسس کے سکے شامل ہیں۔ اس نے مختلف قسم کے تانبے اور دوسری قسم کے سکے ڈھالے جن پر رومی طرز پر بادشاہ کی تصویر تھی۔ اس کے ذریعے ڈھالے گئے کچھ سکوں کے سامنے کے رخ پر یونانی عبارت درج ہے جب کہ پشت پر 'خروشی' یا 'خروشٹی' رسم الخط میں تحریر کیا ہوا ہے۔

کجل کڈفیسس اول کے بعد اس کا بیٹا 'وِما کڈفیسس' تخت پر بیٹھا۔ ہان خاندان کے چینی واقعات کے مطابق 'وِما کڈفیسس' نے ہندوستان پر قبضہ کرکے یہاں کے انتظام وانصرام کے لیے ایک جنرل مقرر کیا۔ وی۔ اے۔ اسمتھ کے مطابق، کشان راجا وِما کڈفیسس نے اپنی حکومت مشرق میں بنارس سے لے کر پارتھیا کی سرحدوں تک وسیع کرلی جس میں افغانستان، ترکستان، بخارا اور روسی ترکمانستان بھی شامل تھے۔ اس کے سر بھارت میں سکہ سازی کے ایک نئے دور مثلاً سونے کے باقاعدہ سکے جاری کرنے کا سہرا باندھا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے جاری کیے گئے سونے کے سکے وزن میں رومی سکوں کے برابر تھے جو تھوڑی بہت ترمیم و تبدیلی کے ساتھ گپت دور تک چلن میں رہے۔ کئی مورخین اس دور میں سونے کے سکوں کے عام استعمال کو بھارت میں رومی سونے کی آمد سے منسوب کرتے ہیں۔ کڈفیسس حکمرانوں میں آگے چل کر کشان خاندان کا عظیم راجا کنشک میسر آیا۔

کنشک کی حکومت کی توسیع کے بارے میں ہمیں کتبوں میں درج تحریروں کے ذریعے علم ہوتا ہے۔ اس کی حکومت مدھیہ پردیش میں سانچی سے اترپردیش میں بنارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہم اگلے حصے میں کنشک کے دورِ حکومت کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں گے۔ کنشک کے بعد آنے والے حکمرانوں میں وشسک، ہووِشک اور واسودیو شامل تھے۔ تیسری صدی عیسوی کے وسط تک افغانستان اور سندھ کے مغربی خطے میں کشانوں کی حکومت کو ایران کے ساسانی حکمرانوں نے زوال پذیر کردیا۔ انجام کار کشانوں کی حکومت ماتحت حکمرانی تک محدود ہوگئی۔ ایران کی ساسانی حکومت کے عروج اور گپت سلطنت کے ارتقا نے شمال مغرب میں کشان حکومت کے تیزی سے خاتمے میں اہم رول ادا کیا۔

7.2.1 کنشک اور اس کی خدمات (Kanishka and His Services)

کنشک کی حکومت کی شروعات 78 عیسوی میں ہوئی جسے شک سموت کا آغاز بھی کہا جاتا ہے۔ کنشک کی حکومت مدھیہ پردیش کے سانچی سے اترپردیش کے وارانسی تک پھیلی ہوئی تھی۔ سنگی کتبوں کے اندراجات کے مطالعے سے ہم اس کی حکومت کی سرحدوں کے بارے میں قیاس لگا سکتے ہیں۔ دنڈ نایک لالہ، چھترپ ویسپاسی اور لیاکا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شمال مغربی ہندوستان کے علاقوں کے حکمراں تھے جب کہ مہاشترپ کھاراپلانا اور شترپ اونسھارامل جل کر مشرقی اترپردیش کے حصوں پر حکومت کرتے تھے۔ ابوریحان البیرونی کے مطابق، کنشک کی حکومت افغانستان اور وسطی ایشیا کے سرحدی علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ دیگر دو ماخذ، راج ترنگنی اور چند بدھسٹ روایات کے مطابق کشمیر پر بھی کنشک کی حکومت تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ کے مطابق، کنشک کی پہلی راجدھانی موجودہ پشاور کے نزدیک 'پُرُش پُر'

تھی۔ متھرا کنشک کی دوسری راجدھانی تھی۔ کنشک نے اپنی حکومت وسطی ایشیا کے علاقوں اور بنگال کی سرحدوں تک وسیع کرلی تھی۔

بیکٹریا میں پائے جانے والے کشان دور کے کتبوں میں سے ایک، روبتک کتبے میں کنشک اول کے دورِ حکومت کے ابتدائی سالوں کا اندراج ملتا ہے۔ اس کتبے کے اندراج کے مطابق اس کی حکومت شمالی ہندوستان سے خلیج بنگال تک تھی۔ اس کتبے کے ذریعے ہمیں شمالی ہند کے شہروں جو کنشک کے حکومت کا حصہ تھے اور کشانوں کے خاندانی شجرے کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس میں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ کنشک اس مندر (باگولاگو) کی تعمیر کے لیے بنائے گئے دفتر (شافرا) کا بھی نگراں کار تھا جس میں دیوی نانا اور دیگر دیوی دیوتاؤں کے مجسمے نصب کیے گئے تھے۔ اس کتبے میں کنشک کی فتوحات اور اس کی صحت کو یقینی بنانے کے لیے کئی دیوی دیوتاؤں سے دعا مانگنے کا ذکر ملتا ہے۔

کنشک نے مغرب میں پارتھی حکومت کے خلاف ایک مہم کی قیادت کی تھی اور چین کے باجگذار کاشغر، یارقند اور ختن کے راجاؤں کو زیر کیا تھا۔ کنشک کو بدھ مذہب سے اس کی مناسبت کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔ ہیون سانگ اور البیرونی کے مطابق کنشک نے پشاور میں ایک 'خانقاہ' (خانقاہ) تعمیر کروائی تھی۔ کنشک کے دور میں پشاور بدھ تہذیب کے علمی مرکز کے طور پر جانا جاتا تھا۔ 1871 عیسوی میں الیکزینڈر کننگھم نے پشاور کے لاہور گیٹ کے باہر 'شاہ جی کی ڈھیری' کی شناخت کنشک کے استوپ کے ممکنہ مقام کے طور پر کی تھی۔ چینی زائرین کے بیان کی توثیق تب ہوئی جب اس مقام پر ڈی۔ بی۔ اسپونُر اور ایچ۔ ھار گریویز کے زیرِ نگرانی کی گئی کھدائی کے دوران ہر زاویے پر نیم دائروی توسیع اور ہر رخ پر 15 میٹر کے پروجیکشن کے ساتھ ایک 54 مربع میٹر کا استوپ دریافت ہوا جس کے اطراف بھی ایک چھوٹا استوپ تھا۔ ڈی۔ بی۔ اسپونر نے 1912 میں ایک پرانے کمرے میں کانسے کے ایک صندوقچے کا ذکر کیا ہے جس پر خردشتی رسم الخط میں کنشک کا نام لکھا ہوا تھا۔

اس کے بارے میں مزید کہا جاتا ہے کہ اس نے کشمیر میں چوتھی مجلس کا انعقاد کیا تھا جہاں 'کنڈل ون وِہار' نامی خانقاہ میں بدھسٹ مذہبی عالم پرانے دستاویزات حاصل کرنے، انہیں جمع کرنے اور ان پر حاشیہ نویسی کا کام کرنے کے مقصد کے تحت جمع ہوئے تھے۔ اس مجلس کی صدارت 'واسومتر' نے کی تھی جب کہ 'اشوگھوش' کو نائب صدر مقرر کیا گیا تھا۔ اشوگھوش نے 'بدھ چرت' کے نام سے مہاتمابدھ کے حالات زندگی لکھے تھے۔ اس نے دوسری کتاب 'سوندرانند' بھی لکھی جو سنسکرت شاعری کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ کنشک علم و فن کی سرپرستی کرتا تھا لہٰذا اس نے نہ صرف اشوگھوش، پارسوا اور واسومتر جیسے بدھ فلسفیوں کی سرپرستی کی بلکہ دوسرے لوگوں کی بھی سرپرستی کی جن میں پجاری 'سنگھ رکشک'، مہایان فرقے کے پیروکار 'ناگارجن' کے علاوہ کئی دوسرے بھی شامل تھے۔ بدھ مذہب کے تھیراواد مکتب کی ایک اہم شاخ 'سروستی واد' تھی جس کی بنیاد 'راہل بھدرا' نے رکھی۔ اس مکتب نے سنسکرت زبان اختیار کی تھی۔ یہ مکتب کشمیر، متھرا اور گندھار میں نہایت مقبول تھا۔ 'سروستی واد' نامی اس شاخ کو کنشک اول کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کے دورِ حکومت کو اس وجہ سے بدھ مذہب کی تاریخ میں ایک سنگِ میل تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس نے نہ صرف چوتھی بدھ کونسل کا انعقاد کیا تھا اور اس مذہب کا سرپرست تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ اس کے دور میں بدھ مذہب کے مہایان فرقے اور بدھ مذہب کے ہندیونانی مکتب کو فروغ حاصل ہوا۔ پشاور کی زیارت کرنے والے تمام زائرین

کے اندراجات کے مطابق پشاور میں ایک درخت کے پاس کنشک کا ایک عظیم الشان استوپ بنایا گیا تھا۔ جس کی فاہیان نے پانچویں صدی عیسوی میں سیاحت کی تھی۔ اس کے مطابق اس استوپ کی بلندی تقریباً 400 فیٹ تھی۔ اس استوپ کی مغربی جانب ایک پرانا وہار تھا جسے کنشک نے تعمیر کیا تھا۔ کنشک نے تقریباً 23 سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا 'وسِشک' تخت پر بیٹھا۔ وسشک کے بعد 'ہووِشک' حکمراں بنا

7.2.2 کنشک کے جانشیں (Kanishka and His Successors)

ہووشک (Huvishka)

اس کی حکومت کو کشانوں کی تاریخ کا روشن ترین دور مانا جاتا ہے۔ ہووِشک کے دورِ حکومت کے چھر گاؤں ناگا تصویری کتبے میں ہووِشک کا ذکر 'مہاراک راجاتراج ہووِشکا' کے طور پر ملتا ہے۔ متھرا دستاویزات جو 40 ویں سال کے ہیں اس میں ہووشک کو مہاراج دھیراج کہا گیا ہے۔ 45 ویں سال میں اس کو مہاراج دیوپتر کہا گیا ہے۔ 47 ویں سال میں مہاراج ادھیراج دیوپترا کا استعمال کیا گیا ہے۔ بدھست کتبوں میں سنگی ستون پر درج ایک کتبے پر 'اُدین' کے رہنے والے ایک بدھ راہب 'جیوک' کو تحفے میں دیے جانے والے وہار کے ضمن میں مہاراج راجادھراج دیوپترا ہووِشک' لکھا ہوا ملتا ہے۔

ہووشک کے سکے مملکت کے مختلف مقامات پر دستیاب ہوئے ہیں جو کپشا (Kapisa) سے لے کر بہار تک پھیلی ہوئی تھی۔ مشہور متھرا دستاویز جو 28 ویں سال میں جاری کی گئی تھی وقف سے متعلق ایک دستاویز ہے اس کے مطابق حکمراں نے (بدخشاں کا حکمراں) 100 برہمنوں کے کھانے کے اخراجات اور غریبوں کو ضروری اشیا فراہم کرنے کے لیے عطیہ دیا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بدخشان کے علاقے سے ہووشک کے دوستانہ تعلقات تھے۔ راج ترنگنی میں بھی اس کا نام مشہور کشان حکمراں کے طور پر لیا گیا ہے جس نے کشمیر پر قبضہ کیا تھا۔ خانگی دستاویزات میں اس کے تعلق سے جو غیر اہم القاب استعمال کیے گئے ہیں ان سے قطعی یہ تصور نہیں کیا جانا چاہیے کہ وہ ایک غیر اہم یا کمتر درجہ کا حکمراں تھا۔ ہووشک کے دستاویزات میں تسلسل ہے بغیر وقفہ کے 28 ویں سال سے 60 سال تک پائے گئے ہیں۔ سب سے آخری 62 ویں سال کا ہے۔ ہووِشک نے 62 سال تک حکومت کی۔

واسودیو (Vasudeva)

واسودیو کشان خاندان کنشک کے سلسلہ کا آخری تاجدار تھا۔ اس کے نام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک کشان حکمراں مکمل طور پر ہندوستانی ہو چکے تھے۔ اس نے 67 ویں سال سے 98 یا 99 سال تک حکومت کی اس کے جاری کردہ سکے سحری بہلول، سرکاپ، ٹیکسلا اور بگرام کے علاوہ وسیع علاقے میں دستیاب ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو ورثہ میں بڑی مملکت ملی تھی۔ مشرق میں وارانسی سے شمال میں ٹیکسلا، افغانستان اور کشمیر تک پھیلی ہوئی مملکت پر اس نے حکومت کی۔ اس نے چینی حکمراں Po-Tino کے دربار میں ایک سفیر روانہ کیا تھا اور اس سے یوچی کے بادشاہ کا خطاب حاصل کیا۔ اس کے کتبات 67 سے 98 یا 99 سال کشان عہد کے ہیں۔

کنشک کا شاہی خاندان واسودیو پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد کشان خاندان کی حکومت جاری رہی۔ بگرام میں دریافت ہونے والے کشانوں کے آخری دور کے سکوں کی مدد سے ہمیں ایک نئے شاہی خاندان کے عروج کے بارے میں علم ہوتا ہے۔ کتبوں، اور سکوں سے متعلق ثبوتوں، تاریخی واقعات کی زمانی ترتیب، کتبوں پر درج قدیم تحریروں، ان کی زبان اور آثارِ قدیمہ کے ثبوتوں کے مطالعے کی بنیاد پر ہمیں کشانوں کے تیسرے خاندان کی تاریخ کا علم ہوتا ہے جس کی شروعات واسودیو کی موت کے بعد ہوئی۔ کشانوں کے تیسرے خاندان کا پہلا راجا 'وامٹاکش' تھا۔ اس نے اپنے لیے 'کشان پُتر' کا خطاب اختیار کیا تھا۔ اس کے بعد کنشک دوم تخت پر بیٹھا۔ اس کے نام کا ذکر 'دل پتی کی کھڑکی محلے' کے قریبی علاقے میں دریافت ہونے والے کتبے میں ملتا ہے۔

کنشک دوم کے بعد 'واس کشان یا 'وَشک' دوم راجا بنا۔ اس راجا کے بارے میں سب سے پہلی معلومات اس کی تخت نشینی کے 22 ویں سال سے ملتی ہے۔ اس دور میں سانچی میں واقع گوتم بدھ کے قدآدم مجسمے کے پائے کا حوالہ بھی ملتا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کنشک سوم تخت پر بیٹھا۔ اس کا ذکر 'آرا' کے کتبے میں ملتا ہے۔ اس کا ذکر افغانستان میں سُرخ کوتل کی کشان عبادت گاہ کے کھنڈرات کے کتبوں میں بھی ملتا ہے۔ کتباتی ثبوت یہ بتاتے ہیں وہ آخری راجا تھا۔ بعد کے دور کے کشانوں کے زوال کے بعد شمالی ہند میں 'یودھیہ، کنند، مالو، ناگ ماگ جیسی طاقتیں ابھرنے لگیں۔ چوتھی صدی عیسوی کے آخر اور پانچویں صدی عیسوی کے آغاز کے درمیان کشانوں نے 'کدار کشان' نامی ایک نیا عہدہ اختیار کیا۔ انہوں نے گندھار اور کشمیر میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ ان کے سکے قربانی کرنے والے راجاؤں اور آخری دور کے کشانوں کے اردوکش طرز کی ادھوری نقل تھے۔

7.3 کشانوں کے دور میں سکہ سازی (Coinage in Kushana Period)

سکوں کے ذریعے ہمیں کسی شاہی خاندان کے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ آیئے، اس اقتباس میں ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ کشانوں کے دور میں سکے ڈھالنے کے لیے کون سے طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ پہلے کشان راجا کُجل کڈفیسس نے زیادہ تر تانبے کے سکے جاری کیے جن میں چاندی کے سکے بہت کم تھے۔ کُجل کے دور کے تانبے کے سکے مختلف قسم کے تھے۔ یونانی دیوتا ہرکیولس اور ہرمائس کے دھڑ کی تصویر، بیل اور باختری اونٹ، تاجدار کا سر اور تخت نشین بادشاہ' دھیان کرتے گوتم بدھ اور زیوس دیوتا وغیرہ کی تصویریں ان سکوں پر کندہ تھیں۔ اس کے دور کے تانبے کے سکوں کے چہرے پر یونانی عبارت ہوتی تھی جب کہ پشت پر خردشتی لکھی ہوتی تھی۔ کُجل کڈفیسس کے سکوں پر خردشتی میں 'کشان یاووگاس' اور یونانی میں 'کھونشانسوزاؤ' جیسی اصطلاحیں درج تھیں جس کے معنی ہوتے ہیں 'یاووگا' اور 'کشان' کے دور سے متعلق۔ اس کے بارے میں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے سکوں پر 'کُجالا کارا کڈفیسس' اور مہاراج راج تراج' جیسا شاہی خطاب بھی درج کروایا تھا۔ اس کے ذریعے جاری کیے گئے سکوں میں سے ایک اہم قسم کے سکے وہ تھے جن پر بیل اور باختری اونٹ کی تصویر تھی اور جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کے باختری حکومت سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ اس نے ہرمائس کے دھڑ والے تانبے کے گول سکے بھی جاری کیے تھے۔ اس کے ایسے سکے جن پر تخت پر بیٹھے راجا اور زیوس کی ایستادہ تصویر بنی تھی، اس کا نام 'کڈاپا' درج تھا۔ ٹکشیلا میں 78 سکے دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے دور کے سکوں میں ہمیں اس کے کُجل، کڈفیسس، کڈافیس، کاؤ، کاسا، کُجل کارا کاپا وغیرہ جیسے

مختلف ناموں اور خطابات کا پتا چلتا ہے۔

'وِما کڈ فیسس' وہ آخری کشان راجا تھا جس نے ذولسانی اور دو رسم الخط والے سکے جاری کیے تھے۔ رومی معیارات کے مطابق سونے کے سکے جاری کرنے والا وہ پہلا راجا تھا۔ وِما کڈ فیسس کے سکوں کی ایک اہم خاصیت یہ بھی تھی کہ ان کی پشت پر شیو دیوتا کی تصویر ہوتی تھی۔ اس نے مختلف قسم کے سونے کے سکے جاری کیے تھے جن میں تخت پر بیٹھا راجا اور شیو کی تصویر والے سکے، بادلوں پر سوار راجا، بیل کے ساتھ شیو کی تصویر والے سکے، راجا اور شیو کی نصف تصویر والے کے سکے، ہاتھی سوار اور شیو تصویر والے سکے شامل تھے۔ دوسری طرف اس کے تانبے کے سکے 'مندر میں راجا اور شیو' طرز کے تھے۔ وِما کڈ فیسس کے بعد کشانوں نے سونے اور تانبے کے سکے ڈھالنے کی روایت برقرار رکھی۔ سکہ سازی میں سونے کے استعمال نے کشانوں کے وقار اور ساکھ میں اضافہ کر دیا۔ 1878 عیسوی میں تانبے سے بھرے سکوں کا ایک برتن کھدائی کے دوران دریافت ہوا جس میں 500 سکے تھے جو وِما کڈ فیسس اور کنشک سے منسوب ہیں۔

کنشک اول کا ایک سونے کا سکہ، برٹش میوزیم (وکیپیڈیا)

کنشک اور اس کے بعد والے راجاؤں کے سکے ان کے پیش رو راجاؤں کے سکوں سے مختلف تھے۔ کنشک اور ہووِشک کے سکوں پر ہمیں ہندو، بدھسٹ، یونانی اور ایرانی دیوی دیوتاؤں کے نام کندہ ملتے ہیں۔ کنشک کے سکوں کو بنیادی طور پر دو قسموں میں درجہ بند کیا جا سکتا ہے؛ سونے کے سکے اور تانبے کے سکے۔ کنشک کے دور کے سونے کے سکے ایک ہی قسم کے ہیں لیکن یہ دو سائز میں ہیں۔ اسٹیٹر اور کوارٹر اسٹیٹر۔ ان میں سے ہر ایک میں سامنے کے رخ پر راجا کے کسی عبادت گاہ سے سامنے کھڑے ہونے والی تصویر ہے اور دوسرے رخ پر کسی دیوی دیوتا کی تصویر ہے۔ زیادہ تر سکوں پر یونانی رسم الخط اور شاکا زبان میں لکھا ہوا ہے۔ عبادت گاہ (معبد) پر کھڑے ہوئے راجا اور دیوی دیوتا کی تصویر والے طرز کے سکوں میں ہمیں 'کنشک، کشان، راجاؤں کا راجا' لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس کے تانبے کے سکوں پر یونانی سورج دیوتا، نانا وادیوی، آگ دیوتا وغیرہ کے تصویریں ہیں۔ اس کے سکوں کے ایک مجموعہ پر خود اسے بنفس نفیس عبادت گاہ پر کھڑے ہوئے راجا کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ بودیہہ کے مقام پر کارلائل کے ذریعے وِما کڈ فیسس کے سکوں کے ساتھ ساتھ کنشک کے مربع ٹھپہ دار سکے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ پشاور ضلع کی تحصیل صوابی کے امان کوٹ مقام پر 451 سکے دریافت ہوئے ہیں جن میں سے 44 سکوں کا تعلق وِما کد فیسس سے اور 406 سکوں کا تعلق کنشک کے دورِ حکومت سے ہے۔ ان 406 سکوں میں 387 سکے کنشک کے نہایت عام تانبے کے سکے ہیں۔ وشسکا کے سکوں کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

ہووِشک جس کا ذکر 'کلہن' کی 'راج ترنگنی' میں ہوشک کے طور پر ملتا ہے، کنشک کا جانشیں تھا۔ اس کے عہد حکومت کی تصدیق اس کے جاری کردہ سونے اور تابنے کے سکوں سے ہوتی ہے۔ کنگھم نے بودھ گیا کے بدھ کی نصف شبیہ والے سکے کو جو بودھ گیا کے مقام پر مہابودھی مندر کے تخت کے نیچے پائے گئے پرانے ذخیرے میں ہووِشک کے دور کے سونے کے سکوں کے ساتھ تھا۔ مازدین اشو شکو اور

اووانندااور بھارتی مہاسینا، اسکندا کمار او غیرہ جیسے کچھ اضافوں کے ساتھ، ہووشک کے دور کے سکوں میں مازدین اور ہندوستانی طرز کی آمیزش ملتی ہے۔اس کے دور کے سونے کے زیادہ تر سکوں پر راجا کے دھڑ کی تصویر کندہ ملتی ہے۔ نہایت کم تعداد ایسے سکوں کی ہے جن پر راجا کا 'سر' کندہ ہے۔ ہووشک کے سکوں پر اس کی تخت پر بیٹھے ہوئے یا ہاتھی پر سوار تصویر مشکل ہی سے ملتی ہے۔اس کے سونے کے سکوں پر راجاؤں کے ملبوس دھڑ (شبیہ) اور سر پر جواہرات وزیورات سے مزین تاج رکھے ہوئے سروں کی تصویر ہوتی ہے۔تانبے کے سکوں کے سامنے کے رخ پر اس کی ہاتھی پر سوار یا آرام کرتی ہوئی تصویر کندہ ملتی ہے۔ ہووشک کے نہایت عام تانبے کے سکوں میں وہ سکے بھی شامل ہیں جن پر اسے ہاتھی پر سوار دکھایا گیا ہے۔ان سکوں کے پچھلے رُخ پر پا نتھیین،، یونانی، ایرانی اور ہندوستانی (اوما، مہاسینا) دیوی دیوتاؤں کی شکلیں کندہ ملتی ہیں۔ کنگھم کے مطابق، ہووشک کے تانبے کے سکے مختلف قسم کے ہیں یعنی ان سکوں جیسے جن پر راجا اپنے دائیں ہاتھ میں نیزہ اور بائیں ہاتھ میں ہاتھی کا انکش لیے ہاتھی پر سوار ہے۔اس کے دوسری قسم کے سکوں میں اسے تخت پر بیٹھا دکھایا گیا ہے۔ ہووشک کے دو چاندی کے سکے برلن اسٹیٹ میوزیم میں محفوظ ہیں۔

کنشک، ہووشک اور واسودیو کے سکوں میں وزن، بناوٹ، ٹائپ اور یونانی عبارت کے استعمال کے معاملے میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ واسودیو کے سکے پنجاب اور شمالی بھارت کے کئی مقامات پر پائے گئے ہیں۔ پشاور میں 1200 دینار پر مشتمل ایک خزانہ دریافت ہوا ہے جس میں واسودیو کے دور کے سونے کے سکے بھی شامل ہیں۔اس کے تانبے کے سکوں میں سے ایک پر واسودیو کا نام 'واسو' ترچھی تحریر براہمی رسم الخط میں درج ہے۔اس کے سکوں پر لارڈ شیو کی تین سروں اور چار بانہوں والی شکل بھی ملتی ہے۔ کبھی کبھی ہمیں ان سکوں کے سامنے والے رخ پر ایرانی دیویوں 'نانا' اور 'اردوکشو' کی تصویریں بھی ملتی ہیں۔اس کے تانبے کے سکوں کے دوسرے رخ پر ترشول کے ساتھ اس کی تصویر کندہ ہے۔ کشان کے دور کے سونے کے سکے واسودیو اول کی موت کے بعد تک بھی چلن میں رہے۔ بعد کے دور کے کشانوں کے سکوں کے ایک رخ پر راجا کو عبادت گاہ پر کھڑا دکھایا گیا ہے جب کہ دوسرے رخ پر ہمیں 'اوئیشو' (شیو) اور 'اردوکشو' (لکشمی) کی تصویریں ملتی ہیں۔ واسودیو دوم کے سکوں میں معیار قائم نہیں رہ پائے۔اس کے 'شیو اور بیل' ٹائپ کے سکے بیکٹریا اور افغانستان میں پائے گئے ہیں۔اس نے اپنے گورنروں کو بھی اجازت دی تھی کہ وہ اپنے سکوں پر اپنے نام کے ابتدائی حروف کندہ کروائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دور میں گورنر زیادہ بااختیار ہو رہے تھے۔ بیکٹریا کے گورنروں نے کشان۔ساسانی سکے جاری کیے جس سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ واسودیو دوم کو ساسانیوں نے تخت سے بے دخل کر دیا تھا۔

معلومات کی جانچ :1 (Test Your Knowledge I)

خالی جگہ پر کیجیے۔

1. پہلے کشان راجا کجل کڈ فیسس کے دور کے ________ طرز کے سکے کم ہی پائے گئے ہیں۔
2. کشان دور کے 451 سکوں پر مشتمل ذخیرہ ________ کے مقام پر دریافت کیا گیا۔
3. ______ آخری کشان راجا تھا جس نے ذولسانی اور دو رسم الخط میں سکے جاری کیے۔

4. ہووِشک کے ________ سکے برلن اسٹیٹ میوزیم میں محفوظ کیے گئے ہیں۔

5. 'راجااور شیو' ٹائپ کے نصف سائز کے سکے ________ نے جاری کیے تھے۔

7.4 مذہبی زندگی (Religious Life)

کشانوں کے دور میں مذہبی پہلوؤں کو ہم ان راجاؤں کے اختیار کردہ خطابات اور ان کے سکوں پر کندہ دیوی دیوتاؤں کی تصویروں کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں۔ سکوں اور سنگتراشی کی مدد سے ہم بہ آسانی جان سکتے ہیں کہ کشانوں کے دور میں تین مذاہب نہایت اہم تھے جن کی پیروی کی جاتی تھی۔ یہ تین مذاہب تھے

1۔ برہمنی مذہب 2۔ بدھ مذہب 3۔ جین مذہب

برہمنی مذہب: ۔اس زمانے کے تخلیق کردہ ادب اور سکوں میں برہمنی دیوی دیوتاؤں کی عبادت کو دکھایا گیا ہے۔ شیو یا اس کی علامتوں میں سے ایک وِما کڈفیسس کے سکوں پر کندہ ہوتی تھی۔ کڈفیسس کے اختیار کردہ القاب میں 'شیو' یا 'ماہیشور' شامل تھے۔ کنشک اور ہووِشک کے سکوں پر شیو کی ایسی تصویریں ہمیں ملتی ہیں جن میں وہ دو ہاتھوں اور چار ہاتھوں والے دیوتا کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ تین سر والے شیو کے گرد ایک ہالہ، جس میں وہ صرف زیر جامہ پہنے ہوئے ہے، اور 'اردھونٗدرا' ہووِشک کے دور کے سکوں پر کندہ ملتے ہیں۔ ہووِشک کے دور کے سکے جن میں شیو کے ساتھ 'اوما' کی تصویر بھی ہے، یہ دکھاتے ہیں کہ اس زمانے میں 'اوما' کی رسم منائی جاتی تھی۔ واسودیو کے سکوں پر شیو اور نانا (دیوی) کی شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ واسودیو کے سکوں پر شیو کو پانچ سر والا بتایا گیا ہے۔ راجاؤں کے نام کے علاوہ ان سکوں پر ہمیں رودرا، شیو، پشوپتی جیسے نام بھی کندہ ملتے ہیں۔ برہمنی مذہب میں شیومت سب سے زیادہ مقبول مسلک تھا۔

ایک اہم ویدک دیوتا، وشنو بھی ان دیوتاؤں میں شامل تھا جس کی پوجا کشان راجاؤں کے دور میں کی جاتی تھی۔ آخری کشان راجا کے ذریعے اپنے لیے اختیار کیے گئے آخری نام 'واسودیو' سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ برہمنوں میں سب سے اعلیٰ مقام رکھنے والے دیوتاؤں میں سے ایک وشنو یا واسودیو کا عقیدت مند تھا۔ ایک مہر جسے کنگھم ہووِشک کے دور سے منسوب کرتا ہے، وشنو دیوتا کو شنکھ، چکر، گدا اور کمل کے بجائے ایک انگوٹھی جیسی چیز کے ساتھ دکھاتی ہے۔ ہووِشک کے دور کے دوسرے سکوں میں چار بانہوں والے وشنو کی تصویر ملتی ہے جن کے دوسرے رُخ پر اس کا نام 'اوشا' کے طور پر ملتا ہے۔ چار دیوتاؤں کے گروپ بشمول 'اردھ ناریشور شیو، وشنو، گج لکشمی اور کبیر'، ایک تختی پر کندہ تھے۔ وشسکا کے دورِ حکومت کے متھرا ریکارڈ کے مطابق اس نے 'یوپا' ستون تعمیر کروایا تھا۔ یہ ستون رودریلا کے بیٹے درونالا کے ذریعے منعقدہ یگیہ کی بارہ دن تک چلنے والی رسم کی ادائیگی کے دوران تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ستون اب متھرا میوزیم میں محفوظ ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشانوں کے دور میں لوگوں کی اکثریت برہمنی مذہب پر عمل پیرا تھی۔

بدھ مذہب: ۔دیگر مذہبی عقائد میں بدھ مذہب کو بھی کشانوں کے دور میں شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ اس دور میں کنشک کے دورِ حکومت میں منعقد ہونے والی چوتھی بدھ مجلس کا انعقاد بدھ مذہب کی تاریخ میں ایک سنگِ میل تھا۔ 'ساہیت ماہیت' کے مقام پر تعمیر کیا گیا استوپ

کشان دور سے منسوب کیا جاتا ہے۔ابتدائی صدیوں کے چینی زائرین کے مطابق، کنشک نے اپنی حکومت کی راجدھانی 'پُرُش پور' یعنی موجودہ پشاور کے نزدیک ایک استوپ تعمیر کروایا تھا۔ 'شاہ جی کی ڈھیری' پر دریافت صندوقچے کے کتبے کی تحریر سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ کنشک نے بدھ مذہب کے مہایان مکتب فکر کی سرپرستی کی۔ 'تھیرا واد' بدھ مذہب کا ایک فکری مکتب تھا جسے کنشک کے دور میں فروغ حاصل ہوا جب کہ کشان حکومت کے بعد کے دور میں تھیرا واد کی ہی ایک شاخ 'سروستی واد' کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ یہ بات برہمنی ماخذ سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وردھک کتبہ جس کا تعلق ہووِشک کی تخت نشینی کے 51ویں سال سے ہے، وگرماریگا کے شاکیہ مُنی کی باقیات کے قیام کا ذکر کرتا ہے جس کا انتظام وانصرام 'مہایان' راہبوں کے ہاتھوں میں تھا۔

جین مذہب:۔بدھ مذہب کے مختلف فکری مکتبوں کے علاوہ جین مذہب کو بھی کشانوں کی شاہی سرپرستی حاصل تھی۔24ویں تیر تھنکر، مہاویر کی اولین تصویر کا تعلق بھی کشان دور سے ہے۔کشانوں کے دور میں جین راہبوں کے علاوہ کمار مترا، واسولا، سنگمکا، جینا داسی، بال ورما، دیوااور سادیتا کا ذکر جین راہباؤں کے طور پر ملتا ہے۔ہم بہ آسانی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ کشان راجاؤں کو تمام مذاہب کی یک جہتی کا شعور حاصل تھا۔

7.5 فن اور فن تعمیر (Art & Architecture)

گوتم بدھ حالت قیام میں، گندھارا اسکول، کشان عہد، ٹوکیو نیشنل میوزیم (کیپیڈیا)

فن تعمیر اور فن کے مختلف شعبوں میں کشان راجاؤں کی خدمات قابلِ قدر ہے۔ کشان حکومت کے مشرقی اور مغربی حصوں میں فن کے دو مکتب فروغ پانے لگے۔ فاہیان نے پرش پور (موجودہ پشاور) کے مقام پر ایک مینار کا ذکر کیا ہے جو 13 منزل بلند تھا اور چھتری سے لگے ہوئے ایک آہنی ستون سے گھرا ہوا تھا۔اس کی تعمیر کنشک اول سے منسوب کی جاتی ہے۔ کنشک حکومت کے شمال مغربی علاقے میں فن کے 'گندھارا اسکول' کو فروغ حاصل ہوا۔ جب کہ کشان حکومت کے مشرقی حصے میں فن کے 'متھرا اسکول' کو فروغ ملا۔ دونوں نے مل کر فن کی مختلف شکلوں کے امتزاج سے ایک نئی روایت کو جنم دیا۔

کشانوں کے دورِ حکومت کا ایک اہم پہلو راجاؤں، ان کے وارثین اور دیوی دیوتاؤں کے مجسموں کو تراشنے کے لیے درباری فن کاروں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی تھا۔ گندھارا اسکول کو گوتم بدھ کے

مجسمے تیار کرنے والے اولین مکتب کی حیثیت حاصل ہے۔ گندھارا میں گوتم بدھ کا اولین مجسمہ وہ ہے جسے 'اسپونر' نے شاہ جی کی ڈھیری کے مقام پر کنشک کے صندوقچے کے اوپر دریافت کیا تھا۔ گندھارا اسکول کے فن کاروں نے 'بدھی ستو' ٹائپ کے مجسمے تراشے تھے جن میں گوتم بدھ کو شاہی لبادے میں ملبوس اور عالی شان دستار اور زیورات کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ مختلف ترتیبوں، پھولوں کے ڈزائن اور جانوروں کی تصویروں کی سجاوٹ گندھارا فن تعمیر کی خصوصیات ہیں۔ کنشک نے پشاور کے نزدیک ایک مشہور استوپ تعمیر کروایا تھا جس کا تعلق گندھارا فن تعمیر سے تھا۔ ہیون سانگ نے اس کا ذکر اس دور کی نہایت کامیاب اور عظیم ترین عمارت کے طور پر کیا ہے۔

کنشک کا مجسمہ، متھرا اسکول، متھرا میوزیم

کشانوں کے دور میں متھرا فن کی تیاری کے مرکز کے طور پر مستحکم ہو گیا تھا۔ کشان دورِ حکومت کو متھرا فن سنگتراشی کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ کشان دورِ حکومت سے تعلق رکھنے والے کارتکیہ، وشنو، سرسوتی، کبیرؔ جیسے چند برہمنی مجسموں کے علاوہ ناگا جیسے دیوتاؤں کے مجسمے متھرا میں پائے گئے ہیں۔ کشان دورِ حکومت میں سوریہ دیوتا کو دو گھوڑوں کے ذریعے کھینچے جانے والے رتھ پر سوار دکھایا گیا ہے۔ متھرا کے 'ماٹ' گاؤں میں کشان راجاؤں کنشک، وِما اور چاستانا کے مجسمے پائے گئے ہیں۔

اس دور میں پہلی مرتبہ بدھ کی تصویریں انسانی شکل میں دکھائی گئی ہیں۔ اس مکتب کے ذریعے تیار کردہ گوتم بدھ کے اولین مجسمے ماہولی کے بودھی ستو اور کنشک دور کے سارناتھ بودھی ستو کے مجسموں کی طرح سائز کے اعتبار سے دیو ہیکل اور ایسادگی کی حالت میں ہیں۔ کشانون کے دور میں متھرا فن بھاروت اور سانچی کی پرانی شکلوں کا ہی سلسلہ تھا۔ کشان حکومت کے زیرِ سرپرستی پورٹریٹ فن کا بہترین نمونہ کنشک کا مجسمہ ہے جو متھرا کے نزدیک 'ماٹ' گاؤں کے 'ٹوکری ٹیلا' کے مقام پر دریافت ہوا ہے۔ اس مجسمے میں کنشک کو ایک بلم mace پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے اور بائیں ہاتھ سے تلوار کا دستہ تھامے کھڑا ہوا دکھایا گیا ہے۔ کشان راجاؤں کا ایک اور مجسمے میں اسے تخت پر بیٹھا دکھایا گیا ہے جس کے سامنے ایک شیر بیٹھا ہوا ہے جب کہ راجا کا دایاں ہاتھ ایک تلوار کے دستے کو تھامے ہوئے اوپر کی سمت اٹھا ہوا ہے۔ لکھنو کا ایک قدآدم بودھی ستو مجسمہ ہووِشک کی تخت نشینی کے 35ویں سال سے منسوب کیا جاتا ہے۔ متھرا فن میں شیو دیوتا کو پاروتی کے ساتھ انسانی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق کشان دور اور کنکالی ٹیلا سے ہے۔ کشان دور کے سنگتراشوں نے وشنو کا اپنی ساتھی کے ساتھ، ناگا اور ناگی کے دیو ہیکل مجسمے بھی بنائے ہیں۔ متھرا اسکول نے نئے فن مجسمہ سازی کو بھی فروغ دیا جس میں گوتم بدھ، بودھی ستو اور جین تیر تھنکروں کی تصویریں نہایت اہم ہیں۔

7.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے جانا کہ

- مابعد موریہ عہد میں شمالی اور شمال مغربی ہندوستان پر ہندیونانی، شک، پارتھی اور آخر میں کشان حکمرانوں کی حکومت رہی۔
- کشان وسطی ایشیا کے یوچی قبائل کی ایک شاخ تھے، جنھوں نے شمالی ہندوستان سے افغانستان اور وسطی ایشیا تک ایک وسیع علاقے پر حکومت کی۔
- کشانوں میں کنشک ایک عظیم بادشاہ تھا جس نے نہ صرف سلطنت کی توسیع کی بلکہ مذہب، علم وادب، فن اور فن تعمیر کی سرپرستی کی۔
- کشان عہد میں ہی سب سے زیادہ تعداد میں سونے کے سکے جاری کیے گئے، جن کے ایک طرف راجا کی تصویر اور عہد حکومت درج ہوتا تھا تو دوسری طرف کسی دیوی دیوتا کی تصویر کندہ ہوتی تھی۔
- مذہب کے میدان میں بدھ مذہب کے مہایان مکتب فکر کو سب سے زیادہ عروج حاصل ہوا، جب کہ برہمنی اور جین مذہب کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں مہایان مکتب فکر کے زیر اثر برہمنی مذہب میں مجسمے بنانا اور ان کی عبادت کرنا شامل ہو گیا۔
- فن کے دو اسکول، گندھارا اور متھرا کا ارتقا اسی عہد میں ہوا۔ اسی ضمن میں مہاتما بدھ اور راجاؤں کے مجسمے بنائے گئے۔

7.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

یوچی قبائل	:	وسطی ایشیا اور چینی ترکستان سے آنے والا خانہ بدوش قبائلی گروہ
صحرائے کن لن	:	چینی ترکستان اور تبت کے درمیان پڑنے والا چٹیل میدان
شک سموت	:	کشان بادشاہ کنشک کے ذریعے 78ء میں جاری کی گئی ایک تقویم
متھرا اسکول	:	متھرا سے ابھر کر شمالی ہند میں پھیلنے والا فن کا ایک ملکی طرز
گندھارا اسکول	:	ٹیکسلا میں نشو ونما پانے والا یونانی اور ہندوستانی امتزاج سے تعمیر فن کا ایک مخلوط طرز

7.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

7.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. کشانوں کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟
2. کشان خاندان کا سب سے عظیم حکمراں کون تھا؟
3. کجل کڈفیس نے سب سے پہلے اپنے سکے کہاں جاری کیے؟
4. کنشک کی حکومت کی شروعات کب سے ہوئی؟

5. روہتک کتبے میں کس بات کا ذکر ملتا ہے؟
6. کنشک کے دور میں پشاور کس چیز کے لیے جانا جاتا تھا؟
7. کنشک نے کشمیر میں کون سی بدھ مجلس کا انعقاد کیا تھا؟
8. کنشک کی سرپرستی میں رہنے والے کسی دو عالموں کے نام بتایئے۔
9. سروستی واد کی بنیاد کس نے رکھی؟
10. دو رسم الخط والے سکے جاری کرنے والا آخری راجا کون تھا؟

7.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. کشانوں کے ابتدائی حالات بیان کیجیے۔
2. کشان سلطنت کے بارے میں جانکاری کے مآخذ پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
3. ہوشک کے بارے میں مختصراً بیان کیجیے۔
4. برہمنی مذہب پر ایک نوٹ لکھیے۔
5. بدھ مذہب پر ایک نوٹ لکھیے۔

7.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. کنشک کی خدمات پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیجیے۔
2. کشانوں کے عہد میں سکہ سازی پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
3. کشانوں کی زیرِ سرپرستی فن اور فن تعمیر پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

7.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Majumdar, R.C., *The Age of Imperial Unity*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1951.
2. Puri, B.N., *India Under the Kushanas*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1965.
3. Chattopadhyay, Bhaskar., *The Age of the Kushanas- A Numismatic Study*, Punthi Pustak, Calcutta, 1967.
4. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
5. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 8۔ ستواہن خاندان

(Satvahanas)

اکائی کے اجزا

8.0 تمہید
8.1 مقاصد
8.2 سیاسی تاریخ
8.3 سماج
8.4 انتظامی ڈھانچا
8.5 معاشی صورت حال
8.6 ستواہن دور کے سکے
8.7 مذہبی حالات
8.7.1 بدھ مذہب کا فروغ
8.8 ستواہن حکمرانوں کے وارثین
8.9 اکتسابی نتائج
8.10 کلیدی الفاظ
8.11 نمونہ امتحانی سوالات
8.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
8.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
8.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
8.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

8.0 تمہید (Introduction)

شمالی ہندوستان میں موریہ خاندان نے ہندوستان میں پہلی عظیم حکومت کی بنیاد رکھی۔اشوک کی وفات کے بعد جلد ہی موریہ حکومت انتشار کا شکار ہوگئی۔موریہ حکومت کے شمال مغربی علاقوں پر یونانیوں، ساکاؤں، پارتھیوں اور کشانوں کا قبضہ ہوگیا۔مگدھ اوراس کے آس پاس کے علاقوں پر سنگ خاندان کا قبضہ ہوگیا۔دکن اور مرکزی ہندوستان کے علاقے بھی موریہ حکومت میں شامل تھے۔

ہندوستان کے دکنی علاقوں میں موریاؤں کے بعد ستواہنوں کا اقتدار قائم ہوا۔انہیں آندھرا بھی کہا جاتا ہے۔ ستواہنوں کو دریائے نربدا کے جنوب میں سب سے قدیم اور بڑی ریاست تصور کی جاتا ہے جو تقریباً ۲۸ ق م سے ۲۱۹ عیسوی تک قائم رہی۔اس ریاست نے ہندوستان کے جنوبدی علاقوں میں علم و ادب، تہذیب و ثقافت کی عمدہ اور شاندار روایت چھوڑی ہے۔اپنی وسعت اور حجم کے اعتبار سے ستواہنوں کی حکومت اگرچہ چھوٹی تھی لیکن انتظامی معاملات میں بہت زیادہ منظم اور مستحکم تھی۔اسی وجہ سے یہ ریاست شمال سے آنے والی کسی بھی غیر ملکی حملے اور پیش قدمی کو روکنے میں زیادہ قابلیت رکھتی تھی۔ ستواہنوں کے بارے میں ہماری معلومات محدود ذرائع پر مبنی ہے۔ادبی ماٰخذ، کتبے اور سکے ستواہنوں کے بارے میں واقفیت کے اہم وسائل ہیں۔اس کے باوجود اس خاندان کے بارے میں ہماری معلومات کے ذرائع بہت محدود ہیں۔ادبی شہادتوں کا ریکارڈ بھی کم ہے۔

8.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- ستواہنوں کے بارے میں معلومات کے اہم ذرائع کو جان سکیں گے۔
- ستواہنوں کے آغاز وارتقا سے واقف ہو سکیں گے۔
- ستواہن خاندان کے بانی کے بارے میں جان سکیں گے۔
- ستواہن حکمراں ستکرنی اول کی خدمات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ستواہنوں کے انتظامی نظام کی وضاحت کر سکیں گے۔
- ستواہن عہد کی سماجی و معاشرتی زندگی کی خصوصیات کو بیان کر سکیں گے۔
- ستواہن عہد کے مذہبی حالات پر گفتگو کر سکیں گے۔
- ستواہنوں کی تجارت و معیشت پر اظہارِ خیال کر سکیں گے
- مختلف علوم وفنون، آرٹ اور کلچر کے فروغ میں ستواہنوں کی خدمات کا جائزہ لے سکیں گے۔

8.2 سیاسی تاریخ (Political History)

موریا دور کے بعد دکن میں بر سرِ اقتدار آنے والی طاقتور ترین حکومت ستواہن حکومت تھی۔ پُرانوں کے مطابق، ستواہن راجاؤں نے آندھرا کے علاقے پر مسلسل 460 برسوں تک حکومت کی۔ انہیں 'آندھرا جاتیہ' اور 'آندھرا بھرتیہ' بھی کہا جاتا تھا۔ 'ایتریہ براہمن' میں آندھراؤں کا ذکر وشوامتر کے جلاوطن بیٹوں کے طور پر کیا گیا ہے۔ کہانی کے مطابق، راجا ستیہ ورت کے شاہی پروہت وشوامتر کے کئی بیٹے تھے۔ اس کے بیٹوں میں سے ایک لے پالک بیٹے (منہ بولے بیٹے) 'دیوورت' کو اس کے دیگر تمام بیٹوں کا حکم (سربراہ) بنایا گیا تھا۔ اس کے دوسرے بیٹوں نے دیوورت کی قیادت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے وشوامتر نے انہیں بددعا دی کہ وہ آندھراؤں، پُندراؤں اور سبارسوں کی طرح ہی کتے کھانے والے اور ملیچھ (غلیظ) بن جائیں۔ مہابھارت میں آندھراؤں کو پُلندا، گوہا، سبارس اور مدرکاس کے ساتھ دکشن پتھ (دکن) میں مقام دیا گیا ہے۔ آندھرا یا ستواہن کا ذکر 'متسیہ پُران' اور 'وایو پُران' میں آندھراؤں کا ذکر دکن میں رہنے والے 'وِدر بھیوں'، دنڈکوں اور وندھیاؤں کے ساتھ ملتا ہے۔ درسی حوالوں کے علاوہ ہمیں آندھراؤں کا ذکر اشوک کے تیرہویں چٹانی فرمان میں یاون، کامبوج، پلندا وغیرہ کے ساتھ اپنے علاقے سے باہر رہنے والوں کے طور پر ملتا ہے۔ کے۔ اے۔ نیل کنٹھ شاستری کے مطابق، 'آندھرا بھرتیہ' نام ہمیں یہ تاثر دیتا ہے کہ ستواہن کے پیشرو بزرگ موریا کے خدمت گزار رہے ہوں گے جو موریا دور کے زوال کے بعد دکن آگئے ہوں گے جہاں انہوں نے اپنی خود مختار آزاد حکومت قائم کی۔ درج بالا ثبوتوں سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ستواہن یا آندھرا راجاؤں نے دکن کے علاقوں پر حکومت کی تھی۔

ناسک کے پانڈو لینا غار میں پائے گئے کتبوں میں ہمیں ستواہن راجاؤں سے متعلق باقاعدہ تاریخی ریکارڈس ملتے ہیں۔ پُرانوں کے مطابق، 'سیمک ستواہن' نے دکن میں ستواہن حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کے بعد اس کا بھائی کرشنا تخت پر بیٹھا۔ پُرانوں میں تیس 30 ستواہن راجاؤں کے نام ملتے ہیں۔ ستواہن راجا ستکرنی کی بیوہ رانی نیانیکا کے 'نانا گھاٹ کتبے' میں بھی آندھرا خاندان کے راجاؤں کی فہرست ملتی ہے۔ اس کتبے میں 'سیمک' کا ذکر 'راجا سیمک ستواہن' کے طور پر ملتا ہے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ستواہن اس کے نام کا دوسرا جزو تھا۔ 23 برسوں تک مسلسل حکومت کرنے کے بعد 'سیمک' کے بعد اس کا بھائی کرشنا تخت پر بیٹھا جس کا ذکر ہمیں ناسک میں پائے گئے سنگی کتبے میں بھی ملتا ہے۔ سیمک اور اس کے وارثین، کرشنا اور ستکرنی کا ذکر نانے گھاٹ، ناسک، سانچی اور ہاتھی غار کے سنگی کتبوں میں بھی ملتا ہے۔ ناسک کی پہاڑیوں میں دریافت ہونے والے کتبات (Inscriptions) کے ذریعے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ راجا کرشنا کے دورِ حکومت میں اس مقام پر کھدائی کی گئی تھی۔ کرشنا کے بعد اس کا بیٹا ستکرنی تخت پر بیٹھا۔ ستکرنی کے دورِ حکومت کی تفصیل نانے گھاٹ کے کتبوں کے مطالعے سے حاصل ہوتی ہے۔ کھارویل کے ہاتھی غار کے سنگی کتبوں میں بھی ستواہن خاندان کے تیسرے راجا کی رانی اور پھر دکشن پتھ (دکن) کے راجا کے طور پر ستکرنی کا ذکر ملتا ہے جس کے خلاف تخت نشینی کے دوسرے سال میں کھارویل نے پیش قدمی کی تھی۔ پُرانوں کی روایت کے مطابق، سیمک کی تخت نشینی کے 33 سال بعد ستکرنی تخت پر بیٹھا۔ نانے گھاٹ کتبوں کے مطابق، ستکرنی نے مالوہ، وادیٔ نرمدا اور وِدربھ کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔ آگے چل کر یہ کتبے ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ستکرنی نے اپنی فتوحات کا جشن منانے کے لیے 'اشومیدھ یگیہ' اور 'راج

سویایگیہ ' بھی کروایا تھااوراپنے لیے 'سمراٹ 'کاخطاب اختیار کیا تھا۔اس نے اپنے لیے 'دکشن پتھی 'اوراپراتھی ہتھاچکر' کے القابات بھی اختیار کیے تھے۔

اس کے بعد اگلا اہم راجا ستکرنی دوم تھا۔ ستکرنی دوم، مگدھ کی راجدھانی 'پاٹلی پُتر' کو پہلی مرتبہ ستواہن حکومت کے تابع لانے کے لیے جانا جاتاہے۔اس کے دورِ حکومت میں شاکا راجاؤں نے مغربی دکن کو فتح کر لیا تھا۔اس کے وارثوں کے بارے میں ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔ گوتمی پُتر ستکرنی، ستواہن خاندان کا سب سے عظیم راجا تھا۔ گوتمی پتر ستکرنی کے بارے میں ہماری معلومات ان چار کتبوں ،جن میں سے تین ناسک میں واقع ہیں جب کہ ایک 'کارلا' میں واقع ہے،اور جوگا تھیم بی کے ذخیرے میں پائے جانے والے 'نہاپانا' کے سکوں پر مبنی ہیں۔ناسک کے تین کتبوں میں سے دو سنگی کتبے خود گوتمی پتر ستکرنی نے جاری کیے تھے جب کہ تیسرا کتبہ اس کی ماں 'بالاسری' نے جاری کیا تھا۔ ناسک کے کتبوں میں کرشنا، پولومائی اور گوتمی پتر اول نے خود کا ذکر ستواہن خاندان کے ارکان کے طور پر کیا ہے۔اس کو اسکائی تھین ،انڈو۔یونانی اور پارتھین حکومتوں کو نیست و نابود کرنے والا مانا جاتاہے۔ گوتمی پتر ستکرنی رِشیکا،اساک،مُلاکا اور وِدربھ کے علاقوں پر قابض تھا۔اس کا ذکر وندھیاوؤں،رِکشاوت،پری یاترا،ساہیا اور ملایا کے علاوہ جنوبی ہند کے پہاڑی سلسلوں کے حاکم کے طور پر بھی ملتاہے۔ مغربی دکن گجرات کے 'شتر پاؤں' کو شکست دینے کے بعد گوتمی پتر ستکرنی نے شتر پا نہاپانا کے سکوں کو دوبارہ ڈھالا تھا۔ ناسک کے پانڈولینا غاروں میں پائے جانے والے کتبہ نمبر 2 میں اس کی حکومت کی سرحدوں کا ذکر ملتا ہے جو اسیکا، سُساکا، مُداکا، سوراشٹر، کوکورا، اپرانتا، انوپا، وِدربھ، وندھیا، رِکشاوت، پری یاترا، کرشنا گری وغیرہ پر مشتمل تھی۔ یہ کتبہ مزید یہ بھی ذکر کرتاہے کہ گوتمی پتر نے شاکاؤں، یاونوں اور پہلوؤں کو نیست و نابود کر دیا تھا۔

گوتمی پتر ستکرنی کے بعد اس کا بیٹا وششٹھ پتر پلومئ (۱۳۰۔۱۵۶) تخت پر بیٹھا۔وہ پہلا ستواہن حکمراں ہے جس کے کتبے اور سکے آندھرا کے علاقے میں دستیاب ہوئے۔پلومئ کے بارے میں ہمیں ان سات کتبوں کے ذریعے معلومات حاصل ہوتی ہیں جن میں سے چار ناسک میں واقع ہیں جب کہ دو کارلا میں اور ایک امراؤتی میں واقع ہے۔ناسک میں واقع دوسرے کتبہ کی گیارہویں سطر میں وششٹھ پتر کو دکشن پتھ کا حاکم بتایا گیاہے۔اس کے دورِ حکومت میں ستواہن خاندان کی حکومت مشرقی دکن کے علاقے میں مزید مستحکم ہوئی۔اس نے ''دکشن پتھ سوامی''اور مہاراجا کا لقب اختیار کیا تھا۔

بعد کے ستواہنوں میں یگیہ شری ستکرنی(194-165)ستواہن خاندان کا ایک اہم اور سب سے زیادہ مشہور راجا گزرا ہے۔اس نے ستواہن حکومت کا احیائے نو کیا تھا۔اس نے ایک وسیع علاقہ اپنے زیرِاقتدار کیا اور ساکاوؤں کے ذریعہ چھینے ہوئے علاقے دوبارہ واپس لینے میں کامیاب ہوا۔ساک سکوں کی طرز کے اس کے سکے بھی جنوبی ہندوستان میں ملے ہیں ہے جو ساکاؤں پر اس کی فتح کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یگیہ شری ستکرنی کے کچھ سکوں پر مستول کے ساتھ جہاز کی تصویر بنی ہوئی ہے جو سمندر پر اس کے اقتدار کی طرف اشارہ کرتی ہے۔اس کی موت کے بعد یہ حکومت اس کے وارثین میں تقسیم ہوگئی۔پُران روایات کے مطابق، پولوماوی کے بعد وششٹھ پتر تخت پر بیٹھا جس کا ذکر کرشنا اور گوداوری ضلعوں میں دریافت ہونے والے سکوں پر درج ملتاہے۔یگیہ شری ستکرنی ستواہن خاندان کے مشہور راجاؤں میں آخری راجا

تھا۔ یگیہ شری ستکرنی کو راجا 'رودر دمن' نے ایک جنگ میں شکست دے دی حالانکہ یگیہ شری اس وقت 157 عیسوی تک مشرقی دکن پر محدود ایک چھوٹے سے علاقے پر حکومت کر رہا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے 27 ویں سال کے ذکر پر مبنی کرشنا ضلع کے چِنّا گاؤں کے نزدیک کرشاندی کے کنارے واقع ایک کتبے میں 'مہاتارک' بتایا گیا ہے اور اس کا ذکر ایسے شخص کے طور پر کیا گیا ہے جس نے بدھسٹ عمارتوں کو عطیات پیش کیے تھے۔ اس کے بعد اس کے وارثین میں جو راجا ہوئے وہ نہایت کمزور اور نااہل تھے۔ وہ ستواہن حکومت کو اگلے 17 سالوں سے زیادہ قائم نہیں رکھ پائے۔ آیئے، ہم ستواہن حکومت کے دور میں سماجی اکائی کے اجزا سے متعلق معلومات کا جائزہ لیں۔

8.3 سماج (Society)

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ابتدا میں ستواہن محض ایک قبیلہ تھا جو بعد میں برہمن مذہب کی پرستش کرنے لگے اور رفتہ رفتہ برہمن مذہب اختیار کر لیا۔ وہ ہم عصر سماج کی طبقاتی درجہ بندی برہمن، چھتری، ویش اور شودر کی سماجی تقسیم سے واقف تھے ستواہن دورِ حکومت میں سماج چار طبقوں میں تقسیم تھا۔ گولک (چرواہے) جیسی ذیلی ذاتیں بھی تشکیل پانے لگی تھیں۔ جب کہ گوتمی پتر ستکرنی، جو برہمن مت کا حامی تھا، چار طبقات (ذاتوں) کے باہمی اختلاط کی روک تھام کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس نے مختلف ذاتوں کے آپسی اشتراک کو ختم کر کے ورن نظام کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس کا ماننا تھا کہ غیر ملکی حملہ آوروں کی ہندوستان آمد سے یہ طبقاتی نظام منتشر ہو گیا ہے اس کا احیا ہونا چاہیے۔ ستواہنوں نے اپنے کتبوں میں خود کو برہمن کہا ہے جنہوں نے چھتریہ طاقتوں کی سرکوبی کی تھی۔ اگرچہ وہ ذات پات کے خالص ہونے کے وہ سختی سے قائل تھے اس کے باوجود انہوں نے ساکاوؤں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے۔

ستواہنوں کے سماج کی ابتدائی اکائی خاندان تھا۔ اس عہد میں شمالی ہندوستان میں پدری خاندان کا نظام رائج تھا جب کہ ستواہنوں کے سماج کا خاندانی ڈھانچا مادرانہ پہلوؤں پر مبنی تھا۔ گوتمی پتر اور وشسٹ پتر جیسے نام اختیار کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس دور میں جنوبی ہند میں ماں کے نام پر بچوں کے نام رکھنے کا رواج تھا۔ امراوتی میں پائے جانے والے کتبوں سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف باپ اور ماں ہی نہیں بلکہ بیٹے، بیٹیاں، بہوویں، بہنیں اور بھائی بھی عطیہ دہندگان ہوتے تھے۔ ناسک اور کانہیری کے کتبوں میں عطیہ دہندہ کا ذکر راجا کے تمام خونی رشتوں کے ساتھ ملتا ہے۔ امراوتی اور ناسک کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین کو بھی عطیہ میں قیمتی تحائف دینے کا اختیار تھا اور اس سماج میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔ عورتوں کو قابل قدر رتبہ حاصل ہونے کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ ستواہن خاندان بنیادی طور پر پدرانہ سماج پر ہی مبنی تھا۔

ستواہن راجاؤں کی سب سے اہم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے عورتوں کو سماج میں مرتبہ دیا۔ شاہی خواتین انتظامی کام کاج میں ملوث ہوتی تھیں۔ ستواہن رانی 'نائی نیکا' اپنے نابالغ بیٹے کی مختار (ولی) تھی۔ ستواہن دور کے سماج میں مادری شجرے پر مبنی سماجی ڈھانچا موجود تھا جس کے تحت راجا اپنی ماں کا نام اختیار کرتے تھے، مثلاً گوتمی پتر ستکرنی اور وششٹھ پتر ستکرنی۔ اس دور میں خواتین کے لیے 'حقوق اور اعزاز' کا تصور ہی اجنبی تھا۔ مغربی غاروں اور امراوتی کتبوں سے ہمیں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں عورتوں نے سنگتراشی کے ستون، توران اور

استوپ عطیہ کیے تھے۔ امراوتی سنگتراشی کے نمونوں سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ عورتیں سبھاؤں میں حصہ لیتی تھیں، ساز بجاتی تھیں اور بدھسٹ علامتوں کی پوجا کرتی تھیں۔ ستواہن راجاؤں کے ذریعے اختیار کی گئی 'حکومت' موروثی نوعیت کی تھی۔ اگرچہ کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ماں کی نسبت استعمال کرتے تھے لیکن تخت نشینی اور وراثت کے لیے پدری نظام کی پیروی کی جاتی تھی۔

8.4 انتظامی ڈھانچا (Administrative Structure)

ستواہن حکمرانوں نے اپنی ریاست کو ایک مضبوط انتظامی نظام فراہم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جنوب میں کسی بیرونی دخل اندازی کو نہایت چابک دستی سے روکنے میں کامیاب رہے۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ انہوں نے شاشتروں کی بنیاد پر ایک راج شاہی طرز کی حکومت قائم کی تھی۔ ستواہن عہد میں راجا حکومت کا سربراہِ اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہی تمام جنگوں کا سپہ سالار اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔ اسے غیبی اور الوہی طاقت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ اس کا اولین فرض منصبی اپنے علاقوں کی توسیع اور ان کا تحفظ تھا۔ راجا کو ایک مضبوط سماجی نظام قائم کرنے والے سرپرست کی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی مدد کے لیے اماتیہ، سچیو، مہاماترا اور پرتی ہار جیسے افسران مقرر کیے جاتے تھے۔ کتبوں کے مطالعے سے ہم ستواہن دورِ حکومت کے انتظامی ڈھانچے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ کتبے بتاتے ہیں کہ ستواہن حکومت کا انتظام وانصرام شاہی عہدے داروں اور افسران کے ذریعے انجام دیا جاتا تھا جب کہ باقی علاقوں کا انتظام جاگیروں کے سربراہ انجام دیتے تھے۔ ستواہن حکمرانوں میں بادشاہت موروثی نوعیت کی تھی جس کی ایک اہم خاصیت یہ تھی کہ ان میں سے چند راجاؤں نے اپنے ناموں کے ساتھ اپنی ماؤں کے نام کی نسبت اختیار کی تھی۔

انتظامی باقاعدگی اور سہولت کے لحاظ سے ستواہن حکومت ''جن پدوں'' (صوبوں) اور آہاروں (ضلعوں) میں بٹی ہوئی تھی۔ ہر ''آہار'' کا ایک مرکزی شہر ہوتا تھا جو مختلف دیہاتوں سے گھرا ہوتا تھا۔ یہ دیہات یا گاؤں 'گرام' کہلاتے تھے۔ آہاروں کا نظم و نسق 'اماتیہ' سنبھالتے تھے جن کا تقرر گورنر کے طور پر کیا جاتا تھا۔ کچھ مہاماتروں کی نگرانی میں بھی ہوتے تھے۔ شہری انتظامیہ کی دیکھ بھال میونسپل بورڈ جسے ''نگم'' کہا جاتا تھا اس کے ماتحت تھی۔ دیہی علاقوں کی دیکھ ریکھ گاؤں کی اسمبلیاں مقامی افسران کی مدد سے کرتی تھیں جو ''گرامک'' کہلاتے تھے۔ گاؤں میں امن وامان بحال رکھنے اور نظم وضبط قائم کرنے کے لیے ''گولمک'' (Gaulmika) جیسے دیگر افسران کا تقرر کیا جاتا تھا۔ راج اماتیہ پر مشتمل ایک مشاورتی مجلس بھی ہوا کرتی تھی۔ ہمیں مزید حوالوں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مختلف کاموں کے لیے مختلف افسران کا تقرر کیا جاتا تھا مثلاً 'بھنڈار نائیک' جو اناج کے ذخائر کا نگراں و ذمہ دار (سپر نٹنڈنٹ) ہوتا تھا جب کہ 'ہیر انیکا' خازن ہوتا تھا۔ ستواہن دورِ حکومت میں سرکاری فوج کا سپہ سالار 'مہا سیناپتی' کہلاتا تھا جب کہ سکریٹری کو 'لیکھک' کہا جاتا تھا جو شاہی دستاویزات تحریر کرتا تھا۔ سب سے پہلے وششٹھ پتر سری پلومئی کے ناسک کتبے میں مہا سیناپتی کا ذکر ملتا ہے۔

آہاروں کو 'گام' (گرام) یا دیہاتوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ 'ہالا' نے اپنی کتاب 'سپت شتکم' میں ذکر کیا ہے کہ ہر 'گرام' ایک 'گامِک' کے ماتحت ہوتا تھا۔ گامِک کا دائرۂ اختیار کم از کم پانچ گاؤں پر محیط ہوتا تھا۔ کبھی کبھی اسے 10 گاؤوں پر بھی اختیار حاصل ہوتا تھا۔ اس کتاب میں 'نگم / سبھا' نامی عوامی مجلس کا بھی ذکر ملتا ہے جو چند تجارتی مراکز میں کام کرتی تھی۔ رعایا (عوام) کی فلاح و بہبود ایک اہم پہلو تھا جس کی مثال

ہمیں ستواہن دورِ حکومت میں ملتی ہے۔ مثلاً ستکرنی دوم نے کئی یگیہ منعقد کیے تھے۔ اور برہمنوں کو ٹیکسوں سے مستثنیٰ زمین کا عطیہ دیا تھا۔ دوسری طرف گوتمی پتر ستکرنی نے اپنی حکومت میں موجود بدھسٹ بھکشوؤں کے لیے ہر قسم کے انتظامات کیے اور انہیں بھی بلا ٹیکس کی زمینیں عطا کی تھیں۔ ستواہن راجاؤں کے دور میں امراوتی کے استوپ کی توسیع کی گئی اور 'الورو' گھنٹا شالا، گڑی واڑا اور گولی' کے استوپ تعمیر کروائے۔

8.5 معاشی صورتِ حال (Economic Conditions)

ستواہن حکمرانوں کے دور میں معاشی میدان میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ اندرونی معیشت اور غیر ملکی تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ زراعتی ترقی نے معیشت کو پروان چڑھنے میں کافی مدد کی۔ ستواہن کتبوں میں گایوں، زمین اور گاؤں کو تحفے میں دینے کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اس سے زمین اور اس کی کاشتکاری کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ لوہے کے آلات کے استعمال اور دھان کے پودوں کو منتقل کرکے روپائی سے واقفیت نے پیداوار میں اضافہ کیا۔ اس عہد میں چاول اہم غذائی اناج تھا۔ اس کے علاوہ گیہوں، دالیں، باجرہ، لونگ، تل، کالی مرچ اور کپاس جیسی فصلیں بھی اگائی جاتی تھیں۔ راجا کاشتکاروں سے ان کی پیداوار کا چھٹا حصہ ٹیکس کے طور پر وصول کرتا تھا جسے ''بھاگ'' کہا جاتا تھا۔ راجا اپنی عوام سے ایک طرح کا تفریحی ٹیکس بھی وصول کیا کرتے تھے جسے ''بھوگ'' کہا جاتا تھا۔ کانوں کے تمام ذخائروں اور نمک پر ریاست کی مکمل اجارہ داری قائم تھی۔

ستواہن عہد میں صنعت و حرفت کو بھی کافی عروج حاصل ہوا تھا۔ سناروں، لوہاروں، کمہاروں، بنکروں، روغن گروں، بانس کا کام کرنے والوں اور تانبہ کا کام کرنے والے ماہرین دستکاروں کا ذکر اس عہد کی ہم عصر شہادتوں میں ملتا ہے۔ ہر پیشے کی علاحدہ انجمن (گلڈ) تھی جس کے سربراہ کو ''سریشٹھی'' یا ''سیٹھی'' کہا جاتا تھا۔ انجمن کے اصول کو ''سرن دھرم'' کہتے تھے اسے قانونی حیثیت حاصل تھی۔ اس انجمن کی رکنیت سے سماجی رتبہ اور مقام حاصل ہوتا تھا۔ یہ انجمنیں بہت سے رفاہی کام کرتی تھیں۔

ستواہن دورِ حکومت میں داخلی اور بحری تجارت کے بارے میں ہمیں اس دور کے سکوں پر بنے بحری جہازوں کی تصویروں سے ہوتا ہے۔ ہمارے اس خیال کو کرشاندی کی وادی میں دریافت ہونے والے رومن سکوں سے مزید تقویت ملتی ہے۔ ستواہن دورِ حکومت میں غیر ملکی تجارت کو اہم مقام حاصل تھا۔ کیمبے کی ایک اہم بندرگاہ، سوپارا، ستواہن دور کی ایک اہم بندرگاہ تھی۔ اس کے علاوہ دیگر بندرگاہوں میں بامبے کے مشرقی ساحل پر واقع کلیان اہم تھی۔ کلیان کی بندرگاہ کو شاکاؤں نے تباہ کردیا تھا جو اس وقت ایک نہایت خوش حال تجارتی اور صنعتی مرکز تھا۔ یہ بات کانہیری کے مقام پر دریافت ہونے والے سنگی کتبوں سے بھی ظاہر ہوتی ہے جن میں سے ایک کا تعلق یگیہ شری ستکرنی کے دور سے ہے۔ بحری سفر نامہ (Periplus of the Erytherian Sea) اور یونانی جغرافیہ دان پٹولمی (Ptolemy) نے دیگر بندرگاہوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی شناخت ہم ستواہن حکومت کے مغربی حصے میں بانکوٹ اور بالی پٹنا کے طور پر کرسکتے ہیں۔ تجارت سرگرمیوں کا ایک اہم پہلو بازاروں کی موجودگی اور ان کا قیام بھی تھا۔ اس زمانے میں ہمیں مغربی دکن کے شہری بازاروں جونر، کاراکٹ اور

ناسک وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ امراوتی کے مقام پر دریافت ہونے والے سنگی کتبوں میں تاجروں کی رہائش گاہوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ 'وانج' یا 'نِگم'، جیسی اصطلاحوں کا استعمال تاجروں کے لیے کیا جاتا تھا۔ نِگم (تاجروں کے گِلڈس) تجربہ کار بزرگوں کے گِلڈس (سیٹھِن) اور قافلوں میں سفر کرنے والے تاجرین (ساتھ واہا)، تیلیوں (Oil millers) وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ناسک کی غاروں میں دریافت ہونے والے کتبوں سے ہمیں 'موگوداس' (مچھوارے) مالاکار (پھُلاری) کُلال (کمھار) وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ امراوتی کتبوں میں ہمیں تاجروں کے رہائشی مقامات کے طور پر 'کے وورورا، وِجے پور اور کودراکا بھی ذکر ملتا ہے۔

8.6 ستواہن دور کے سکے (Coins of Satvahana Period)

ستواہن حکومت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ اور ماخذ اس دور کے سکے ہیں ۔ کسی بھی حکومت میں اندرونی یا بیرونی تجارت کی کیفیت کا اندازہ اس دور کے سکوں کی تعداد اور استعمال یا جاری کیے جانے والے سکوں کی مختلف قسموں سے ہوتا ہے۔ سکے کسی بھی دور کے سیاسی اور سماجی ڈھانچے اور ملک کی معیشت کی علامت ہوتے ہیں۔ ستواہن راجاؤں نے اپنے دورِ حکومت میں تانبے، سیسے اور کانسے، پیتل اور پوٹن سے بنے سکے جاری کیے۔ سموکا کے ذریعے جاری کیے گئے 6 سکے جن میں سے پانچ سکے تانبے کے تھے اور ایک پوٹن کا تھا موجودہ ریاست تلنگانہ کے ضلع کریم نگر میں دریافت ہوئے ہیں۔ یہ سکے چوکور (مربع) شکل کے تھے جن کے سامنے کے رُخ پر 'رانو سیری چھموکا ستواہن' کا مجسمہ کندہ تھا جب کہ دوسرے رُخ پر 'سواستک' کے ساتھ جین علامت تھی۔

ستکرنی اول کے دور کے سکے دائرہ نما شکل کے تھے جو کانسے کے بنے ہوئے تھے۔ یہ سکے حیدرآباد میں دریافت ہوئے ہیں جب کہ مربع شکل کے پوٹن کے بنے سکے 'پاؤنی' میں دریافت ہوئے ہیں۔ کانسے کے سکوں کے سامنے والے رخ پر پانچ پتوں والے درخت کی تصویر، تری رتن، سواستک، دو چوٹیوں والی پہاڑی ہوتی تھی جب کہ پوٹن سے بنے سکے پر سیدھی طرف ایک دُم اٹھائے بیل اور اوپر کی سمت 8 اسپوک والے پہیے کی تصویر تھی۔ جبل پور، تیور، کے نزدیک دریافت ہونے والے اس دور کے کانسے کے سکے چوکور تھے اور اس کی سامنے والا رخ خالی تھا۔ ریاستِ مہاراشٹر اکے پونہ سے ستکرنی اور ناگانیکا دور کے سکے دریافت ہوئے ہیں جو مستطیل (لمبوتری) شکل کے ہیں۔ رانی نائی نیکا کے نانے گھاٹ کتبوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ رانی اور اس کا شوہر یگیہ اور قربانی کی رسم کے مختلف موقعوں پر 'دکشنا' کے طور پر سکے بھی دیا کرتے تھے۔ دکشنا میں دی جانے والی اشیا میں ''کرساپن'' بھی شامل تھی جو اس بات کی علامت ہے کہ چھیدے ہوئے punch marked سکے بھی چلن میں تھے۔

1888 میں سینٹرل پروونس کے ضلع چاندہ کی تحصیل برہم پوری میں ستواہن دور کے سکوں کے ذخیرے دریافت ہوئے تھے۔ ستواہن دور کے 183 سکے یہاں دریافت ہوئے تھے۔ اس ذخیرے میں ڈاکٹر ہورنل نے سری ستکرنی کے 51 سکے، پلومئی کے 24 سکے اور یگیہ شری ستکرنی کے 42 سکے ملے ہیں۔ اس کے بعد ستمبر 1939 میں ستواہن دور کے سکوں کا دوسرا ذخیرہ دریافت ہوا۔ اتفاق سے ایک 9 سالہ بچے کو برار کے آکولہ ضلع کے ''ترہالہ' گاؤں کی ندی کے کنارے نالے میں ایک قدیم سکہ دریافت ہوا۔ جب اس مقام پر کھدائی کی گئی تو

ستواہن دور کے تقریباً1600 سکے ایک مٹی کے برتن میں رکھے ہوئے برآمد ہوئے جنہیں علاقائی حکومت نے Treasury Trove Act کے تحت اپنے تابع میں لے لیا اور انہیں ناگپور میوزیم میں رکھ دیا گیا ہے۔ ان 1600 سکوں میں سے 75 سکے ٹوٹی ہوئی حالت میں تھے جب کہ باقی سکے صحیح سالم ملے تھے۔ تحقیقی جائزہ کے بعد پتا چلا کہ یہ سکے تانبے، ٹِن اور لوہے سے بنے تھے۔ تمام سکے دائرنما شکل کے اور ضرب لگائے ہوئے (die-struck) تھے۔ جب کہ کچھ سکوں پر دونوں اطراف سے ضرب لگے ہوئے (double struck) ملے تھے اس کے سیدھے رُخ پر سونڈ اٹھائے ہوئے ایک ہاتھی کی تصویر بنی تھی۔ 1600 سکوں میں سے 1525 سکے جو صحیح سالم حالت میں ملے تھے، گوتمی پتر ستکرنی، پلومئی، اسکنداستکرنی، یگیہ شری ستکرنی وغیرہ کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

آندھرا پردیش کے گوداوری اور کرشنا ضلعوں سے 'وششٹ پُتر ستکرنی' کے دور کے دائرہ نما شکل کے سیسے کے سکے دریافت ہوئے ہیں۔ ان سکوں پر 'رانو وششٹ پتر ستکرنی' درج ہے۔ درجِ بالا سکوں کے علاوہ ستواہن دور کے تصویری سکے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ یہ سکے سب سے پہلے ستکرنی اور نائی نیکا نے جاری کیے تھے جو گوتمی پتر ستکرنی اور اس کے وارثین کے زمانے میں کچھ عرصے تک چلن میں رہے۔ شتر پاؤں کے دور کے چاندی کے سکوں کو گوتمی پتر ستکرنی نے 'نہاپانا' شتر پا پر فتح حاصل کرنے کے بعد اپنے ذاتی علامات کے ساتھ دوبارہ جاری کیے تھے جو عرصہ تک چلن میں رہے۔ ناسک ضلع کے جوگا تھیمی میں دوبارہ جاری کیے گئے ان سکوں کے ذخائر ملے ہیں۔ اب تک دریافت ہونے والے مختلف قسم کے ستواہن سکوں سے ہم بہ آسانی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ ستواہن راجا باقاعدگی کے ساتھ ایسے سکے جاری کرتے تھے جن پر راجاؤں کے اوپری دھڑ کی تصویر (شبیہ)، شاہی خاندان کی علامتیں اور مجسمے وغیرہ ثبت ہوتے تھے۔

8.7 مذہبی حالات (Religious Conditions)

ستواہنوں کے عہد میں جنوبی ہندوستان کے مذہبی حالات، عبادات، عقائد، رسوم و رواج پر برہمن مذہب کے اثرات نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان دنوں ویدک فلسفہ کافی مقبول تھا۔ ستواہن حکمرانوں نے ''آشومیدھ یگیہ''، ''واجپییہ'' اور راج سویہ جیسی ویدک قربانیاں ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ستکرنی اول کے بارے میں کہا جا چکا ہے کہ اس نے برہمنوں کو گائیں، ہاتھی، زمینیں اور نقد رقومات عطیہ کے طور پر دیا تھا۔

ستواہن حکمرانوں نے بدھ مت کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس دور میں بہت سی بدھ خانقاہیں اور استوپ تعمیر کیے گئے۔ ناسک، کارلے، امراوتی اور ناگ ارجن کنڈا میں تعمیر کی گئی بدھ قدیم یادگاروں سے اس عہد میں بدھ مت کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ راجاؤں مہاراجاؤں کے علاوہ اس دور کے سوداگروں اور ساہوکاروں نے بھی بدھ مذہب سے اپنی عقیدت و احترام کے ثبوت میں فلاحی کاموں میں حصہ لیا تھا۔

جین مت جو رفتہ رفتہ شمالی ہندوستان میں اپنا اثر و رسوخ کھوتا جا رہا تھا۔ ستوہنوں کے دور میں دکن میں اپنا اثر و رسوخ قائم کر رہا تھا۔ اس نے دکن کے بیشتر علاقوں میں اپنے مراکز قائم کیے۔ کچھ مورخین کا ماننا ہے کہ راجا سِمک نے جین مذہب اختیار کیا تھا۔

8.7.1 بدھ مذہب کا فروغ (Development of Buddhism)

بدھ مت اس مذہب کا نام ہے جو گوتم بدھ پر بودھ گیا، بہار کے 'اُرو ویلا' میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے 49 دن تک مسلسل ریاضت کرنے کے بعد منکشف ہوا تھا۔ بدھسٹ شاعر 'ستّانار' کی کتاب 'منی سکھلائی' اور جین شاعر 'اِلانگوادی گل' کی کتاب 'سِلاپّادھِکارم' Book of the Anklet سے ہمیں جنوبی بھارت میں بدھ مت سے متعلق تفصیلی معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ ناسک سے 8 کلو میٹر دور 'تھل گھاٹ' میں واقع بدھسٹ غار ہیں جنہیں مقامی زبان میں 'پانڈ ولینا' کہا جاتا ہے۔ یہ ستواہن کا ایک اہم مقام تھا جہاں ستواہن دور کے کئی کتبے پائے جاتے ہیں۔ ان میں بدھسٹ عبادت گاہوں اور گاؤں کے لیے زمینوں کے عطیات کا ریکارڈ ملتا ہے۔ ستواہن خاندان کے دوسرے راجا 'کانہا' نے ناسک میں اپنا 'مہامتر' مقرر کیا تھا جو بدھسٹ بھکوؤں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ گوتم بدھ کے قدموں کی پوجا کا ذکر بھی 'ہالا' کی 'ستّاسائی' میں ملتا ہے۔

ناسک کے بدھسٹ غاروں میں ایک چیتیہ Chaitya اور 20 وِہار ہیں۔ ان میں سے ایک وِہار (وِہار نمبر XIX) میں اولین کتبے ہیں جن میں ان کے ستواہن راجا 'کانہا' کے دور میں جاری کیے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ ہمیں ناسک کے غار نمبر III کے کتبوں کے 2 سیٹوں کے ذریعے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ستواہن راجاؤں نے انہیں بدھسٹ بھکشوؤں کو عطیہ کر دیا تھا۔ ان دو میں سے ایک سیٹ پر کتبہ تحریر ہے جس میں درج ہے کہ گوتمی پتر ستکرنی نے 'وشنو پالیتا' کے افسر 'گوور دھن' کے نام ایک فرمان جاری کیا تھا کہ 'اپارک کھاڑی' گاؤں کا کھیت بدھسٹ بھکشوؤں کو عطیہ کر دیا جائے۔ سیٹ 1 کے دوسرے کتبے پر جو پہلے کتبے ہی کا حصہ تھا، گوتمی پتر ستکرنی اور اس کی ماں کے ذریعے ناسک کے بدھ بھکوؤں کو امداد جاری کرنے کا فرمان درج تھا کیوں کہ پہلے دی گئی زمین غیر زرعی تھی۔ لیکن ناسک کے غاروں کے کتبے یہ بتاتے ہیں کہ بدھ مت ناسک سے 11 ویں عیسوی میں غائب ہو گیا۔

پونے بمبئی ہائی وے پر واقع 'کارلے' جو 'بھاجا' کے شمال میں 8 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے، ایک اور بدھسٹ مقام تھا جسے ستواہن راجاؤں سے امداد ملا کرتی تھی۔ 'کارلے' میں دریافت ہونے والے تین کتبوں میں ستواہن راجاؤں کی جانب سے بدھسٹ بھکشوؤں کو دیے جانے والے عطیات کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے وَششٹھ پتر پلومئی کی تخت نشینی کے ساتویں سال میں جاری کیے گئے ایک کتبے میں ایک گاؤں کا ذکر ملتا ہے جسے ستواہن راجا کے ایک افسر نے والوراک غاروں (کارلے) کے بدھ بھکوؤں کو عطیہ کیا تھا۔ ستواہن دور کے کامبے کی ایک اہم بندرگاہ 'سوپارا' میں ایک بدھسٹ فرقہ 'دھمّوتریا' کو فروغ حاصل ہوا۔ 'کارلے' اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں 'مہاسنگی کاؤں' کی بالادستی تھی۔ ایک ریکارڈ کے مطابق گنیش اور گج مترا نامی دو تاجروں نے گوتمی پتر ستکرنی کے دورِ حکومت میں 'کانہیری' کی غاروں میں ایک چیتیہ تعمیر کروایا تھا۔ اس سے یہ بات بھی پتا چلتی ہے کہ بدھ مت کے فروغ میں راجاؤں کے ساتھ ساتھ عوام بھی اہم کردار تھے۔ امراوتی میں دریافت ہونے والے ستواہن دور کے کتبوں کے ذریعے ہمیں اس زمانے میں بدھسٹ سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

بدھ مت کے ایک فرقے 'بھدر ایانی' کو بھی ستواہن دورِ حکومت میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ گوتمی بالا سری نے اس فرقے کو 'تری رسمی' پہاڑ میں ایک غار عطیہ کی تھی۔ دوسری طرف 'وششٹھ پتر پولوماوی نے بھی 'پساجی پادک' اور 'سمالی پد' نامی دو گاؤں 'بھدر یانی' فرقے کو عطیہ کیے تھے۔ ہمیں اس زمانے کے کتبوں میں بھی کارلے، سوپارااور جُنر کے 'دھموتریا' فرقے کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ کارلے میں دریافت ہونے والے کتبوں میں سے ایک میں سوپاراکے 'دھموتریا' کے 'بھانک' کے ذریعے عطیہ کیے گئے ستون کا ذکر ملتا ہے۔ لہٰذا ہم مختلف جغرافیائی ثبوتوں کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں کہ بدھ مت کو ستواہن دورِ حکومت میں شاہی سرپرستی حاصل تھی جس کی وجہ سے ان کے زیرِ حکومت علاقوں میں بدھ مت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

8.8 ستواہن حکمرانوں کے وارثین (Successors of Satvahana Rulers)

ہمیں سِکوں کے تجزیے کے بعد کَرن، کُمبھ اور رُدر استکرنی جیسے ستواہن راجاؤں کے ناموں کا علم ہوتا ہے۔ لیکن ان ناموں کا ذکر 'پُرانوں' کی کسی فہرست میں نہیں ملتا۔ پھر ستواہن حکومت بتدریج اپنے انجام کو پہنچتی گئی۔ ستواہن حکومت اپنے زوال کے بعد مختلف حصوں میں بٹ گئی جن میں شمال مغرب میں 'ابھی را'، جنوب میں 'چوتو' اور آندھر دیش میں 'اشواکو' شامل ہیں۔ 'پُرانوں' کے مطابق ستواہن راجاؤں کے بعد دس 'ابھی را' حکمرانوں نے کل ملاکر تقریباً 65 سال تک حکومت کی۔ یہ معلومات ہمیں ناسک کے کتبے سے حاصل ہوتی ہے جس میں 'راجا مدھاری پُت اِسور سین ابھی رااور شیودت کا ذکر ملتا ہے۔ 'ابھی را' راجاؤں کے علاوہ مہاراشٹر اور کنٹلا میں 'چوتو' راجاؤں نے بھی ستواہن راجاؤں کی جگہ سنبھالی جس کے بارے میں ہمیں میسور کے چیتل دُرگ اور شمالی کنارا میں پائے جانے والے سکوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اننت پور اور کڈپہ کے مقامات پر دریافت ہونے والے سیسے کے سکوں سے ہمیں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ان سکوں پر 'ہری تی' کا نام کندہ ہے جو 'چوتو' راجاؤں کے نام کا حصہ ہوتا تھا۔ 'ابھیرا' اور 'چوتو' راجاؤں کے بارے میں ہمیں مزید معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔

ستواہن کے وارثین کا ایک اور گروہ، 'اِشواکو' نے کرشنا گنٹور کے علاقے پر حکومت کی تھی۔ ان کا تعلق ستواہن راجاؤں کے جاگیرداروں سے تھا جن کا ذکر 'پُرانوں' میں 'سری پروت' اور 'آندھرا بھرتیہ' کے طور پر ملتا ہے۔ کتبوں کے ذریعے ہمیں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ 'وششٹھ پُت سری چنٹا مولا' اس خاندان کا بانی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے 'اگنی استوم، اگنی ہوتر، اشومیدھ اور واجپئا یگیہ منعقد کروائے تھے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا 'مادھاری پُت سریری وِراپوری سادت' گدی نشین ہوا جس کا دورِ حکومت بدھ مت کی تاریخ میں ایک درخشاں دور کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ناگارجن کونڈا کے مقام پر دریافت ہونے والے 'ایاک' ستونی کتبہ epigraph کے ذریعے ہمیں اس کے دورِ حکومت کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ 'اِشواکو' راجاؤں نے بھی ستواہن راجاؤں کی طرح اجین کے شاکاؤں کے ساتھ شادی بیاہ کے رشتے قائم کیے تھے۔ 1882 عیسوی میں 'برگیس (Burgess)' نے کرشناندی کی شاخ پالیر کے 'جگایاپیٹااستوپ' کے پاس کھدائی کی تھی جہاں اسے تین ستون دریافت ہوئے جن پر پراکرت زبان میں تحریر کندہ تھی۔ ان میں پانچ اشواکو خاندان کے راجا 'مادھاری پُت سریری وراپوری سادت' کی تخت نشینی کے بارھویں سال میں ایک کاریگر (آویسانی) کے ذریعے مہاچیتیہ کے مشرقی دروازے پر پانچ 'ایاک' کھمبوں کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے۔ 'جگایاپیٹا' کتبے 'مادھاری پُت اِکھاکونم سیری وراپوری سادت' کی تخت نشینی کے بیسویں سال میں جاری کیے گئے تھے۔ اس خاندان کا

آخری معروف راجا 'اِہو والا کیم ٹامول' تھا جو 'مادھاری پُت سیری وراپوری سادت' کا بیٹا تھا۔ اس کے دور میں 'دیوی وِہار' مٹھ (خانقاہ) کی تعمیر مکمل ہوئی تھی۔

8.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریاؤں کے بعد کے دور میں مختلف قسم کی علاقائی طاقتوں جیسے کشانوں، شکوں اور ستوہنوں کو عروج حاصل ہوا۔ دکن میں ابھرنے والی ستواہن ریاست کا بانی سمک تھا۔ ستکرنی اول، گوتمی پتر ستکرنی، وششٹ پتر پلومئی اور یگیہ شری ستکرنی اس خاندان کے ممتاز اور عظیم حکمراں رہے ہیں۔ اس اکائی میں ہم نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ کس طرح ستواہنوں نے طاقت حاصل کی اور سماجی اور ثقافتی نشو ونما کے لیے انہوں نے کیا خدمات انجام دیں۔ ہم نے مزید یہ بھی سمجھا کہ ستواہن راجاؤں کے دورِ حکومت میں بدھ مت کو کس طرح شاہی سرپرستی حاصل ہوئی اور دکن اور جنوبی ہند میں اسے کس طرح فروغ حاصل ہوا۔

8.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

مستول	:	سمندری جہازوں اور کشتیوں پر بادبان باندھا جانے والا کھمبا
اماتیہ	:	ضلع کا نظم نسق کا ذمہ دار
سچیو	:	سیکریٹری
مہاماتیہ	:	وزیر اعلیٰ
پرتی ہار	:	منتظم
جن پد	:	وہ جگہ جہاں کئی خاندان رہتے ہوں یہاں ستواہن عہد کے صوبے مراد ہے
آہار	:	ستواہن عہد میں صوبے سے چھوٹی انتظامی اکائی یعنی ضلع
نگم	:	شہری انتظامیہ کی دیکھ بھال کرنے والا میونسپل بورڈ
گرامک	:	دیہی علاقوں کا انتظامی افسر
گامک	:	گاؤں میں امن وامان کا ذمہ دار
مہاسیناپتی	:	سپہ سالار
سیٹھی	:	کسی بھی پیشے سے وابستہ انجمن (گلڈ) کا سربراہ
موگوداس	:	مچھیرا
کُلال	:	کمہار، مٹی کا برتن بنانے والے
سارتھ واہا	:	قافلوں میں سفر کرنے والے

8.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

8.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ستواہن خاندان کا بانی کون تھا؟
2. کرشنا اور ستکرنی کس کے وارث تھے؟
3. پانڈو لیناغار کہاں پر واقع ہے؟
4. ستکرنی کی رانی نیانیکا کا کتبہ کس مقام پر تھا؟
5. گاؤوں کی دیکھ ریکھ کا ذمہ دار کون تھا؟
6. سرکاری فوج کے سپہ سالار کو کیا کہتے تھے؟
7. ستواہن عہد میں آہار سے کیا مراد ہے؟
8. تاجروں کے لیے کون سی اصطلاح استعمال ہوتی تھی؟
9. موگوداس کا مفہوم کیا ہے؟
10. ستواہنوں کے دور کے 1600 سکے کہاں پر دریافت ہوئے ہیں؟

8.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ستواہن حکوت کے قیام کا مختصر خاکہ پیش کریں؟
2. ستواہن راجاؤں کے جاری کردہ سکوں پر ایک مختصر مضمون تحریر کریں؟
3. ستواہن دور کے خاندانی نظام کا اجمالی جائزہ پیش کریں؟
4. ستواہن دور کی معیشت پر مختصر روشنی ڈالیں؟
5. ستواہن عہد کے مذہبی حالات بیان کریں؟

8.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ستواہن حکومت کے قیام اور استحکام میں اہم حکمرانوں کا کردار بیان کریں؟
2. ستواہن عہد کے سماجی نظام پر تفصیل سے روشنی ڈالیں؟
3. ستواہن عہد میں جنوبی ہند کے مذہبی رجحانات کا تفصیلی جائزہ پیش کریں؟

8.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Majumdar, R.C., *The Age of Imperial Unity*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1951.
2. Shastri, Ajay Mitra, *The Age of the Satavahanas* Vol I and Vol II, Aryan Books International, 1999.
3. Shastri, Ajay Mitra, *Satavahanas: Original Home and Nomenclature*, Bulletin of the Deccan College Research Institute, Vol 54/55, Sir William Jones Volume Commemorating the Bicentenary, 1994-95.
4. Naidu, D S. *Andhra Satavahanas: Origins, Chronology, and History of the Early Rulers of the Dynasty*. Vijayawada: Bharath Publications, 1970.
5. Sastri, Kallidaikurichi A. N. *The Mauryas & Satavahanas: 325 B. C.- 300 A.D.* Bombay: Orient Longmans, 1987.
6. Rajendra, Babu B. S. *Terracotta Art of Satavahanas*., Delhi, Bharatiya Kala Prakashan, 2019.

7. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم / مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

8. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی / مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

9. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

10. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری / مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 9۔ سنگم عہد

(Sangam Age)

اکائی کے اجزا

9.0 تمہید

9.1 مقصد

9.2 مآخذ

9.3 معنی اور مفہوم

9.4 جنوبی ہند کی ریاستیں

9.4.1 سنگم ادب

9.4.2 سماجی حالات

9.4.3 معاشی حالات

9.4.4 مذہبی حالات

9.5 اکتسابی نتائج

9.6 کلیدی الفاظ

9.7 نمونہ امتحانی سوالات

9.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

9.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

9.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

9.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

9.0 تمہید (Introduction)

سنگم دور جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں بالخصوص اور ہندوستان کی تاریخ میں بالعموم بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مورخین کا خیال ہے کہ تمل تاریخ کا آغاز سنگم دور سے ہوتا ہے۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دور تمل تاریخ کا اہم ترین دور ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس دور کی تاریخ کے تعین میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اس عہد میں جنوب بعید میں تین شاہی گھرانوں یعنی چولوں، پانڈیاؤں اور چیراؤں کی حکومت تھی۔ یہ حکومتیں آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں اور ان میں سے بعض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شمالی ہند کے علاقوں کے ماسوا سری لنکا پر بھی حملے کیے تھے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے علاقوں میں شاندار حکومتیں قائم کیں بلکہ بیرونی ممالک سے تجارتی اور سیاسی تعلقات بھی استوار کیے۔ ان کے بعد ایک ایسا دور آتا ہے جس کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ اس دور کو تاریک دور کہا جاسکتا ہے۔ ہمیں سنگم عہد کے بعد کی تین صدیوں کی زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ چھٹی صدی کے آخر میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے حکمراں منصۂ شہود پر آئے جنہیں کلابھریا کلپ پالر کہا جاتا ہے۔ کلبھروں نے منظم سیاسی نظام کو الٹ دیا۔ پرانے نظام کو اس وقت از سر نو قائم کیا گیا جب چالوکیوں اور بادامی کے چالوکیوں نے انہیں مغلوب کیا۔

9.1 مقصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- سنگم عہد کے مآخذ کے بارے میں جان سکیں گے۔
- سنگم کا معنی اور مفہوم سمجھ سکیں گے۔
- سنگم ادب کا تجزیہ کا کر سکیں گے۔
- سنگم عہد میں ابھرنے والی چولا، چیرا اور پانڈیہ ریاستوں کے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں گے۔
- سنگم عہد میں سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا جائزہ لے سکیں گے۔

9.2 مآخذ (Sources)

سنگم عہد کے مطالعہ کے لیے ہمیں مختلف قسم کے مآخذ ملتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں ادبی ذرائع اور آثار قدیمہ دونوں دست یاب ہیں۔ سنگم عہد کی جان کاری کے لیے ہمارے پاس سنگم ادب کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو اس عہد کے معاشی، سماجی، تہذیبی اور مذہبی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ سنگم ادب سے ملی جان کاریوں کی توثیق اس عہد کے غیر ملکی ادبی ذرائع بطور خاص یونانی اور رومی مآخذ سے بھی ہوتی ہے۔ پانڈیہ ریاست کی شہرت سے متعلق میگا ستھنیز بھی واقف تھا جو اس وقت پاٹلی پتر میں قیام پذیر تھا۔ اس نے ان ریاستوں کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ سنگم عہد کی تاریخ مقرر کرنے کے سلسلے میں اور یونانیوں اور رومیوں کے ساتھ تمل ریاستوں کے تجارتی اور دوسرے تعلقات سے متعلق اس زمانہ کے کلاسیکی مصنفین بالخصوص اسٹریبو، پیرپلیس آف دی ایری تھیرین سی کے گم نام مصنف اور ٹولمی کی تصنیفات

اہم جان کاری پیش کرتی ہیں۔ چولوں، پانڈیاؤں اور چیراؤں کا ذکر اشوک کے کتبوں میں بھی آیا ہے۔ اشوک کے دوسرے اور تیرہویں چٹانی کتبے میں جنوبی ہند کے بادشاہوں اور سری لنکا کا ذکر ملتا ہے۔ ان ممالک سے اشوک کے دوستانہ مراسم تھے۔ اشوک کے کتبوں کے بعد کھارویل کا قدیم کتبہ ہمیں تمل دیش کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس کتبے میں کہا گیا ہے کہ کھارویل نے پانڈیہ دیش سے کلنگ کے لیے "سینکڑوں کی تعداد میں گھوڑے، ہاتھی، جواہرات اور موتی منگوائے تھے۔ آثار قدیمہ کے ذرائع میں مسکوکاتی ثبوت سے سنگم عہد کی تاریخ کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ پورے جنوبی ہندوستان میں رومی بادشاہوں کے پہلی دو صدیوں سے متعلق سکے ملے ہیں جو سنگم عہد کے دوسرے ذرائع کی توثیق کرتے ہیں۔

9.3 معنی اور مفہوم (Meaning and Definitions)

سنگم کے لفظی معنی اعلی اکادمی یا انجمن کے ہیں۔ تمل ادب میں لفظ سنگم کا استعمال پہلی مرتبہ ساتویں صدی عیسوی کے بھجنوں میں کیا گیا ہے۔ آٹھویں صدی کے ایک تبصرے میں سنگم دور کے بارے میں تفصیل سے تینوں سنگموں کے عہد کے آغاز، ارتقا اور زوال کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اس کی فراہم کردہ معلومات گو جامع ہیں مگر ناقابل یقین ہیں۔ اس لیے بعض دانشور اس کے وجود پر شبہات ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے باوجود سنگم کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پہلا سنگم جس کو موڈال سنگم کہتے ہیں کا آغاز پانڈین حکمراں کرتی کے دور میں ہوا تھا۔ یہ مجلس جنوبی مدورائی میں منعقد ہوئی تھی جو کیمپ کیمرون کے جنوب میں واقع ہے۔ ایسا بتایا جاتا ہے کہ پہلے سنگم میں 4449 شعراء نے کلام پیش کیے تھے۔ اس سنگم میں شیو، مروگا اور کبیر نے شرکت کی تھی۔ دوسرے سنگم کو ایڈائی سنگم یا درمیانی سنگم کہا جاتا ہے جو کٹپا پورم میں منعقد ہوا تھا جو پانڈیوں کا دوسرا صدر مقام تھا۔ دوسرا سنگم دور 3700 برسوں تک جاری رہا اور اس میں بھی شعرا کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تیسرا سنگم جدید مدورائی میں منعقد ہوا تھا۔ تیسرے سنگم کو کدائی سنگم کہا جاتا ہے۔ یہ سنگم 1850 سال تک جاری رہا اور 449 شعراء نے اس میں شرکت کی۔ عظیم کلاسک تیروکورال اسی دور کی یادگار ہے۔

جہاں تک سنگم عہد کی وسعت کی بات ہے اس کے بارے میں وی آر رام چندر دکشتیار کا خیال ہے کہ سنگم عہد 1000 برسوں کی مدت تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پانچویں صدی عیسوی کے دوران قائم تھا۔ اس کے برخلاف نیل کنٹھ شاستری کے مطابق سنگم دور کا آغاز چوتھی صدی قبل مسیح سے قرار دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ ان کے مطابق سنگم دور دوسری اور تیسری صدی عیسوی تک قائم رہا۔

9.4 جنوبی ہند کی ریاستیں (South Indian Kingdoms)

مختلف ادبی ذرائع سے ہمیں جنوب کی ابتدائی ریاستوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ ریاستیں کرشنا ندی کے جنوب میں میدانی علاقوں میں واقع

تھیں۔ان ریاستوں کا کل علاقہ چولا، پانڈیہ اور چیرا یا کیرالہ خاندانوں کے تین تاجدار شہنشاہوں اور کئی چھوٹے چھوٹے سرداروں کے درمیان بٹا ہوا تھا۔ سردار اپنے زمانے کی سیاست کے پیشِ نظر کسی نہ کسی بادشاہ کی اطاعت میں رہتے تھے یا کسی بادشاہ کی طرف سے لڑائی میں شامل ہو جاتے تھے یا خود مختار رہ کر زندگی بسر کرتے تھے۔ شعرا نے ان سرداروں میں سے سات سرداروں کو ادب اور فنون لطیفہ کا فراخ دلی کے ساتھ سرپرستی کرنے کی بنا پر خاص طور سے تسلیم کیا اور ولال (سرپرست) کی حیثیت سے ان کا ذکر کیا ہے۔ سنگم تصنیفات سے ہمیں چولوں کی سیاسی تاریخ کا علم ہوتا ہے۔ چولا سلطنت ابتدائی قرون وسطی کے دوران ابھری۔ یہ پنیار اور ویلار ندیوں کے درمیان پانڈیوں کے علاقے کے شمال میں مشرق میں واقع تھی۔ پانڈیوں کا ذکر سب سے پہلے میگا ستھنیز نے کیا۔ پانڈیہ کی سرحد میں ہندوستان میدانی علاقے کے جنوب بعید اور جنوب مشرقی حصوں پر پھیلی ہوئی تھیں جس میں اندازاً رتنے ولی، رام ند اور تمل ناڈو میں مدورائی ضلع شامل تھے۔ سنگم ادب میں بھی پانڈیہ حکمرانوں کا ذکر ملتا ہے۔ چولوں، پانڈیوں اور چیراؤں کا ذکر اشوک کے کتبوں میں بھی آیا ہے۔ چیرا ریاست پانڈیہ کی سرحد کے مغرب اور شمال میں واقع تھی۔ اس میں سمند اور پہاڑوں کے درمیان کا تنگ علاقہ شامل تھا جو کیرل اور تمل ناڈو دونوں پر پھیلا ہوا تھا۔ عیسوی عہد کی ابتدائی صدیوں میں چیرا ریاست چولا اور پانڈیہ حکومت جیسی ہی اہمیت رکھتی تھی۔ اس کی اہمیت کی وجہ چیرا اور رومن حکومتوں کے درمیان تجارت تھی۔

چولوں اور پانڈیوں کے درمیان مسلسل چلنے والی جنگ چیرا حکمرانوں کی تاریخ کی خصوصیت ہے۔ اگرچہ چیراؤں نے چولا بادشاہ کاری کال کو مار ڈالا تھا تاہم چیرا راجا کو بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ بعد کے زمانے میں دونوں حکومتوں کے درمیان دوستی ہو گئی۔ چیرا بادشاہوں نے چولوں کے مقابلے میں پانڈیوں سے گٹھ جوڑ کر لیا لیکن چولوں نے پانڈیوں کو ہرا دیا۔ چیرا بادشاہ نے شرم سے خودکشی کر لی۔ ان تینوں حکومتوں کی سیاسی تاریخ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے یہاں تک کہ سری لنکا سے بھی برابر جنگ کرتے رہتے تھے۔

چولا (Chola)

جنوبی ہند کی ابتدائی تین ریاستیں کرشنا ندی کے جنوب میں واقع میدانی علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ ریاستیں تھیں۔ چولا پانڈیہ اور چیرا یا کیرالا۔ چولا سلطنت پینار اور ویلار ندیوں کے درمیان واقع تھی۔

سنگم ادب سے ہمیں چولوں کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں جان کاری حاصل ہوتی ہے۔ دوسری صدی قبل مسیح میں ایلارا نام کے راجا کی حکومت تھی۔ اس کے راجدھانی کا نام اُرے یور تھا۔ اس نے سری لنکا پر فتح حاصل کی تھی اور لگ بھگ 50 سال تک حکومت کی۔ ابتدائی چولا حکمرانوں میں کاری کال سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کیوں کہ اس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ اس نے کاویری ندی کے کنارے پوہار اور کاویری پٹنم کو چولا سلطنت کا صدر مقام بنایا۔ وہ بہت بہادر حکمراں تھا۔ اس نے تنجور کے نزدیک وینی میں چیرا اور پانڈیہ حکمرانوں کو شکست فاش دی تھی۔ یہ فتح اس کی زندگی میں اہم موڑ ثابت ہوئی۔ ایک دوسری اہم لڑائی واگی پرانڈلئی میں لڑی گئی تھی، جس میں اس نے نو چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی متحدہ فوج کو شکست دی تھی۔ اس نے ایک طاقت ور بحریہ کی بھی تشکیل کی تھی۔ اس بحری

فوج کی مدد سے اس نے شری لنکا پر فتح حاصل کی تھی اور وہاں سے بڑی تعداد میں لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنالیا۔ ان غلاموں کی مدد سے اس نے کاویری ندی پر ایک بہت بڑا پُل بنوایا۔ وہ ویدی مذہب میں یقین رکھتا تھا۔ اس نے کئی یگیہ بھی کروائے۔ اس نے ایک بہترین نظام سلطنت بھی قائم کیا۔ اس نے زراعت اور تجارت کو بہت فروغ دیا۔ ایک عظیم فاتح ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تمل ادب کا عظیم سرپرست بھی تھا۔ اس نے اپنے دربار میں بہت سارے شعراء کی سرپرستی بھی کی۔ کاری کال کے جانشیں بہت کم زور نکلے۔ جس کے نتیجے میں چولا سلطنت بہت تیزی سے روبہ زوال ہوئی۔ چیرا اور پانڈیہ حکمرانوں نے اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھایا اور اس کے کئی علاقوں پر قبضہ کرلیا اور اس کی راجدھانی پوہار کو مکمل طور پر تباہ کردیا۔ جو علاقے باقی رہ گئے تھے، ان پر پلووں نے قبضہ جماکر چولوں کی طاقت کو لگ بھگ چوتھی صدی عیسوی میں ختم کردیا۔ بعد میں چولوں نے نویں صدی میں ایک بار پھر اپنی طاقت کو مجتمع کر کے اپنا اقتدار قائم کیا۔

پانڈیہ (Pandya)

پانڈیہ ریاست جزیرہ نمائے ہند کے جنوبی کنارے اور جنوبی مشرقی حصّے کے درمیان میں واقع تھی۔ اس میں موجودہ تمل ناڈو کے مدورا، تِن ویلی اور رام ند کے ضلعے شامل تھے۔ ان کے دارالسلطنت کا نام مدورا یا مدورائی تھا۔ پانڈیہ ریاست جنوب کی ایک قدیم ترین ریاست تھی۔ تاریخی ذرائع کی کمی کی وجہ سے اس ریاست کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں ہمیں کوئی خاص جان کاری نہیں ملتی۔ اس ریاست کے بارے میں سب سے پہلے میگا ستھنیز نے اپنی کتاب انڈ کا میں ذکر کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ ریاست موتیوں کے لیے مشہور تھی۔ اس ریاست پر اس وقت ایک عورت کی حکمرانی تھی۔ سنگم ادب سے بھی ہمیں اس ریاست کے بارے میں جان کار حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ جانکاری تاریخ وار نہیں ہے۔

سنگم عہد میں جن پانڈیہ بادشاہوں نے حکومت کی ان میں پنڈوجیلیان نام کے حکمراں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ وہ 210ء میں تخت نشیں ہوا۔ اس وقت وہ نابالغ تھا۔ اس کی ریاست کو ہڑپنے کی غرض سے چولا، چیرا اور پانچ دوسرے حکمرانوں نے متحدہ طور پر تنجور کے نزدیک تلیا نگنم میں حملہ کردیا۔ مشکل کے ان لمحات میں نیڈوجیلیان نے بہت بہادری دکھائی اور اس نے دُشمن کی متحدہ فوج کو شکست دی۔ چیر حکمراں کو قید کرلیا گیا۔ اس اہم فتح کے نتیجے میں نیڈوجیلیان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ وہ ایک بہت بڑا عالم بھی تھا۔ اس لیے اس نے علوم وفنون کی بہت زیادہ سرپرستی کی۔

پانڈیہ ریاست بہت خوش حال تھی۔ اس کے تجارتی تعلقات رومی سلطنت سے بھی تھے۔ تجارت کو فروغ دینے کے لیے پانڈیہ حکمرانوں نے رومی حکمراں آگسٹس سیزر کے دربار میں اپنے سفیر بھیجے تھے۔ یہ تجارت ریاست کے لیے بہت منافع بخش ثابت ہوئی۔

چیرا (Chera)

چیرا شاہی گھرانے کی حکومت موجودہ کیرل کے اہم حصوں پر تھی۔ اس وقت چیروں کی راجدھانی ونجی تھی۔ اس گھرانے کا شاہی نشان ''کمان'' تھا۔ تونڈئی اور مسیری اس ریاست کے اہم بندرگاہ تھے۔ پہلا چیر حکمراں جس کے بارے میں جان کاری ملتی ہے وہ ادیانجیرل

تھا۔اس کا مطلب ہے عظیم دعوت کھلانے والا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کروکشتر کی دونوں فوجوں کو بہت لذیذ کھانا کھلایا تھا۔ بہر حال اس میں شاعرانہ غلو بھی ہو سکتا ہے۔اس کے بیٹے نیڈن جرل ادن نے اپنے باپ سے زیادہ شہرت پائی اور اس نے اپنی سلطنت میں توسیع کی۔اس نے کئی تاجدار بادشاہوں پر فتح حاصل کی تھی اور اس طرح ادھیراج کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ ایک جنگ میں وہ چولا حکمرانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کتوون اس کا جانشیں بنا۔اس نے بھی حکومت کی سرحدوں میں توسیع کی۔ نیدل جیرن ادن کا دوسرا بیٹا سینگو توون تھا۔ سینگو توون کا مطلب ہے منصف مزاج۔ وہ اپنے چچا کے بعد تخت پر بیٹھا۔ ایک عظیم حکمراں کی حیثیت سے اس نے بہت زیادہ شہرت پائی۔ سینگو توون کے فوجی کارناموں کو مشہور رزمیہ نظم شلپادی کرم میں درج کیا گیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے گنگا کو عبور کر کے شمالی ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور یہاں کے حکمرانوں کو شکست دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بہادری کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ سینگو توون کی زندگی اور اس کی کامیابی آگے چل کر روایتوں کی صورت اختیار کر گئی۔اس نے پٹنی پنتھ یا کنگی کی مثالی بیوی کی شکل میں پرستش کرنے کی رسم کی شروعات کی۔ سنگم عہد میں آخری چیر حکمراں کا ذکر الان جیرل ارم پورئی اور ماندرن جیرل ارم پورئی کے طور پر آتا ہے جس نے چولا اور پانڈیہ حکمرانوں سے جنگ کی تھی۔

9.4.1 سنگم ادب (Sangam Literature)

دراوڑی خاندان کی زبانوں میں تمل سب سے پرانی زبان ہے اور اس کا ادب قدیم ترین ادب سمجھا جاتا ہے۔ تمل کی سب سے پہلی کتابیں تمل ''سنگموں'' سے متعلق ہیں۔ سنگم کو آج کل کی اصطلاح میں علمی مجلس کہہ سکتے ہیں۔ یہ پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ سنگم کتنی بار ہوئے اور کتنے دنوں تک چلے۔ آٹھویں صدی عیسوی کے درمیانی دور سے تعلق رکھنے والی ایک کمنٹری میں بتایا گیا ہے کہ تین سنگم ایسے تھے جو 9990 تک قائم رہے۔ان میں 8598 شعراء نے شرکت کی اور انہیں 187 پانڈیہ بادشاہوں کی سرپرستی حاصل ہوئی۔اس کے بیان میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے سنگم کا پورا ادب ضائع ہو گیا۔ دوسرے سنگم کی ایک تصنیف باقی رہ گئی۔ تیسرے سنگم کا بہت زیادہ ادب محفوظ رہا۔ سنگموں کے اراکین بڑے بڑے علماء و فضلا ہوتے تھے جن کی سرپرستی پانڈیہ راجا کرتے تھے۔ ہر سنگم چند ممتاز شاعروں اور مستند عالموں پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ شعراء اور علماء ان کتابوں پر جو ان کے سامنے پیش کی جاتی تھیں، اپنی مہر توثیق ثبت کرتے تھے۔

تاریخی دور کے شروع میں تمل زندگی کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بنیاد سنگم ادب پر ہے۔ آج تک ملنے والا سنگم ادب جو اس طرح کی علمی مجلسوں کی پیداوار تھا تقریباً 300-500 قبل مسیح میں مرتب کیا گیا۔ لیکن اس ادب کے بعض حصوں کا تعلق دوسری صدی عیسوی سے معلوم ہوتا ہے۔ سنگم ادب کو عام طور پر دو حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے 1۔ بیانیہ 2۔ ناصحانہ

بیانیہ متن، میل کنکّو (Melkanakku) یا اٹھارہ اشعار کہلاتے ہیں۔ان میں آٹھ منتخب کلام اور دس دیہات کے دلکش مناظر پر ناصحانہ کہانیاں ہیں۔اسی طرح، کل کنکّو (Kilkanakku) یا اٹھارہ چھوٹے کارنامے کہلاتے ہیں۔ یہ ناصحانہ مختصر گیتوں کا مجموعہ ہے۔ تیسرے سنگم سے حاصل ادب کو تین حصوں ''ایٹّوٹوکائی''، ''پٹوپٹّو'' اور ''پدی نین کل کنکّو'' میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

- **ایٹّوٹوکائی(Ettuttokoi) آٹھ مجموعہ ہائے اشعار:** اس کی شاعری کہیں معروف نہیں ہے اور اس کی زبان نامانوس ہے۔ یہ شاعرانہ ادب کا بڑا ضخیم وطویل مجموعہ ہے۔ اس میں دو ہزار سے زائد نظمیں ہیں جو دو سو سے زائد شعراء سے منسوب ہیں۔
- **پتّوپٹّو(Pattupattu) دس نغمے:** اس میں اسی اسلوب کی دس طویل تر نظمیں ہیں لیکن وہ کچھ بعد میں لکھی گئی ہیں۔ اس میں مشہور شاعر نکیرّر کی تخلیق بھی شامل تھی۔ اس میں تمل دیوتا مرُگن اور اس کے مندروں کی تفصیلات دی گئی ہیں۔
- **پدی نین کل کنکّو(Padinenkilkanakku)** اٹھارہ ناصحانہ مختصر گیتوں کا مجموعہ ہے۔
- **تولکّاپیم(Tolakkapium):** دوسرے سنگم سے متعلق صرف ایک کتاب تولکاپیم ملتی ہے۔ یہ دراصل قواعد پر ایک رسالہ ہے لیکن اس میں دیگر مواد بھی کافی ہیں جس سے لوگوں کے رسوم و رواج پر روشنی پڑتی ہے۔

منتخب کلام کی بیاضیں (Selected Literary Texts)

تمل کا باقی ماندہ کلاسیکی ادب تیسرے سنگم سے متعلق ہے۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اول شعرا کے منتخب کلام کی بیاضیں، دوم رزمیہ نظمیں۔ اول الذکر میں دس نظمیں ایسی ہیں جن کا موضوع کوئی دلکش منظر ہے۔ اس میں نکیرر کی ندونل وادی سب سے اہم اور معروف ہے۔ اس میں ایک پانڈیہ راجا کے، جو اپنے لشکر کے خیمے میں ہے اور اس کی اداس رانی کے جو محل میں شوہر کی جدائی کے غم میں گھل رہی ہے، جذبات و احساسات کا فرق بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایک دوسری نظم رودّرن کنّانر کی پٹّی نپائی ہے جس میں ہیرو کی ذہنی کشمکش کی عکاسی بڑی خوب صورتی سے کی گئی ہے۔ ہیرو کا دل دو متضاد جذبات کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔ دِل ایک طرف کہتا ہے میدانِ جنگ میں جانا چاہیے وہیں دوسری طرف یہ خیال بھی آتا ہے کہ گھر پہنچ کر محبوبہ سے ملاقات کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ نظموں کے آٹھ مجموعے ہیں جن میں پُرنا نورو بہت مشہور ہے۔ اس میں تمل کے ممتاز شعرا کپّی لر، آدئی اور کودِر کار اور دوسرے ڈیڑھ سو شعراء کا کلام ہے۔ یہ نظمیں شاعرانہ اور ادبی محاسن کے علاوہ ایسے مواد کی حامل ہیں جسے تمل باشندوں کی سماجی تاریخ کی بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ تیسری قسم میں چھوٹی چھوٹی ناصحانہ نظمیں ہیں جن میں تروولوور کی ''ترکرّل''(Tirikkural) یا ''کُرل''(Kural) بہت مشہور ہے۔ اس کی تعلیمات کو تمل باشندے روحانی فیضان کا ابدی ذریعہ اور زندگی کے لیے مشعل ہدایت سمجھتے ہیں۔ اس میں فلسفہ اور حکیمانہ اقوال کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس میں ایک دوسری نظم نالہ دیار ہے جو واعظانہ اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ یہ اپنے اسلوب کے اعتبار سے زیادہ رسمی اور ادبی ہے۔

رزمیہ نظمیں (War Epics)

آخر الذکر حصّہ دس رزمیہ نظموں پر مشتمل ہے جس میں صرف سات باقی رہ گئی ہیں۔ تین ضائع ہو گئی ہیں۔ ان سات میں سے دو سلپادِ کرم اور منی میکلئی تمل ادب میں بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔ ان کا مقابلہ رامائن اور مہابھارت سے کیا جاتا ہے۔ ان میں ایسے مواد ہیں جن کی بنیاد پر تمل باشندوں کی ابتدائی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ سلپادی کرم اور منی میکلئی دونوں کی تصنیف چھٹی صدی عیسوی میں عمل میں آئی۔ ان میں سے پہلا تمل ادب کا سب سے زیادہ روشن ہیرا سمجھا جاتا ہے۔ اس نظم کا خالق النگو ودگل ہے جو عظیم چیرا راجا سنگوتوون کا چھوٹا بھائی تھا اور کاری کال کا پوتا تھا۔ لیکن اس روایت کی صداقت پر یقین کرنا مشکل ہے۔

سلپاد کرم(Silippadikaram): تمل میں سلپاد کرم کے معنی ہیں وہ کہانی جس کا مرکز پازیب ہے۔ کہانی کا ہیرو کوولن ایک طوائف مادھوی کے عشق میں مبتلا ہو کر دیوانہ وار اپنی ساری دولت پھونک دیتا ہے۔ لیکن کچھ دنوں بعد اسے ہوش آتا ہے تو وہ اپنی وفادار و باعصمت بیوی کنگیؔ کے پاس واپس لوٹتا ہے۔ پھر دونوں باہم مدورا کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر کوولن پازیبوں کی جوڑی بیچ کر جو اس کی بیوی کا آخری زیور ہے، کوئی کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ایک پازیب لے کر کوولن مدورا کے شاہی سنار کے پاس جاتا ہے۔ سنار نے راجا کا اس جیسا ایک پازیب کبھی پہلے چرا رکھا ہے۔ کوولن کا یہ پازیب دیکھ کر سنار چوری کا الزام کوولن پر لگاتا ہے۔ راجا بغیر کسی تحقیقات کے کوولن کو سزائے موت دیتا ہے۔ اس کی پریشان حال بیوی اپنے شوہر کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے دوسرا پازیب راجا کے سامنے پیش کرتی ہے۔ پانڈیہ راجا اپنے کیے پر غم وندامت کے جذبات سے مغلوب ہو کر جان دے دیتا ہے۔ اس کے بعد کنگی مدورا شہر کے حق میں بددعا کرتی ہے جس کے اثر سے تمام شہر پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے اور پورا شہر جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ کنگی آسمان پر جا کر اپنے شوہر سے مل جاتی ہے اور اسے عصمت وعفت کی دیوی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

منی میکلئی(Manimekalai): دوسری نظم منی میکلئی دراصل سلپاد کرم کا ہی تتمہ ہے اور اسی زمانے کی تخلیق ہے۔ اس کا مصنف سیتولائی ستانر مدورائی کا ایک غلہ بیوپاری تھا۔ یہ بدھ مت کا ادب ہے۔ اس میں مہایان بدھ مت کے تعلق سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی ہیروئن منی میکلئی کوولن کی وہ بیٹی ہے جو مادھوی طوائف کے بطن سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ کنگی سے سبق لیتی ہے اور بہت سی ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر میں بدھ بھکشو بن جاتی ہے۔

جیوکا چنتامنی(Jeevika Chintamani): اس رزمیہ کی تخلیق ترِت تکدیورنے کی تھی۔ وہ ایک چولا شہزادہ تھا جو بعد میں جین بھکشو بن گیا۔ یہ رزمیہ ایک ایسے شخص کی کہانی پر قائم ہے۔ جو جنگ اور امن دونوں ہی ہنر میں ماہر ہے۔ اس نے اپنی جوانی میں بہادری کے کئی کارنامے انجام دیے تھے اور اپنے لیے ایک عظیم سلطنت قائم کی تھی۔ آخر میں وہ اپنے بیٹے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو جاتا ہے اور جنگل چلا جاتا ہے۔ وہیں وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اس رزمیہ میں عظیم شاعری کی بھی خوبیاں موجود ہیں۔

9.4.2 سماجی حالات (Social Conditions)

سنگم ادب، سنگم عہد کے معاشرے اور ثقافت پر روشنی ڈالتا ہے۔ سنگم عہد میں تمل سماج مختلف طبقوں میں منقسم تھا۔ اس عہد میں حکمراں طبقے کو ''ارسر'' کہا جاتا تھا۔ سماج میں اس طبقے کو اعلا مقام حاصل تھا۔ ان کی خدمت میں بڑی تعداد میں نوکر چاکر موجود رہتے تھے۔ دربار میں شاعروں، مغنّیوں اور رقاصاؤں کی بھرمار ہوتی تھی۔ حکمراں طبقے کے بعد سماج میں برہمنوں کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ وہ انتظامی امور میں راجا کو مشورے دیتے تھے۔ اس عہد میں چوں کہ یگیوں کا رواج شروع ہو گیا تھا اس لیے برہمنوں کی عزت وتوقیر میں اور اضافہ ہوا۔ بہت سارے برہمن شاعری کرتے تھے اور راجا کی مدح میں نظمیں لکھا کرتے تھے۔ برہمنوں کو حکومت کی جانب سے مختلف قسم کی سہولیات عطا کی گئیں تھیں۔ ان کے قتل کو جرم عظیم تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے بعد بڑے کسانوں کو رتبہ حاصل تھا۔ اس وقت دولت مند کسانوں کو

''ولال'' کہا جاتا تھا۔ ان کی بڑھی ہوئی اہمیت کی وجہ سے ہی ان کے اور ار سروں کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے قائم تھے۔ اس عہد میں سماج کئی اور طبقوں میں منقسم تھا۔ شعرا نے انتہائی ہمدردی کے ساتھ ان سبھی لوگوں کا ذکر کیا ہے مثلاً جاہل اور ڈاکہ زنی میں مصروف افراد، ان کے علاوہ شکاریوں (ایز) جو اپنی جھونپڑیوں میں تیر اور ڈھال رکھتے تھے یا وہ چرواہے جو جانور پالتے تھے اور دہی اور گھی فروخت کرتے تھے۔ سنگم ادب میں ہمیں غلامی کے رواج کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

اس عہد میں امیر آدمی اینٹ اور چونے سے بنے ہوئے پختہ مکانات میں رہا کرتے تھے۔ مکانوں کی دیواروں پر اکثر دیوی دیوتاؤں اور جانوروں کی زندگی سے متعلق تصویریں بنی رہتی تھیں۔ شاہی محلات کے گرد نواح میں باقاعدہ عام افراد شہروں اور دیہاتوں میں معمولی مکانات میں رہتے تھے۔ ذات سے خارج افراد اور جنگلی قبائل جھونپڑیوں میں رہا کرتے تھے۔ سنگم نظموں میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پولٹی یان رسی کی چارپائیاں بناتے تھے۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ لوچٹائی کے طور پر جانوروں کی کھالیں استعمال کرتے تھے۔ پتینا پالٹی میں لوہار کے ماہی گیروں (ہردوار) کی زندگی کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

سنگم عہد میں عورتوں کی حالت بہت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ عورتیں تعلیم حاصل کر سکتی تھیں۔ انہیں درباری رقص، عوامی رقص، مصوری اور دوسرے فنون سے متعلق تعلیم دی جاتی تھی۔ سنگم ادب میں کچھ ایسی عورتوں کا ذکر ملتا ہے جو اعلا درجے کی شاعرات تھیں۔ ان میں نچے لیر اور آویر کے نام قابل ذکر ہیں۔ شادی شدہ عورتوں کا خاندان میں بہت احترام کیا جاتا تھا۔ وہ اکثر خانگی امور کی نگہ داشت کرتی تھیں۔ اس وقت عورتوں کو دولت کے حق سے محروم رکھا گیا تھا۔ اس طرح وہ مردوں کے زیر دست رہتی تھیں۔ وہ انتظامی امور میں حصہ نہیں لے سکتی تھیں۔ نچلے طبقے کی عورتیں کھیتوں میں مردوں کے ساتھ کام کرتی تھیں۔ کچھ عورتیں کتائی بنائی کے کاموں میں مشغول رہتی تھیں۔ بعض عورتیں شاہی دربار میں راجا کے محافظ کے طور پر خدمات انجام دیتی تھیں اور کچھ وہاں رقص و سرود کے کام میں مشغول ہوتی تھیں۔ سماج میں قحبہ گری کا بہت زیادہ رواج تھا۔ معاشرے میں بیوہ عورتوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ انہیں سجنے سنورنے کا اختیار نہیں تھا۔ خاندان میں خوشی کے مواقع پر عام طور پر شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ ان وجوہات کو بنا پر بہت سی عورتیں ستی ہو جانے کو ترجیح دیتی تھیں۔ سماج میں رائج کثیر زوجگی کی وجہ سے عورتوں کی حالت اور بھی خراب ہو گئی تھی۔

سنگم عہد کے لوگ اپنی خوراک میں سبزی اور گوشت دونوں چیزوں کا استعمال کرتے تھے۔ ان کی خاص خوراک چاول اور مچھلی تھی۔ اعلا طبقے کے لوگ کئی طرح کے مزہ دار کھانا کھاتے تھے۔ ان میں کئی طرح کے گوشت بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ وہ کئی طرح کی سبزیاں اور پھلوں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ غیر ملکی شراب پیتے تھے اور دوسری طرح کے نشہ کے بھی شوقین تھے۔ تمل برہمن بھی گوشت خور تھے اور شراب نوشی کرتے تھے۔ عوام الناس بھی بھیڑ، بکری، سور اور مچھلی کا گوشت استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دودھ اور دودھ سے بنی اشیا سبزیوں اور پھلوں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ ناریل کا پانی، تاڑی اور گنے کا رس پینے کے شوقین تھے۔ اس وقت لوگ پان اور سپاری کھانے کے بہت شوقین تھے۔

سنگم عہد کے لوگ کئی طرح کے لباس استعمال کرتے تھے۔ عوام سوتی کپڑے پہنتے تھے جب کہ دولت مند افراد ریشمی کپڑے زیب تن کرتے تھے۔ اس وقت عورتوں اور مردوں دونوں کے درمیان زیورات پہننے کا رواج تھا۔ یہ زیورات سونے اور چاندی کے ہوتے تھے۔ عورتیں پھولوں سے کئی طرح کا سنگھار کرتی تھیں۔

سنگم عہد کے لوگ کئی طرح سے تفریح طبع کا سامان کرتے تھے۔ اس وقت لوگوں کو نظمیں لکھنے اور سننے کا بہت شوق تھا۔ اس وقت لوگوں کے درمیان موسیقی اور رقص کا بھی بہت رواج تھا۔ مغنیوں، رقاصوں اور رقاصاؤں کے گروہ گھوم گھوم کر لوگوں کی تفریح کرتے تھے۔ ان کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف کھیلوں اور تقاریب کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ کشتی، مکہ بازی، پانسہ کھیلنا، کتوں اور خرگوشوں کا شکار کرنا بھی لوگوں کی تفریحات میں شامل تھے۔ بوڑھے افراد جوا کھیلتے تھے۔ لڑکیاں اور عورتیں مکان کے چھجوں پر گولیاں کھیلتی تھیں۔ سنگم نظموں میں مرد اور عورتوں کا ساتھ غسل، پکنک کے لیے پارٹیوں میں جانا اور منرم میں بچوں کا چھوٹے تیر اور کمان کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ملتا ہے۔

اس عہد میں رقص اور موسیقی کے فنون بہت ترقی یافتہ اور مبقول عام تھے۔ موسیقی کے میدان میں مختلف قسم کے باجوں کا ذکر ملتا ہے جس میں کئی طرح کے یال (وین کی طرح کا اک تارہ) اور ڈھول شامل تھے۔ کاریکال کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ موسیقی کے سات سروں کا ماہر تھا۔ بانسری کے متعلق کہا گیا ہے کہ "یہ دہکتی ہوئی آگ سے بنائی گئی ہے سیاہ سوراخ والی بنسی ہے۔" موسیقی کے نغمات کے لیے مناسب وقت اور جگہ مقرر تھی۔

سنگم معاشرہ ایک مہذب سماج تھا۔ اس وقت سماج میں تعلیم کا بہت زیادہ رواج تھا۔ عورتوں کو بھی تعلیم کے لیے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ تعلیم زیادہ تر زبانی ہوتی تھی۔ اس وقت تعلیم کے لیے ادبی جلسوں کا رواج عام تھا۔ ان میں بڑے بڑے علماء شریک ہوا کرتے تھے۔ اس وقت تعلیم کے خاص موضوعات وید، رامائن، مہابھارت، ریاضی، فن حرب اور علم نجوم وغیرہ تھے۔ عورتوں کو امور خانہ داری، رقص اور موسیقی کے فنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔

اس عہد میں دعوت دینے کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا تھا۔ ان مواقع پر شعرا کو مدعو کیا جاتا تھا۔ شعرا نے لذیذ کھانوں کے بیان کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ایک شاعر اپنے سرپرست سے یوں مخاطب ہے۔ "میں اس خیال سے یہاں آیا تھا کہ ہم لوگ شوربہ دار گوشت کی بوٹیاں جنہیں ابال کر ٹھنڈا کر لیا گیا ہو اور جو جولاہن کی صاف کی ہوئی روٹی کی طرح ملائم ہوں گی، کھا سکیں گے اور بڑے بڑے برتنوں میں بھری ہوئی تاڑی پی سکیں گے۔ ایک دوسرا شاعر کاریکال کے دربار میں ہیرے اور جواہرات سے سجی ہوئی مسکراتی ہوئی عورتوں کا طلائی میناؤں میں شراب انڈیلنے کا منظر بیان کرتا ہے۔ ان دعوتوں میں مسلم جانور کا گوشت، دودھ سے تر حلوہ (آپم)، کچھوں کا گوشت اور مخصوص قسم کی مچھلیاں ہوتی تھیں۔

9.4.3 معاشی حالت (Economic Conditions)

سنگم ادب سے ہمیں ہم عصر معاشی حالات کے بارے میں اہم جان کاری ملتی ہے۔ اس عہد میں تمل دیش کے باشندے معاشی طور

پر بہت خوش حال تھے۔ان کی خوش حالی کی خاص بنیاد زراعت اور تجارت تھی۔

سنگم عہد میں لوگوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔ سنگم ادب سے ہمیں یہ جان کاری ملتی ہے کہ اس وقت جنوبی ہندوستان کی زمین بہت زیادہ زرخیز تھی۔ کاویری ندی کا ڈیلٹا والا علاقہ اپنی زرخیزی کے لیے اس قدر مشہور تھا کہ اس وقت یہ کہاوت مشہور تھی کہ جتنی زمین پر ایک ہاتھی بیٹھنے پر جگہ گھیرتا ہے اتنے میں سات افراد کے لیے غلہ اپجایا جاسکتا ہے۔اس وقت سینچائی کا عمدہ انتظام تھا۔ سنگم عہد کے حکمرانوں نے نہروں، کنوؤں اور تالابوں کی تعمیر کروائی تھی۔اس عہد میں زراعت میں استعمال کے لیے لوہے کے اوزار بنائے جائے گئے تھے جس سے انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اس عہد میں فصلیں خوب پیدا کی جاتی تھیں۔ چاول، گنا اور راگی اس عہد کی خاص فصلیں تھیں۔ان کے علاوہ اس عہد میں گول مرچ، کٹہل، ناریل، ہلدی، مختلف قسم کی سبزیاں، پھلوں اور دوسرے اناجوں کی بھی پیداوار ہوتی تھی۔اس وقت ولال (Vellalas) یا دولت مند کسان بڑے بڑے کھیتوں کے مالک ہوتے تھے، وہ بذات خود کھیتی نہیں کرتے تھے۔ یہ کام وہ مزدوروں سے کرواتے تھے جنہیں کڈے سیار (Kadaisiyar) کہا جاتا تھا۔ان میں زیادہ تر عورتیں ہوتی تھیں۔ حکومت کسانوں سے محصول وصول کرتی تھی جو کل پیداوار کا چھٹا حصہ ہوتا تھا۔ یہ سرکار کی آمدنی کا خاص ذریعہ تھا۔کسانوں کو یہ چھوٹ حاصل تھی کہ اپنا محصول نقد یا جنس، کسی بھی شکل میں دے سکتے تھے۔کسی بھی قدرتی آفت کے وقت محصول یا تو معاف کردی جاتی تھی یا اس میں تخفیف کردی جاتی تھی۔

سنگم عہد میں زراعت کے ساتھ صنعتوں کو بھی عروج حاصل ہوا۔اس عہد کی سب اہم ترین صنعت کپڑے کی صنعت تھی۔ یہاں سوت، ململ اور ریشم کے کپڑے تیار کیے جاتے تھے۔ یہاں تیار کی جانے والی ململ دنیا بھر میں مشہور تھی۔ یہاں سوت کاتنے کا کام عورتوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ سنگم ادب میں سوتی اور ریشمی کپڑوں کی پیچیدہ بنائی کا ذکر آیا ہے۔ پیری پلس کے مطابق اُرے یور سوتی کپڑوں کی تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ سوتی کپڑوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ سانپ کی کینچل یا بھاپ کے بادلوں سے بھی زیادہ باریک ہوتے تھے۔ کتائی اتنی نفیس ہوتی تھی کہ آنکھ سے دھاگا مشکل سے دکھائی دیتا تھا۔اس کے علاوہ اس وقت زیورات بنانے، ہاتھی دانت اور چینی کی صنعتیں بھی مشہور تھیں۔ لوگ قینچی اور سوئی کے بھی استعمال سے واقف تھے۔ قینچی بال کاٹنے اور سوئی سوتی کپڑے کی سلائی میں کام آتی تھی۔

سنگم عہد میں تجارت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ بیرونی اور اندرونی تجارت پورے طور پر منظم تھی۔اس امر کی تصدیق تمل زبان کی نظموں، کلاسیکی مصنفین اور جنوبی ہند کے آثار قدیمہ سے ہوتی ہے۔ بڑے بڑے بندرگاہوں والے شہر بیرونی مال کی منڈیاں تھے۔اس عہد میں ہندوستان کے تجارت تعلقات روم، مصر، عرب، یونان، ملایا اور چین جیسے ممالک سے تھے۔ نظموں میں پانڈیہ دیش کے شالی پور اور چیر دیش کے رکھے بانور اکا شمار مشہور بندرگاہوں میں ہوتا تھا۔ پانڈیہ سلطنت نیز دوسرے مقامات میں بحری راستوں کے ذریعہ گھوڑوں کی درآمد ہوتی تھی۔ پیری پلس کے مطابق نورا (کنانور) موزیرس (موشیری، گرنگانور) اور کوٹایم کے بہت نزدیک نیل سنڈا مغربی ساحل پر بہت اہم بندرگاہ تھے۔ بسار (پورکڈ) اسی ساحل پر دوسرا بندرگاہ تھا۔ تجارت کے بارے میں مصنف کہتا ہے کہ ''ان بازاروں میں بڑی مقدار میں کالی مرچ اور میل بتھرم ملتا تھا۔ جن اشیا کی ملک میں درآمد کی جاتی تھی ان میں بڑی مقدار میں سکے، پکھراج، باریک کپڑے، چھپے ہوئے کپڑے،

سرمہ، مونگا، خام شیشہ، تانبا، ٹین اور شراب اور ہرتال نیز جہاز کے ملاحوں کی ضرورت کے مطابق گیہوں شامل تھا۔ جن چیزوں کی برآمد کی جاتی تھی ان میں سیاہ مرچ شامل تھی جو ان بازاروں کے نزدیک صرف ایک علاقہ میں جو کوٹانارا نامی ضلع میں بڑی مقدار میں پیدا کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ بڑی مقدار میں نفیس موتی، ہاتھی دانت، ریشمی کپڑے، گنگا کے کنارے واقع علاقوں سے حاصل ایک خوشبودار بوٹی، اندرونی علاقہ سے حاصل شدہ میل بتھرم، ہر قسم کے شفاف پتھر، ہیرے، نیلم اور کچھوے کے خول شامل تھے۔ یہ خول جزیرۂ کرائزاور ڈمیریکا کے ساحل پر واقع جزیروں سے حاصل کیے جاتے تھے۔

اس عہد میں اندرونی ملک بھی خوب سرگرم تجارت چل رہی تھی۔ گاڑیوں اور بار برداری کے جانوروں پر تجارتی سامان لدے ہوئے تاجروں کا قافلہ ایک جگہ سے دوسرے جگہ اور ایک میلے سے دوسرے میلے چلتا رہتا تھا۔ جنوبی ہندوستان کے کئی تاجر شمالی ہندوستان کے بازاروں میں اپنے مال واسباب لے کر آتے تھے اور یہاں سے ضروری اشیا جنوبی ہندوستان لے جاتے تھے۔ اس وقت کے تاجر ایمان دار اور راست باز ہوتے تھے۔ وہ شاذو نادر ہی اپنے گاہکوں کا استحصال کرتے تھے۔ اندرونی تجارت مبادلے کی اشیا(Barter System) کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اس زمانے میں نمک ایک اہم تجارتی شے تھی۔ اس کے تاجر بیل گاڑی پر اپنے خاندان والوں کو لادے ہوئے تجارت کرتے تھے۔ تجارتی اشیا کی ادلا بدلی شہد، جڑی بوٹیاں، مچھلی کا تیل اور تاڑی کے عوض کی جاسکتی تھی۔ گنا اور چاول کی پاپڑی (اول)، ہرن کے گوشت اور نشہ لانے والی پینے کی چیز کے بدلے حاصل کی جاسکتی تھی۔ مشیری میں دھان کے عوض مچھلی دی جاسکتی تھی۔

9.4.4 مذہبی حالات (Religious Conditions)

سنگم عہد کے ادب کے مطالعے سے اس وقت کے مذہبی حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سنگم کے تمل راجا ہندو مذہب میں عقیدت رکھتے تھے۔ راجا بڑے بڑے یگیوں میں شریک ہوتا تھا۔ معاشرے میں برہمن کو عقیدت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مرُوگن یا سبرامنیم یہاں کے لوگوں کا خاص دیوتا تھا۔ تمل ادب میں اس دیوتا کی بہت تعریف وتحسین کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ لوگ بہت سے دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں سے خاص وشنو، شِو، اندر، برہما، کرشنا، درگا اور سرسوتی وغیرہ تھے۔ عورت، مرد اور بچے مندروں میں جاکر ان دیوی دیوتاؤں کو نذرانے پیش کرتے تھے اور اپنی مرادوں کی تکمیل کے مقصد سے بھجن گاتے اور دعائیں کرتے تھے۔ بہت سے لوگ مندروں میں رقص بھی کرتے تھے۔ دیوتاؤں کی پوجا کے طریقے شمالی ہندوستان سے مماثلت رکھتے تھے۔ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی دی جاتی تھیں۔ اس عہد میں مہابھارت اور دیومالائی قصوں کا رواج بہت بڑھ گیا تھا۔ لوگ تلسی کو بہت پاکیزہ مانتے تھے اور اس سے عقیدت بھی رکھتے تھے۔ جنوبی ہندوستان میں ویدک تہذیب کے پھیلانے کا سہرا اگستیہ رشی کے سر جاتا ہے۔ سنگم عہد کے مذہب میں برہمنوں کو اہم مقام حاصل تھا۔ برہمن ویدی یگیوں کا اہتمام کراتے تھے اور اپنا وقت تعلیم وتعلم میں لگاتے تھے۔ ان کا دوسرے مذہب کے پیروکاروں سے مناظرہ ومکالمہ ہوتا رہتا تھا۔ بہت سے لوگ ''ستی'' عورت کی اور دوران جنگ کام آئے فوجیوں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ لوگ تناسخ کے عقیدے اور اعمال کے اصولوں پر بھی یقین رکھتے تھے۔

سنگم عہد کی نظموں میں عوام کے اعتقادات اور رسوم ورواج کے بارے میں جابجا مفید اشارے ملتے ہیں۔ لوگ علم نجوم اور شگون میں بہت یقین رکھتے تھے۔ نجومیوں کا کاروبار خوب چلتا تھا۔ لوگ بھوت پریت اور جادو ٹونوں میں یقین رکھتے تھے۔ بکھرے ہوئے بال والی عورت کو برا شگون خیال کیا جاتا تھا۔ بچوں کو بلائے ناگہانی سے محفوظ رکھنے کے لیے تعویذ پہنائے جاتے تھے۔ راکششوں سے محفوظ رہنے کے لیے، بارش نیز دوسری خواہشات کی تکمیل کے واسطے عبادت کی جاتی تھی۔ برگد کے درخت کے بارے میں یقین کیا جاتا تھا کہ اس پر دیوتا قیام کرتے ہیں۔ گرہنوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ اس وقت واقع ہوتے ہیں جب سانپ سورج اور چاند کو نگل جاتے ہیں۔ کوے کے بولنے پر مہمان کی آمد کی توقع کی جاتی تھی اور یہ بھی یقین کرتے تھے کہ اس میں ایسی عورتیں جس کے شوہر پردیس گئے ہوں کے لیے شوہر کے آنے کی اطلاع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوؤں کو کھانے کا انتظام تقریباً تمام گھروں میں یہاں تک کہ شاہی محلوں کے سامنے بھی کیا جاتا تھا۔ غریب اور نادار لوگوں کو بڑی تعداد میں کھانا کھلایا جاتا تھا۔

اس وقت لاشوں کی تجہیز و تکفین کا بھی رواج شروع ہو چکا تھا مگر کوئی ایک طریقہ رائج نہیں تھا۔ اس طرح کا ذکر ملتا ہے جس میں مردے کو جلایا جاتا تھا یا گڈھا کھود کر دفن کر دیا جاتا تھا۔ وہ لاشوں کے ساتھ کچھ ضروری اشیا بھی دفن کر دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ اشیا ان کو دوسری دنیا میں کام آئیں گی۔ ایک بیوہ عورت گھاس کے بستر سے اپنے متوفی شوہر کو چاول کا پنڈ دیتی تھی۔ ستی کا رواج تھا مگر عام نہ تھا۔ عام طور پر اس عورت کی بہادری اور شوہر پرستی کی تعریف کی جاتی تھی جو اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہو جاتی تھی۔ ستی کا رواج نافذ کرنے پر زور نہیں دیا جاتا تھا اور اس کی ہمت افزائی بھی نہیں کی جاتی تھی۔ اس بیوہ کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جو اپنے خاوند کی چتا میں بے خوف و خطر داخل ہو جاتی تھی۔ اس وقت مدورائی، پوہار، ناگا پٹنم اور کانچی وغیرہ ہندوؤں کے خاص مذہبی مراکز تھے۔

تمل راجا بہت وسیع المشرب تھے۔ اس کے نتیجے میں اس وقت ہندو مذہب کے ساتھ ساتھ جین مت اور بدھ مذہب نے بھی ترقی پائی۔ اس وقت مدورائی جین مذہب کا اور ناگا پٹنم اور ٹوڈامنڈلم بدھ مذہب کے مشہور تبلیغی مراکز تھے۔

9.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں سنگم دور بہت اہمیت کا حامل ہے۔ سنگم ادب، اشوک کے کتبول، کھارویل کے کتبہ، رومی اور یونانی مآخذ سے اس دور کے سیاسی سماجی، معاشی اور مذہبی حالات کا پتہ چلتا ہے۔ اس عہد میں جنوبی ہندوستان میں تین شاہی خاندانوں چولوں، پانڈیوں اور چیراؤں کی حکومتیں تھیں۔ ابتدائی چولا حکمرانوں میں کاری کال سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ پانڈیہ ریاست کے بارے میں سب سے پہلے میگاستھنیز نے اپنی کتاب انڈیکا میں ذکر کیا ہے۔ پانڈیہ حکمرانوں میں پنڈوجیلیان نام کے حکمراں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ چیر شاہی خاندان موجودہ کیرل کے علاقوں پر حکومت کر رہا تھا۔ اس خاندان کا سب سے مشہور حکمراں سینو گٹون ہوا ہے۔ یہ حکومتیں ریاست کے حدود میں وسعت کے لیے آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تجارتی تعلقات بیرونی ممالک سے بھی تھے۔ بیرونی ممالک میں ان کے تجارتی تعلقات بطور خاص روم، مصر، یونان، ملایا اور چین جیسے ممالک سے تھے۔

سنگم عہد کا سماج مختلف طبقوں میں منقسم تھا۔ حکمراں طبقے کو ارسر کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد سماج میں برہمن کو اونچا مقام حاصل تھا۔ ان کے بعد بڑے کسانوں کو اہمیت حاصل تھی جنہیں ولال کہا جاتا تھا۔ عورتوں کی حالت بہت اچھی نہیں تھی۔ سنگم عہد کے لوگ سبزی اور گوشت دونوں کھاتے تھے۔ اس عہد میں رقص اور موسیقی کے فنون کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ سنگم معاشرہ ایک مہذب سماج تھا۔

سنگم عہد کے مطالعے سے اس وقت کے مذہبی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس عہد کے تمل راجا ہندو مذہب کے پیرو کار تھے۔ مروگن اور سبرا منیم اور ان کے خاص دیوتا تھے۔ برہمن کو بہت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عوام کا علم نجوم اور شگون میں بہت یقین تھا۔ لوگ بھوت پریت اور جادو ٹونوں میں بہت یقین رکھتے تھے۔ تجہیز و تکفین کوئی ایک طریقہ رائج نہیں تھا۔ ستی کا رواج تھا مگر عام نہ تھا۔ اس عہد کے حکمراں وسیع المشرب تھے۔ اس وقت ہندو مذہب کے ساتھ جین مت اور بدھ مت بھی رائج تھا۔

9.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

مسکوکاتی	:	سکوں سے متعلق
کلابھر	:	خراب حکمراں
قحبہ گری	:	طوائف کا پیشہ
رقص و سرود	:	ناچ گانا
کثیر زوجگی	:	ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا
راست باز	:	سچا

9.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

9.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. سنگم ادب کی تخلیق کس زبان میں کی گئی؟
2. کل کتنے سنگم کا انعقاد کیا گیا تھا؟
3. دوسرے سنگم کا انعقاد کہاں کیا گیا تھا؟
4. اتیت تھوکئی کتنی نظموں کا مجموعہ ہے؟
5. تولکاپیم کا موضوع کیا ہے؟
6. سنگم عہد میں حکمراں طبقہ کیا کہلاتا تھا؟
7. سنگم عہد کی اہم صنعت کیا تھی؟
8. سنگم عہد کا مقبول ترین دیوتا کون تھا؟

9. سنگم عہد کی بندرگاہ کون سی تھی؟

10. سنگم عہد میں ولّال کون تھے؟

9.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سنگم ادب کا کیا مفہوم ہے؟
2. جنوب کی چولا حکومت کے بارے میں مختصر نوٹ لکھیے۔
3. پانڈیہ حکومت کا تعارف پیش کیجیے۔
4. چیرا حکومت سے متعلق اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
5. منتخب کلام کی بیاضوں سے متعلق آپ کیا سمجھتے ہیں؟

9.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. سنگم عہد کے مفہوم اور ماٰخذ پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
2. سنگم عہد میں جنوبی ہند کی ریاستوں سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
3. سنگم ادب کی سماجی حالت کیسی تھی؟ بیان کیجیے۔

9.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Kanakasabhai, V. *The Tamils Eighteen Hundred Years Ago*. Madras: Higginbotham, 1904.
2. Krishnaswami, A. *Topics in South Indian History: From Early Times Upto 1565 A.D.* Annamalainagar: Krishnaswami, 1978
3. Mangalamurugesan, N K. *Sangam Age*. Madras: Thendral Pathippakam, 1982
4. Rao, G V. S, and N L. Rao. *The Cholas*. Madras: Government Press, 1952.
5. Subrahmanian, N. *History of Tamilnad: To A.D. 1565*. Madurai, Tamilnadu: Koodal Publishers, 1978.
6. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔
7. چول راجگان، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی۔10 تجارت اور کاروبار

(Trade And Commerce)

اکائی کے اجزا

10.0 تمہید

10.1 مقاصد

10.2 سیاسی صورت حال

10.3 پیشے اور پیشہ ور جماعتیں

10.3.1 پیشے

10.3.2 پیشہ ور انجمن

10.4 تجارت

10.4.1 تاجروں کی اقسام

10.4.2 بری تجارت

10.4.3 بحری تجارت

10.4.4 اہم بندرگاہیں

10.4.5 اشیائے تجارت

10.5 شہر کاری کا فروغ

10.6 اکتسابی نتائج

10.7 کلیدی الفاظ

10.8 نمونہ امتحانی سوالات

10.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
10.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

10.0 تمہید (Introduction)

چھٹی صدی قبل مسیح میں وادی گنگا میں پہلی بار ہم شہروں کو ابھرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ شہروں کے ارتقا کے ساتھ ہی صنعت اور تجارت کا فروغ ہوا، اور سماجی ڈھانچا میں کئی اہم تبدیلیاں آئیں۔ لیکن یہ سبھی تبدیلی کئی صدیوں تک شمالی ہندوستان یا یوں کہیے کہ گنگا کے میدانوں تک محدود رہی۔ آر ایس شرما کے مطابق برصغیر ہندوستان کے بڑے حصہ پر چوتھی صدی ق م۔ میں موریہ حکومت قائم ہونے کی وجہ سے وادی گنگا کی مادی تہذیب کے متعدد اجزا جیسے پکی اینٹوں کا استعمال، پانی کی نکاسی کے لیے گول کوئیں، زراعت میں لوہے کا استعمال، دھان کی کھیتی اور روپائی، سکوں کا چلن اور شمالی سیاہ چمکدار ظروف ملک کے مختلف حصوں میں پہنچ گئے۔ نتیجتاً تیسری صدی قبل مسیح سے سماجی اور معاشی منظر نامہ بدلنے لگا۔ مختلف نئی ریاستیں ابھریں۔ نئے شہروں کا عروج ہوا۔ تجارت اور صنعت کی ترقی ہوئی۔ خصوصی طور پر بیرونی تجارت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

اس اکائی میں ہم 200 ق م۔ سے 300 عیسوی کے درمیان دستکاری، صنعت اور تجارت کے فروغ کا جائزہ لیں گے۔ مختلف اشیائے تجارت کس طرح بنائی یا حاصل کی جاتی تھیں؟ ان کے بنانے والے کون تھے؟ سماج میں ان کی کیا حیثیت تھی؟ پیشہ ورانہ انجمن یا گلڈ کسے کہتے تھے؟ اور کاروباری سرگرمیوں میں ان کا کیا کردار تھا؟ ان تمام باتوں کو ہم اس اکائی کے ذریعہ جاننے کی کوشش کریں گے، ساتھ ہی اہم سماجی تبدیلیوں کی نشاندہی کر سکیں گے۔ تجارت اور صنعت کی ترقی سے شہر کاری کا عمل کس طرح متاثر ہوا؟ اور ملکی و غیر ملکی تجارت کے ہندوستان پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اس کا اندازہ لگا سکیں گے۔

10.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- تجارتی اشیا کے حصول اور اس کی تیاری کو سمجھ سکیں گے۔
- تجارتی عمل اور تنظیم سے واقف ہو سکیں گے۔
- سماج میں تاجر طبقے کی حیثیت کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- شمالی ہند کے اہم تجارتی راستوں کی شناخت کر پائیں گے۔
- ہندوستان کی بری اور بحری تجارت کی اہمیت سے واقف ہو سکیں گے۔
- بین الاقوامی تجارت میں ہندوستان کے کردار کی وضاحت کر سکیں گے۔

10.2 سیاسی صورت حال (Political Situation)

زیر بحث پانچ صدیوں کے معاشی حالات کا تجزیہ کرنے سے پہلے اس زمانے کے سیاسی حالات سے واقف ہونا بے حد ضروری ہے، کیوں کہ بہت سے اہم تجارتی اور صنعتی مراکز، انتظامی ذمے داری اں بھی انجام دیتے تھے یا پھر وہ ریاستوں کے صدر مقام تھے۔ مثلاً پوہار جو ایک تجارتی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ چولوں کا دارالسلطنت تھا۔ موریا حکومت کے زوال کے ساتھ ہندوستان کے سیاسی منظر نامہ میں بڑے بدلاؤ آئے۔ 185ق م۔ میں آخری موریہ راجہ برہدرتھ کو قتل کرکے پشیہ متر شنگ نے شنگ خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان کی حکومت شمالی اور وسطی ہند کے کچھ حصوں تک محدود تھی۔ دکن میں پہلی صدی ق م۔ تک ستواہن خاندان برسراقتدار آچکا تھا۔ ان کی راجدھانی پرتشٹھان یا موجودہ پٹن تھی، جو دکشنا پتھ (جنوبی شاہراہ) پر واقع ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ جنوب بعید میں چولا، چیر، اور پانڈیہ خاندان لگ بھگ اسی علاقے میں حکومت کر رہے تھے، جو بعد میں تملاکم یا تمل علاقے کے نام سے مشہور ہوا۔ شمال مغرب میں پہلے ہند یونانی اور پھر کشانوں نے اپنی بادشاہت قائم کی۔ ہندوستان میں متھرا سے لے کر سمرقند اور بلخ و بخارا تک سارا علاقہ ان کے زیر انتظام تھا، یہاں تک کہ شاہراہ ریشم کا بھی ایک حصہ ان کے علاقے میں واقع تھا۔ مشہور کشان حکمراں کنشک نے 78عیسوی میں ایک کلینڈر کا آغاز کیا، جو شک سمبت کے نام سے مشہور ہوا۔ ساحلی اڑیسہ اور آندھرا میں پہلی صدی ق م۔ میں کلنگ کے کھارویل نے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں متعدد قبیلائی جمہوریتیں جگہ جگہ اپنی خود مختاری برقرار رکھے ہوئے تھیں۔ مجموعی طور پر پورے ہندوستان پر کسی ایک خاندان کی حکومت نہیں تھی، بلکہ متعدد ریاستیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے باہم برسرپیکار رہا کرتی تھیں۔ ہندوستان سے بہت دور بحر روم کے علاقے میں رومی سلطنت اپنے تمام حریفوں کو شکست دے کر ایک عظیم الشان اور وسیع و عریض شہنشاہیت میں تبدیل ہوچکی تھی، جو ہندوستان اور چین کے سامان کی سب سے بڑی خریدار تھی۔ عظیم رومی سلطنت کے قیام اور ان کی فتح مصر سے ہندوستان پر دوررس اثرات مرتب ہوئے، جس کا ذکر ہم آنے والے صفحات میں کریں گے۔

10.3 پیشے اور پیشہ ور جماعتیں (Crafts and Occupational Groups)

10.3.1 پیشے (Crafts)

200 قبل مسیح سے 200 عیسوی کے دوران پیشوں اور پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں بڑے پیمانے پر ترقی اور تنوع دیکھا جاسکتا ہے۔ بدھ ادب، بطور خاص جاتک کہانیوں اور کتبوں میں کئی قسم کے کاریگروں اور پیشوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے خصوصی طور پر قابل ذکر بڑھئی وڈھک (Vaddhik) تھا۔ ایک کہانی کے مطابق بنارس کے قریب ایک گاؤں میں بڑی تعداد میں بڑھئی رہتے تھے۔ قریب کے جنگل سے لکڑیاں لا کر وہ ان کے ذریعہ مختلف آلات بناتے تھے۔ بانس کے کاریگر وسکار (Vassakar) اور کانچ کے کاریگر کوناچک (Konachak) کو کتبے میں علاحدہ علاحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ مالی کا کام یقیناً پھولوں کا ہار بنانا اور پھولوں کی کیاری کی دیکھ ریکھ کرنا تھا، جس سے پھولوں کی کھیتی کیے جانے کا اندازہ ہوتا ہے۔ عطر فروش) سوچاسک Sochasak یا گدھک (Gadhik عطر بیچنے کے پیشے سے

منسلک تھے۔ قدیم ہندوستان میں ہاتھی دانت کا کام بھی عروج پر تھا۔اس پیشے سے جڑے ہوئے لوگ دنتکار (Dantkar) کہلاتے تھے۔ ایسے ہی ایک دنتکار نے پہلی صدی عیسوی میں سانچی استوپ کو عطیہ دیا تھا۔ٹالمی (Ptolemy) نے آندھر-کلنگ علاقے میں واقع پلورا (Palora) کے ہاتھی دھات کے بنے ہوئے اعلی سامان کی تعریف کی ہے۔پلورا کا قدیم نام دنتپور تھا۔کلنگ (موجودہ ساحلی اڑیسہ) کے جنگلات، اچھے ہاتھیوں کی موجودگی کی وجہ سے قدیم ادب میں بہت مشہور ہیں ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ پلورا یا دنتپور ہاتھی دانت کے کاریگروں کے اہم مرکز کی حیثیت سے مشوہرت یافتہ تھا۔ہاتھی دانت سے بنے ساز وسامان مالدار لوگوں کے لیے تھے، کیوں کہ ان کا شمار آسائشی سامان میں ہوتا تھا۔ایسے ہی قیمتی سامانوں میں زیورات، بطور خاص قیمتی دھاتوں سے بنے زیورات تھے۔سورنکار (Suwarnakara) سونے کے کاریگر تھے، جب کہ منی کار (Manikar) قیمتی اور کم قیمت کے موتیوں کو تراش کر زیورات بناتے تھے۔زیورات کے کاریگروں کی موجودگی صرف ادبی اور کتباتی شواہد ہی سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں بھی قیمتی اور کم قیمتی پتھروں کے متعدد زیورات اور موتی ملے ہیں۔

دستکاری سے جڑے سامان کی فہرست میں ہندوستان کی مشہور کپڑوں کی کاریگری کا ذکر ضروری ہے۔ہم عصر ادب میں بنارس اور متھرا اعلی قسم کا کپڑا بنانے کے لیے مشہور تھے۔مہنگے کپڑوں میں خاص طور پر قدیم بنگال کا بے حد مہین سوتی کپڑا قابل ذکر ہے، جسے ململ مسلن (Muslin) کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ایک گمنام ملاح کی پہلی صدی قبل مسیح میں تصنیف کردہ کتاب پیری پلس آف دی ایریتھیرین سی (Peryplus of The Erytherian Sea) میں گنگا کے دہانے کے علاقے (قدیم ونگا) میں تیار شدہ ململ کی نفیس بناوٹ کا ذکر ہے۔اعلی قسم کے کپڑوں کے علاوہ پرتشٹھان (Partishthan) اور ٹیر (Ter) جنوبی ہند میں موٹے کپڑے کی تیاری کے اہم مرکز تھے، جن کا ذکر پیری پلس میں ملتا ہے۔بنکروں) کولک (Kolak کی سرگرم موجودگی کا ذکر نہپان کے ناسک کتبہ سے ملتا ہے۔ٹیر اور پانڈیچری کے نزدیک اریکامیڈو(Arikamedu) کی کھدائی سے کپڑا رنگنے کا ایک برتن دریافت ہوا ہے۔کپڑا رنگنے والے کاریگر جاتکوں میں رنگ کار (Rangkar) کہے گئے ہیں۔یہ پیشہ پوری طرح کپڑے کی تیاری کے ماتحت تھا۔مخصوص ہنر مند کاری گروں میں کرم کار یا کمار (Kammar) کا ذکر بے حد ضروری ہے جو لوہے کے سامان بناتے تھے۔عام زندگی اور زراعت میں لوہے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔آثاری شواہد سے بھی بڑے پیمانے پر لوہے کے سامان کے استعمال کی جانکاری حاصل ہوتی ہے۔روزمرہ استعمال میں آنے والی ایک اہم چیز برتن تھی، جسے کمبھکار(Kumbhkar) تیار کرتے تھے۔کنبھکار بدھ ادب میں بھی مشہور ہے۔متعدد طرح کے برتنوں کی موجودگی کے سب سے زیادہ ثبوت آثار قدیمہ سے ملتے ہیں۔

10.3.2 پیشہ ورانہ انجمن (Guilds)

صنعت و حرفت کے زالیہ پیداوار کا جو مختصر تعارف پیش کیا گیا، اس سے نہ صرف مختلف پیشوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ مخصوص ہنر مند کاریگروں کی موجودگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔یہاں خاص طور پر جس بات کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ ان سبھی پیشوں کا نظم و نسق ان لوگوں کی ایک جماعت یا انجمن کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ان انجمنوں کو دھرم شاستر، بدھ ادب اور کتبوں میں شرینی، گن، سنگھ، نکائے، گوشٹھی وغیرہ کے

نام سے جانا جاتا تھا۔ ایک ہی پیشے سے جڑے کاریگر یا دستکار جب اپنی پیشہ ورانہ انجمن بناتے تھے، تو وہ انجمن ہی شرینی یا سنگھ کہلاتی تھی، جسے انگریزی زبان میں گلڈ(Guild) کہا جاتا ہے۔ یہ انجمنیں باہمی مضبوط تعلقات کی بنیاد پر قائم تھیں، جہاں انجمن وراثتی پیشے کو اہمیت دیتی تھی۔ انجمن کے ذریعے مختلف حالات میں باپ کے تحت بیٹا تربیت پاتا تھا۔ انجمن کی تنظیم کے تحت رہنے سے مختلف حرفوں اور پیشوں میں مقامی طور پر صلاحیت اور مہارت میں اضافہ ہوتا تھا۔ جاتک کہانی میں مذکور ہزاروں گھروں والے لوہاروں کے گاؤں (سہسر کٹک، کمار گام)، یا منکہ سازوں اور ہاتھی دانت کے کاریگروں کی بستیاں (مالاکار ویتھی، دنتکار ویتھی)، ایسی انجمنوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ انجمنوں کی سربراہی جییشٹھک، یا پرمکھ کرتے تھے، جو کہ ممکنہ طور پر عمر دراز یا ماہر کاریگر ہوتے تھے۔ دھرم شاستر میں میں جیشٹھک کی مدد کرنے کے لیے کاریہ چنتک نامی عہدے دار کی تقرری کی جانے کی صلاح دی گئی ہے۔ دھرم شاستر میں انجمن کے نظم وضبط سے متعلق قاعدہ قانون پر خصوصی دھیان دیا گیا ہے۔ انہیں شرینی دھرم کہا گیا ہے۔ شاستر کے احکام میں شرینی دھرم کو اتنی ہی اہمیت دی گئی ہے جتنی شاہی قوانین یا راج دھرم کو دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انجمن کے روزمرہ کے کام کاج کے لیے اس کے اپنے قاعدہ قانون تھے، جس میں شاہی مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں تھی، لیکن انجمن کے ممبران کے درمیان جھگڑا بڑھ جانے کی صورت میں شاہی مداخلت کی بات مذہبی قوانین میں کہی گئی ہے۔ انجمن کے جماعتی کردار پر زور دیتے ہوئے منو اور یاگیہ ولکیہ نے نصیحت کی ہے کہ انجمن کے ممبران کی آمدنی برابر ہونی چاہیے۔ کسی رکن کے ایجاد کردہ طریقہ کار سے اگر انجمن کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے، تو بڑھتی ہوئی آمدنی پر اس ممبر کا خاص اختیار نہیں مانا جائے گا لیکن دوسری طرف اگر کسی ممبر کے ناکارہ پن یا لاپرواہی کی وجہ سے انجمن کا مالی نقصان ہوتا ہے، تو اس کا ذمہ دار وہی رکن مانا جائے گا۔ اس نقصان کی بھرپائی انجمن نہیں کریگی۔ مختلف اصولوں اور اعلی اقدار پر مبنی ایسی انجمنوں کو مضبوط اور مستقل بنانے کے لیے دھرم شاستروں میں ہمیشہ ممبران کے درمیان مقابلے کی جگہ باہمی تعاون پر زور دیا گیا ہے۔

انجمنوں کا ایک دوسرا اہم کردار بھی تھا، جس کی جانکاری صرف کتبوں سے ملتی ہے۔ انجمن یا سنگھ نقد قیمت میں امانت رکھتے تھے اور اس پر بیاج بھی دیا کرتے تھے۔ نہپان کے عہد حکومت میں ناسک میں بنکروں کی دو انجمنیں (پہلی اور دوسری کولک نکائے) تھیں۔ اشودت (Ashavadatta) نے پہلی انجمن میں 2000 اور دوسری میں 1000 کرشپن جمع کرائے تھے۔ پہلی پونجی پر سالانہ 12 فیصد سود اور دوسری پونجی پر سالانہ 9 فیصد سود دینے کی بات کہی گئی ہے۔ کل ملا کر جو سالانہ 330 کرشپن بیاج ملتا تھا، اسی سے نزدیک رہنے والے بودھ بھکشوؤں کے کھانے پینے کا انتظام (کرشنا مولیہ) ہوتا تھا۔ اس کتبہ میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ اصل پونجی پر کبھی ہاتھ نہیں لگانا ہے، صرف سود کا ہی استعمال کرنا (وردھی بھوجیہ) ہے۔ ہوشک Huvishka کے عہد حکومت (106ء) کے دوران متھرا میں میدہ تیار کرنے والوں (سمتک) کی انجمن میں شاہی گھرانے کے ایک فرد نے 550 پران (ایک طرح کا سکہ) کے بقدر مال جمع کیا تھا۔ اس امانتی رقم کے بیاج سے ایک مندر میں ہر روز مقررہ مقدار میں ستو (سکتوہ)، کچا اناج (ہرتک لاپاک)، اور نمک کا انتظام ہوتا تھا۔ جنوبی ہند کے ناگار جن کونڈا میں ایسی ہی صورت حال نظر آتی ہے، جہاں 330 کرشپن کی رقم چار انجمنوں کے پاس جمع تھی۔ انجمنوں میں نقد رقم کے علاوہ زمین کے قطعات اور باغات جیسی اہم ملکیتیں بھی مستقل امانت کے طور پر رکھی جاتی تھیں۔ اس طرح انجمنیں قدیم بینک کا کردار ادا کرتی تھیں، کیوں کہ زیادہ تر امانتیں

لمبے وقت کے لیے رکھی جاتی تھیں۔ ساتھ ہی انجمن کو امانت (دھروہر، نیاس) رکھنے والوں کا پورا اعتماد حاصل تھا۔ شاہی گھرانے کے افراد، اعلیٰ حکام اور عام لوگ سبھی کو انجمن میں امانت رکھنے کی سہولت حاصل تھی۔ یہ یقینی طور پر انجمن کی مقبولیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس طرح امانت جمع کر لینے سے پیشہ ور انجمنوں کو کاروبار کے لیے ضروری رقم کا انتظام کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔ بدھ سنگھ کے ساتھ پیشہ ور انجمنوں کا اس قدر متنوع اور سرگرم کردار مذکورہ عہد کے بعد دکھائی نہیں دیتا۔

کانوں اور معدنیات پر حکومت کا حق سبھی قانون دانوں کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔ اسی طرح نمک بنانا بھی معدنی پیداوار کے تحت آتا ہے، لیکن شاستر نمک کی پیداوار پر شاہی اجارہ داری کی مخالفت کرتے ہیں، جس پر ٹیکس لگانے کے لیے اکثر حکمراں پرجوش رہتے تھے۔ نربداندی کے شمالی حصے میں واقع کوسا پہاڑ کے دامن میں ہیرے کی کان جس کا ذکر ٹالمی نے بھی کیا ہے، اس پر قبضہ جمائے رکھنے کے لیے کشان، ستواہن اور شک چھترپ مساوی طور پر کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ موجودہ تمل ناڈو کے کوئمبٹور علاقے (ٹالمی کا پناٹا) میں لہسنیا پتھر (cat's eye gem) کی کھدان تھی۔ اس معدنی دولت پر اگر کوئی مقامی طاقت خصوصی حق جتائے تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ پانڈیا علاقے میں کولاچی یا کولا کھی (موجودہ کورکائی) واقع تھا، جو ٹالمی کی جغرافیہ میں موتیوں کی پیداوار کے لیے مشہور تھا۔ پیری پلس کے مطالعے سے ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں، کہ موتیوں کی پیداوار پانڈیہ حکمراں کے زیر نگرانی ہوتی تھی۔ موت کی سزا سنائے گئے قیدیوں کے ذریعے سمندر کے بیچ سے سیپیاں چن کر لائی جاتی تھی، جن سے وہ بیش قیمتی پتھر نکالا جاتا تھا۔ کورکائی کی کھدائی سے بھی اس ساحلی علاقے میں موتی حاصل کیے جانے کا اندازہ ہوتا ہے۔ معدنی پیشہ وری کو چھوڑ کر اس عہد میں کسی اور پیشہ سے منسلک قومی یا حکومتی صنعت کا پتہ نہیں لگتا۔

10.4 تجارت (Trade)

10.4.1 تاجروں کی اقسام (Types of Traders)

زیر مطالعہ پانچ صدیوں کا دور تجارت کی تاریخ میں بے حد شاندار رہا ہے۔ برصغیر کے اندر اور باہر تجارتی سرگرمیوں کی جو وسعت اس عہد میں تھی وہ اس کے ماقبل میں نہیں دکھائی دیتی۔ مختلف کاروباریوں کا تعارف، متعدد ماخذ بطور خاص بدھ جاتک کہانیوں میں ملتا ہے۔ عام کاروباری ونک Vanik یا ویدیہک Vaidehak کہلاتے تھے۔ سارتھاواہ نامی تاجر ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ بیل گاڑیوں کا قافلہ لے کر وہ مشرقی صوبے سے مغربی حدود تک آتے جاتے تھے۔ جاتک کہانیوں میں بارہا اس کا ذکر آیا ہے۔ سنگم ادب کا اپو ونک، نمک جیسی ضروری چیز کا کاروبار کرتا تھا۔ پون ونک، تمل علاقے کا سونے کا تاجر تھا۔ دولت اور شہرت کے معاملے میں ہندوستانی تاجروں میں شریشٹھی یا سیٹھی پہلے درجہ پر تھے۔ مال و دولت کے لحاظ سے سب سے بہتر یا زیادہ مالدار ہونے ہی کی وجہ سے وہ لوگ شریشٹھی یعنی اعلیٰ ترین کہلاتے تھے۔

جاتک کتھاؤں کی گہری تحقیق کرنے کے بعد آئیو وفائزر (Ivo Fiser) نے یہ ثابت کیا ہے کہ شریشٹھی بنیادی طور پر سرمایہ کار تھے۔ اپنے مال و دولت کا ایک حصہ وہ مختلف کاروباروں میں لگاتے تھے، جس سے انہیں یقیناً بڑا فائدہ حاصل ہونے کی امید رہتی ہو گی۔ فائزر کا

مانتا ہے کہ بدھ ادب میں مذکور مالدار طبقے گہہ پتی سے ہی سیٹھی کا عروج ہوا ہوگا، کیوں کہ گہہ پتی کی عظیم دولت کا بنیادی ذریعہ زمینی ملکیت تھی، جس کی آمدنی کا ایک حصہ وہ کاروبار میں لگا دیتے تھے۔ نتیجتاً سیٹھی / گہپتی کاروباری دنیا میں سرمایہ کار کی حیثیت سے دکھائی دیتے ہیں۔ آنے والے زمانے میں اسی طبقے سے نکل کر سیٹھی ایک مکمل کاروباری کے طور پر سامنے آئے۔ جاتک کہانیوں میں سیٹھی کی بے حساب دولت کا روایتی تذکرہ ملتا ہے، کہ وہ 80 کروڑ دولت کے مالک (اسی کوٹی / وبھو سیٹھی) تھے۔ ایک کامیاب کاروباری کے طور پر سیٹھی کی پہچان بھلے ہی بن چکی تھی، لیکن ان کے ایک دوسرے کردار پر رچرڈ فک (Richard Fick) اور اتیندر ناتھ بسو (Utendra Nath Basu) نے روشنی ڈالی ہے، جس کے لیے انہوں نے ایک بار پھر جاتک کہانیوں کا سہارا لیا۔ جاتکوں میں سیٹھی کے تذکروں میں اکثر یہ بات کہی گئی ہے، کہ وہ دن میں تین بار شاہی دربار میں جاتے تھے اور راج بھوگ یعنی راجا سے تنخواہ پانے والے افسران میں ان کا نام شامل تھا۔ مختلف جاتک کہانیوں میں راجا اور سیٹھی کے گہرے تعلقات کا ذکر ہے۔ فک اور بسو بھی یہی وضاحت کرتے ہیں کہ شاہی دربار میں سیٹھی، ایک کامیاب اور مالدار تاجر کے بجائے کاروباری طبقے کے ترجمان کا کردار نبھاتا تھا۔ بدھ اور جین مذہب کے سرپرست کے طور پر شریشٹھی، سارتھاواہ اور عام تاجروں کا واضح اور سرگرم کردار عطیاتی کتبات سے برابر ظاہر ہوتا ہے۔

10.4.2 برّی تجارت (Land based Trade)

برصغیر میں تجارت کی ترقی میں خصوصی طور پر مددگار اہم زمینی راستے تھے۔ جاتک کہانیوں کے مطابق پرتشٹھان سے ٹیر، ناسک، ماہشمتی، اجینی، ودشا، سیتویہ، ون سَبھیہ، تُمب ون اور کوشامبی کے درمیان سفر کر کے گنگا کے میدانی علاقے کے مشہور شہر شراوستی پہنچتے تھے۔ ایک دوسرا زمینی راستہ چمپا نگری (بھاگلپور کے نزدیک) کو سندھ ندی کے مغرب میں واقع علاقہ گندھار کے دوسرے شہر پشکلا وتی (چہارسدہ) سے جوڑتا تھا۔ ایک دوسرا راستہ مشرق میں پاٹلی پتر سے مغرب میں سندھ ندی کے دہانے میں واقع پاٹل تک پھیلا ہوا تھا۔ مغربی ساحلِ سمندر کی مشہور بندرگاہ بھرگو کچھ (بھڑوچ) سے وادئ کابل بھی خشکی کے راستے سے جڑی ہوئی تھی۔ پیری پلس کے مطابق کابل سے پشکلاوتی اور ٹکشلا ہوتے ہوئے پنجاب اور گنگا جمنا دوآب کے متھرا کو چھوتے ہوئے، ایک تجارتی راستہ مغربی مالوہ میں اجین تک جاتا تھا۔ اجین سے ایک دوسرا راستہ بھڑوچ تک جاتا تھا۔

قابل غور ہے کہ 300 ق م۔ سے 100 عیسوی کے درمیان میں شمالی سیاہ چمکدار برتن (NBPW) وادئ گنگا کے باہر برصغیر کے مختلف علاقوں میں پائے گئے۔ وادئ گنگا میں تیار شدہ یہ اعلی قسم کے ظروف بذریعہ تجارت برصغیر کے مختلف علاقوں میں خاص کر جنوب بعید میں پہنچ گئے تھے۔ اس آثاری پھیلاؤ سے تجارت کی توسیع کا پتہ چلتا ہے۔ تجارت کی تاریخ کا شاید سب سے دلچسپ پہلو جنوبی ایشیا کے ساتھ وسطی اور مغربی ایشیا ساتھ ہی بحر روم کے علاقے سے لگاتار بڑھتی ہوئی تجارت ہے، جو بری اور بحری دونوں راستوں سے ہوتی تھی۔ زمینی راستے سے آمد و رفت کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ رومی سلطنت کے آغاز کے ساتھ بحر روم کے علاقے میں خصوصاً اس کے مشرقی حصے میں رہنے والے طاقتور اور مال دار افسران اور کاروباری طبقے کے لوگ، مشرق سے نایاب اور بیش قیمتی آسائشی سامان حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہو اٹھے۔ ان آسائشی سامانوں میں سب سے زیادہ مطلوبہ چیز چین کے ریشمی کپڑے تھے۔ ریشم صرف چین میں ہی ہوتا تھا اور بہت لمبی مسافت

طے کرنے کے بعد آخر میں بحر روم کی مشرقی سرحد تک پہنچتا تھا۔ چینی اور یونانی تذکروں کے ساتھ آثاری شواہد کو ملا کر پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ راستہ چین کی وادیٔ لولانLolanسے شروع ہوتا تھا۔ وہاں سے مزید مغرب میں تُن ہوانگ Tun Huang(بودھ گفائی تصویروں کے لیے مشہورِ عالم)واقع تھا۔ بہت زیادہ دشوار گزار اور خوفناک صحرائے تکلا مکان Taklamakan سے بچنے کے لیے تُن ہوانگ سے راستہ دو حصوں میں منقسم ہو جاتا تھا۔ایک راستہ تکلا مکان کے شمال سے ہو کر اور دوسرا اس کے جنوب سے ہو کر نکلتا تھا۔ کیوں کہ چین کا ریشم ہی اس زمینی تجارت کی سب سے مشہور چیز تھی اس لیے انیسویں صدی میں آمد و رفت کے اس زمینی راستے کو دانشوروں کے بیچ شاہراہ ریشم کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یعنی ایسا کوئی نام 200ق م سے 300 عیسوی کے درمیان وجود میں ہی نہیں تھا۔ تُن ہوانگ سے شمالی راستہ طرفان(Turfan)، کچا(Kacha)اور کاشغر(Kashghar)تک جاتا تھا۔ جنوبی راستہ شنشان (Shanshan)، نیا(Nia)، ختن(Khotan)اور یارقند(Yarkant)ہو کر کاشغر پہنچتا تھا۔ کاشغر ان دونوں راستوں کا نقطہ اتصال تھا۔اسٹرابو(Strabo)نے کاشغر کو سیریکے(Serike)کے نام سے موسوم کیا ہے۔ سیریکے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس علاقے میں ریشم ملتا تھا۔ کاشغر سے آگے کے مرحلے میں یہ راستہ مرو(Mary)تک جاتا تھا۔ مرو پہنچنے کے لیے فرغانہ(Farghana)اور سمرقند(Samarkent)ہو کر یا کاشغر سے بیکٹریا (Bactria)(مزار شریف) کے بیچ ہو کر جاتا تھا۔اس کے بعد یہ راستہ ایران کے ہیکٹم پلوس(HectumPulos)اور ایکبتانہ(Ecbatana)(ہمدان) کو عبور کر کے عراق کے ہاٹرا(Hatra)، پالمیرا(Palmyra)اور اردن کے پیٹرا (Petra) کو چھوتے ہوئے بحر روم کے مشرقی ساحل کے علاقے میں جا کر ختم ہوتا تھا۔بیکٹریا کے ساتھ کابل (Kabul)، پشکلاوتی/پرش پور(Pushkalavati)(پشاور)اور ٹیکسلا (Taxila) کے درمیان زیادہ آمد و رفت رہا کرتی تھی۔اس بے حد لمبے اور کئی رکاوٹوں والے راستے کا ایک بڑا حصہ پارتھیائی ایران میں پڑتا تھا،اور جغرافیائی اور سیاسی دونوں اعتبار سے چین اور بحر روم کے علاقوں کے درمیان اہم کردار ادا کرتا تھا۔ اپنی اس اہمیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پارتھیائی سلطنت بین الاقوامی تجارت پر بہت زیادہ چنگی وصول کرنے لگی۔ نتیجتاً ایک متبادل درمیانی علاقے اور طاقت کی اشد ضرورت کا احساس ہونے لگا۔ان حالات میں وسیع رقبہ میں پھیلی ہوئی کشان سلطنت (Kushan Empire)کا آغاز ہوا، جس نے درمیانی علاقے کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ بیکٹریا پر کشانوں کا غیر نزاعی قبضہ، دریائے جیحوں (Amu River)کے شمالی حصے پر اختیار کا حصول، وسطی ایشیا کے کچھ مخصوص حصے پر حکومت اور شمالی ہندوستان کے وسیع علاقے کا کشان سلطنت کے تحت آجانا، اس طرح کی سیاسی تبدیلیوں نے شاہراہ ریشم کی ایک شاخ کو جنوبی ایشیا کے ساتھ جوڑ دیا۔ لمبی دوری کی تجارت پر اس کے گہرے اثرات کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

پچھلے دو دہوں میں، کارل ییٹمار(Karl Yetmar)، احمد حسن دانی(AhmAD Hasan Dani)اور گیرہارڈ فسمین(Gerhard Fussman)وغیرہ کی کوششوں سے قراقرم راستے کے اطراف اور گلگت(Gilgit) ، چلاس (Chillas)، اِسکاردو(Iscardo) جیسے علاقوں کی تجارتی اہمیت کی طرف ہمارا دھیان گیا ہے۔ان مقامات پر مختلف خروشٹی کتبہ اور چینی یا صغدی زبان میں لکھی گئی بہت سی تحریریں حاصل ہوئی ہے۔ پہاڑ میں منقش مناظر میں وسط ایشیائی لباس پہنے ہوئے بہت سے لوگوں کی تصویریں بھی ملی

ہیں۔اس سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ چلاس کے گردونواح میں کئی علاقوں کے لوگ اکٹھا ہوتے تھے۔ تجارتی لین دین کی ہی وجہ سے وہ قدیم کشمیر کے شمالی حصے میں ٹھہر جاتے تھے۔ جو راستہ کشمیر کے شمالی علاقے کو موجودہ چین کے تحت پڑنے والے وسط ایشیائی علاقے سے جوڑتا تھا، وہی ممکنہ طور پر چینی ماخذ میں جبن(Jibin) کشمیر کے راستے کے نام سے مشہور تھا۔ یہ راستہ بہت پر خطر لیکن مختصر تھا۔ اس لیے لگتا ہے کہ متعدد کاروباری جوکھم اٹھا کر بھی اس راستے سے جاتے تھے۔

10.4.3 بحری تجارت (Maritime Trade)

پہلی صدی قبل مسیح کے آخری حصے میں اس وقت کی ایشیائی تجارت میں ایک زبردست تبدیلی آئی۔ جنوب مغربی اور شمال مشرقی مانسونی ہواؤں کی رفتار کے تعلق سے جانکاری میں اضافے کے سبب ان ہواؤں کے سمندری سفر میں فائدہ مند ہونے کی معلومات ہوئی۔ پیری پلس میں ان ہواؤں کو ہپالس(Hippalus) کے نام سے ذکر کیا گیا ہے، جو اپیفی(Epifi) یعنی جولائی کے مہینے سے چلنے لگتی تھیں۔ رومی سلطنت کے مصر پر قبضہ ہو جانے کے بعد بحر احمر کی بندرگاہوں سے مانسونی ہواؤں کی مدد لے کر سمندری راستے کے ذریعے ہندوستانی ساحل تک پہنچنا آسان ہو گیا۔ بہت سے یورپی تاریخ نگاروں کے اس عام خیال کہ اس مانسون کی کھوج کرنے والا ہپالس نامی ایک یونانی ملاح تھا، موجودہ دور میں سرے سے خارج کر دیا گیا ہے۔ پلنی(Pliny) نے ہوا کے اس بہاؤ کو ہائپالم(Hypalam) کا نام دیا، جس کے ساتھ ہپالس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان ہواؤں سے ہندوستانی اور دوسرے ایشیائی وافریقی سوداگر بخوبی واقف تھے، اس کی دریافت میں یورپی ملاحوں یا تاجروں کا کوئی بنیادی کردار نہیں تھا۔ ہاں البتہ یہ صحیح ہے کہ رومی سلطنت کے تاجروں اور ملاحوں نے ان مانسونی ہواؤں کا استعمال کر کے ہندوستان کے ساتھ سمندری تجارت میں اہم کردار نبھایا۔ اسٹرابو جب تقریباً 20 یا 19 ق م میں مصر گیا تھا، تو اس نے دیکھا کہ ہر سال 120 جہاز ہندوستان کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ اس کے بیان کے مطابق کچھ وقت پہلے تک یہ وسیع سمندری تجارت ناقابل تصور تھی۔

پلنی کی "نیچرل ہسٹری" کے گہرے تجزیہ کے بعد لینل کیسن(Lynol Casson) نے یہ خیال پیش کیا کہ بحر احمر کی بندرگاہ ویرنس(Verenis) اور متس ہرموس(MittusHarmos) سے اگست مہینے کے آخری دنوں کو چھوڑ کر، اگر جنوب مغربی ہوائیں موافق ہوں تو اوکلس(Okilis) بندرگاہ کے ذریعہ بحر عرب عبور کر کے ہندوستان کے مغربی ساحل تک پہنچنے میں تین ہفتوں کا وقت لگتا تھا۔ تقریباً تین صدیوں (پہلی صدی ق م سے تیسری صدی ق م کے نصف) تک جنوبی ایشیا نے زمین اور سمندر کے راستے بین الاقوامی تجارت میں جو سر گرم کردار ادا کیا، اس کی کوئی مثال اس سے پہلے کے زمانے میں نہیں ملتی۔ بہت زیادہ پسندیدہ چینی ریشم اور ریشمی مصنوعات براہ کابل برصغیر کی شمال مغربی سرحد عبور کر کے سندھ کے دہانے تک پہنچتے تھے، یا پھر ٹکشلا سے متھرا اور اجین ہو کر گجرات کے ساحل تک جاتے تھے۔ وہاں سے سمندری راستے کے ذریعے بحر احمر کے علاقوں میں اور بالآخر روم پہنچتے تھے۔

10.4.4 اہم بندرگاہیں (Important Ports)

پیری پلس، ٹالمی کی جغرافیہ، پلنی کے بیان، سنگم ادب کی تفصیلات اور آثار قدیمہ کے شواہد کو مجموعی طور پر دیکھنے سے ہندوستان کے دونوں

ساحلوں پر واقع بندر گاہوں کے سر گرم کردار کا مطالعہ ممکن ہے۔اہم بندر گاہوں کا تعارف یہاں دیا گیا ہے۔

1. دریائے سندھ کے دہانے اور قرب وجوار میں واقع مشہور بندر گاہ باربریکم (Barbarikam) تھی۔ چینی ماخذ اشارہ کرتے ہیں کہ سندھ کے دہانے سے ہو کر رومی سلطنت کے ساتھ سمندری تجارت سے بہت نفع حاصل ہوتا تھا۔
2. مغربی ساحل کی شاید بہترین بندر گاہ نرمدا کے دہانے پر واقع بھر گو کچھ یا بھروچھ (Bhrugcha) تھی۔یونانی تخلیقات میں یہ بیری گازا (Barygaza) کے نام سے مشہور تھی۔بیری گازا بندر گاہ میں داخلے کا آبی دروازہ گہرانہ ہونے کی وجہ سے نامناسب تھا۔اس لیے شک راجا نہپان نے ملاح مقرر کر رکھے تھے، تاکہ وہ غیر ملکی جہازوں کو راستہ دکھا کر بیری گازا لے آئیں۔ پیری پلس میں مذکور یہ واقعہ جہاں بیری گازا کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے وہیں اس دور کے حکمرانوں کی تجارت کے سلسلے میں پیش رفت کو بھی بیان کرتا ہے۔
3. شمالی ساحلِ کوکن میں تین بندر گاہ تھے، شوپارک (Shupark) (سوپارا)، کیلینے (Kaliyene) (کلیانی) اور سیملا (Simula) (چولا)۔ان میں سے سوپارا کی جاتک کہانیوں میں بہت تعریف کی گئی ہے۔نہپان کے ذریعہ پیدا کی گئی رکاوٹ سے کلیان بندر گاہ کی اہمیت کچھ وقت کے لیے ختم ہو گئی، اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔
4. جنوبی کوکن کی کئی بندر گاہوں کا ذکر پیری پلس اور ٹالمی کی جغرافیہ میں بھلے ہی کیا گیا ہو، لیکن بین الاقوامی تجارت میں ان کا کردار معمولی تھا۔
5. ساحل مالا بار پر کیرل کے کانگانور (Kanganur) کے نزدیک بے حد اہم بندر گاہ مجیریس (Muziris) واقع تھی، جسے سنگم ادب میں مرچی پتنم کہا گیا۔سنگم ادب میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کیسے یونوں (غیر ملکیوں) کے جہاز یہاں آتے تھے اور وافر مقدار میں سونے کے عوضی مالا بار کی مشہور گول مرچ لے جاتے تھے۔دوسری صدی عیسوی کے وسط کی ایک قرض سے متعلق دستاویز میں کہا گیا ہے، کہ ہرموپولن (Hermopolan) نامی ایک غیر ملکی جہاز مجیریس آیا تھا۔اس پر بیش قیمتی ہندوستانی اشیا رکھی گئیں تھیں۔یہ جہاز بحر احمر کی ایک بندر گاہ کا چکر لگاتا تھا، وہاں سے قیمتی اشیا کو اونٹ کی پیٹھ پر لاد کر کوپٹس (Coptus) تک لے جایا جاتا تھا، کوپٹس سے کشتیوں کے ذریعے دریائے نیل کے راستے اُسے بحرِ روم کی مشہور بندر گاہ اسکندریہ تک پہنچایا جاتا تھا۔بین الاقوامی سمندری تجارت میں مجیریس کی اہمیت کی تصدیق مذکورہ بالا بیان سے ہوتی ہے۔
6. موجودہ تمل ناڈو کے ساحل سمندر پر کئی بندر گاہوں کے نام یونانی اور سنگم ادب میں ملتے ہیں۔ غور طلب ہے کہ پیری پلس کے مقابلے میں ٹالمی کی جغرافیہ میں مشرقی ساحل پر واقع بندر گاہوں کی تعداد زیادہ ہے۔یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً 150 عیسوی میں لمبی دوری کی سمندری تجارت سے مشرقی ساحل کی بندر گاہوں کی اقتصادی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ تمل ناڈو کا ساحلی علاقہ بلا تردد سنگم ادب میں ندال تنائی کے تحت آتا تھا۔قدیم پانڈیا علاقے میں ویگئی ندی کے مہانے پر ایک مارونگر (بندر گاہ شہر) تھا، جس کی پہچان الگن کلم (Algunkulam) نامی قدیم مقام سے کی گئی ہے۔اس کے بعد کالچی (Kalchi) کا ذکر آتا ہے، جو کورکائی (Korkai) نام کے قدیم جگہ پر واقع تھا۔کاویری کے دہانے کے علاقے میں مشہور بندر گاہ کاویری پٹنم (Kaveripattanam) چولوں کے اختیار میں تھی۔ٹالمی اسے خابیرس (Khabers) کے نام سے جانتا تھا۔اس بندر گاہ سے مزید شمال میں پوڈکا (Podakka) نام کی ایک

جگہ تھی، جس کی باقیات پانڈیچری کے قریب اریکامیڈو سے ملے ہیں ۔مہابلی پورم سے 13 کلو میٹر جنوب میں واقع قدیم مقام واسوسمدرم (Vasavsamudram) عیسوی سن کی پہلی تین صدیوں میں سمندری تجارت میں اہم کردار نبھا رہا تھا۔اس جگہ سے حاصل شدہ اشیا سے ایسا ہی اشارہ ملتا ہے۔

7. آندھراپردیش کے ساحل سمندر پر بطور خاص کرشنا اور گوداوری ندیوں کے ڈیلٹائی علاقوں میں صرف دو اہم بندرگاہیں تھیں، کنٹک سلا (Kuntuksula) اور آلوسگنے (Alusugne)۔ کنٹک سلا کو مقامی زبان میں گھنٹ شال کہا جاتا تھا۔بحری تجارت میں گھنٹ شال کے مقام کا تعین پہلی صدی عیسوی میں یہاں ایک بحری کپتان کی موجودگی سے ہوتا ہے۔غور طلب ہے کہ جنوب کے اس علاقے میں لین دین کے لیے خاص طور سے جہاز کی شبیہ والا ست واہن سکہ جاری کیا گیا۔یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اسی ساحل پر جہاز کھلنے کی بھی ایک جگہ تھی۔ کھسی کھوا (Khasi Khoda) (سورن بھومی؟) اور کھسی کھورسونیسس (Khasi Khorsonesis) (سورن دویپ؟) کے لیے یہیں سے سمندری سفر کی شروعات ہوتی تھی۔

8. گنگا کے ڈیلٹا کے علاقے میں پیری پلس اور ٹالمی کی جغرافیہ میں گینگے نامی بندرگاہ کا ذکر ہے۔اس بندرگاہ کی پہچان سبھی مورخین نے متفقہ طور پر اتری چوبیس پرگنہ ضلع کے مشہور قدیم مقام چندر کیتو گڑھ (Chandraketugadh) کے طور پر کی ہے۔گنگا کے ڈیلٹا کی بہترین بندرگاہ بلاشک وشبہ تامرلپتی (تمل وک) تھی، جس کا ذکر ٹالمی نے ٹیالٹس (Timaltus) کے طور پر کیا ہے۔گنگا کے ڈیلٹائی علاقے کا سمندری تجارت میں جو واضح سرگرم کردار تھا،اس کا متفقہ ثبوت جہاز کی شبیہ سے آراستہ، برہمی-خروشٹی ملی جلی تحریر والی پکی مٹی کی مہر سے ملتا ہے۔ستیندر ناتھ مکھوپادھیائے (SatendranathMukhopadhyaya) کے خیال سے یہ سیل/مہریں عیسوی سن کی پہلی تین صدیوں تک استعمال ہوتی تھیں۔پورے ہندوستان میں اس طرح کی کوئی اور قدیم چیز نہیں ملی ہے۔ٹالمی ہی اولین مغربی اسکالر تھے، جنہوں نے خلیج بنگال کے علاقے کو گینگٹک گلف Gangetic Gulf کے نام سے نشان زد کیا۔یعنی اس سمندری راستے کے تعلق سے بتدریج بڑھتی دلچسپی اور پہچان کے بارے میں ٹالمی کو کافی معلومات تھی۔جنوب مشرقی ایشیا کے ساتھ تعلقات کے قیام کے نقطہ نظر سے بھی پورا مشرقی ساحل ایک مثالی خطہ تھا۔

10.4.5 اشیائے تجارت (Trading Commodities)

غیر ملکی بازاروں میں جو ہندوستانی اشیائے تجارت باقاعدہ طور پر جاتی تھی،اس میں متعدد طرح کے کپڑے (جیسے قیمتی اور باریک ململ اور موٹے کپڑے) خاصی اہمیت رکھتے تھے۔دوسری صدی عیسوی کے جس قرض کے مراسلے کا ذکر اوپر کیا گیا،اس میں بحراحمر جانے والے جہاز میں اعلیٰ قسم کے کپڑوں کے بھیجے جانے کا واضح تذکرہ موجود ہے۔آسائشی سامانوں میں ہاتھی دانت کی مصنوعات بھی مقررہ طور پر بھیجی جاتی تھیں۔کابل کے نزدیک بیگرام (Begram) کی کھدائی سے ہاتھی دانت کی کاریگری کے اعلیٰ فنی نمونے حاصل ہوئے ہیں۔لگتا ہے یہ سب زمینی راستے سے مغربی اور وسطی ایشیا کو بھیجے جاتے تھے۔پومپی میں جو ہندوستانی کاریگروں کے ذریعے بنایا گیا ہاتھی دانت کا عورت کا مجسمہ پایا گیا،اس سے بین الاقوامی بازار میں ہندوستانی ہاتھی دانت کے سامان کا رتبہ ظاہر ہوتا ہے۔مذکورہ مراسلے میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ہرمو

پولن نامی جہاز پر صرف ہاتھی دھات کے بنی مصنوعات ہی نہیں سیدھے ہاتھی دانت بھی رکھے گئے تھے، جو کچے مال کی صورت میں بھیجے جا رہے تھے۔ بیش قیمتی جواہرات میں ہندوستان کے ہیرے، زبرجد، اور موتی کی شہرت رومی سلطنت تک پھیلی ہوئی تھی۔ بھیجے جانے لایق آسائشی سامان میں یقیناً ہی مختلف مسالے تھے، جن میں سب سے اونچا مقام مالا بار کی گول مرچ کو حاصل تھا۔ اگرچہ گول مرچ مالا بار ساحل کی صرف ایک عام سی پیداوار تھی، لیکن بین الاقوامی بازار میں وہ نہایت اونچے داموں میں فروخت ہوتی تھی۔ رومیلا تھاپر (Romila Thapar) نے گول مرچ کو صحیح طور پر کالا سونا کہا ہے۔ قیمتی اور نایاب مسالوں میں یقیناً ہی جنوب مشرقی ایشیا میں پیدا ہونے والے مسالے تھے، جو ہندوستان کے ذریعہ رومی سلطنت کے بازاروں میں پہنچتے تھے۔

ہندوستان میں لائے جانے والے دوسرے تجارتی سامانوں میں چینی ریشم تھا، جس کا ایک حصہ ہندوستان کے بیچ سے ہو کر دوبارہ سمندری راستے سے برآمد کیا جاتا تھا۔ پیری پلس میں کہا گیا ہے کہ مختلف طرح کی شراب ہندوستان میں آتی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کے مصنف نے کانچ کی مصنوعات کے ہندوستان میں آنے کی بات کہی ہے۔ شراب ممکنہ طور پر اٹلی کے مشہور روغن زیتون کے برتن ایمفورا (Amphora) میں رکھ کر لائی جاتی ہوگی۔ مٹی کے بنے ہوئے یہ لمبے پھولدان جیسے برتن ہندوستان کے متعدد قدیم مقامات سے دستیاب ہوئے ہیں۔ کہیں مکمل ایمفورا اور کہیں اس کا ٹکڑا یا پھر کہیں اس کا ہینڈل، آثار قدیمہ کے ماہرین نے دریافت کیا ہے۔ رومی سلطنت کے ساتھ ہندوستانی تجارت کے راست ثبوت کے طور پر ایمفورا کا مخصوص مقام ہے۔ ایک ہینڈل کا ایک خاص مٹی کا ٹکڑا ماہرین آثار قدیمہ کو بے حد دلچسپ لگا۔ یہ شاید اٹلی کے ایرجو کے اطراف کا بنا ہوا تھا۔ مٹی کے برتن کے تلے میں ممکنہ طور پر کاری گر یا مالک کا نام کندہ تھا۔ آثاری اصطلاح میں اس طرح کے برتن کو اریٹائن پاٹری (Arretine Pottery) کہا جاتا ہے۔ رومی سلطنت کے ساتھ باقاعدہ تجارت کی بدولت رومی سکے ہندوستان میں کثیر تعداد میں آنے لگے۔ کافی تعداد میں رومی سکے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے ملے ہیں۔ ان رومی سکوں کا سب سے بڑا ذخیرہ جنوبی ہند کے کویمبٹور اور گردونواح کے علاقوں سے حاصل ہوا ہے۔ کویمبٹور (قدیم کونگودیس) سے پال گھاٹ (قدیم پالکڑ) ہو کر آسانی سے مالا بار ساحل کی ترقی پذیر بندرگاہوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ رومی شہنشاہ آگسٹس (31 ق م سے 14 عیسوی) سے کیرا کلا کے عہد حکومت (213 عیسوی) تک کی مدت میں تیار شدہ رومی سونے اور چاندی کے سکے بڑی تعداد میں ہندوستان میں پائے گئے۔ یقیناً مشرقی رومن ایمپائر/ بازنطینی سلطنت (Byzantine Empire) کے سکے بھی جنوبی ہندوستان میں چھٹی صدی عیسوی تک آتے رہے، لیکن یہ رومی سکے مبادلے کے ایک ذریعہ یعنی کاروباری لین دین کے لیے استعمال ہوتے تھے یا نہیں، یہ کہنا مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں ایسے رومی سکوں پر گہری چوٹ کے نشان ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ان سکوں کو جنوبی ہندوستانی سماج میں مبادلے کے ایک ذریعے بطور خارج کر دیا گیا تھا۔

مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد ایسا لگتا ہے، کہ رومی سلطنت کے ساتھ تجارت میں ہندوستان سے جتنی مقدار میں اشیائے تجارت برآمد کی جاتی تھی، اتنی مقدار میں غیر ملکی سامان ہندوستان کو درآمد نہیں کیے جاتے تھے۔ یعنی اس غیر ملکی تجارت میں ہندوستان فائدہ یا سہولت میں تھا۔ پلنی نے پہلی صدی عیسوی کے آخری حصے میں افسوس جتاتے ہوئے کہا ہے، کہ مالدار رومیوں کی آسائشی سامان کی خواہش پوری

کرنے کے لیے روم کا قومی خزانہ لگ بھگ خالی ہو رہا تھا۔اس خیال میں مبالغہ ہو سکتا ہے۔ کئی دانشوروں کے مطابق اس خیال میں جتنی اخلاقی فرض شناسی ہے اتنی سچائی نہیں ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ ہندوستان سے اعلی قسم کے بیش قیمتی آسائشی سامان جب رومی سلطنت میں پہنچتے تھے تو ان پر تحفظاتی محصول(Tarrif) لگایا جاتا تھا۔دوسری صدی عیسوی کے مذکورہ مراسلہ قرض کے مطابق سمندری راستے سے جب ہندوستانی اشیائے تجارت اسکندریہ(Alexandria)میں واقع رومی سرکاری گودام میں رکھی جاتی تھیں،تب ان پر 25 فیصد چنگی لگائی جاتی تھی،جو کہ بلاشبہ بہت زیادہ محصول تھا۔ بڑی مقدار میں آسائشی سامان درآمد کرنے کی وجہ سے اگر رومی اقتصاد پر کچھ دباؤ پڑتا تھا تو پلنی کے بیان سے براہ راست انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

10.5 شہر کاری کا فروغ (Growth of Urbanization)

برصغیر میں زراعت کی ترقی، حیرت انگیز کاریگری کا تنوع اور مہارت، تجارت کا عظیم پھیلاؤ اور ریاستی نظام کی توسیع جیسے مختلف عضویوں کے مل جانے سے شہر کاری میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ عموماً چھٹی صدی ق م سے شہری زندگی ہماری نگاہ میں آتی ہے، لیکن یہ صرف گنگا کے میدانی علاقے یا شمالی ہندوستان تک محدود تھی۔ زیر غور پانچ صدیوں میں شہروں کے عروج اور ترقی نے کل ہند صورت اختیار کرلی۔ وسطی گنگا کے میدانی علاقے میں مشہور شہروں (چمپا، وارانسی، کوشامبی، پاٹلی پتر، شراوستی وغیرہ) کے علاوہ بہت سے نئے شہر وجود میں آئے۔ یہ نئے شہر خاص کر ایسے علاقوں میں تھے جہاں اس سے پہلے شہری زندگی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ برصغیر کے شمال مغربی علاقوں میں دو مشہور شہر تھے۔

ا۔پشکلاوتی 2۔ٹکشلا۔

ٹکشلا کے سرکپ(Sirkup)میں کھدائی سے پتہ چلتا ہے، کہ 200ق م سے 300عیسوی کے درمیان شہر کاری پچھلے دور کے مقابلے میں زیادہ منظم ہوگئی تھی۔رہائشی گھروں کی تعداد میں بھی پہلے سے اضافہ ہوگیا تھا۔شہر کے راستے زیادہ منصوبہ بند طریقے سے بنائے گئے تھے۔پورا شہر جال کی طرح تھا۔اکثر اس کا نقشہ شطرنج کی بساط کی طرح ہوتا تھا۔ایسے ترقی یافتہ شہر برصغیر میں عام طور پر نہیں پائے جاتے تھے۔ املانند گھوش(Amlanand Ghosh) کے مطابق اس شہر کے قیام پر یونانی اور ہیلینی اثرات کا ہونا کافی قرین قیاس ہے۔پنجاب کے سیالکوٹ علاقے میں جس جگہ ساکل نگر قائم تھا،وہ ایک طرف تو ہند یونانی حکمراں منانڈر(Minander)کی راجدھانی تھی،تو دوسری طرف اس کا ذکر ملند پنہو(MilindaPanho)میں ایک سرگرم تجارتی مرکز(پٹ بھیدن)کے طور پر ملتا ہے۔اہی چھتر(Ahichchhatra)میں جو لگ بھگ 200 قبل مسیح میں شہر کے اندر ایک سڑک تعمیر ہوئی تھی،اس کے شواہد ماہرین آثار قدیمہ نے ڈھونڈ نکالے ہیں۔ شک/کشان عہد میں بے حد دولت مند شہر کے طور پر گنگا جمنا دوآب میں متھرا کا عروج خصوصاً قابل غور ہے۔پراکار(فصیل)کے ذریعہ شہر کو بیرونی حملوں سے محفوظ کیا گیا تھا۔راستوں کا پھیلاؤ دیکھنے سے لگتا ہے،کہ شہر میں سواریوں کی آمد و رفت اور انسانی رہائش گاہیں بتدریج بڑھ رہی تھیں۔ مٹی کی بنی کچی اینٹوں کے ساتھ پکی اینٹوں کا بھی استعمال دکھائی دیتا ہے۔رہائشی گھروں کی دیواروں کے نقشے ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ متھرا شک/کشان عہد میں کافی ترقی یافتہ تجارتی مرکز تھا۔زمینی راستے سے وہ ایک ہی ساتھ پنجاب

ہوتے ہوئے شمال مغربی سرحد سے جڑا ہوا تھا، تو دوسری طرف گنگا کی ترائی کے مشرقی حصے کے ساتھ بھی اس شہر کا تعلق تھا۔ تہذیبی مرکز کی حیثیت سے متھرا مجسمہ سازی کے لیے مشہور تھا۔ مختلف دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر میں وَیشنو، شیو، بدھ اور جین مذہب ایک ہی ساتھ کافی مقبول تھے۔ اس کے علاوہ متھرا ایک اہم سیاسی اور انتظامی مرکز بھی تھا۔ ان اسباب کی وجہ سے تیسری صدی عیسوی کے بدھ متن للتاوستار (Lalita Vistara) میں ایک شہر کے طور پر متھرا کی خصوصی تعریف کی گئی ہے، جیسے شہر کا رقبہ بڑا تھا، تو وہ کافی خوشحال تھا، نتیجتاً بھیک بھی آسانی سے مل جاتی تھی۔ اس خوابوں کے شہر میں بہت سارے لوگ رہتے تھے۔ گنگا کے میدان کے انتہائی مشرقی حصہ میں واقع قدیم بنگال میں بھی اِس ابتدائی شہری زندگی کی توسیع ہوی۔ موریا عہد حکومت میں شمالی بنگال میں صرف پنڈر نگر (Pundara Nagar) (مہاستھان) اور بان گڑھ (Bana Gadh) میں شہری زندگی کا بلاواسطہ ثبوت ملتا ہے۔ موجودہ دور میں کھدائی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں منگل کوٹ (Mangal Kot) (موجودہ شہر سے 35 کلو میٹر دور) میں ایک نیا شہر قائم ہوا تھا۔ ساحلی علاقے میں تامر لپتی جیسا بندرگاہ شہر نظر آتا ہے۔ کلکتہ کے نزدیک چندر کیتو گڑھ کے عظیم شہر کے باقیات دریافت ہوے ہیں۔ اس قدیم مقام کو مٹی کی بڑی اونچی دیوار گھیرے ہوئے تھی جو چندر کیتو گڑھ کو ایک شہری بستی میں تبدیل کرتی تھی۔ قدیم اشیا کی فراوانی اس شہر کی خوشحالی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ قدیم بنگال کے جنوبی پڑوسی صوبے اڑیسہ میں شہری آبادی کا ثبوت مشہور قدیم جگہ ششو پال گڑھ (Shishupalgadh) (بھونیشور کے نزدیک) میں ملتا ہے۔ یہاں 200 ق م سے 100 عیسوی کے درمیان عظیم شہری فصیل بنائی گئی۔ پہلی فصیل مٹی کی تھی جسے مضبوط کرنے کے لیے بعد میں پکی اینٹوں کی چنائی کی گئی۔ شہری منصوبہ بندی میں یہاں سے دریافت شدہ عظیم باب الداخلہ سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ دکن اور جنوبی ہند میں بھی شہر کاری کی روایت قابل غور ہے۔ آندھرا پردیش میں کرنول ضلع کے ساتانکوٹہ (Satanakota) میں ستواہن شہر کے باقیات حاصل ہوئے ہیں۔ اس فصیل بند شہر کی مزید حفاظت کے لیے ایک خندق بھی کھودی گئی تھی۔ پکی ہوئی اینٹوں کا استعمال، بڑی تعداد میں منکوں کی دریافت، اور ایک شاندار مرکزی دروازہ شہر کی خوشحالی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہم عصر شک اور ستواہن تحریروں سے بھی شہری ترقی کی تصدیق ہوتی ہے۔ کرشنا اور گوداوری ندیوں سے سیراب، دکن کے مشرقی حصے کا سب سے مشہور شہر اکشواکوؤں کا دارالسلطنت وجے پوری Vijaya Puri تھا۔ زیادہ تر رہائشی گھر شہر کے مشرقی حصے میں واقع تھے۔ شہر کی کشادہ شاہراہ، گلیاں اور موڑ سب یہاں پائے گئے۔ بدھ اور براہمن مذہب کے مرکز کی حیثیت سے شہر کی شہرت کتبوں سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ شہر کے فن تعمیر کا ایک بے حد دلچسپ پہلو کھلے آسمان کے نیچے مختلف نشستوں والا کھیل کا میدان تھا، جو رومن ایمفی تھیٹر (Amphitheatre) کی یاد دلاتا تھا۔

جنوب بعید کا ایک مرکزی شہر دریائے کاویری کے دہانے پر کاویری پٹنم (Kaveripattanam) تھا، جو کہ ایک بندرگاہ شہر تھا۔ پُہار (Puhar) کی کھدائی سے اس شہر کے قیام کو جزوی طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ شہر کے باقیات پہار اور قرب وجوار کے چالیس قدیم مقامات میں بکھرے پائے گئے ہیں۔ سنگم ادب میں جس شہر کو وسیع رقبے کا بتایا گیا ہے اس کی تصدیق قدیم ساز و سامان سے ہوتی ہے۔ سنگم ادب مدھورا یا مدورائی (Madurai) شہر کے عروج کے بارے میں نہایت تفصیل سے بتاتا ہے۔ پانڈیا راجاؤں کی طاقت کا بنیادی مرکز

یہی شہر تھا۔سنگم ادب میں دوسرا قابل ذکر شہر کانچی یا کانچی پورم (Kanchipuram) تھا۔کانچی کی قریب ترین بندرگاہ نرپیرو (Nireppearu) تھی،جوویگوتی (Vegvati) (ویگیئ) ندی کے کنارے واقع تھی۔سنگم ادب کے مطابق یہاں روشنی کے مینار کا بھی انتظام تھا۔شہر میں جس طرح پرتبر (Partabar) (ماہی گیروں) کی رہائش تھی، اسی طرح تاجروں کی اونچی اٹا لیکاؤں (Attalikas) کا بیان بھی تمل ادب میں ملتا ہے۔

شہر کاری کی کل ہند توسیع جو ان پانچ صدیوں میں ہوئی،اس کی نوعیت کیا تھی؟قدیم باقیات شہری زندگی کی عام علامات پر روشنی ڈالتے ہیں، جیسے فصیل کی تعمیر،کشادہ راستوں کا انتظام،گول کوؤں کے ذریعے پانی کی نکاسی کا منصوبہ،پکی اینٹوں کا استعمال،سکوں اور مہروں کی باقاعدہ موجودگی،منکوں کی بہتات وغیرہ،یہ سبھی شمالی ہند یا وادی گنگا میں شہری زندگی سے جڑے ہوئے تھے۔ان سب چیزوں کی شروعات وادی گنگا میں چھٹی صدی قبل مسیح سے ہو گئی تھی۔پورے ہندوستان میں جب شہر کاری کو فروغ ہوا،تو اس کی اصل وادی گنگا میں شہر کاری کے عمل میں منحصر تھی۔شہر کاری کی توسیع شمالی ہند سے وندھیا کے جنوب ترین علاقوں میں ممکنہ طور پر ودشا،اجینی اور کلنگ سے ہو کر ہوی۔ہندوستان کے جنوب ترین علاقوں میں شہر کاری کے محرکات شمالی ہندوستان سے ہی ملے ہوں گے یا پھر لمبی دوری کی تجارت کے ذریعے آئے ہوں گے۔لیکن پھر بھی رادھا چمپا لکشمی کا ماننا ہے، کہ بیرونی محرکات نے جنوبی ہندوستان میں شہر کاری کا جو میدان تیار کیا تھا،وہ سماج میں دوررس تبدیلیاں نہیں لا سکا۔

10.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ دوسری صدی قبل مسیح سے تیسری صدی عیسوی کے درمیان برصغیر ہندوستان میں دستکاری، صنعت، تجارت اور شہر کاری میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔اس عہد میں ملک سیاسی طور پر مختلف علاقائی طاقتوں جیسے شنگ، ستواہن، تمل ریاستوں اور غیر ملکیوں جیسے ہند یونانی، شک، کشان، وغیرہ کے درمیان منقسم تھا۔ان میں سے شمال مغربی ہندوستان پر حکومت کرنے والے کشان اور دکن و جنوبی ہند کے حکمراں ستواہن خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔معاشی نقطہ نظر سے تمل ریاستیں (چولا، چیر اور پانڈیہ) بھی خاصی اہم تھیں، کیوں کہ ان کے مغرب میں مصر اور رومی سلطنت کے ساتھ اور مشرق میں جنوب مشرقی ایشیا اور چین کے ساتھ براہ راست تجارتی تعلقات تھے۔درحقیقت ان ریاستوں کی خوشحالی کی بنیاد بھی غیر ملکی تجارت تھی۔ہم نے جانا کہ مذکورہ عہد میں مختلف طرح کے پیشوں اور پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔متعدد پیشوں کے نام ہمیں ہم عصر ادبی ماخذ میں ملتے ہیں۔جیسے بڑھئی، بانس کے کاریگر، کانچ کا سامان بنانے والے، عطر فروش، ہاتھی دانت کے کاریگر، جوہری، سنار، کمہار، لوہار، رنگریز، بنکر وغیرہ وغیرہ۔ان سبھی پیشوں کے معاملات اور کارکردگی کی دیکھ بھال کے لیے، ہر پیشہ کی اپنی ایک انجمن ہوتی تھی، جسے شرینی، گن، سنگھ، نکائے، گوشتھی کہا جاتا تھا، جس کا انگریزی متبادل گلڈ Guild ہے۔ان انجمنوں کے اپنے قاعدے قانون تھے، جن کو شرینی دھرم کہا جاتا تھا۔سوائے کسی سنگین صورت حال کے، ریاست کو ان میں مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔یہ انجمنیں نہ صرف ممبران کے بیچ نظم و ضبط قائم کرتی تھیں بلکہ اشیا کی تیاری اور خرید و

فروخت کی ذمے داری بھی سنبھالتی تھیں ۔علاوہ ازیں یہ عام لوگوں ،حکام،افسران اور شاہی خاندان کے افراد کے لیے بینک کا کام کرتے تھے۔اس عہد میں تجارت کے میدان میں بھی کافی ترقی ہوی۔کئی طرح کے تاجر جیسے ونک،سارتھاواہ اور شریشٹھی اس میں سرگرم تھے۔فائزر کے مطابق شریشٹھی درحقیقت گہہ پتی یعنی بڑی زمینوں کے مالک تھے۔ان زمینوں سے حاصل شدہ آمدنی وہ تجارت اور کاروبار میں لگاتے تھے۔رچرڈ فک اور اتیندر ناتھ بسو بتاتے ہیں کہ شریشٹھی کے شاہی دربار سے راست تعلقات تھے،اور وہاں وہ ایک کاروباری کے بجائے تجارتی طبقے کے ترجمان کی حیثیت سے جاتے تھے۔تجارت بری(زمین)اور بحری(سمندر)دونوں راستوں سے ہوتی تھی۔ملک کے مختلف حصے تجارتی راستوں کے ذریعہ ایک دوسرے سے جڑے ہوے تھے۔دو اہم شاہراہیں اتراپتھ اور دکشنا پتھ ملک کے شمالی اور جنوبی حصوں کو یکجا کرتی تھیں۔شمالی شاہراہ ٹکشلا اور کابل ہوتے ہوے کاشغر کے راستے عظیم شاہراہ ریشم سے مل جاتی تھی۔جب کہ جنوبی شاہراہ جنوبی ہند کے متعدد شہروں بندرگاہوں سے جڑی ہوئی تھی۔سوپارا،بھڑوچ،تامرلپتی،اور کلیانی جیسی بندرگاہوں سے مغربی ایشیا اور رومی سلطنت ،ساتھ ہی جنوب مشرقی ایشیا اور چین کے ساتھ تجارت ہوتی تھی۔ہندوستان کے کپڑوں اور جنوبی ہند کی گول مرچ کی رومی سلطنت میں بہت مانگ تھی۔علاوہ ازیں جنوب مشرقی ایشیا کے مسالے اور چینی ریشم بھی بذریعہ ہندوستان یورپ جاتا تھا۔

10.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

رومی سلطنت	:	27ق م سے 476عیسوی تک یورپ، مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ پر حکومت کرنے والی عظیم بین براعظمی سلطنت۔
ٹالمی	:	پہلی صدی ق م کا یونانی جغرافیہ دان اور مشہور کتاب Geoghraphia کا مصنف
شریشٹھی	:	سرمایہ کار یا بڑا تاجر
سارتھاواہ	:	تجارتی قافلے کا رہنما
دنتکار	:	ہاتھی دانت کا کاریگر
پلنی	:	پہلی صدی عیسوی کا رومی ماہر فطرت فلسفی اور Natural History کا مصنف
اسٹرابو	:	پہلی صدی ق م کا یونانی، جغرافیہ دان، فلسفی، مورخ اور مشہور کتاب Geographica کا مصنف
لیپفی	:	رومی کلینڈر میں جولائی کا مہینہ
شرینی/گن/سنگھ/نکائے	:	پیشہ ور انجمن یا Guild
شرینی دھرم	:	گلڈ کے قاعدے قانون
ایمفورا	:	دو دستوں والا رومی صراحی نما مٹی کا برتن
پراکار	:	شہر پناہ یا شہر کے چاروں طرف کی دیوار
دھروہر/نیاس	:	امانت/پونجی/سرمایہ

کرشپن/پران	:	قدیم سکے
ونک/ویدیہک	:	عام کاروباری
پرتبر	:	مچھوارے یاماہی گیر
للتاوستار	:	تیسری صدی عیسوی کابدھ متن
ایمفی تھیٹر	:	مدور اکھاڑایابغیر چھت کا نشستی ہال

10.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

10.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. پیشہ ورانجمن کو__________کہتے تھے۔
2. نیچرل ہسٹری کے مصنف کون ہیں؟
3. کاویری کے دہانے پرواقع مشہور بندرگاہ کانام بتائیے۔
4. منی کارکس پیشہ سے منسلک تھا؟
5. پونجی یاامانت کوکیا کہا جاتا تھا؟
6. راج بھوگ کامطلب کیاہے؟
7. ہندوستان کی کس چیز کی روم میں سب سے زیادہ مانگ تھی؟
8. بنگال کی کھاڑی کوگینگٹک گلف کانام کس نے دیا؟
9. شمال مغرب کے کسی دوشہروں کے نام بتائیے۔
10. اسکندریہ کہاں واقع تھا؟

10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. N.B.P.W. کسے کہتے ہیں؟وضاحت کیجیے۔
2. وادی گنگا کی تہذیب کے مادی عناصر بتائیے۔
3. شریشٹھی اور سارتھاواہ میں فرق واضح کیجیے۔
4. شاہراہ ریشم کی اہمیت بیان کیجیے۔
5. دواہم بندرگاہوں کاتذکرہ کیجیے۔

10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گلڈ سسٹم کے بارے میں ایک تفصیلی نوٹ لکھیے۔
2. شاہراہ ریشم کا تذکرہ کرتے ہوئے بری تجارت کے کردار پر روشنی ڈالیے۔
3. بین الاقوامی تجارت میں اہم بندرگاہوں کے کردار کو واضح کیجیے۔

10.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
2. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
3. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
4. Kanakasabhai, V. *The Tamils Eighteen Hundred Years Ago*. Madras: Higginbotham, 1904.
5. Krishnaswami, A. *Topics in South Indian History: From Early Times Upto 1565 A.D.* Annamalainagar: Krishnaswami, 1978
6. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969.
7. Mangalamurugesan, N K. *Sangam Age*. Madras: Thendral Pathippakam, 1982
8. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
9. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
10. Rao, G V. S, and N L. Rao. *The Cholas*. Madras: Government Press, 1952.
11. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
12. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
13. Subrahmanian, N. *History of Tamilnad: To A.D. 1565*. Madurai, Tamilnadu: Koodal Publishers, 1978.
14. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
15. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔
16. چول راجگان، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 11۔ گپت سلطنت کا قیام

(Foundation of the Gupta Empire)

اکائی کے اجزا

11.0 تمہید

11.1 مقاصد

11.2 گپت سلطنت کے مطالعے کے لیے اہم مآخذ

11.3 گپت سلطنت کے قیام سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات

11.4 گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ

11.5 چندر گپت اول

11.6 سمدر گپت کا دور حکومت: قیام اور ریاست کی توسیع

11.7 اکتسابی نتائج

11.8 کلیدی الفاظ

11.9 نمونہ امتحانی سوالات

11.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

11.9.1 مختصر جوابات کے حامل سوالات

11.9.1 طویل جوابات کے حامل سوالات

11.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

11.0 تمہید (Introduction)

موریا سلطنت کے زوال کے بعد سے گپت سلطنت کے قیام تک ہندوستان میں کوئی بڑی مرکزی ریاست قائم نہیں ہوسکی تھی۔ لیکن چوتھی صدی عیسوی میں شمالی ہند کی سیاسی غیر مرکزیت ختم ہوئی اور گپت سلطنت کی شکل میں ایک مضبوط اور وسیع ریاست قائم ہوئی۔ چندر گپت اور سمدر گپت کے دور میں اس ریاست نے مشرقی ہند اور شمالی ہند کے ساتھ ساتھ دکن اور جنوب ہند ایک بڑے علاقے پر اپنا اقتدار مستحکم کرلیا تھا۔ اس اکائی میں ہم ان مراحل اور اقدامات کا ذکر کریں گے جن کے ذریعہ گپت حکمرانوں کو یہ کامیابی حاصل ہوئی۔ چوں کہ تاریخ میں ماخذ کی بہت اہمیت ہے، اس لیے کوشش کی گئی ہے کہ ابتدا میں ان ماخذ کا بھی تذکرہ کیا جائے جن کے مطالعہ سے اس دور کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ خاص توجہ سمدر گپت کی توسیعی پالیسی پر دی گئی ہے کیوں کہ سمدر گپت نے ہی گپت سلطنت کے اقتدار کو شمالی ہند کے ساتھ ساتھ دکن اور جنوب کی ریاستوں تک پھیلادیا تھا۔ گرچہ سمدر گپت نے دکن اور جنوب کی ریاستوں کو براہ راست اپنی حکومت میں شامل نہیں کیا تھا، لیکن ان ریاستوں پر اپنی سیاسی بالادستی ضرور قائم کرلی تھی۔ یہاں تک کہ گپت سلطنت کے تعلقات سری لنکا کی حکومت سے بھی استوار ہوگئے تھے، جس کا فائدہ ریاست کو تجارتی اور معاشی میدان میں ہوا۔ گپت سلطنت کے قیام اور توسیع کے مراحل کو اچھی طرح واضح کرنے کے لیے ریاست کے قیام سے قبل شمالی ہند کے سیاسی منظرنامے کا بھی مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- گپت دور سے متعلق ادبی اور غیر ادبی آخذ کا جائزہ لے سکیں گے۔
- گپت دور کے قیام سے پہلے شمالی ہند اور دکن کے سیاسی حالات پر روشنی ڈالیے۔
- گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ کو سمجھ سکیں گے۔
- گپت دور میں سماجی مقام و مرتبہ اور سیاسی عروج پر روشنی ڈال سکیں گے۔

11.2 گپت سلطنت کے مطالعے کے لیے اہم ماخذ (Sources for the Study of Gupta Empire)

اس سے پہلے کہ ہم گپت دور کے سیاسی اور معاشی حالات کا تفصیلی جائزہ لیں، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان ماخذ کا تذکرہ کیا جائے جن سے اس دور کے متعلق اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

1۔ کتبات: گپت دور کے مطالعہ کے لیے سب سے اہم ماخذ کتبات ہیں ۔ سنسکرت زبان میں لکھے گئے یہ کتبات اکثر پتھروں اور تانبے کی چادروں (Copper Plates) پر کندہ کیے جاتے تھے۔ ان کتبات سے ہمیں مختلف قسم کی جانکاری ملتی ہے۔ مثال کے طور پر شاہی کتبات سے شاہی خاندان کا شجرہ نسب، فوجی مہمات اور سیاسی کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ راجاؤں کے القاب سے ان کا نظریہ بادشاہت، اور دوسرے راجاؤں کے مقابلہ میں ان کی قوت واقتدار کا علم ہوتا ہے۔ سماجی، معاشی اور انتظامی امور کی معلومات کے لیے وہ کتبات کام آتے ہیں،

جو راجاؤں نے زمینی عطیات دیتے وقت لکھوائے تھے۔اسی طرح بعض افراد مذہبی اداروں اور مقدس مقامات کو بھی زمینی عطیات دیتے تھے۔ان کے ذریعہ لکھوائے گئے کتبات سے اس عہد کے مذہبی اور سماجی رشتوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

2۔ سکے: خرید و فروقت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی عہد کا سیاسی، معاشی اور ثقافتی مزاج سمجھنے کے لیے بھی اہم ہوتے ہیں۔ گپت حکمرانوں نے بڑی تعداد میں سونے کے سکے جاری کیے، جو دینارس میں (Dinarus) کہلاتے تھے۔اس کے علاوہ اس دور میں چاندی اور تانبے کے سکے بھی جاری کیے گئے، حالانکہ تانبے کے سکوں کی تعداد سونے کے سکوں کے مقابلہ میں انتہائی کم تھی۔ان سکوں پر ایک طرف راجا (بعض اوقات راجا اور رانی دونوں) کی تصویر ہوتی تھی اور دوسری طرف کسی دیوی و دیوتا یا ان کے شاہی نشان (مثلاً مور یا گرودا) کی تصویر بنی ہوتی تھی۔ یہ سکے گپت دور کے سیاسی اور معاشی حالات کو جاننے کے لیے اہم ہیں، کیوں کہ ان سے ہمیں گپت راجاؤں کے خاندان، ان کے القاب، تاریخ حکومت و تخت نشینی اور مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔اسی طرح ان سکوں میں سونے، چاندی اور تانبے کی مقدار اور دوسری دھاتوں کے تناسب سے گپت عہد کی معاشی صورت حال کا اندازہ ہوتا ہے۔ مختلف علاقوں میں گپت دور کے سکوں کی موجودگی اور فراوانی سے تجارت و کاروبار کے فروغ کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

3۔ادب: گپت دور میں سنسکرت زبان و ادب میں بے حد ترقی ہوئی اور متعدد کتابیں لکھیں گئیں۔ روایتی و مذہبی اور تخلیقی دونوں طرح کا ادب اس دور میں فروغ پایا۔رزمیہ نظمیں جیسے راماین اور مہابھارت اسی دور میں مکمل ہوئیں۔ نارد، برہسپتی اور کاتیاین کی اسمرتیاں (Smiritis) بھی اسی دور میں لکھی گئیں، جن سے اس دور کے مذہبی اور ثقافتی پہلوؤں پر اہم روشنی پڑتی ہے۔ غیر مذہبی ادب میں کامندک (Kamandaka) کی لکھی ہوئی نیتی شاستر (Niti Shastra) بہت اہم ہے۔یہ چوتھی صدی عیسوی میں لکھی گئی جس میں راجا کو سیاست کے سوال پر ہدایتیں دی گئی ہیں۔

4۔ غیر ملکی سیاح: گپت دور میں کئی چینی سیاح ہندوستان آئے۔ان کا مقصد بدھ مذہب کے اہم مقدس مقامات کی زیارت کرنا، بدھ مذہب کی کتابوں کو حاصل کرنا اور ہندوستان میں بدھ مذہب کے رہنماؤں سے ملاقات کرنا تھا۔ان میں سے بعض نے اپنے سفر کی داستان بھی لکھی۔ایسا ہی ایک چینی مذہبی سیاح فاہیان تھا، جس نے ہندوستان میں چندر گپت دوم کے عہد میں تقریباً دس سال کا عرصہ گذارا۔ فاہیان شمال مغربی علاقے سے ہندوستان میں داخل ہوا، پھر گنگا وادی پہنچا اور بنگال کی کھاڑی میں -"تامر لپتی" بندرگاہ سے ہوتے ہوئے سری لنکا اور پھر وہاں سے چین واپس روانہ ہو گیا۔ چین پہنچ کر فاہیان ان کتابوں کے ترجمے میں مصروف ہو گیا، جو اس نے ہندوستان کے سفر میں جمع کی تھیں۔اس کے علاوہ فاہیان نے اپنا سفر نامہ میں بھی لکھا جو 'بدھ بادشاہوں کی ایک داستان' (A Record of Buddhist Kingdoms) کے نام سے جاتا جاتا ہے۔اس سفر نامے سے ہمیں ہندوستان کے عام لوگوں کے حالات زندگی کا بہتر اندازہ ہوتا ہے۔اسی طرح شامی عیسائی پادری 'کوسماس انڈکو پلیسٹس' (Cosmos Indicopleustus) کی لکھی ہوئی کتاب "Christian Topography" بھی گپت عہد کے مطالعہ کے لیے اہم بیرونی ماخذ ہے۔ یہ کتاب چھٹی صدی عیسوی میں اس وقت لکھی گئی جب کوسماس تجارت کی غرض سے دنیا کے مختلف حصوں میں گھومتے گھومتے ہندوستان بھی آیا تھا۔

11.3 گپت سلطنت کے قیام سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات

(Political Conditions of India before Establishment of the Gupta Empire)

یہ مناسب ہوگا کہ سلطنت کے قیام سے پہلے شمالی ہندوستان کے سیاسی حالات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کن سیاسی حالات میں گپت خاندان کا عروج ہوا اور ایک بڑی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ موریا سلطنت کے زوال اور گپت سلطنت کے قیام کے دوران (200ق۔م سے 300عیسوی کے درمیان تقریباً پانچ صدیوں میں) شمالی ہند میں کوئی بڑی حکومت نہیں قائم ہو سکی تھی بلکہ یہ دور سیاسی غیر مرکزیت کا دور تھا جس میں پورا شمالی ہندوستان متعدد چھوٹی بڑی خود مختار اور نیم خود مختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ البتہ یہ عہد اس لیے بہت اہم ہے کیوں کہ اس دوران تجارتی اور ثقافتی طور پر ہندوستان کا تعلق وسط ایشیا سے قائم اور مضبوط ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں مختلف غیر ملکی عناصر جیسے یونانی، ایرانی اور وسط ایشیائی وغیرہ سیاسی اور سماجی سطح پر ہندوستان کا حصہ بنے۔

موریا سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ مختلف بیرونی طاقتوں نے شمال مغربی ہند کے علاقوں پر ایک کے بعد ایک اپنا اقتدار جما لیا۔ سب سے پہلے بیکٹریا (Bactria موجودہ شمالی افغانستان کا علاقہ) پر حکومت کر رہے یونانی حکمرانوں نے اپنا اقتدار قائم کیا اور اسی نسبت سے انہیں ہند-یونانی حکمراں بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا سب سے مشہور حکمراں میناندر یا ملند تھا جس نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد شاکا حکمرانوں نے ہند-یونانی حکمرانوں کو شکست دے کر شمال مغربی ہند پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا۔ شاکا حکمرانوں کا تعلق وسط ایشیا کے قبائلی گروہوں سے تھا اور ان کی مختلف جماعتوں نے شمال اور شمال مغربی ہند کے علاقوں پر اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ شک حکمرانوں کا قبضہ مغربی ہند بالخصوص مالوہ اور سوراشٹر کے علاقوں پر زیادہ مضبوط رہا جہاں ان کا اقتدار چوتھی صدی عیسوی تک قائم رہا۔ ان کا سب سے عظیم حکمراں رودردمن (AD152-130) تھا جس کا اقتدار سندھ، گجرات، راجستھان، کونکن، مالوہ، کاٹھیاواڑ اور مغربی دکن تک پھیلا ہوا تھا۔

بیرونی طاقتوں میں سب سے اہم اور طاقتور کشان تھے جن کا اقتدار شمالی ہندوستان کے ساتھ ساتھ افغانستان تک کے علاقوں پر پھیلا ہوا تھا۔ کشان خانہ بدوش لوگ تھے جو وسط ایشیا کے شمالی میدانوں میں زندگی گذارا کرتے تھے۔ کشانوں نے شاکا حکمرانوں کا خاتمہ کر کے شمال مغربی ہند کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ سندھ سے لے کر وارنسی تک کے علاقوں پر اپنا اقتدار پھیلا دیا۔ کشان حکمرانوں میں سب سے مشہور حکمراں کنشک تھا جو 78عیسوی میں تخت نشین ہوا اور اسی کے دور میں کشان اقتدار اپنے عروج کو پہنچا۔ تقریباً ایک صدی تک حکومت کرنے کے بعد دوسری صدی عیسوی کے آخر سے کشانوں کا زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ افغانستان اور شمال مغربی ہند سے ان کا اقتدار ختم ہو گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر و اقتدار شمال مغربی علاقوں سے بالخصوص مغربی پنجاب کے حصوں سے ابھی بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ تیسری اور چوتھی صدی تک یہ سیاسی اثر و رسوخ قائم رہا۔ اس کی دلیل وہ سکے ہیں جو اس دور میں جاری کیے گئے جن کا طرز اور اکائی کے اجزا کشانوں کے سکوں جیسا ہی ہے۔ یہ بعید از امکان نہیں ہے کہ بعض کشان حکمراں اب بھی کشمیر اور مغربی پنجاب کے حصے میں حکومت کر رہے تھے جب کہ شمالی ہند میں گپت خاندان کا سیاسی سورج طلوع ہو رہا تھا۔

گپت سلطنت کے قیام سے قبل شمالی ہند میں کئی آزاد ریاستیں بھی ابھریں۔ان میں ناگاریاست سب سے اہم اور طاقتور تھی۔ناگا ریاست کا اقتدار متھرا کے علاقے میں تھا لیکن اس کے اثرات بعض دوسرے علاقوں پر بھی تھے۔سمدر گپت کے الٰہ آباد کتبہ سے ان کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔بہت ممکن ہے کہ سمدر گپت کو شمالی ہند میں اپنا سیاسی دبدبہ قائم کرنے میں جس ریاست نے سب سے زیادہ مشکلیں پیدا کی ہوں گی، وہ ناگا ریاست تھی۔

اس کے علاوہ تیسری صدی عیسوی میں متعدد "گن سنگھ "یعنی قبائلی جمہوری ریاستیں بھی موجود تھیں۔یہ ریاستیں جمہوری اس لیے کہلاتی ہیں کیوں کہ ان پر کسی ایک بادشاہ، یا سیاسی خاندان کا کنڑول نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کی حکومت اور نظام ریاست چند سرداروں کے ذریعہ چلایا جاتا تھا۔مثال کے طور پر مشرقی پنجاب میں مادرا(Madras)،ہریانہ میں یودھیا(Yaudhyas)،راجستھان میں مالوا(Malwas) اور ویشالی میں لچھوی وغیرہ۔

اس طرح کی کئی جمہوری ریاستوں کا تذکرہ گپت ریکارڈ خاص طور پر سمدر گپت کے کتبہ میں ملتا ہے جہاں اس کی فتوحات کا ذکر ہوا ہے۔تیسری صدی عیسوی کے وسط میں دکن میں (شمال مشرقی مہاراشٹر)ایک نئی ریاست کا جنم ہوا جسے واکاٹک ریاست کہتے ہیں ۔یہ ریاست بہت ہی طاقتور تھی جس کا ثبوت گپت سلطنت اور واکاٹک حکومت کے درمیان قائم ہونے والے ازدواجی تعلقات سے ملتا ہے۔

اس طرح تیسری صدی عیسوی کے اختتام پر شمالی ہندوستان کا سیاسی منظر نامہ کچھ یوں تھا۔

- مغربی اور شمال مغربی ہندوستان پر شاکا اور کشان ریاستوں کا قبضہ تھا شمالی ہند کے بڑے حصے میں جہاں کل تک موریا سلطنت کا راج تھا ،متعدد چھوٹے بڑے سیاسی خاندانوں نے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔
- وسط ہند اور مغربی ہند میں چند جمہوری طرز کی غیر بادشاہی ریاستیں بھی قائم تھیں۔

11.4 گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ (Early Political History of Gupta Dynasty)

گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ،ان کے سماجی مقام و مرتبہ اور اصلی وطن کے بارے میں واضح تفصیلات معلوم نہیں ہیں ۔ حالانکہ گپت خاندان کے اقتدار میں آنے سے پہلے بھی "گپت "نام اور لقب کے کئی افسر اور عہدیدار گزرے ہیں، لیکن گپت خاندان کے شاہی شجرہ نسب کے مطابق اس خاندان کا تعلق ایسے کسی عہدیدار سے نہیں جن کا ذکر ہمیں ماضی میں ملتا ہے۔(البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ گپت خاندان کا شاہی شجرہ نسب بھی اس خاندان کے اقتدار میں آنے کے بعد ہی تیار کرایا گیا تھا)۔اسی لیے مشہور مورخ آر سی مجمدار کا خیال ہے کہ گپت سلطنت کے حکمراں کسی گپت نامی خاندان کے فرد نہیں تھے بلکہ قیاس ہے کہ یہی ان کا اصلی نام تھا، یعنی "گپت "ابتدائی دو حکمرانوں کے نام کا حصہ تھا، نہ کہ کوئی لقب یا کسی خاندان کی طرف کوئی نسبت۔ لیکن چوں کہ بعد کے حکمرانوں نے بھی "گپ "لقب کو اپنے نام کے ساتھ جوڑ لیا، اس طرح یہ ان کی پہچان بن گیا۔

بعض مورخین کے نزدیک اس خاندان کا تعلق برہمن طبقے سے تھا۔ ان کے مطابق چوں کہ گپت خاندان کا گوتر ''دھارن'' (Dharan) تھا اور یہ گوتر برہمنوں کا ہوتا ہے، اس لیے گپت حکمرانوں کو برہمن ماننا درست ہوگا۔ مشہور مورخ ایس، آر، گویل کا بھی یہی خیال ہے۔ دوسری طرف چند مورخین کا ماننا ہے کہ گپت حکمراں چھتری طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ گپت حکمرانوں نے لچھوی اور ناگا ریاستوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے۔ چوں کہ یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ لچھوی اور ناگا چھتری تھے اور ہندو سماجی و مذہبی روایات کے مطابق ورن (طبقہ) سے باہر شادیاں کرنا ممنوع تھا، اس لیے زیادہ قرین قیاس ہے کہ گپت بھی چھتری تھے۔

لیکن بالعموم جدید ہندوستانی مورخین گپت خاندان کا تعلق ویشیہ طبقے سے بتاتے ہیں۔ یہ طبقہ ہندو سماجی درجہ بندی میں تیسرے درجہ پر ہے۔ ان کے اس دعویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ ''منوا سمرتی'' اور ''پرانوں'' میں گپت نام ویشیہ طبقے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اگر یہ بات درست ہے، تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قدیم سماجی و مذہبی درجہ بندی کے باوجود چھتری طبقے کے علاوہ دوسرے افراد بھی اقتدار اور سیاسی قوت حاصل کر سکتے تھے (جب کہ سماجی اور مذہبی روایات کے مطابق صرف چھتری طبقہ ہی حکمراں بن سکتا تھا)۔

گپت خاندان کے اصلی وطن اور سیاسی مرکز کے بارے میں بعض مورخین، جن میں آر۔ سی۔ مجمدار بھی شامل ہیں، کی رائے ہے کہ اس خاندان کا اصلی وطن بنگال تھا، جہاں سے یہ ایک مضبوط طاقت بن کر ابھرے۔ ان مورخین کی دلیل آٹھویں صدی کے چینی سیاح 'اتسنگ' کی سوانح ہے۔ ان مورخین کے مطابق اتسنگ نے، جس نے AD. 971-995 کے درمیان ہندوستان کی سیاحت کی، "شری گپت" نامی ایک بادشاہ کا ذکر کیا ہے جس نے چینی زائرین کے لیے ایک مندر بنوایا تھا اور اس کی دیکھ ریکھ کے لیے چوبیس گاؤں بھی وقف کیے تھے۔ آر سی مجمدار کا دعویٰ ہے کہ اتسنگ کے ذریعہ دی گئی جغرافیائی تفصیلات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مندر غالباً بنگال کے مرشدآباد کے گردونواح میں رہا ہوگا۔ چنانچہ اس طرح یہ ماننا بعید از قیاس نہیں کہ گپت خاندان کا ابتدائی سیاسی اقتدار بنگال کے کچھ حصوں پر ضرور رہا ہوگا۔ جدید مورخین نے اس دعویٰ کی تردید کی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ چینی سیاح کے بیان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ وہ گپت خاندان کی حکومت قائم ہو جانے کے کئی صدیوں بعد ہندوستان آیا تھا۔ اس کے برعکس ان جدید مورخین کا خیال ہے کہ گپت حکمرانوں کا اصلی وطن گنگا دوآب کا درمیانی علاقہ بالخصوص مشرقی اترپردیش تھا اور غالباً پاٹلی پتر ان کا ابتدائی سیاسی مرکز تھا۔ اس کا سب سے اہم ثبوت ان مورخین کی نظر میں وہ بے شمار کتبات ہیں جو اسی علاقے میں پائے گئے ہیں۔ اس خیال کا اظہار کرنے والے مورخین میں سدھاکر چٹوپادھیائے، اگروال اور رنبیر چکرورتی شامل ہیں۔

گپت دور کے کتبات اور سرکاری مہروں میں پائی گئی معلومات کے مطابق اس خاندان کے ابتدائی دو حکمرانوں کے نام 'شری گپت' اور گھٹوت کچ گپت'' (Ghatotkach Gupta) تھے۔ اس سے زیادہ ان کے سیاسی مرتبہ اور اقتدار کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ کتبہ میں ان کے لیے "مہاراج" کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ کسی دوسرے بڑے حکمراں کے ماتحت تھے، جیسا کہ ان کے لقب 'مہاراج' سے ظاہر ہوتا ہے، جب کہ بعد کے گپت حکمرانوں کے ساتھ 'مہاراج دھراج' کا لقب ملتا ہے جس سے ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شری گپت کا دور حکومت 275-300 عیسوی اور گھٹوٹ کچھ گپت کا 300-320 عیسوی مانا جاتا ہے۔

11.5 چندر گپت اول (Chandragupta I)

اس خاندان کا پہلا طاقتور اور صحیح معنوں میں سیاسی طور پر خود مختار حکمراں چندر گپت اول تھا، جیسا کہ کتبوں اور سکوں میں اس کے لقب ''مہاراج دھراج'' سے ظاہر ہوتا ہے۔ چندر گپت اول کی حکومت 15 سالوں تک (320-335) قائم رہی۔ اس نے گپت سن (Gupta Era) کی شروعات کی۔ 11ویں صدی کے عرب مورخ، عالم اور مشہور جغرافیہ داں البیرونی نے اپنی کتاب ''کتاب الہند'' میں ''گپت سن'' کا ذکر کیا ہے۔ البیرونی کے بیانات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''گپت سن'' کی شروعات 319-20 عیسوی میں ہوئی تھی اور اسی سال چندر گپت اول تخت نشین ہوا تھا۔ گویا چندر گپت اول نے اپنی تخت نشینی کو تاریخ میں ایک اہم یادگار کے طور پر باقی رکھنے کے لیے گپت سن کی شروعات کی، جس سے اس کی سیاسی آزادی اور خود مختاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

پُرانوں میں چوتھی صدی عیسوی کے سیاسی حالات کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ چندر گپت اول کا سیاسی اقتدار پریاگ (اتر پردیش میں الہ آباد کا علاقہ)، ساکیت (شمالی اتر پردیش میں موجودہ ایودھیا کا علاقہ) اور مگدھ تک پھیلا ہوا تھا۔ چندر گپت اول کے دور کا سب سے اہم واقعہ، جو تاریخ میں درج ہے، ویشالی کے لچھوی خاندان کی شہزادی ''کمار دیوی'' سے اس کی شادی تھی۔ لچھوی خاندان تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح سے ویشالی کے علاقہ میں نیم جمہوری طرز پر ایک غیر بادشاہی نظام حکومت چلا رہا تھا۔ اس ازدواجی رشتے کی شہادت اس دور کے سونے کے سکوں سے ملتی ہے جس کے ایک طرف چندر گپت اول اور کمار دیوی کی تصویر اور نام درج ہے اور دوسری طرف شیر پر بیٹھی ہوئی ایک دیوی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ غالب امکان ہے کہ اس ازدواجی تعلق کے ذریعہ چندر گپت اول نے ویشالی (شمالی بہار میں مظفر پور کا علاقہ) پر اپنا اقتدار قائم کر کے اس کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا، کیوں کہ چندر گپت اول کے ویشالی پر حملہ کرنے کی کوئی دلیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ چندر گپت اول کی وجہ سے ایک بار پھر گنگا وادی کا درمیانی علاقہ سیاسی طور پر اہم بن گیا۔ اس سے قبل موریا عہد میں پاٹلی پتر اور گردو نواح کے علاقے سیاسی اہمیت کے حامل تھے، لیکن کشان دور میں گنگا جمنا کا دوآب بالخصوص متھرا کا علاقہ سیاسی مرکز بن گیا تھا۔ چنانچہ چندر گپت اول کے ذریعہ دوبارہ گنگا وادی کے درمیانی خطے کو سیاسی مرکزیت حاصل ہونا ایک اہم تبدیلی تھی اور غالباً سیاسی مرکز کی اسی تبدیلی کے پیش نظر ویشالی پر بھی قبضہ ضروری ہو گیا تھا، جیسا کہ موریا عہد میں ہوا تھا۔

11.6 سمدر گپت کا دور حکومت: قیام اور ریاست کی توسیع

(Reign of Samudragupta: Establishment & Expansion of State)

یہ گپت خاندان کا سب سے عظیم بادشاہ گزرا ہے جس نے شمال اور جنوب دونوں جگہ گپت خاندان کا سیاسی اقتدا پھیلایا تھا۔ سمدر گپت کے کارناموں اور جنگی فتوحات کے بارے میں کتبوں اور سکوں سے پتہ چلتا ہے۔ اس عہد کا سب سے اہم ماخذ الہ آباد ستون پر لکھا گیا کتبہ ہے۔ یہ کتبہ سمدر گپت کے درباری شاعر ہری سین نے تحریر کیا تھا۔ نظم ونثر میں لکھا گیا یہ کتبہ الہ آباد کے اس ستون پر کندہ کیا گیا ہے جو بادشاہ اشوک نے اپنے عہد میں نصب کروایا تھا۔ اس ستون پر اشوک، سمدر گپت کے علاوہ مغل بادشاہ جہانگیر کا کتبہ بھی موجود ہے۔ اس کتبہ کے مدھیہ

حصہ میں (Prashasti) سمدر گپت کی شخصیت اور اس کی سیاسی کامیابی و فوجی مہموں کا تفصیلی ذکر ہے۔اس طرح سمدر گپت کو ایک غیر معمولی انسان اور مثالی بادشاہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سمدر گپت نے گپت حکومت کو جو اب تک مشرقی اتر پردیش، بہار اور بنگال کے کچھ علاقوں تک محدود تھی، وسیع کیا اور اپنی فوجی مہمات کے ذریعہ پورے آریہ ورت (گنگا وادی کا علاقہ) اور شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہند میں اب تک موجود مختلف ریاستوں اور حکمراں خاندانوں کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی جگہ تن تنہا گپت خاندان کا سیاسی اقتدار پورے علاقے پر قائم ہو گیا۔الہ آباد ستون کے کتبہ کے مطابق سمدر گپت نے آریہ ورت کے 10 بادشاہوں کو شکست دی اور ان کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں ضم کر لیا۔وہ دس حکمراں درج ذیل ہیں:

1. رودر دیو (Rudra Deva): مغربی ہندوستان کا ایک شاکا حکمراں۔
2. ناگ دتا (Naga Datta): شمالی ہند یا شمالی بنگال کا ناگا حکمراں۔
3. چندر ورمن (Chandra Varman): اس کی حکومت مغربی بنگال کے بنکورا ضلع میں تھی۔
4. گن پتی ناگ (Ganpati Naga): متھرا پر اس کا اقتدار تھا۔
5. ناگا سین (Naga Sena): مدھیہ پردیش کا ناگا حکمراں۔
6. اچیوت (Achyut): غالباً اتر پردیش کے بریلی ضلع میں اس کی حکومت تھی۔
7. ناندین (Nandin): شاید ایک ناگا حکمراں تھا۔
8. بالا ورمن (Bala Verman): بالائی آسام یا مشرقی مالوہ کا ایک راجا تھا۔
9. کوٹا خاندان کا ایک حکمراں جس کے بارے میں بالعموم مانا جاتا ہے کہ وہ پنجاب کے لدھیانہ علاقہ میں حکمراں تھا۔
10. متیلا (Matila): اتر پردیش میں بلند شہر کے قریب۔

ان حکمرانوں کی ریاستی حدود کا تعین کرنا ذرا مشکل ہے کیوں کہ شاعر ہری سین نے حکمرانوں کے نام کے ساتھ ان کی ریاستوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ چوں کہ سمدر گپت نے ان حکمرانوں کو ہرانے کے بعد ان کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا، گویا وہ اب گپت حکومت کا حصہ بن گئے تھے اور ان کا آزادانہ وجود ختم ہو چکا تھا۔لہٰذا الگ سے ان کی ریاستوں کا ذکر ہری سین کے نزدیک ضروری نہیں تھا۔البتہ حکمرانوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سمدر گپت نے یقینی طور پر سب سے پہلے ناگا حکمرانوں پر حملہ کر کے ان کو ختم کیا ہو گا، کیوں کہ ناگا حکمراں شمالی ہند میں ایک مضبوط طاقت اور گپت خاندان کے سب سے بڑے حریف تھے۔اس کے علاوہ سمدر گپت نے مالوہ کے علاقے پر بھی قبضہ کیا اور وہاں سے شاکا شترپ کا اقتدار ختم کیا جو اس وقت تک مغربی ہندوستان اور مالوہ کے علاقوں پر قابض تھے۔آریہ ورت کے ان حکمرانوں کو شکست دینے اور ان کی ریاستوں کو ختم کر دینے کی وجہ سے ہی الہ آباد ستون کے کتبہ میں سمدر گپت کے لیے "ختم کر دینے والا" (Sarvarajo Cchetta) کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔

الہ آباد ستون کے کتبہ کے مطابق سمدر گپت نے جنوبی ہند میں بھی فوجی مہمیں کیں، البتہ جنوبی ہند کے (12) بارہ حکمرانوں کو ہرانے کے بعد ان کو آزاد چھوڑ دیا اور شمالی ہند کے راجاؤں کے برعکس جنوبی ہند کے راجاؤں کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل نہیں کیا۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ جنوبی ہند کی فوجی مہم کا ذکر کرتے ہوئے ہری سین نے 12 حکمرانوں کے نام کے ساتھ ساتھ ان کی ریاستوں کا ذکر بھی کیا ہے جس سے ان راجاؤں کی ریاستی حدود کا تعین آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ان بارہ راجاؤں کے نام اور ان کی ریاستیں درج ذیل ہیں:

1. راجا مہندرا: کوشالا (چھتیس گڑھ میں موجودہ رائے پور، بلاس پور اور کوشلا کا علاقہ) سنبل پور
2. ویاگھرراج:(Vyaghra Raja) مہاکانتر (بستر کے جنگلی علاقے)
3. مانتاراج(Manta Raja):- کورالا(Kaurala)، آندھرا پردیش میں مشری گوداوری ضلع
4. مہیندر گرمی- پشت پورا(Pishta Pura): آندھرا پردیش میں موجودہ کاکی نادا کا علاقہ
5. سوامی دتا:- کوتورا(Ksttura)، غالباً آندھرا پردیش میں موجودہ وشاکا پٹنم کا علاقہ
6. دامنا(Damana):- اِرنڈپلا(Erandapalla) غالباً آندھرا پردیش کے وشاکا پٹنم کا علاقہ یا مغربی گوداوری ضلع
7. وشنو گوپا:- کانچی (شمالی تمل ناڈو میں کانچی پورم کا علاقہ) نیل راجا:- اومکت(Avamukta) غالباً آندھرا پردیش کا موجودہ اننت پور کا ضلع
8. ہستی ورمن:- وینگی (گوداوری اور کرشنا ندی کی ترائی میں موجود یداوگی کے علاقے
9. اگر سین:- پالکا(Palakka) آندھرا پردیش کے ولور ضلع کا علاقہ
10. کوویرا(Kuvera):- دیوراشٹر (غالباً وشاکا پٹنم کا مشرقی ساحلی علاقہ
11. دھنن جیا(Dhanan Jaya)
12. کستھلا پورا(Kusthala Pura) غالباً آندھرا پردیش کا مغربی علاقہ

دکن اور جنوبی ہند کے ان راجاؤں اور ان کی ریاستوں پر ایک نظر ڈالنے سے گپت حکومت کی فوجی قوت کا اندازہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ سمندر گپت انتہائی قابل اور عظیم فوجی کمانڈر تھا جس نے دکن اور جنوبی ہند جیسی دور دراز ریاستوں پر اپنی حکمت عملی اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعہ گپت خاندان کا سیاسی اقتدار و اثر قائم کر دیا تھا۔

جنوبی ہند کے راجاؤں کے سلسلہ میں سمدر گپت کی پالیسی شمالی ہند کے راجاؤں سے الگ تھی۔ اس نے جنوبی ہند کے راجاؤں کو ہرایا لیکن ان کو اپنی اپنی ریاستوں میں آزاد اور خود مختار چھوڑ دیا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ سمدر گپت کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرلیں ۔ مورخ رنبیر چکرورتی کی نظر میں اس نئی پالیسی کا سبب یہ تھا کہ سمدر گپت ہندوستانی مشرقی علاقوں سے ہونے والی تجارت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ الہ آباد ستون کے کتبہ میں ہری سین نے ذکر کیا ہے کہ سمدر گپت کا تعلق سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک سے بھی تھا۔ چنانچہ یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ سمدر گپت کا ارادہ اپنی ریاست کو ساحلی علاقوں (بالخصوص اڑیسہ، آندھرا پردیش اور تمل ناڈو کے مشرقی ساحلی

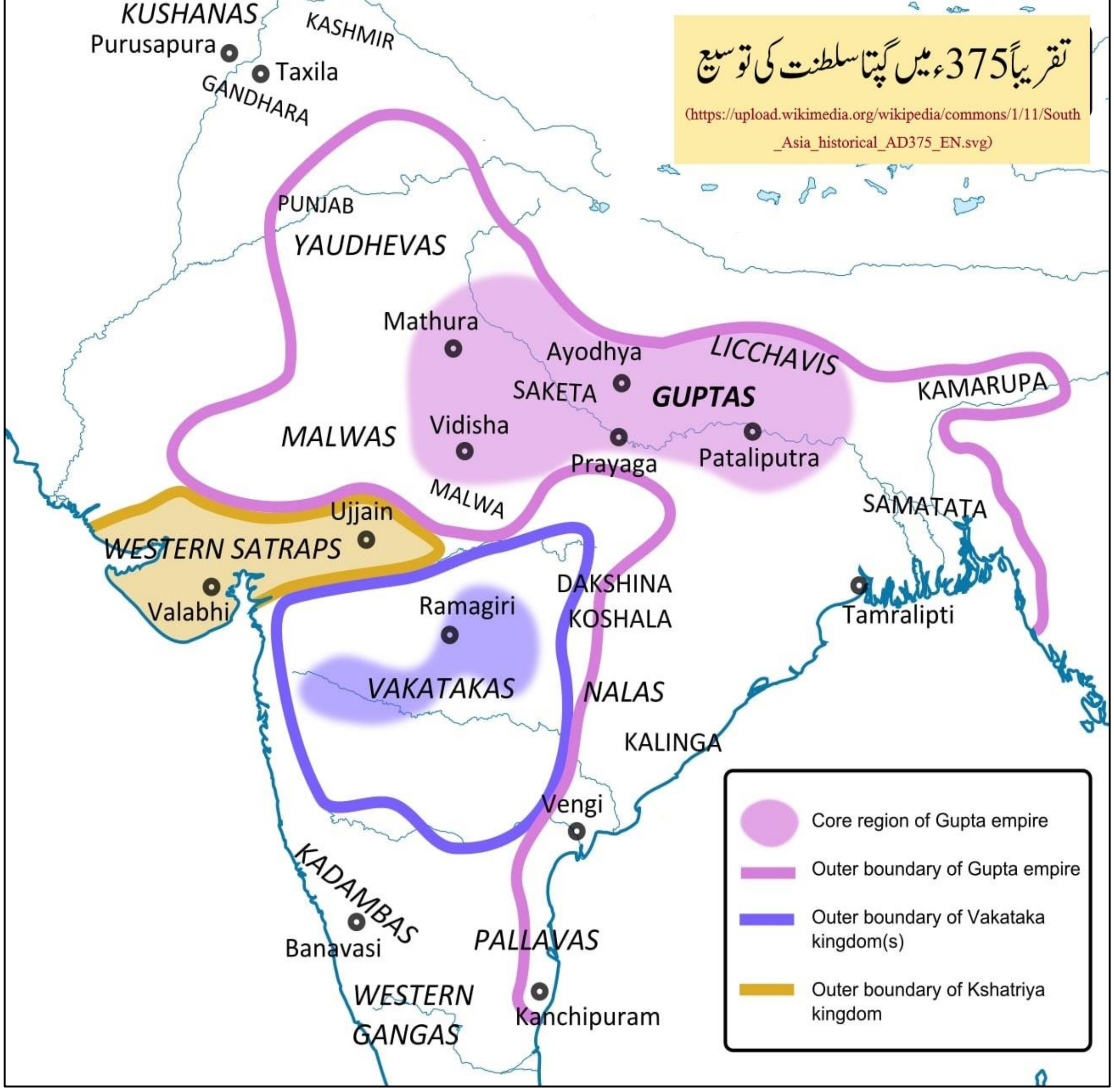

علاقے) سے جوڑنا تھا تاکہ اس راستے سے ہونے والی تجارت میں وہ بھی شریک ہو سکے اور سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک تک وہ آسانی سے پہنچ سکے۔ ظاہر ہے اس کے لیے سمدر گپت کو جنوبی ہند اور مشرقی دکن کے علاقوں کو فتح کر کے ان پر براہ راست اپنا انتظام قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی (اور یہ اس کے لیے معاشی وسائل کا زیاں بھی ہوتا)۔ اس کی نظر میں سیاسی مصلحت اندیشی کا تقاضہ یہ تھا کہ مشرقی دکن اور جنوبی ہند کی ریاستیں اس کے رابطہ میں آجائیں، اس کی سیاسی بالادستی قبول کر لیں اور اس طرح اسے بغیر کسی مزاحمت کے ساحل سمندر تک راستہ دے دیں تاکہ گپت حکومت کی تجارت بھی سمندری تجارت سے جڑ جائے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سمدر گپت کی دکن اور جنوبی ہند کی فوجی مہم سیاسی اقتدار یا اپنی ریاست کی توسیع کے لیے نہیں تھی، بلکہ اس کا زیادہ گہرا رشتہ معاشی اور دفاعی مفاد سے تھا۔

شمال اور جنوب کی ریاستوں پر اپنا اثر قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ سمدرر گپت نے سرحدی ریاستوں اور قبائلی علاقوں پر بھی اپنا اقتدار جمالیا تھا۔ ہری سین کے مطابق سرحدی علاقوں کے پانچ حکمراں سردار اور 9 غیر بادشاہی جمہوری ریاستوں کے سربراہوں نے سمدر گپت کی

اطاعت قبول کرلی تھی اور خراج دینے پر بھی راضی ہوگئے تھے۔ سرحدی علاقوں کے لیڈروں اور جمہوری ریاستوں کو سیاسی طور پر ماتحت کرلینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب گپت حکومت ایک بہت بڑے حصے پر قائم ہوگئی تھی، جو جنوب مشرقی بنگلادیش سے راجستھان اور ہمالیہ کی ترائی سے مغربی دکن تک پھیلی ہوئی تھی۔

سمدر گپت گرچہ پورے ہندوستان پر گپت حکومت قائم نہیں کرسکا، لیکن وہ ایسا سیاسی رشتہ بنانے میں ضرور کامیاب ہوا جس کے ذریعہ براہ راست یا بالواسطہ پورے ہندوستان پر اپنا سیاسی دبدبہ اور اثر ورسوخ باقی رکھ سکا۔ جہاں تک براہ راست قبضہ کی بات ہے، تو گپت حکومت سوائے کشمیر کے شمالی ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قائم تھی، جس میں پنجاب، راجستھان اور گجرات وسندھ بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ وسط ہند میں جبل پور، چھتیس گڑھ اور اڑیسہ کے علاقے پر بھی براہ راست گپت حکومت کا ہی انتظام تھا۔ شمالی ہند اور وسط ہند کے گردونواح میں وہ ریاستیں تھیں جن پر گپت حکومت کا نہ تو براہ راست قبضہ وانتظام تھا اور نہ ہی یہ جنوب ہند کی ریاستوں کی طرح آزاد وخود مختار چھوڑدی گئی تھیں، بلکہ ان کا رشتہ ماتحتی کا تھا جس کے سبب ان پر خراج دینا لازمی تھا۔

11.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریا سلطنت کے زوال کے بعد چوتھی صدی عیسوی میں شمالی ہند میں گپت سلطنت قائم ہوئی۔ حالانکہ سیاسی اور سماجی طور پر ابتدائی گپت حکمرانوں کا کوئی خاص مقام نہیں تھا لیکن بہت جلد ہی چندر گپت اول اور سمدر گپت کے دور میں اس ریاست نے شمالی ہند کی متعدد بادشاہی ریاستوں اور قبائل طرز کی نیم جمہوری ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ سمدر گپت نے ریاست کی توسیع میں اہم رول ادا کیا اور ریاست کی سرحدیں بنگال سے ہمالیہ کی ترائی تک پھیلا دیں۔ حالانکہ اس نے دکن اور جنوب ہند کی ریاستوں پر براہ راست قبضہ نہیں کیا کیوں کہ نہ تو اس کے پاس اتنے وسائل تھے اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت تھی۔ لیکن بالواسط طور پر سیاسی بالادستی اور سیاسی اثر ورسوخ ضرور قائم کرلیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوب میں ساحل سمندر سے ہونے والی تجارت میں بھی گپت سلطنت کی حصہ داری قائم ہوگئی۔ سمدر گپت نے اپنی فوجی حکمت عملی، سیاسی سوجھ بوجھ اور بہتر انتظامی صلاحیتوں سے ہندوستان کے ایک بڑے حصہ پر گپت سلطنت کا سیاسی دبدبہ قائم کردیا تھا۔

11.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

دینار (Dinarus): گپت راجاؤں کے ذریعہ جاری کیے گئے سونے کے سکے دنیارس کہلاتے تھے۔

کتبہ: پتھروں، دیواروں، تانبے کی چادروں اور سکوں ومہروں پر جو تحریریں لکھی جاتی ہیں، ان کو کتبہ کہتے ہیں۔

مہاراج دھراج: یہ وہ لقب ہے جو گپت راجاؤں میں سب سے پہلے چندر گپت اول نے اختیار کیا۔ اس لقب سے راجا کی سیاسی قوت اور اقتدار اعلیٰ ثابت ہوتا ہے۔

گپت سال (Gupta Era): یہ ایک نیا سن تھا جس کو چندر گپت اول نے شروع کیا۔ غالباً یہ سن 319-320ء میں شروع ہوا جو چندر

گپت اول کی تخت نشینی کا سال ہے، گویا اپنی تخت نشینی کی یادگار کے طور پر اور اپنے خود مختار راجا ہونے کے اعلان کے طور پر اس نے اس نئے سال کی شروعات کی۔

غیر بادشاہی جمہوریت: یہ وہ ریاستیں تھیں جن پر کسی ایک خاندان یا راجا کی حکومت نہیں تھی بلکہ یہ قبائل طرز کی جمہوریتیں تھیں جن پر سر برآوردہ قبائلی سرداروں کے ایک گروہ کا اقتدار ہوتا تھا اور انتظامی معاملات میں مشترکہ فیصلہ ہوتا تھا۔

پرشستی (مدح): کسی کتبہ کا وہ ابتدائی حصہ جس میں راجا کے کارناموں اور فوجی مہمات وفتوحات کا تذکرہ اور تعریف ہوتی تھی۔

الٰہ آباد ستون: اشوک نے اپنے عہد میں الٰہ آباد کے مقام پر ایک ستون نصب کرایا تھا، جس پر اس نے اپنے پیغامات لکھوائے تھے۔ اسی ستون پر سمدر گپت نے اپنا کتبہ بھی لکھوایا۔ 17ویں صدی میں مغل بادشاہ جہانگیر نے بھی اس ستون پر اپنا کتبہ درج کروایا تھا۔

11.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

11.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. فاہیان کون تھا؟
2. کوسماس انڈکو پلیسٹس کی لکھی ہوئی کتاب کا نام بتائیے۔
3. شک حکمرانوں کا تعلق کہاں سے تھا؟
4. بیرونی طاقتوں میں سب سے اہم اور طاقتور کون تھے؟
5. گپت سال یا سموت کی شروعات کب سے مانی جاتی ہے؟
6. چندر گپت اول کے دور حکومت کا سب سے اہم واقعہ کیا تھا؟
7. سمدر گپت عہد کا سب سے اہم ماخذ بتائیے۔
8. سمدر گپت نے آریہ ورت کے کتنے بادشاہوں کو شکست دی؟
9. راجا اچیوت کی حکومت کس علاقے پر تھی؟
10. دینار کسے کہتے تھے؟

11.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. غیر ملکی سیاحوں کے سفر ناموں پر ایک نوٹ لکھیے۔
2. گپت خاندان کس سماجی طبقے سے تعلق رکھتا تھا، وضاحت کیجیے۔
3. چندر گپت اول کے بارے میں ایک نوٹ لکھیے۔

4. جنوبی ہندوستان کے بارے میں سمدر گپت کی پالیسی کیا تھی، وضاحت کیجیے۔
5. گپت سلطنت کے مطالعہ کے لیے اہم ماخذ کا مختصر اًتعارف پیش کیجیے۔

11.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گپت سلطنت کے قیام سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
2. گپت سلطنت کی ابتدائی سیاسی تاریخ پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
3. سمدر گپت نے کس طرح شمالی ہند اور دکن و جنوب کے علاقوں پر گپت ریاست کا اقتدار پھیلایا، تفصیلی بحث کیجیے۔

11.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
2. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
3. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
4. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
5. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
6. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
7. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
8. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
9. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
10. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
11. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
12. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
13. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/ مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
14. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/ مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
15. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
16. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری/ مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 12۔ گپت سلطنت کا استحکام اور توسیع

(Consolidation and Expansion of the Gupta Empire)

اکائی کے اجزا

12.0 تمہید

12.1 مقاصد

12.2 سمدر گپت کا دور حکومت اور ریاست کی توسیع

12.3 چندر گپت دوم

12.4 کمار گپت اول

12.5 اسکند گپت

12.6 بعد کے گپت حکمراں

12.7 گپت سلطنت کا زوال

12.7.1 ہنوں کا حملہ

12.7.2 اندرونی مشکلات

12.8 اکتسابی نتائج

12.9 کلیدی الفاظ

12.10 نمونہ امتحانی سوالات

12.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

12.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

12.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

12.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

12.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ہم سمندر گپت اور چندر گپت دوم کے ذریعہ گپت سلطنت کی توسیع اور استحکام کے موضوع پر بحث کریں گے۔اس سلسلے میں دونوں عظیم حکمرانوں کی فوجی مہمات اور ازدواجی تعلقات کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا جائے گا جس کے ذریعے انہیں ریاست کی توسیع اور استحکام میں بے پناہ کامیابی ملی۔ یہ دور کم و بیش خوشحالی کا دور تھا۔چندر گپت دوم کی موت کے بعد اسکند گپت اور اس کے جانشینوں کو ہنوں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا۔اسکند گپت کے آخری دور میں ریاست کو جو بیرونی خطرات در پیش آئے وہ بعد کے گپت حکمرانوں کے عہد میں مزید تباہی کا باعث بنے۔اس اکائی میں ان خطرات کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔اس کے علاوہ اس اکائی میں گپت سلطنت کے زوال کے مختلف پہلوؤں اور اسباب کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ساتھ ہی اس سلسلے میں جدید مورخین کے نظریے پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے ریاست کے زوال اور سیاسی غیر مرکزیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

12.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- سمدر گپت کے عہد میں سلطنت کا استحکام اور اس کی فوجی مہمات کو جان سکیں گے۔
- چندر گپت دوم کے دور حکومت اور سلطنت کے انتہائی عروج کو سمجھ سکیں گے۔
- چندر گپت دوم کی بیاہ شادی کے ذریعے مضبوط تعلقات قائم کرنے کی پالیسی کا جائزہ لے سکیں گے۔
- کمار گپت اول، اسکند گپت اور بعد کے گپت حکمرانوں کے بارے میں جان سکیں گے۔
- گپت سلطنت کے زوال اور اس کے اسباب کا تجزیہ کر سکیں گے۔

12.2 سمدر گپت کا دور حکومت اور ریاست کی توسیع

(Reign of Samudragupta: Establishment & Expansion of State)

یہ گپت خاندان کا سب سے عظیم سمراٹ یا شہنشاہ گزرا ہے جس نے گپت خاندان کے سیاسی اقتدار کو نہ صرف شمالی ہندوستان بلکہ دکن اور جنوبی ہندوتان تک پھیلا دیا تھا۔سمدر گپت کے کارناموں اور جنگی فتوحات کے بارے میں کتبوں اور سکوں سے پتہ چلتا ہے۔اس کے عہد کا سب سے اہم ماخذ الہ آباد ستون پر لکھا ہوا کتبہ (Prashasti) ہے۔یہ کتبہ سمدر گپت کے درباری شاعر ہری سین نے تحریر کیا تھا۔نظم و نثر میں لکھا گیا یہ کتبہ الہ آباد کے اسی ستون پر کندہ ہے جو بادشاہ اشوک نے اپنے عہد میں نصب کروایا تھا۔اس ستون پر اشوک اور سمدر گپت کے علاوہ مغل بادشاہ جہانگیر کا کتبہ بھی موجود ہے۔اس کتبے کے درمیانی حصے میں سمدر گپت کی شخصیت، اس کی سیاسی کامیابیوں اور فوجی مہمات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔اس طرح سمدر گپت کو ایک غیر معمولی انسان اور مثالی حکمراں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سمدر گپت نے گپت حکومت کو جو اب تک مشرقی اتر پردیش، بہار اور بنگال کے کچھ علاقوں تک محدود تھی، وسیع کیا اور اپنی فوجی مہمات کے ذریعہ پورے آریہ ورت (گنگا وادی کا علاقہ) اور شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہند میں اب تک موجود مختلف ریاستوں اور حکمراں خاندانوں کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی جگہ تن تنہا گپت خاندان کا سیاسی اقتدار پورے علاقے پر قائم ہو گیا۔ الہ آباد ستون کے کتبہ کے مطابق سمدر گپت نے آریہ ورت کے 10 بادشاہوں کو شکست دی اور ان کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں ضم کر لیا۔ وہ دس حکمراں درج ذیل ہیں:

1. رودر دیو (Rudra Deva): مغربی ہندوستان کا ایک شک حکمراں۔
2. ناگ دت (Naga Datta): شمالی ہند کا ناگ حکمراں۔
3. چندرورمن (Chandra Varman): اس کی حکومت مغربی بنگال کے بنکورا ضلع میں تھی۔
4. گن پتی ناگ (Ganpatti Naga): متھرا پر اس کا اقتدار تھا۔
5. ناگ سین (Naga Sena): مدھیہ پردیش کا ناگ حکمراں۔
6. اچیوت (Achyut): غالباً اتر پردیش کے بریلی ضلع میں اس کی حکومت تھی۔
7.ناندین (Nandin): شاید ایک ناگ حکمراں تھا۔
8. بالاورمن (Bala Verman): بالائی آسام یا مشرقی مالوہ کا ایک راجا تھا۔
9. کوٹا خاندان کا ایک حکمراں جس کے بارے میں بالعموم مانا جاتا ہے کہ وہ پنجاب کے لدھیانہ علاقہ میں حکمراں تھا۔
10. متیلا (Matila): اتر پردیش میں بلند شہر کے قریب۔

ان حکمرانوں کی ریاستی حدود کا تعین کرنا ذرا مشکل ہے کیوں کہ شاعر ہری سین نے حکمرانوں کے نام کے ساتھ ان کی ریاستوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ چوں کہ سمدر گپت نے ان حکمرانوں کو ہرانے کے بعد ان کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا، گویا وہ اب گپت حکومت کا حصہ بن گئے تھے اور ان کا آزادانہ وجود ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا الگ سے ان کی ریاستوں کا ذکر ہری سین کے نزدیک ضروری نہیں تھا۔ البتہ حکمرانوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سمدر گپت نے یقینی طور پر سب سے پہلے ناگا حکمرانوں پر حملہ کر کے ان کو ختم کیا ہوگا، کیوں کہ ناگا حکمراں شمالی ہند میں ایک مضبوط طاقت اور گپت خاندان کے سب سے بڑے حریف تھے۔ اس کے علاوہ سمدر گپت نے مالوہ کے علاقے پر بھی قبضہ کیا اور وہاں سے شک شتر پوں کا اقتدار ختم کیا جو اس وقت تک مغربی ہندوستان اور مالوہ کے علاقوں پر قابض تھے۔ آریہ ورت کے ان حکمرانوں کو شکست دینے اور ان کی ریاستوں کو ختم کر دینے کی وجہ سے ہی الہ آباد کے ستونی کتبے میں سمدر گپت کے لیے سوراجو چیٹا (Sarvarajo Chetta) یعنی راجاؤں کو ختم کر دینے والے کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔

الہ آباد ستون کے کتبہ کے مطابق سمدر گپت نے جنوبی ہند میں بھی فوجی مہمیں کیں، البتہ جنوبی ہند کے (12) بارہ حکمرانوں کو ہرانے کے بعد ان کو آزاد چھوڑ دیا اور شمالی ہند کے راجاؤں کے برعکس جنوبی ہند کے راجاؤں کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل نہیں کیا۔ یہ بات

دلچسپ ہے کہ جنوبی ہند کی فوجی مہم کا ذکر کرتے ہوئے ہری سین نے 12 حکمرانوں کے نام کے ساتھ ساتھ ان کی ریاستوں کا ذکر بھی کیا ہے جس سے ان راجاؤں کی ریاستی حدود کا تعین آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ان بارہ راجاؤں کے نام اور ان کی ریاستیں درج ذیل ہیں:

1. راجا مہندرا: کوشالا (چھتیس گڑھ میں موجودہ رائے پور، بلاس پور اور کوشل کا علاقہ) سنبل پور
2. ویاگھر راج:(Vyaghra Raja) مہاکانتر (بستر کے جنگلی علاقے)
3. مانتاراج(Manta Raja):- کورالا(Kaurala)،آندھرا پردیش میں مشری گوداوری ضلع
4. میندر گرمی-پشت پورا(Pishta Pura):آندھرا پردیش میں موجودہ کاکی نادا کا علاقہ
5. سوامی دتا:- کوتورا(Ksttura)،غالباً آندھرا پردیش میں موجودہ وشکھاپٹنم کا علاقہ
6. دامنا(Damana):-ارنڈپلا(Erandapalla) غالباً آندھرا پردیش کے وشکھاپٹنم کا علاقہ یا مغربی گوداوری ضلع
7. وشنو گوپ:- کانچی (شمالی تمل ناڈو میں کانچی پورم کا علاقہ) نیل راجا:- اومکت (Avamukta) غالباً آندھرا پردیش کا موجودہ اننت پور کا ضلع
8. ہستی ورمن:-وینگی (گوداوری اور کرشاندی کی ترائی میں موجود یداوگی کے علاقے
9. اگر سین:- پالکا(Palakka) آندھرا پردیش کے ولور ضلع کا علاقہ
10. کوویرا(Kuvera):-دیوراشٹر غالباً وشاکھاپٹنم کا مشرقی ساحلی علاقہ
11. دھنن جیا(Dhanan Jaya):
12. کستھلاپورا(Kusthala Pura) غالباً آندھرا پردیش کا مغربی علاقہ

دکن اور جنوبی ہند کے ان راجاؤں اور ان کی ریاستوں پر ایک نظر ڈالنے سے گپت حکومت کی فوجی قوت کا اندازہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ سمندر گپت انتہائی قابل اور عظیم فوجی کمانڈر تھا جس نے دکن اور جنوبی ہند جیسی دور دراز ریاستوں پر اپنی حکمت عملی اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعہ گپت خاندان کا سیاسی اقتدار و اثر قائم کر دیا تھا۔

جنوبی ہند کے راجاؤں کے سلسلہ میں سمدر گپت کی پالیسی شمالی ہند کے راجاؤں سے الگ تھی۔اس نے جنوبی ہند کے راجاؤں کو ہرایا لیکن ان کو اپنی اپنی ریاستوں میں آزاد اور خود مختار چھوڑ دیا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ سمدر گپت کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر لیں ۔مورخ رنبیر چکرورتی کی نظر میں اس نئی پالیسی کا سبب یہ تھا کہ سمدر گپت ہندوستانی مشرقی علاقوں سے ہونے والی تجارت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔الہ آباد ستون کے کتبہ میں ہری سین نے ذکر کیا ہے کہ سمدر گپت کا تعلق سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک سے بھی تھا۔چنانچہ یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ سمدر گپت کا ارادہ اپنی ریاست کو ساحلی علاقوں (بالخصوص اڑیسہ،آندھرا پردیش اور تمل ناڈو کے مشرقی ساحلی علاقے) سے جوڑنا تھا تاکہ اس راستے سے ہونے والی تجارت میں وہ بھی شریک ہو سکے اور سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک تک وہ آسانی سے پہنچ سکے۔ظاہر ہے اس کے لیے سمدر گپت کو جنوبی ہند اور مشرقی دکن کے علاقوں کو فتح کر کے ان پر براہ راست اپنا انتظام قائم کرنے

کی کوئی ضرورت نہیں تھی (اور یہ اس کے لیے معاشی وسائل کا زیاں بھی ہوتا)۔ اس کی نظر میں سیاسی مصلحت اندیشی کا تقاضہ یہ تھا کہ مشرقی دکن اور جنوبی ہند کی ریاستیں اس کے رابطہ میں آجائیں، اس کی سیاسی بالادستی قبول کرلیں اور اس طرح اسے بغیر کسی مزاحمت کے ساحل سمندر تک راستہ دے دیں تاکہ گپت حکومت کی تجارت بھی سمندری تجارت سے جڑ جائے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سمدر گپت کی دکن اور جنوبی ہند کی فوجی مہم سیاسی اقتدار یا اپنی ریاست کی توسیع کے لیے نہیں تھی، بلکہ اس کا زیادہ گہرا رشتہ معاشی اور دفاعی مفاد سے تھا۔

شمال اور جنوب کی ریاستوں پر اپنا اثر قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ سمدرر گپت نے سرحدی ریاستوں اور قبائلی علاقوں پر بھی اپنا اقتدار جمالیا تھا۔ ہری سین کے مطابق سرحدی علاقوں کے پانچ حکمراں سردار اور 9 غیر بادشاہی جمہوری ریاستوں کے سربراہوں نے سمدر گپت کی اطاعت قبول کرلی تھی اور خراج دینے پر بھی راضی ہوگئے تھے۔ سرحدی علاقوں کے لیڈروں اور جمہوری ریاستوں کو سیاسی طور پر ماتحت کرلینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب گپت حکومت ایک بہت بڑے حصے پر قائم ہوگئی تھی، جو جنوب مشرقی بنگلا دیش سے راجستھان اور ہمالیہ کی ترائی سے مغربی دکن تک پھیلی ہوئی تھی۔

سمدر گپت گرچہ پورے ہندوستان پر گپت حکومت قائم نہیں کرسکا، لیکن وہ ایسا سیاسی رشتہ بنانے میں ضرور کامیاب ہوا جس کے ذریعہ براہ راست یا بالواسطہ پورے ہندوستان پر اپنا سیاسی دبدبہ اور اثر ورسوخ باقی رکھ سکا۔ جہاں تک براہ راست قبضہ کی بات ہے، تو گپت حکومت سوائے کشمیر کے شمالی ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قائم تھی، جس میں پنجاب، راجستھان اور گجرات وسندھ بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ وسط ہند میں جبل پور، چھتیس گڑھ اور اڑیسہ کے علاقے پر بھی براہ راست گپت حکومت کا ہی انتظام تھا۔ شمالی ہند اور وسط ہند کے گردونواح میں وہ ریاستیں تھیں جن پر گپت حکومت کا نہ تو براہ راست قبضہ وانتظام تھا اور نہ ہی یہ جنوب ہند کی ریاستوں کی طرح آزاد وخود مختار چھوڑ دی گئی تھیں، بلکہ ان کا رشتہ ماتحتی کا تھا جس کے سبب ان پر خراج دینا لازمی تھا۔

12.3 چندر گپت دوم (Chandragupta II)

سمدر گپت کے بعد گپت حکومت کی توسیع اور استحکام کا سلسلہ اس کے جانشیں چندر گپت دوم (375-414ء) نے آگے بڑھایا۔ ایک روایت کے مطابق چندر گت دوم کے راجا بننے کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ اس روایت سے یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ ایا چندر گپت دوم ہی سمدر گپت کا حقیقی جانشیں تھا یا نہیں۔ ساتویں صدی عیسوی کے ڈرامہ نگار وشاکھ دت (Vishakhadatta) نے اپنے ڈرامہ ''دیوی چندر گپتم''، میں بیان کیا ہے کہ چندر گپت دوم کا بڑا بھائی ''رام گپت'' سمدر گپت کا اصل جانشیں تھا۔ تخت نشیں ہونے کے فوراً بعد اس پر شک راجا نے حملہ کردیا۔ دشمن راجا کا مقابلہ کرنے کے بجائے رام گپت نے اپنے وزیر کے مشورے پر صلح کی درخواست کی اور بدلے میں اپنی بیوی ''دھرودیوی'' (Dhruv Devi) کو شک راجا کے حوالہ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ چندر گپت دوم خاندان کی اس بے حرمتی کو برداشت نہ کرسکا۔ اس نے دھرودیوی کے بھیس میں شک کیمپ میں گھس کر شک راجا کو قتل کردیا۔ اس کے بعد چندر گپت دوم اپنے بھائی کو قتل کرکے خود راجا بن گیا اور دھرودیوی سے شادی کرلی۔

کیااس دلچسپ روایت کی کوئی حقیقت ہے اور کیا واقعی رام گپت تاریخی طور پر ایک راجا تھا جو سمدر گپت کا جانشیں بنا۔اس سوال پر مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔رام گپت کے تاریخی وجود کو تسلیم کرنے والے مورخین مانتے ہیں کہ بھلسا(Bhilsa) کے مقام پر تانبے کے جو سکے پائے گئے ہیں وہ قطعی طور پر رام گپت سے منسوب کیے جا سکتے ہیں۔اس کے علاوہ وسط ہند میں ودیشا(Vidisha) کے قریب جین مذہبی گروؤں کے تین مجسمے پائے گئے ہیں جن پر لکھے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مجسموں کو کسی ''مہاراج دھراج رام گپت'' نے نصب کروایا تھا۔ بہر حال جدید مورخین اس روایت کو درست نہیں سمجھتے اور رام گپت کو محض ایک خیالی وافسانوی کردار مانتے ہیں۔ان کا ماننا ہے کہ گپت دور کے ہم عصر ریکارڈس میں رام گپت نام کے کسی راجا کا ذکر نہیں ملتا۔جہاں تک یہ دلیل کہ رام گپت کے نام کے چند سکے وسط ہند سے دستیاب ہوئے ہیں،اس سلسلے میں مشہور مورخ ڈی۔سی۔سرکار(D.C. Sircar) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ علم مسکوکات کی روشنی میں یہ سکے چھٹی صدی عیسوی کے دور سے تعلق رکھتے ہیں،جب کہ رام گپت کا دور حکومت 370-375 عیسوی کے درمیان مانا جاتا ہے۔ مشہور مورخ آر۔سی مجمدار(R.C. Majumdar) کا خیال ہے کہ بھلسا کے مقام پر جو سکے دستیاب ہوئے ہیں اور جس میں رام گپت کا نام ملتا ہے،وہ مالوہ کے مقامی راجا کے معلوم ہوتے ہیں جس کا نام بھی رام گپت تھا۔اسی طرح کتبے میں جس رام گپت کا ذکر ہے،بعض جدید مورخین کی رائے میں وہ بعد کے دور کا گپت راجا ہے نہ کہ سمدر گپت کا جانشیں۔چنانچہ سمدر گپت اور چندر گپت دوم کے درمیان کسی اور کو حکمراں ماننا تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہوگا۔آر۔سی مجمدار نے ایک اور دلچسپ نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بات بعید از امکان معلوم ہوتی ہے کہ سمدر گپت جیسے عظیم فاتح کے جانشیں کو شک حکمراں نے اس طرح شکست دی ہو کہ اسے صلح کے لیے اپنی بیوی اس کے حوالے کرنی پڑی۔

بہر حال سمدر گپت کی خاص رانی مہادیوی(Mahadevi) کے بطن سے چندر گپت دوم کا جنم ہوا جو 376ء میں تخت نشین ہوا اور تقریباً 35 سالوں کی حکومت کے بعد 415ء میں وفات پائی۔سمدر گپت کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے چندر گپت دوم نے بھی سلطنت کی توسیع کے لیے فوجی مہمات کیں۔چندر گپت دوم کا سب سے اہم فوجی کارنامہ مغربی ہندوستان بالخصوص گجرات کے علاقے پر قبضہ کر کے وہاں سے شک حکمرانوں کا اقتدار ختم کرنا تھا۔پانچویں صدی کی پہلی دہائی میں اس نے مغرب کے شک حکمرانوں کے خلاف چڑھائی کی اور شک حکمراں "ردرسمہا"(Rudrasimha) کو ہرا کر گجرات اور کاٹھیاواڑ کے علاقے اپنی ریاست میں شامل کر لیے۔اس طرح بالآخر تین صدیوں تک حکومت کرنے کے بعد مغرب کے شک حکمرانوں کا تسلط ختم ہوا اور مغربی ہند بھی مکمل طور پر گپت سلطنت کا حصہ بن گیا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا اس نے یہ کامیابی تقریباً 411-412ء میں حاصل کی۔اس کی دلیل چاندی کے وہ سکے ہیں جو چندر گپت دوم نے اپنی جیت کے بعد جاری کیے۔یہ ذہن میں رہے کہ چندر گپت دوم وہ پہلا گپت راجا ہے جس نے چاندی کے سکوں کا رواج شروع کیا،جب کہ اس سے قبل صرف سونے اور تانبے کے سکے ہی ڈھالے جاتے تھے۔مورخین کا ماننا ہے کہ غالباً یہ بھی شک حکمرانوں کا ہی اثر تھا کیوں کہ چندر گپت دوم کے ذریعہ جاری کیے گئے چاندی کے سکوں میں اور شک حکمرانوں کے چاندی کے سکوں میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔چندر گپت دوم کی اس فتح کا ثبوت اس بات سے بھی چلتا ہے کہ انہیں سکوں میں اس کو ''شیر کو قتل کرنے والا'' دکھایا گیا ہے،چوں کہ گجرات کے

علاقے شیروں کی آماجگاہ تھے، اس لیے شیر کو قتل کرنے والی تصویر سے یہ مفہوم لینا بعید نہیں ہوگا۔ گجرات پر فتح حاصل کرنے سے جہاں ایک طرف ایک دشمن طاقت کا خاتمہ ہوا اور مغربی مالوہ و مغربی ہندوستان کے علاقے میں گپت حکومت کو استحکام ملا، وہیں دوسری طرف گجرات جیسا زرخیز خطہ اور ایک اہم تجارتی مرکز بھی گپت حکومت کا حصہ بن گیا، جو بین الاقوامی سمندری تجارت کا اہم مرکز تھا۔ بہر حال چندر گپت دوم کے دور میں گپت خاندان کا اقتدار بنگال سے شمال مغرب اور ہمالیہ کی ترائی سے نرمداندی تک پھیل چکا تھا۔

چندر گپت دوم نے حکومت کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کے استحکام پر بھی خاص توجہ دی۔ اپنے دادا چندر گپت اول کی طرح سیاسی مصلحت کے پیش نظر اس نے بھی متعدد ریاستوں کے سربراہوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ ظاہر ہے ان رشتہ داریوں نے ایک طرف گپت حکومت کو استحکام بخشا اور ساتھ ہی اس حکومت کا دائرہ اقتدار گردو پیش کی ریاستوں تک پھیلا دیا۔ وہ ریاستیں جن میں چندر گپت دوم نے ازدواجی تعلقات قائم کیے، درج ذیل ہیں:

وسط ہند کے ناگ حکمرانوں سے تعلقات بہتر بنانے کے لیے چندر گپت دوم نے ناگ شہزادی ''کبیر ناگ'' سے شادی کی۔ اگرچہ ناگ حکمراں سمدر گپت کے دور میں ہی گپت حکومت کی ماتحتی تسلیم کر چکے تھے، لیکن ان کے ساتھ اچھے رشتے بنانے کے لیے ازدواجی تعلقات ضروری تھے۔

چندر گپت دوم نے اپنی بیٹی ''پربھاوتی'' کی شادی ''واکاٹک'' خاندان میں کر دی، کیوں کہ یہ خاندان دکن کی سیاست میں سب سے مضبوط اور طاقتور تھا۔ اس رشتہ داری کا ہی نتیجہ تھا کہ جب واکاٹک ریاست کے راجا ردرسین (Rudrasen) دوم کی موت ہوئی تو پربھاوتی وکاٹک ریاست کی سرپرست بنی کیوں کہ اس کے تمام بیٹے ابھی نابالغ تھے۔ اس طرح اپنی بیٹی ''پربھاوتی'' کے نام پر اصل حکومت چندر گپت دوم کے ذریعہ ہی انجام پاتی رہی۔ گویا اس دوران واکاٹک ریاست پر بھی گپت خاندان کی حکومت تھی۔ ناگا اور واکاٹک ریاستوں میں ازدواجی رشتے قائم کرنے کی ایک اور وجہ یہ رہی ہوگی کہ یہ دونوں ریاستیں جغرافیائی اعتبار سے انتہائی اہم تھیں۔ مغرب کے شک حکمرانوں کے خلاف کسی بھی فوجی مہم کے کامیاب ہونے کے لیے چندر گپت دوم کو ان کے تعاون کی سخت ضرورت تھی۔ ایسے میں چندر گپت دوم کا ان سے دشمنی رکھنا سیاسی دوراندیشی کے خلاف تھا۔

اس کے علاوہ چندر گپت دوم نے کنتلا (کرناٹک) کے ''کادمبا'' خاندان میں بھی رشتہ داریاں قائم کی تھیں۔ وکرمآدتیہ (Vikramaditya) کا لقب اختیار کرنے والے چندر گپت دوم کا ذکر ہمیں دہلی کے مہرولی میں قطب کامپلیکس میں موجود آہنی ستون پر لکھے کتبے میں بھی ملتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں نصب کیے گئے اس آہنی ستون سے ہمیں اس دور کی تکنیک اور دھات کے علم (Metallurgy) میں ان کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتبے سے ہمیں بنگال اور پنجاب میں چندر گپت دوم کی فوجی مہم اور ویشنو مذہب کے تئیں اس کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ بنگال کے سرحدی حکمرانوں کو سمدر گپت اپنا ماتحت بنا چکا تھا اور پنجاب کے کشان حکمرانوں نے سمدر گپت کے اقتدار اعلیٰ اور سیاسی بالادستی کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن اندرونی معاملات میں وہ اب بھی مکمل طور پر آزاد اور خود

مختار تھے۔ چناچہ بہت ممکن ہے کہ چندر گپت دوم کی فوجی مہم کا مقصد تھا کہ ان علاقوں کو مکمل طور پر براہ راست گپت سلطنت کے انتظامی و سیاسی کنڑول میں لایا جائے۔اس طرح اگر یہ بات مان لی جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ چندر گپت دوم نے سمدر گپت کا ادھورا کام مکمل کر دیا اور پورے شمالی ہند پر گپت سلطنت کا اقتدار مستحکم کر دیا۔

12.4 کمار گپت اول (Kumaragupta I)

چندر گپت دوم کے انتقال کے وقت تک پورے شمالی ہند اور گجرات تک کے علاقوں پر گپت خاندان کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کے جانشیں کمار گپت اول (414-454ء) کے دور میں کوئی خاص فوجی مہم نہیں ہوئی، البتہ انتظام واستحکام پر زیادہ توجہ دی گئی۔اس نے ریاست کے مرکزی حصوں (درمیانی گنگا کا میدانی علاقہ) کے ساتھ ساتھ شمالی بنگال، شمالی بہار اور راجستھان کے علاقوں پر بھی مضبوط کنڑول قائم کیا۔ یہ عہد گپت حکومت کا اہم اور خوشحال ترین عہد تھا جیسا کہ ان بے شمار خالص سونے کے سکوں سے اندازہ ہوتا ہے جو کمار گپت اول نے اس دور میں جاری کیے تھے۔

12.5 اسکند گپت (Skandagupta)

کمار گپت کی موت کے بعد اسکند گپت (454-467) حکمراں بنا جس کے عہد میں گپت حکومت کو شاہی خاندان کے اندر بغاوت اور ہنوں کی شکل میں باہری طاقت کے حملے کے اندرونی اور بیرونی خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دور میں شاہی خاندان کے افراد کے درمیان تخت کو لے کر سیاسی کشمکش صاف نظر آتی ہے۔ مثلاًتاریخی طور پر سکوں اور کتبات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکند گپت ہی کمار گپت اول کا جانشیں تھا، لیکن تعجب یہ ہے کہ بعد کے دور کے گپت خاندان کے شاہی شجرہ نسب میں اسکند گپت کا ذکر نہیں ہے بلکہ جانشیں کے طور پر اس کی جگہ پرو گپت (Puragupta) کا نام درج ہے۔ یہ بھی دلچسپی سے کم نہیں کہ ماں کا نام بھی کسی خاندانی شجرہ نسب میں نہیں ملتا، یہاں تک کہ خود اسکند گپت کے کتبہ میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اسکند گپت کی ماں کمار گپت اول کی خاص رانی (Mahadevi) نہیں تھی اور اسی لیے روایتی و قانونی طور پر اسکند گپت کو تخت کا حق دار نہیں سمجھا گیا۔ کیوں کہ روایتی طور پر گدی پر بیٹھنے کا حق خاص رانی کے بڑے بیٹے کو ہوتا تھا۔ آر، سی، مجمدار کے مطابق اس سلسلہ میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تخت نشینی کو لے کر شاہزادوں میں سیاسی جدوجہد شروع ہو چکی تھی۔ قیاس یہ ہے کہ کمار گپت کی موت کے بعد تخت کا اصلی وارث اسکند گپت نہیں بلکہ پرو گپت تھا، لیکن تخت نشینی کی لڑائی میں اسکند گپت نے اپنے بھائیوں کو ہرا کر گدی پر قبضہ کر لیا۔ ظاہر ہے اس سیاسی رسہ کشی کا اثر ریاست کے انتظام وانصرام اور خاص کر اس کے معاشی حالات پر ضرور پڑا ہوگا، جیسا کہ اس عہد کے سکوں سے پتہ چلتا ہے۔ایک تو یہ کہ اس عہد میں سونے کے سکے ماضی کے مقابلہ میں کم تعداد میں جاری کیے گئے اور دوسرے یہ کہ جو سونے کے سکے جاری بھی ہوئے، ان میں سونے کی مقدار کم تھی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معاشی حالات میں بحرانی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔

اسکند گپت کا سب سے عظیم کارنامہ زوال پذیر گپت سلطنت کو دوبارہ مضبوط اور مستحکم کرنا تھا۔ کمار گپت کی وفات کے دنوں میں

گپت سلطنت کو اندرونی اور بیرونی طاقتوں کا خطرہ درپیش تھا۔ اسکند گپت نے ان خطرات کا مقابلہ کس طرح کیا، اس کا اندازہ بھیتری کے کتبے سے کیا جاسکتا ہے جس میں ذکر ہے کہ سلطنت کو بچانے اور مستحکم کرنے کے لیے اسکند گپت کو "کھلی زمین پر سونا پڑا۔" کمار گپت کی حکومت کے آخری دنوں میں اسکند گپت نے طاقتور پشیا متروں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ تخت نشینی کے فوراً بعد ہنوں کا حملہ اسکند گپت کے لیے بڑا چیلنج تھا۔ تقریباً 458ء میں اسکند گپت نے ہنوں کے خلاف کامیابی حاصل کی۔ ہنوں پر اس کی فتح ایک بڑی کامیابی تھی، جس کا اندازہ ہنوں کے سیاسی دبدبے اور فوجی قوت سے لگایا جاسکتا ہے۔ اسکند گپت کے تخت نشین ہونے سے کچھ ہی وقت بعد 476 عیسوی میں ہنوں نے مغربی رومی سلطنت کو پے در پے شکست دے کر اس کا خاتمہ کر دیا اور یورپ پر اپنا اقتدار قائم کر دیا تھا۔ حالانکہ ان کے یکے بعد دیگرے حملوں کا ہندوستانی معیشت پر منفی اثر پڑا جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔

12.6 بعد کے گپت حکمراں (Later Gupta Emperors)

467ء میں اسکند گپت کی موت کے بعد گپت حکمرانوں کے دور حکومت کا تعین کرنا ذرا مشکل ہے۔ قیاس یہ ہے کہ اسکند گپت کے بعد "پرو گپت" اور "کمار گپت دوم" دونوں نے 457 سے 475ء کے درمیان کچھ عرصے کے لیے حکومت کی۔ 475ء میں بدھ گپت نے حکومت سنبھالی اور 25 سال تک یعنی 500ء تک حکمرانی کی۔ چھٹی صدی کی ابتدا سے گپت حکومت کے مرکزیت پسند اقتدار کا زوال شروع ہو چکا تھا اور اب سیاسی غیر مرکزیت صاف نظر آنے لگی۔ ایک ہی وقت میں تین گپت حکمراں شمالی ہند کے الگ الگ حصوں میں گپت خاندان کے نام پر حکومت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر پرونیا گپت (502ء) مشرقی بنگال میں، بھانو گپت (510ء) مشرقی مالوہ میں اور نرسمہا بالآدتیہ (515-530ء) شمالی بہار میں حکمراں تھا۔ ان کا الگ الگ حصوں پر اقتدار قائم رکھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اب گپت حکومت کے مرکزیت پسند کردار میں انتشار آچکا تھا۔

گپت حکومت کے سیاسی بحران میں ہنوں کے حملے سے اور اضافہ ہو گیا۔ "ہن" وسط ایشیائی خانہ بدوش قبائل تھے جو انتہائی خطرناک جنگ جو تھے۔ پانچویں صدی کے وسط تک ہنوں قبائل آمو دریا (Oxus river) کی وادی پر قبضہ کر چکے تھے اور ہندوستان و ایران دونوں کے لیے خطرہ بن چکے تھے۔ وہاں سے انہوں نے گندھار ریاست پر حملہ کیا اور پھر ہندوستان میں داخل ہو کر گپت سلطنت کے لیے سب سے بڑا چیلینج بن گئے تھے۔ پانچویں صدی کے اختتام تک ہنوں کے سردار، جس کا نام تورامن تھا، پنجاب سے نکل کر مغربی ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا، جس میں مدھیہ پردیش کا علاقہ اران (Iren) بھی شامل تھا، جیسا کہ اران کتبہ سے معلوم ہوتا ہے۔ تورامن کے سکوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا اقتدار یوپی کے کچھ حصوں، راجستھان، پنجاب اور کشمیر پر قائم تھا۔ تورامن کے بعد اس کا بیٹا مہر کلا اس کا جانشیں ہوا اور تقریباً 515ء میں گدی پر بیٹھا۔

پانچویں صدی کے اختتام اور چھٹی صدی کی ابتدا سے ہنوں کے لیڈر کمانڈر "تورامن" اور اس کا بیٹا "مہر کلا" نے شمال مغربی ہند، مغربی ہند (گجرات) 503ء اور مالوہ (501)ء اور وسط ہند کے بڑے علاقے پر اپنا قبضہ جمالیا اور اس طرح گپت حکومت کے علاقوں پر اپنا تسلط

قائم کرکے گپت راجاؤں کا سیاسی اقتدار کمزور کردیا۔

12.7 گپت سلطنت کا زوال (Decline of Gupta Empire)

چھٹی صدی کے وسط تک گپت سلطنت کا زوال ہو چکا تھا۔ وہ ریاستیں جو کل تک گپت سلطنت کے ماتحت اور تابع دار تھیں ، وہ سلطنت کی اندرونی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آزاد و خود مختار ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گپت سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ اس دور میں مختلف نئے سیاسی خاندانوں نے عروج پایا اور کئی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ریاستیں بنیادی طور پر ان سیاسی خاندانوں کے ذریعہ قائم ہوئیں تھیں جو ایک زمانے میں گپت حکمرانوں کے ماتحت (Vassal) تھے۔ آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے گپت سلطنت کا زوال ہوا۔ ہم مندرجہ ذیل سطروں میں مختصراً چند اسباب کا جائزہ لیں گے۔

12.7.1 ہنوں کا حملہ (Invasion of Hunas)

ہن وسط ایشیا کے قبائلی خانہ بدوش تھے جو کمار گپت اول کے عہد سے ہی شمال مغربی سرحدی علاقوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھا رہے تھے۔ ہنوں نے ہندوستان پر کئی حملے کیے اور رفتہ رفتہ شمال اور مغربی ہندوستان میں کچھ جگہوں پر اپنی حکومت قائم کرلی۔ حالانکہ شروع میں گپت راجاؤں نے بالخصوص اسکند گپت نے ہنوں کا مقابلہ کیا اور ان کو ہرا کر گپت سلطنت کا دفاع کرنے میں بھی کامیاب ہوا۔ لیکن تورامن نے ، جو ہنوں کا سردار تھا، پانچویں صدی کے اختتام تک مغربی ہندوستان (گجرات) اور وسط ہند (مالوہ) کے ایک بڑے حصے پر اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا۔ تورامن کے اقتدار کو اس کے بیٹے مہر کلا نے مزید آگے بڑھایا۔ اکثر مورخین کی رائے ہے کہ ہنوں کے حملوں نے گپت سلطنت کے سیاسی اقتدار واستحکام کو بہت دھچکا پہنچایا اور خاص کر شمال اور مغربی ہند میں گپت راجاؤں کا رسوخ بالکل ختم کردیا۔ لیکن بعض مورخین، جن میں آر سی مجمدار بھی شامل ہیں، اس رائے سے اتفاق نہیں رکھتے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ بات درست ہے کہ ہنوں کا حملہ گپت راجاؤں کے لیے ایک بڑا سیاسی و فوجی چیلنج تھا لیکن وہ ہندوستان میں ایسے خطرناک اور تباہ کن ثابت نہیں ہوئے جیسے یورپ میں رومی سلطنت کے خلاف۔ اس کا ثبوت وہ مختلف جنگیں ہیں جن میں ہنوں کو ہندوستانی راجاؤں نے شکست دی۔ مثال کے طور پر اسکند گپت کے علاوہ نرسمہا گپت کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے مہر کلا کے خلاف جیت حاصل کی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اولیکا اور موکھری راجاؤں نے بھی اپنے کتاب میں ہنوں کو ہرانے کا دعویٰ کیا ہے۔ جب کہ اولیکا اور موکھری ابھی بھی گپت سلطنت کے ماتحت تھے لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہنوں کا حملہ اور ان کی سیاسی و فوجی قوت ہندوستانی راجاؤں کے لیے قابل شکست نہیں تھیں۔ چنانچہ ہنوں کے چیلنج کو حد سے زیادہ توجہ دینا تاریخی طور پر درست نہیں ہوگا۔

12.7.2 اندرونی مشکلات (Internal Problems)

جدید مورخین کا ماننا ہے کہ گپت سلطنت کے زوال میں بیرونی سے زیادہ اندرونی عوامل کا دخل ہے۔ دراصل گپت راجاؤں نے ریاست کی توسیع کے وقت جیتے گئے علاقوں پر ایک مضبوط اور مؤثر انتظام و کنٹرول نافذ کرنے کے بجائے، ایک ڈھیلا اور لچیلا نظام لاگو کرنے کی

پالیسی اپنائی۔اس پالیسی کے تحت جیتے گئے علاقے مقامی سرداروں یا راجاؤں کے سپرد کردیے گئے بشرطیکہ وہ گپت راجاؤں کی سیاسی بالادستی و اقتدار اعلیٰ کو قبول کرلیں۔اس طرح براہ راست کنڑول نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی سردار یا راجا اس وقت تک وفادار اور اطاعت گذار رہے جب تک سلطنت کا مرکزی ڈھانچا مضبوط رہا۔ لیکن جیسے ہی کوئی کمزور راجا تخت نشین ہوتا یا اندرونی طور پر کشمکش پیدا ہوتی اور تخت نشینی کو لے کر جھگڑے ہوتے،(جیسا کہ گپت سلطنت کے آخری دور میں ہوا)ان مقامی راجاؤں اور سرداروں کے لیے سر اٹھانا اور خود مختاری کا دعویٰ کرنا آسان ہو جاتا۔ بالآخر وہی ہوا اور پانچویں صدی کے اختتام اور چھٹی صدی کے شروع میں ان علاقائی طاقتوں نے کمزور گپت راجاؤں اور مرکزی نظام کے ڈھیلے پن کا فائدہ اٹھایا اور اپنی آزادی و خود مختاری کا اعلان کردیا۔اس طرح سلطنت کے مختلف حصے لوٹ کر الگ اور آزاد ہو گئے۔ ہم نیچے ان ریاستوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو گپت سلطنت کے زوال کے بعد شمال اور مغربی ہند میں قائم ہوئی تھیں۔

- موکھری(Maukharis) سردار جو کل تک گپت سلطنت کے ماتحت تھے، چھٹی صدی عیسوی کے ابتدائی دہائیوں میں مکمل طور پر آزاد ہو گئے، جیسا کہ گیا ضلع سے برآمد ہوئے موکھری سردار اننت ورمن کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے۔ موکھریوں کا اقتدار اترپردیش کے علاقوں پر تھا اور ان کی راجدھانی قنوج تھی۔
- راجستھان کے مندسور علاقہ میں اولیکار(Aulikara) خاندان نے خود مختاری کا اعلان کردیا جو سمدر گپت عہد میں گپت سلطنت کا ماتحت تھا۔اولیکار خاندان کے شیسودھرمن نے گپت سلطنت کے زوال میں اہم رول ادا کیا۔اس نے ہنوں کے خلاف بھی زبردست مزاحمت کی تھی اور ہنوں کو ہرا کر ہندوستان کو ایک بڑی تباہی سے بچایا تھا۔
- ولبھی مترکا(Maitrakas) جو پانچویں صدی تک گپت سلطنت کے ماتحت تھے، چھٹی صدی کے وسط میں وہ بھی آزاد ہو گئے اور گجرات کے علاقے میں اپنا اقتدار جمالیا۔
- راجستھان کے جودھپور کے علاقے میں گرجروں(Gurjeras) نے چھٹی صدی کے وسط تک ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرلی تھی۔
- اس کے علاوہ شمال مغربی ہند میں مختلف مقامی سیاسی گھرانوں کے ساتھ ساتھ ایرانیوں اور ہنوں نے الگ الگ حصوں پر اپنا دبدبہ قائم کر رکھا تھا۔

بعض مورخین نے، جن میں آر ایس شرما، ڈی، این جھا اور بی، این یادو پیش پیش ہیں، زمینی عطیات(Land grants) کو سلطنت کے کمزور ہونے کا اصل سبب مانا ہے۔ گپت راجاؤں نے اپنے افسروں کو بطور تنخواہ زمینی عطیات دینے شروع کردیے، جو شروع میں صرف برہمنوں کو بطور انعام یا دان دیے جاتے تھے۔ان زمینی عطیات کے ساتھ وہ تمام زرعی، قانونی اور انتظامی اختیارات بھی افسروں کو دے دیے جاتے جن پر کل تک صرف راجا کا حق تھا۔ یعنی ٹیکس وصول کرنے، سزا و جزا دینے اور نظم و نسق چلانے کا مکمل اختیار و آزادی۔ چنانچہ دھیرے دھیرے عطیہ پانے والے افسران اپنے اپنے علاقوں میں مضبوط اور مالدار ہو گئے، جو مستقبل میں نہ صرف یہ کہ راجا کی کمزوری کا سبب بنے بلکہ سلطنت کے لیے خطرہ بھی۔ گپت راجا اور عطیہ پانے والوں کے درمیان اقتدار و حقوق کی حصہ داری سے جو نظام وجود میں آیا اسے "

سامنت نظام" بھی کہا جاتا ہے۔ بہر حال سامنتوں نے اپنا اقتدار بڑھانا شروع کیا جس سے بالآخر ریاست کمزور ہو گئی۔

سیاسی مشکلات کے علاوہ گپت سلطنت کو معاشی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ آپسی خانہ جنگی اور مستقل فوجی لڑائیوں نے، خاص طور پر ہنوں کے خلاف لڑی گئی جنگوں نے، ریاست کے ذرائع آمدنی پر بہت زیادہ بوجھ ڈالا، جس کا اثر ہمیں اسکند گپت کے سکوں میں نظر آتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے دور میں سونے کے سکوں کی تعداد کم ہوئی اور دوسرے یہ کہ پانچویں صدی کے اختتام سے گپت سلطنت کے سکوں میں خالص سونے کی مقدار بھی مستقل گھٹنے لگی۔ اس سے معشیت میں آئے بحران کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

گپت سلطنت کے زوال کے سلسلہ میں اوپر دیے گئے اسباب کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زوال کی اصل وجہ داخلی مشکلات تھیں نہ کہ خارجی۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہنوں کے حملہ نے سیاسی بحران میں مزید اضافہ کیا۔ اسی طرح گپت خاندان میں آپسی رسہ کشی اور تخت نشینی کی کشمکش نے بھی ریاست کو ضرور نقصان پہنچایا۔ بہر حال کم و بیش ان تمام اسباب نے ایک مضبوط اور طاقتور ریاست کو کمزور کر دیا جو بالآخر متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔

12.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

سمدر گپت کے انتقال کے وقت گپت سلطنت مشرقی وسط ہند اور شمالی ہند میں ایک مضبوط مقام حاصل کر چکی تھی۔ چندر گپت نے ریاست کو استحکام بخش اور اس کی مزید توسیع کی۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ سمدر گپت نے ریاست کے مرکزی علاقوں کے علاوہ دوسری ریاستوں کو شکست دیکر ماتحت ضروری کیا لیکن ان پر براہ راست گپت سلطنت کا کنٹرول نہیں قائم کیا تھا۔ چندر گپت دوم نے وسط ہند اور مغربی ہند کی شک حکومت کا خاتمہ کر کے نہ صرف یہ کہ پہلی بار ریاست کا اقتدار گجرات تک کے علاقوں پر قائم کر دیا بلکہ ماتحت ریاستوں پر بھی براہ راست انتظام نافذ کر کے ان کو ریاست کا حصہ بنا لیا۔ لیکن کمار گپت اور اسکند گپت کے دور میں ہی ریاست میں سیاسی ضلفشار شروع ہو گیا۔ جو بالآخر بعد کے گپت حکمرانوں کے عہد میں ریاست کے زوال میں تبدیل ہو گیا۔

گپت سلطنت کے زوال کا سبب اندرونی اور بیرونی دونوں تھا، یعنی جہاں ایک طرف ریاست کو خاندانی تخت نشیشی کے جھگڑے، ماتحت ریاستوں کی خود مختاری اور معاشی بدحالی نے کمزور کیا، وہیں دوسری طرف ہنوں کے حملوں نے بھی ریاست کی مرکزیت اور سیاسی قوت کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بہر حال چھٹی صدی کے وسط تک ریاست کا زوال مکمل ہو چکا تھا۔

12.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

وکرمادتیہ : اجین کا ایک راجا تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے پہلی صدی عیسوی میں شک حملہ آوروں کو مغربی ہند سے باہر نکالا تھا۔ چنانچہ آنے والے دور میں وکرمادتیہ ہر اس کا راجا کا لقب بن گیا جو اپنی فوجی مہمات اور فتوحات کے لیے مشہور ہوئے۔

آہنی ستون : دہلی کے قطب مہرولی میں قطب مسجد کے صحن میں موجود آہنی ستون جس پر چندر گپت نامی بادشاہ کی فوجی مہمات اور مذہبی عقیدہ کا ذکر ہے۔ مورخین کے مطابق یہ ستون چندر گپت دوم نے نصب کروایا تھا۔ اس ستون پر کندہ کتبہ سنسکرت زبان میں لکھا ہوا ہے۔

ہن : وہ وسط ایشیا کے خانہ بدوش قبائل تھے جنہوں نے پانچویں صدی کے اختتام اور چھٹی صدی کے ابتدا میں شمال مغربی ہند اور شمال ہند پر متعدد حملے کیے۔

ماتحت حکمراں : ماتحت حکمراں (Vassals) وہ حکمراں جو گپت سلطنت کے ماتحت تھے اور گپت راجاؤں کی سیاسی بالادستی قبول کر چکے تھے اور انہیں خراج بھی ادا کرتے تھے۔ البتہ اپنی ریاست کے اندرونی معاملات میں یہ آزاد اور خود مختار تھے۔

12.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

12.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. گپت خاندان کا سب سے عظیم سمراٹ کون تھا؟
2. سمدر گپت کے عہد کے سب سے اہم ماخذ کا نام بتائیے۔
3. الہ باد ستون پر کن حکمرانوں کے کتبے مندرج ہیں؟
4. آریہ ورت سے کیا مراد ہے؟
5. راجا ناگ دت کی حکومت کس علاقے پر تھی؟
6. وشاکھ دت کے لکھے ہوئے ڈرامے کا نام بتائیے۔
7. چندر گپت دوم نے کس شک حکمراں کو شکست دے کر گجرات اور کاٹھیاواڑ حاصل کیا؟
8. چندر گپت دوم نے اپنی بیٹی پربھاوتی کی شادی کس حکمراں خاندان میں کی؟
9. بعد کے دور کے گپت خاندان کے شجرے میں اسکند گپت کی جگہ کس حکمراں کا ذکر ہے؟
10. اسکند گپت نے ہنوں کو کب شکست دی؟

12.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سمدر گپت کی جنوبی مہم کا تجزیہ کیجیے۔
2. دیوی چندر گپتم کے مطابق چندر گپت دوم کی تخت نشینی کا واقعہ بیان کیجیے۔
3. چندر گپت کی شادی بیاہ کے تعلقات کی پالیسی پر روشنی ڈالیے۔

4. اسکند گپت نے ہنوں کا کس طرح سامنا کیا؟ جائزہ لیجیے۔
5. بعد کے گپت حکمرانوں کے بارے میں ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

12.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. سمدر گپت کے دور حکومت پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. چندر گپت دوم کے دور حکومت اور اس کے سیاسی تعلقات کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔
3. گپت سلطنت کے زوال کے کیا اسباب تھے، وضاحت کیجیے۔

12.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
2. H.C. Raychaudhuri, Political History of Ancient India, University of Calcutta, 1923
3. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004..
4. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
5. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969.
6. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
7. R.C. Majumdar, ed., *The Classical Age*, (The History and Culture of the Indian People, Vol.III), Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1954.
8. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
9. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
10. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
11. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
12. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.

اکائی 13۔ گپت نظم ونسق

(Gupta Administration)

اکائی کے اجزا

13.0 تمہید
13.1 مقاصد
13.2 ماخذ
13.2.1 کتبے
13.2.2 سکے
13.2.3 کلاسیکی متون
13.2.4 چینی سیاحوں کے سفر نامے
13.2.5 مغربی ادبی ماخذ
13.3 ریاست کا بدلتا تصور
13.3.1 موروثی شاہی افسران
13.3.2 انتظامی بے ترتیبی
13.3.3 ریاست کی نوعیت
13.4 گپت نظم ونسق
13.4.1 بادشاہ
13.4.2 ریاست کے سات اجزا
13.5 مرکزی انتظامیہ
13.6 صوبائی اور مقامی انتظامیہ
13.6.1 صوبہ

13.6.2 ضلع
13.6.3 ویتھی
13.6.4 گاؤں
13.6.5 تجارتی انجمن یا گلڈ
13.7 اکتسابی نتائج
13.8 کلیدی الفاظ
13.9 نمونہ امتحانی سوالات
13.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
13.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
13.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
13.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

13.0 تمہید (Introduction)

پندرہ سو سالوں سے پہلے کی بات ہے جب گجرات کے لاٹ نامی مقام سے ریشم کاروبار سے جڑی ایک کاروباری انجمن اپنے اپنے خاندانوں کے ساتھ ایک لمبے سفر پر نکل پڑی۔ ہمیں یہ جانکاری نہیں ہے کے کن حالات نے انہیں اپنا وطن اصلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ پھر بھی ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ وسطی ہندوستان میں واقع دسپورا نامی شہر پہنچے اور وہیں بس گئے۔ کمار گپت اول کے عہد حکومت میں اس شہر کا منتظم بندھو ورمن تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب اس کاروباری انجمن نے شہر میں ایک سورج مندر کی تعمیر کے لیے مالی امداد فراہم کی۔ اس مندر کی شان و شوکت اور اونچا شکھر دیکھتے ہی بنتا تھا۔ اس مندر میں دیوتا کی مورتی کو تقریباً 38-437 عیسوی میں قائم کیا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ بجلی گرنے کی وجہ سے اس مندر کو کافی نقصان پہنچا۔ اس موقع پر بھی وہی کاروباری انجمن سامنے آئی اور اس نے اس مندر کی تعمیر نو کے لیے مالیہ فراہم کرایا۔ تعمیر نو کا یہ کام 74-473 عیسوی کے موسم بہار میں شروع ہوا۔ ان باتوں کی جانکاری ہمیں مندسور سے حاصل شدہ ایک کتبے سے ہوتی ہے۔ قدیم دسپورہ ہی موجودہ مندسور ہے، جہاں سے یہ کتبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کتبہ کے متن کو وتس بھٹی نام کے ایک سورج کے پجاری نے تیار کیا تھا۔

(مندسور کتبے کا خلاصہ)

300 سے 600 عیسوی کے درمیان بہت سارے قدیم کتبات تیار ہوئے، مندسور کتبہ ان میں سے ایک ہے۔ اس عہد کو عام طور پر گپت عہد کے نام سے جانتے ہیں۔ مورخین نے شاہی خاندانوں کے لیبل کو ترجیح دینا اب کم کر دیا ہے، تاہم جب بھی اس کا استعمال کیا جائے تو

اس عہد کے ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ویسے تو ان صدیوں میں شمالی ہندوستان گپت خاندان کے زیر تسلط تھا، لیکن برصغیر کے مختلف حصوں میں متعدد ہم عصر شاہی خاندان علاحدہ علاحدہ منصب اقتدار پر فائز تھے۔ مثال کے طور پر مغربی دکن میں واکاٹکوں نے ایک عظیم ریاست کی بنیاد ڈالی تھی اور وہ اس علاقے کے اعلیٰ ترین سیاسی طاقت بنے رہے۔ علاوہ ازیں گپت وں کے واکاٹکوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات تھے، جیسا کہ ہمیں گپت شہزادی پربھاوتی کے ڈنگونہ کتبے سے پتہ چلتا ہے۔ اس طرح سے گپت وں کے شاہی نظام کا واکاٹک نظم ونسق پر گہرا اثر پڑا۔ اس اکائی میں ہم گپت نظم ونسق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔ اسی ضمن میں گپت سلطنت کے مختلف ماخذات اور ریاست کے بدلتے کردار پر بھی تبصرہ کریں گے، ساتھ ہی گپت نظم ونسق کا موازنہ دوسرے شاہی خاندانوں کے ساتھ پیش کریں گے۔

13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- گپت سلطنت کی معلومات کے ماٰخذ کو جان لیں گے۔
- ریاست کی فطرت میں ہونے والی تبدیلی کو سمجھ سکیں گے۔
- ریاست کے مختلف اجزا اور ان کے باہمی تعلق کو واضح کر سکیں گے۔
- گپت مرکزی، صوبائی اور مقامی نظم ونسق کو سمجھ پائیں گے
- گپت نظم ونسق اور دوسری حکومتوں کے نظام کے درمیان فرق کر سکیں گے

13.2 ماٰخذ (Sources)

13.2.1 کتبے (Inscriptions)

300 سے 600 عیسوی کے تاریخی مصادر کے تحت گپت شہنشاہوں کے علاوہ، واکاٹک، کدمب، ورمن اور ہن جیسے ہم عصر حکمراں خاندانوں کے ذریعے جاری کیے گئے حجری کتبات اور تانبے کے لوحی کتبے مخصوص اہمیت کے حامل ہیں۔ پرشستی یعنی مدحیہ قصائد پر مشتمل شاہی کتبات کو عوامی اعلان نامہ کے طور پر استعمال ہونے والے رابطہ عامہ کے ایک ذریعے کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس میں صرف سیاسی فتوحات کا ذکر ملتا ہے، حکمرانوں کی ہار کا نہیں۔ حکمرانوں کے لیے استعمال شدہ القابات اور تفصیلات سے اس عہد میں موجود سیاسی اقتدار کے سیڑھی نما ڈھانچے کی عکاسی ہوتی ہے، اور حکمرانی کے نئے طرزوں کا پتہ چلتا ہے۔ ریاست کے زمینی عطیات کے کتبوں سے اس عہد کے اہم سماجی-اقتصادی اعمال کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ انتظامی ڈھانچوں اور زمینی تعلقات کے موضوع میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ انفرادی سطح پر جاری کیے گئے شخصی عطیاتی کتبوں کے ذریعہ اس عہد کی سماجی تاریخ کے بارے میں اہم جانکاری ملتی ہے، اور مذہبی اداروں کی عوامی سرپرستی کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

13.2.2 سکے (Coins)

سکے اور مہر بھی عوامی ترسیل کے لیے استعمال ہونے والے رابطہ عامہ کے ذریعہ تھے ساتھ ہی تبادلہ اور اختیار کے ترجمان تھے۔ گپت حکمرانوں نے دینار کہے جانے والے سونے کے سکوں کو بڑی مقدار میں جاری کیا۔ یہ رومی طرز کے دیناریس کے مشابہ تھا۔ یہ سکے شہنشاہ کے نام اور کارناموں کو ظاہر کرتے تھے۔ اگلے حصے میں بادشاہ اور پچھلے حصے میں کسی دیوتا کی تصویر ہوتی تھی۔ چندر گپت دوم، کمار گپت، اسکند گپت اور بدھ گپت نے مغربی شترپوں کے چاندی کے سکوں کے مماثل سکے جاری کیے، جس کے اگلے حصے پر حکمراں کی تصویر اور کبھی کبھی تاریخ بھی کندہ ہوتی تھی۔ پچھلے حصے میں دائرہ نما لکھاوٹ کے گھیرے میں کوئی نشان (جیسے ایک گدھ یا مور وغیرہ) کندہ ہوتا تھا۔ گپت وں کے تانبے کے سکے بہت کم ہیں۔ کدمب اکشواکو، وشنو کنڈن اور ناگ جیسے ہم عصر حکمراں خاندانوں نے بھی سکے چلائے۔ ابھی حال ہی میں مہاراشٹر کے واردھا علاقے سے بڑی مقدار میں ایسے سکے ملے ہیں جن میں تانبے کا تناسب زیادہ ہے۔ یہ سکہ واکاٹکوں نے جاری کیے تھے۔ ناگپور ضلع میں رام ٹیک کے نزدیک مانسر نامی مقام سے کھدائی کے دوران اسی طرح کے سکے ملے ہیں۔ بساڑھ (ویشالی)، بھیٹ اور نالندہ سے بھی بڑی تعداد میں مہر اور سیل حاصل ہوئی ہیں۔

13.2.3 کلاسیکی متون (Classical Texts)

تین سو سے چھ سو عیسوی کے بیچ سنسکرت زبان کے میدان میں کافی اہم ترقی ہوئی۔ پرانوں اور مہاکاویوں کو اسی عہد میں آخری شکل دی گئی۔ اس سے اس عہد کی اہم مذہبی اور ثقافتی ارتقا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نارد، وشنو، برہسپتی اور کاتیاین اسمرتی اسی عہد میں مدون کی گئی۔ چوتھی صدی میں ایک حکمراں کو سیاست کے موضوع پر مخاطب کرتے ہوئے کامندک کی نیتی سار لکھی گئی۔ منجو شری نامی ایک مہایان بدھ متن کا ایک باب ہندوستانی تاریخ کے بارے میں ہے، جس میں گوڑ اور مگدھ کی تاریخ کو ترجیح دیتے ہوئے، عیسوی سال کی ابتدائی صدیوں سے لے کر ابتدائی عہد وسطیٰ تک کی تاریخ کو تدوین کیا گیا ہے۔ جینوں کے ہری ونش پران (8 ویں صدی) اور تلیوپنتی میں بھی سیاسی ترتیب زمانی مہیا کرائی گئی ہے۔ بھوج کے شرنگار پرکاش کے ایک ضخیم متن میں وشاکھ دت کے گمشدہ ناٹک دیوی چندر گپت م کا کچھ حصہ ملتا ہے، جو گپت وں کی سیاسی تاریخ کے نقطہ نظر سے مفید ہے۔ دراصل سنسکرت شاعری کا اس عہد کے سماجی تاریخ کے مصدر کے طور پر بہت کم استعمال کیا گیا ہے۔ یہی حالت کتھا سرت ساگر جیسے مقبول عام عوامی ادب کی بھی ہے۔ علم طب اور فلکیات کی تخلیقات اس عہد کے سائنسدانوں کی ترقی یافتہ حالت کی گواہ ہیں۔ کام سوتر (عیش کوشی پر مبنی) اور امر کوش (ایک ڈکشنری) جیسی تصنیفات مہارت کے اس عہد کی نمائندگی کرتی شلپادکرم اور منی میکلائی جیسے تمل رزمیہ اشعار کو جنوبی ہندوستان کی پانچویں/چھٹی صدیوں کی تاریخ کا بڑا ماخذ کہا جا سکتا ہے۔

13.2.4 چینی سیاحوں کے سفر نامے (Accounts of Chinese Travelers)

تیسری اور آٹھویں صدیوں کے درمیان بڑی تعداد میں چینی سیاحوں نے ہندوستان آکر بدھ متنوں کو اکھٹا کیا اور بدھ اہمیت کے حامل مقامات کی زیارت کی۔ پانچویں صدی کو ان چینی بدھ سیاحوں کے نقطہ نظر سے انتہائی عروج کا دور کہا جا سکتا ہے، لیکن ان میں سے صرف تین چینی بدھ بھکشوؤں سفر نامے مکمل طور پر موجود ہیں، فاہیان، ہیون سانگ اور اتسنگ۔ فاہیان ہندوستان میں 405 سے 415 تک تقریباً ایک

دہائی رہا۔اس سلسلے میں اس نے شمال مغرب سے لے کر بنگال کی کھاڑی میں واقع تامر لپتی بندر گاہ تک گنگا کے میدانی علاقوں کا دورہ کیا۔تامر لپتی سے سمندری راستے کے ذریعے وہ سنہال (شری لنکا) اور جنوب مشرقی ایشیا ہوتے ہوئے چین واپس چلا گیا۔چین لوٹ کر وہ تاحیات ہندوستان میں اکھٹا کیے گئے بدھ متنوں کا ترجمہ کرتا رہا۔اس نے اپنے سفروں کا ایک کچا چٹھا لکھا، جسے گاؤ سینگ فاشینگ چوان (بدھ حکومتوں کا ایک بیان) کہا جاتا ہے۔اس نے اپنے بیان میں کہیں بھی ہندوستانی حکمراں کے نام کا ذکر نہیں کیا۔لیکن یقینی طور پر وہ چندر گپت دوم کا عہد رہا ہوگا۔اس میں لوگوں کے احوال زندگی کے بارے میں میں اس کے ذریعے کیا گیا مشاہدہ کچھ حد تک صحیح بھی ہے اور کچھ غلط بھی۔ویسے تو اس دوران بہت سارے ہندوستانی بدھ بھکشو بھی چین گئے لیکن ان کے ذریعہ لکھا گیا کوئی متن ہمارے پاس موجود نہیں۔

13.2.5 مغربی ادبی ماخذ (Western Literary Sources)

عہد مذکورہ میں بہت سارے مغرب کے دانشوروں نے بھی اپنے واقعات لکھ چھوڑے ہیں۔چھٹی صدی عیسوی میں لکھی گئی کوسمس انڈکو پلوٹس کی کرسچین ٹوپو گرافی ان میں سے ایک ہے۔اس کا مصنف ایک کاروباری تھا، جس نے بشمول ہندوستان کئی علاقوں کے لمبے سفر کیے تھے۔آخر میں وہ تارک الدنیا بن گیا۔قیصریہ کے پروکاپیس کی تصنیف کے ذریعے سے اس عہد میں ہو رہی ہندوستان-باز نطینی سلطنت کے درمیان تجارت کی جانکاری ملتی ہے۔ویسے تو اس عہد کی بہت ساری مورتیوں اور عمارتی ڈھانچوں کے باقیات موجود ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر مذہبی طرز کے ہیں۔اس عہد کے ایسے آثاری شواہد کی بہت کم دستاویز سازی ہوئی ہے، جو لوگوں کے روزمرہ سے جڑی باتوں پر روشنی ڈال سکیں۔پھر بھی پرانا قلعہ ہ، اہچھتر، بساڑھ، بھیٹ، اور کاویری پٹنم سے اہم شواہد حاصل کیے گئے ہیں۔

13.3 ریاست کا بدلتا تصور (Changing Concepts of State)

تین صدیوں کی سیاسی طاقتوں کا جو مکمل تعارف آپ نے گزشتہ اکائیوں میں پڑھا اس سے ایک اہم تاثر پیدا ہوتا ہے۔پورے برصغیر میں شاہی نظاموں کی تیزی سے توسیع ہوئی، اور غیر شاہی نظاموں کا جہاں بھی وہ بچی ہو عملی طور پر اختتام ہوگیا۔خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ شاہی نظام حکمرانی صرف گنگا کی ڈیلٹا، شمالی ہند کے ہموار میدان یا جنوب کی ندی گھاٹیوں یا میدانوں کے علاقوں تک محدود نہیں رہا۔اس عہد میں ایسے مختلف علاقوں میں شاہی نظام کا ارتقا ہوا جہاں اس سے پہلے بھی کبھی نظر نہیں آیا۔یہ موضوع کافی غور وخوض کا مطالبہ کرتا ہے۔چوتھی صدی عیسوی کے پہلے حصے میں گپت خاندان کے عروج کے ابتدائی دور میں ویشالی علاقہ میں لچھوی جمہوریت کافی اہمیت رکھتی تھی۔چندر گپت اول اور کمار دیوی کی شادی کے واقعے کی یادگار کے طور پر لچھویہ کندہ سونے کا سکہ جاری کرنا اور سمندر گپت کو لچھوی دوہت کہا جانا اس کے براہ راست ثبوت ہیں۔لیکن اس کے بعد سے غیر شاہی جمہوریہ کے طور پر آزادانہ موجودگی کا پتا نہیں چلتا۔ویشالی مکمل طور پر گپت وں کے زیر اقتدار آگئی، اور ایک صوبائی انتظامی مرکز میں تبدیل ہوگئی۔اسی جگہ چندر گپت دوم کا ایک بیٹا گووندا گپت ماتحت صوبائی حکمراں تھا۔سمندر گپت کے عہد حکومت میں مالو، ارجناین جیسی جمہوریتیں اس کی ماتحتی قبول کر کے ٹیکس دینے والے علاقوں کی شکل میں تبدیل ہو گئیں۔پھر بھی شاید وہ اپنا علاحدہ وجود بنائے رکھ سکے، لیکن چندر گپت وکرم آدتیہ کے عہد حکومت میں سانچی کے علاقے میں کوئی

سنکانک مہاراج دکھائی پڑتے ہیں۔ سنکانک گپت اقتدار کے زیر اثر نہ صرف گپت سلطنت کا حصہ بن گئے، بلکہ غیر شاہی جمہوریہ سے بدل کر چوتھی صدی کے آخر تک وہاں شاہی نظام کے مطابق راجا کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ چوتھی صدی عیسوی کے بعد شمالی ہند میں میں غیر شاہی جمہوریہ کی جانکاری شاذونادر ہی ملتی ہے۔ اسی طرح قدیم دسپورہ میں قدیم مالو جمہوریہ کا علاقہ تھا۔ وہ پانچویں، چھٹی عیسوی میں اولے کر(Olekar) حکمراں خاندان کا علاقہ بن گیا۔ چوتھی صدی میں سمندر گپت کی الہ آباد پرشستی میں بنگال کا سمتل اور کامروپ پر تینت نرپتی علاقے (سرحدی علاقہ) کے طور پر گنا گیا۔ 507 عیسوی میں سمتل میں گپت وں کا اقتدار شاہی نظام کی توسیع کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتا ہے۔ شاہی ریاست کے طور پر کام روپ کا ابھرنا چھٹی صدی کے وسطی حصے سے ہوتا ہے۔

دوسری طرف الہ آباد پرشستی میں جس جنگلاتی علاقے کو اٹوک راجیہ کہا گیا ہے، 530-529 اور 534-533 کے دو علاحدہ تانبے کے کتبوں میں ڈاہل (موجودہ جبلپور علاقہ) میں 18 اٹوک ریاستوں کی موجودگی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ آٹوک ریاستیں ڈاہل یا ڈاہل منڈل (انتظامی علاقہ) کے تحت ہو گئے۔ اس علاقے میں گپت وں کے ماتحت طاقت کے طور پر اس وقت پر وراجک اور اچ کلپ نامی دو حکمراں خاندان موجود تھے۔ بطور آٹوک ریاست تذکرہ ہونے کے باوجود اس علاقے میں اماتیہ اور سندھی وگراہک جیسے عہدوں پر قائم افسران کی موجودگی اور دوت (سفیر) اور کرنک (کاتب) کا تعارف کتبوں میں دیا گیا ہے۔ یہ سب یقینی طور پر شاہی نظام حکومت کی توسیع کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ آگے آنے والے دور میں ڈاہل علاقہ ہی کلچری حکمراں خاندان کا مرکز اقتدار بن گیا۔ شاہی نظام جب کسی نئے علاقے میں قائم ہوتا، جب متعدد علاقوں میں میں حکمراں خاندان کے پہلے حکمراں یا مرداول کا لقب صاف طور پر نرپتی ہوتا تھا۔ کئی نسلوں کے بعد اس خاندان کے وارث سیاسی القابات جیسے راجا یا مہاراج استعمال کرتے ہوئے دیکھے جاتے تھے۔ زیادہ تر علاقوں میں شاہی نظام حکومت قائم ہونے سے پہلے کوم یا دل میں سادہ سماج اور کوم کے دلپتی (سربراہ) کی سربراہی ہوتی تھی۔ ڈاہل علاقوں کے آٹوک ریاست میں 529 اور 534 عیسوی میں دیوی پشٹھ پر کا کے مندر کی بات جانی جاتی ہے، کہ مندر کے مقصد سے تانبے کا کتبہ جاری کر کے عطیہ کیا گیا۔ دیوی بلاشک وشبہ قبیلے یا قوم سے جڑی ہوئی تھی۔ بعد کے دور میں وہ برھمنی دیوی میں تبدیل ہو گئی۔ یہ تبدیلی اس وقت ہوئی جب ان علاقوں میں شاہی نظام حکومت کا آغاز ہوا۔ پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں اڑیسہ کے رن پور علاقے میں دیوی منی ناگیشوری کے لیے بھی اسی طرح کا زمینی عطیہ دیا گیا۔ وہ بھی یقینی طور پر قبیلائی سماج کے ذریعہ پرستش کی جانے والی ایک دیوی ماتا تھیں، جن کی عبادت ایک پتھر کے ٹکڑے کی شکل میں ہوتی تھی۔ شاہی نظام کی توسیع تانبے کے کتابتی فرمان کے جاری کرنے سے جڑی ہوئی تھی، اور اسی سے منی ناگیشوری دیوی کے برہمنی دیوی کے بطور قبول ہونے کا عمل بھی جڑ گیا۔ اڑیسہ کے گنگ حکمراں خاندان کے بانی کے طور پر کتبوں میں کرمانو کا تذکرہ ملتا ہے۔ وہ بھگوان گوکرن سوامی کا عبادت گزار تھا اور اور اسی کے کرم سے حکمرانی کی سبھی علامات (سامراجیہ چنہ) سے مزین تھا۔ اس دیوتا کی نظر عنایت سے اس نے نہ صرف کلینگ پر فتح حاصل کی، بلکہ شبر قبیلے کے مکھیا شبرادتیہ کو بھی مارنے میں کامیاب رہا۔ اس طرح کلنگ میں گنگ حکمراں خاندان کا قیام ایک قوم کو اکھاڑنے کے ذریعہ ہوا تھا۔ اس کہانی سے سے دل پتی کی قیادت میں کوم سماج کی حالت اور شاہی نظام کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔

13.3.1 موروثی شاہی افسران (Hereditary Imperial officers)

شاہی افسروں یا وزرا کے عہدے موروثی بن گئے تھے۔ اور وہ بھی اپنے بادشاہوں کی طرح شاندار القابات اختیار کرنے لگے تھے جو ہر جگہ کثرت سے استعمال کیے جاتے تھے۔ جہاں تک عہدوں کے موروثی ہونے کے تعلق ہے پتہ چلتا ہے کہ مہاسندھی وگراہک سوریہ دت، اماتیہ وکرکا کا پرپوتا، بھوگیک نردت کا پوتا اور بھوگیک روی دت کا بیٹا تھا۔ اس طرح سے وشنو وردھن کے وزیر دکس کا تعلق وزیروں کے خاندان سے تھا اور اس کے بزرگوں میں ایک شخص ابھے دت راجھتانیہ یعنی گورنر تھا۔ دیگیر کتبہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وزارت موروثی ہوتی تھی۔ سوراشٹر کے ایک گورنر نے اپنے بیٹے کو ایک حصہ کی حکومت سونپ دی تھی۔ ان افسران میں سے بیشتر ماتحت سردار ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر ہرش کا جنگ اور امن کا وزیر اونتی ایک خراج گزار سردار بھی تھا۔ اس سے مرکز کے ڈھیلے پن کا اظہار ہوتا ہے۔

13.3.2 انتظامی بے ترتیبی (Administrative Disorder)

حکومت میں مرکزیت کی کمزوری کا ذکر فاہیان اور یون چوانگ کی تحریروں میں ملتا ہے۔ اول الذکر کے مطابق آبادی اور مال گزاری کے بورڈ نہیں پائے جاتے تھے۔ بادشاہ کے تمام افسران کے لیے مال گزاری مقرر تھی۔ چوں کہ مال گزاری کا انتظام کمزور تھا اس لیے بادشاہ سرداروں کی طرف سے دیے گئے خراج اور نذرانوں پر انحصار کرتا تھا۔ چوں کہ شاہی افسران کے پاس جاگیریں ہوتی تھیں اس لیے وہ طاقتور بن گئے تھے، اور طاقتور ہونے کی بناء پر وہ اکثر شاہی اقتدار کو للکارتے بھی تھے۔ یون چوانگ کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے مطابق شاہی املاک کے چار حصے کیے جاتے تھے۔ ایک سرکاری اخراجات اور ریاست کی پوجا کے لیے تھا، دوسرا سرکاری ملازمین کے لیے وقف ہوتا تھا۔ تیسرا علمی قابلیت کی حوصلہ افزائی کے لیے اور چوتھا مذہبی قابلیت حاصل کرنے پر مختلف مذہبی طبقوں کو انعام کے طور پر دیا جاتا تھا۔ ٹیکس نرم تھے۔ جبری خدمت کم لی جاتی تھی۔ ہر شخص اپنے موروثی پیشے کو اختیار کرتا تھا۔ بادشاہ کے مزارع پیداوار کا چھٹا حصہ ادا کرتے تھے۔ تاجر گھاٹوں اور سرحدی چنگیوں پر معمولی ڈیوٹی ادا کرنے کے بعد اپنا سامان فروخت کرتے تھے۔ سرکاری ملازموں کو ان کے کام کے مطابق معاوضہ دیا جاتا تھا۔ ریاستی وزرا اور عام افسران کے پاس علاقے ہوتے تھے جن کی دیکھ بھال کے وہ ذمہ دار ہوتے تھے۔ ان بیانات سے انتظامی ڈھیلے پن کا اظہار ہوتا ہے۔

13.3.3 ریاست کی نوعیت (Nature of State)

سلطنت کی بنیاد 'دگوجے' کے اصول پر قائم تھی۔ سمدر گپت کے الٰہ آباد والے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی جنگوں کے نتیجے میں کچھ بادشاہ مارے گئے تھے اور ان کی سلطنتوں کو سمدر گپت کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔ کچھ کو شکست کے بعد گرفتار کیا گیا تھا لیکن بعد میں ان کو بحیثیت خراج گزار حکمرانوں کے اپنی اپنی سلطنتوں میں بحال کر دیا گیا تھا۔ اس چیز کا اظہار ہرش کے اس کے ڈگوجے کے موقع پر کیے گئے اعلان سے بھی ہوتا ہے۔ ماتحت سردار مقتدر اعلیٰ کے تابعدار ہوتے تھے۔ وہ خراج ادا کرتے تھے۔ ڈنڈوت بجالانے کے لیے اس کی خدمت میں حاضری دیتے یا شہنشاہ کی اپنی سلطنت میں اس کی اصل حکومت ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر تھانیسور کی سلطنت ہرش کی اصل سلطنت تھی۔ بادشاہ کو اس کے فرائض کی انجام دہی میں مدد دینے کے لیے موروثی افسران، خراج گزار راجا اور مہاراجا، سامنت اور مہاسامنت، ہوتے

تھے۔ان میں سے کچھ شہنشاہ کی اصل سلطنت کے انچارج ہوتے تھے جب کہ دوسرے سلطنت کے دوسرے حصوں کے ہرش کے بانس کھیر کتبہ میں مہاسامنت مہاراجا سکند گپت اور سامنت مہاراجا ایشور گپت کا ذکر بحیثیت شاہی افسران کے ملتا ہے۔ بانا کے مطابق اونتی ہرش کا جنگ اور امن کا وزیر تھا۔یون چوانگ کے بقول کمار راجا دھر و بھٹ اہم موقعوں پر ہرش کے ساتھ رہتا تھااور قنوج میں ہرش کی آمد کے موقع پر اس نے ہرش کا استقبال کیا تھا۔اپنی سلطنت کو محفوظ رکھنے کے لیے ہرش سلطنت بھر میں دورے کرتا رہتا تھا۔غرضیکہ سلطنت کے لوگوں پر براہ راست حکمرانی کرنا مرکزی حکومت کے لیے ممکن نہیں تھا۔

13.4 گپت نظم ونسق (Gupta Administration)

13.4.1 بادشاہ (King)

شاہی نظام میں سبھی سیاسی اور انتظامی کام کاج کے مرکز میں خود راجا ہوتا ہے۔ علی الترتیب بڑھتے ہوئے شاہی وقار کے ساتھ پر کشش اور شاندار مہاراج ادھیراج کا لقب لگ بھگ سبھی طاقتور راجاؤں نے اختیار کیا۔ سوائے واکاٹک راجاؤں کے جنہوں صرف مہاراج اور دھرم راج کے لقب پر قناعت کی۔ گپت راجاؤں کے ذریعہ زیر استعمال پرم بھٹارک،راج دھراج،پرتھوی پتی جیسے القاب یقیناً ہی ان کی عظیم سیاسی طاقت اور اقتدار کا مظہر تھی۔ویاگھ پراکرم،، سنگھ وکرم، کرمادتیہ،پراکرمانگ وغیرہ نام اختیار کرکے مختلف گپت شہنشاہ اپنے اپنے اقبال اور قوت کے بارے میں بتانے کے لیے مستعد تھے۔عظیم اقبال مند موریہ شہنشاہوں کا سادہ ترین راجا کا لقب گپت شہنشاہوں کے عظیم ترین القابات سے کافی مختلف تھا۔متعدد گپت شہنشاہوں نے اپنے سیاسی اقتدار کے اظہار کے لیے ویدک یگیہ خصوصی طور پر اشومیدھ یگیہ کروائے، جس کی کوئی مثال موریہ عہد میں نہیں ملتی۔گپت شہنشاہ باضابطہ طور پر بادشاہ کے ربانی ہونے اور خدا کی ذات سے پیدا ہونے کا اعلان کرتے تھے۔سمندر گپت کو کبیر،اندر اور یم کے مساوی کہا گیا(دھندا،ورونیندرا نتک، سما). وہ عالم موت کا رہائشی مخصوص دیوتا(لوک دھامیہ دیوسیہ)اور بے فکر انسان تھا۔بادشاہی خوبیوں اور مخصوص دیوتاؤں کے مخصوص اوصاف سے برابری کی بنیاد پر ہی یہ دعویٰ پیش کیا گیا تھا۔چندر گپت دوم خود صرف وشنو بھگت ہی نہیں تھا،اس کے ایک طرز کے سکے کے پچھلی طرف چکر دھاری مرد(وشنو کے سدرشن چکر کا انسانی پیکر) کی مورتی دکھائی پڑتی ہے۔ہم عصر اہر بدھنیہ سمہتا کے مطابق چکر دھاری پیکر اور وشنو ایک ہی ہیں۔پنچرات بھاگوت مذہب کے اس مظہر کا استعمال کرکے گپت شہنشاہ نے سکے کے ذریعہ سے اپنی مافوق الفطرت حیثیت ظاہر کی ہے۔کمار گپت اپنے باپ کی طرح ویشنو(پرم بھاگوت) تھا۔اس کے ایک طرز کے سکے کے پچھلی طرف مور پر سوار کارتکیہ کی مورتی دیکھی جاسکتی ہے۔اس سکے کے سامنے کی طرف گپت شہنشاہ کمار گپت کی تصویر دکھائی گئی ہے جس میں شہنشاہ مور کو کچھ کھلارہے ہیں۔کمار اور کارتکیہ ہم معنی الفاظ ہیں۔دونوں کے ساتھ مور کی نمائش سے شہنشاہ کو کمار گپت کو عملی طور پر کارتکیہ کے پیکر میں ثابت کیا گیا ہے۔بادشاہ کی خدائی پیدائش اور دیوتائی فطرت دکھانے میں گپت شہنشاہوں نے سابقہ کشان راجاؤں کی پیروی کی تھی۔

بادشاہت کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ جانشینی کے سلسلہ میں بڑے بیٹے کے حق کو تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ایک ایسے قریب

المرگ بادشاہ کی مثال ملتی ہے جس نے اپنے بیٹوں میں سب سے زیادہ مستحق کو جانشیں نامزد کیا تھا۔ سمدر گپت اور سکند گپت کا انتخاب بھی اس کو ظاہر کرتا ہے کہ بڑے بیٹے کولازمی طور پر جانشیں نہیں بنایا جاتا تھا۔ کبھی کبھی سلطنت کے وزرا انتخاب کا حق استعمال کرتے تھے۔

13.4.2 ریاست کے سات اجزا (Seven Elements of State)

شاہی نظام حکمرانی میں انتظامی کاروبار یقیناً ہی بادشاہ پر مرکوز ہوتا تھا۔ لیکن معاون منتری، اماتیہ سمیت متعدد طرح کے افسران اور فوج کے بنا طاقتور شہنشاہ بھی نظم ونسق نہیں چلا سکتے تھے۔ اس تصور کی نظریاتی بنیاد کوٹلیہ کی 'سپت پر کرتی' کی تفصیل میں منحصر ہے۔ زیر غور عہد کے کلاسیکی متنوں میں سپتانگ ریاست کے تصور کا وسیع استعمال ہوا ہے۔ یعنی کوٹلیہ کے بعد کے متن سازوں نے شاہی ریاستی جسم کا تصور پیش کیا ہے جس میں سوامی یا بادشاہ ہی یقینا سربراہ تھا لیکن افسر (اماتیہ)، ریاست (راشٹر)، قلعہ (پور)، خزانہ (کوش)، طاقت (دنڈ)، دوست (متر) کی اہمیت بھی تسلیم کی گئی تھی۔ ان کے آپسی تانے بانے میں مطابقت بھی کافی اہم ہے، لیکن ہر جز کا اپنا کام اور کردار بھی ہے۔ وہ وصف یا کام ہی اس جز کو مخصوص بناتا ہے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اس جز کا جو مخصوص کام یا وصف ہے چاہے وہ کتنا ہی کم تر ہو اسے کسی دوسرے جز کے ذریعے عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ یہ اجزا اپنے اپنے کام کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے تھے (پرسپرو پکارتوم)۔ سوامی کی اہمیت دوسرے اجزا میں سب سے زیادہ ہے۔ اور اہمیت کے نقطہ نظر سے دوست کا مقام سب سے کم تر ہے۔ لیکن دوست بھی لازمی ہے کیوں کہ دوست کا کردار کوئی دوسرا جز ادا نہیں کر سکتا۔ اس تصور میں اجزا کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی کو فوقیت دی گئی ہے۔ نتیجتاً بادشاہی ریاست اور سبھی اعمال کا مدار المہام ہے۔ اس طرح کوٹلیہ کے سپت پر کرتی نظریہ سے مابعد کا سپتانگ نظریہ علاحدہ ہو گیا۔

13.5 مرکزی انتظامیہ (Central Administration)

مذکورہ بالا نقطہ نظر ہم عصر انتظامی نظم ونسق کے مطالعے کے لیے معاون ہوگا۔ گپت، واکاٹک اور دوسری ہم عصر طاقتوں کے کتبوں میں مختلف عہدے داران اور افسران کا تذکرہ ہے۔ اماتیہ یا سکریٹری بہت ہی اہم شاہی عہدے دار تھا، جو انتظامیہ کی چوٹی پر تھا۔ گپتا انتظامیہ میں نسب کی بنیاد پر اماتیہ کی تقرری قابل غور ہے۔ چندر گپت دوم کے عہد حکومت میں ویر سین سکریٹری کے عہدے پر فائز ہوا تھا کیوں کہ اس کے باپ دادا بھی اسی عہدے پر تھے (انیہ پراپت ساچویہ، ادے گری گفا کتبہ). چندر گپت دوم اور کمار گپت اول کے افسر اعلیٰ کے طور پر شکھر سوامی اور اس کا بیٹا پر تھوی سین فعال تھے۔ اسی طرح اسکند گپت کے دور میں سوراشٹر کا ذمہ دار صوبائی گورنر پرن دت تھا، بعد میں اس کا بیٹا چکر پالت گورنر ہوا (جونا گڑھ کتبہ). وراثتی طور پر افسران کی تقرری کا چلن جس طرح گپتا عہد میں دکھائی دیتا ہے، ایسا موریہ عہد میں نہیں تھا۔

شاہی محل کی دیکھ بھال کے لیے پر تی ہار (محافظ) ہوتے تھے۔ مرکزی انتظامیہ کا ایک بنیادی محکمہ یقیناً دفاع سے جڑا ہوا تھا۔ کتبوں اور ہم عصر ادبی ماٰخذ میں ہمیشہ جنگ وجدل میں مشغول رہنے والی فوج کا ذکر ہے۔ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر کی پیروی کرتے ہوئے عملی طور پر ارتھ شاستر کے خلاصہ کلام کے طور پر چوتھی- پانچویں صدی عیسوی میں کامندک کا نیتی سار لکھا گیا، اس میں رتھ، پیدل، گھڑ سوار اور ہاتھی سوار فوج کی اہمیت دکھائی گئی ہے۔ لیکن فن حرب وضرب میں رتھ کی اہمیت پہلے کے مقابلے میں کم ہوتی جارہی تھی۔ 600 سے 300 عیسوی کے

دوران کی کتبوں میں دنڈ نایک اور مہادنڈ نایک کا ذکر ملتا ہے، جو اعلیٰ ترین فوجی افسر تھا۔ ویشالی سے حاصل شدہ ایک مہر پر اگنی پتر نامی ایک مہادنڈ نایک کا تذکرہ ہے۔ الہ باد پر شستی میں تین مہادنڈ نایک کا ذکر آیا ہے۔ اس پر شستی کے مصنف ہری سین خود مہادنڈ نایک ہونے کے ساتھ ساتھ سندھی وگراہک اور کمارا ماتیہ بھی تھے۔ ان کے باپ دھرو بھوتی، مہادنڈ نایک اور کھادیتپکت کے عہدوں پر فائز رہے تھے۔ واکاٹک کتبوں میں سیناپتی کا ذکر باقاعدہ طور پر پایا جاتا ہے، جب کہ گپت کتبوں میں اس کا کوئی بیان نہیں ملتا۔ حالانکہ سیناپتی واکاٹک علاقوں میں تدبیری سرگرمیوں کی بنسبت غیر حکمت عملی، مقامی منتظم کے طور پر سرگرم تھے۔ کتبوں اور مہروں پر فوج کے اعلیٰ ترین افسر کے طور پر مہا بلادھکرت کا ذکر ملتا ہے۔ اشو پتی اور پیلو پتی کہنے سے ترتیب وار گھوڑ سوار اور ہاتھی سوار فوج کے سالار کا علم ہوتا ہے۔ ویشالی کی ایک مہر پر یکش وتس نام کے ایک بھاٹاشو پتی (پیدل اور گھوڑ سوار فوج کا سالار) کا تذکرہ ہے۔ اس عہد میں متعدد جنگوں کے جیسے شواہد ہیں ویسے ہی تدبیری مہارت اور سرگرمیوں کے متعدد ثبوت ملتے ہیں۔ اس لیے ایک اعلی افسر کا تذکرہ متنوں میں باقاعدہ طور پر پایا جاتا ہے، وہ ہے سندھی وگراہک یعنی جنگ اور امن سے متعلقہ شعبہ کا افسر اعلی۔ اس کا کام دوسرے ملکوں سے متعلق تھا۔ تین سو عیسوی کے پہلے اس طرح کے افسر کے موجود ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ محکمہ انصاف کا اختیار دنڈ پاشک کے پاس تھا۔ یعنی جو دنڈ (انصاف/امن) اور پاش (رسی/جال) کے استعمال میں ماہر ہو۔ اسی طرح کی سرگرمی سے ممکنہ طور پر مضبوط منسلک افسر چوردھ رینک تھا جو چوروں کی کھوج بین کرتا تھا، اور چوری کیے ہوئے سامان کو برآمد کرتا تھا۔ کتبوں میں عموماً چاٹ بھٹ کا تذکرہ ملتا ہے ہے جو محافظ کے طور پر مقامی امن وامان بنائے رکھتا تھا۔

13.6 صوبائی اور مقامی انتظامیہ (Provincial & Local Administration)

13.6.1 صوبہ (Province)

صوبائی اور مقامی نظمون سے جڑے شواہد بھی کم دلچسپ نہیں ہیں۔ بنیادی طور سے کتبوں اور تانبے کے کتبات سے ہی ان کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ گپت سلطنت بہت سے صوبوں جیسے انتظامی حلقوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ صوبے عام طور پر بھکتی کے نام سے جانے جاتے تھے، جیسے تیر بھکتی، مگدھ بھکتی، نگر بھکتی، پنڈرور دھن بھکتی، وغیرہ۔ انتظامی اصطلاح کے طور پر بھکتی لفظ کا پہلا استعمال ممکنہ طور پر سمندر گپت کی الہ آباد پر شستی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ گپت سلطنت کے مغربی حصہ میں ویسے ہی انتظامی حلقہ کو دیش کہا گیا ہے۔ واکاٹک لوگ راجیہ کی اصطلاح سے صوبہ جیسی انتظامی اکائی کا تعارف کراتے تھے۔ وسطی گنگا گھاٹی اور شمالی بنگال کے علاقوں میں گپت صوبائی منتظم کو اپرک کہا جاتا تھا، جب کہ گپت سلطنت کے مغربی حصے میں صوبائی ناظم کو گوپتا کہا جاتا تھا۔ گپت سلطنت کے شہزادے بھی کبھی کبھی صوبائی حکمراں کا عہدہ سنبھالتے تھے۔ نام سکوں کے ثبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ چندر گپت دوم کا ایک بیٹا گووند گپت پہلے ویشالی اور بعد میں مالوہ علاقے کا نظم ونسق سنبھالتا تھا۔ واکاٹک ریاست میں صوبائی منتظمین کو سیناپتی کہا جاتا تھا۔ سیناپتی لقب ہونے کے باوجود وہ شہری انتظامیہ کے ذمہ دار تھے، ایسا مانا جا سکتا ہے۔ یہاں خاص طور سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ بدھ گپت کے عہد حکومت میں صوبائی حکمرانوں کو صرف اپرک نہیں بلکہ اپرک مہاراج کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ کیا یہ روبہ زوال مرکزی اقتدار کے پس منظر میں صوبائی حکمرانوں کی اہمیت میں اضافے کی طرف اشارہ کرتا تھا؟

13.6.2 ضلع (District)

صوبے کے نیچے جو انتظامی حلقہ تھا، اسے عام طور پر وشیہ (ضلع کے مماثل) کہا جاتا تھا۔ صرف شمالی بنگال کے ساتھ ساتھ گنگا کی گھاٹی میں گپت سلطنت میں وشیہ کی شکل کا انتظامی حلقہ با قاعدہ طور پر دکھائی دیتا ہے۔ وشیوں کی موجودگی جبل پور علاقے میں مقامی پری وراجک اور اچ کلپ خاندان والوں کی حکومت میں دیکھی جاتی ہے۔ اسی طرح مغربی ہندوستان میں ولبھی کے می ترک خاندان کے بادشاہوں نے بھی ضلع کو وشیہ کا نام دیا تھا۔ یعنی گپت وں کی طاقت ختم ہونے کے باوجود ان کے ماتحت طاقتوں نے آزاد حکومت قائم کرنے پر بھی وشیہ جیسی انتظامی اکائی کو نظر انداز نہیں کیا۔ یقیناہی واکاٹک علاقوں میں وشیہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ وہاں ضلع کے مماثل اکائی کو پٹ کہا جاتا تھا (جیسے اترپٹ، پچھم پٹ). کبھی کبھی ضلع کے معنی میں واکاٹک کتبوں میں آہار لفظ کا بھی استعمال ہوا ہے۔ انتظامی شعبہ کے طور پر آہار کا استعمال یقیناہی اشوک کے وقت سے چلا آرہا تھا۔

ضلعی انتظامیہ سے متعلق شواہد کافی مقدار میں شمالی بنگال سے حاصل شدہ گپت عہد کے تانبے پر کندہ سرکاری دستاویزوں سے ملتے ہیں۔ خصوصی طور پر داموور پور سے ملے پانچ خطوط میں (124 سے 224 گپت سن) یہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ وشیہ کے منتظم کو کہیں کمار اماتیہ کہیں آیکتک، یا کہیں وشیہ پتی کہا گیا تھا۔ وہ ضلع کا انتظام سنبھالنے کے لیے صوبائی حکمراں کے ذریعے مقرر کیا جاتا تھا۔ ضلعی انتظامیہ کا مرکزی دفتر کتبوں میں وشیہ ادھشٹھان ادھیکرن کہلاتا تھا۔ اہم بات یہ تھی کہ کوٹی ورش وشیہ میں (موجودہ بنگڑھ علاقہ، جنوبی دیناج پور ضلع، مغربی بنگال) ضلعی حکمراں کے علاوہ اس کی مدد کے لیے نگر شریشٹھی (شہر کا اعلی ترین تاجر، کاروباریوں کا مکھیا)، سارتھا واہ (مہاجنوں کا نمائندہ)، پرتھم کلک (کاریگروں کا نمائندہ) اور پرتھم کایستھ (کاتبوں کا ترجمان) یہ سب بھی تھے۔ ان سب کے بیچ پرتھم کایستھ ممکنہ طور پر سرکاری عہدیدار تھا، کیوں کہ وہ انتظامی احکام کے دستاویز کے لکھنے اور اس کی دیکھ بھال کے کام سے جڑا تھا۔ لیکن دوسرے تین شخص کس نے یقینی طور پر غیر سرکاری تھے۔ کاروباری برادریوں کے نمائندوں کو سرکاری نوکروں کے ساتھ مقامی انتظامیہ میں شامل کرنا ایک نیا انتظامی تجربہ تھا۔ شمالی بنگال کے دوسرے مقامات کے ضلعی انتظامیہ میں دوسرے دو طرح کے غیر سرکاری انجمنوں کی موجودگی بھی دھیان دینے کے قابل ہے۔ یہ تھے کٹمبک اور مہتر۔ یہ مالدکسان اور دیہاتی سماج کے نمائندے کے طور پر ضلعی انتظامیہ میں سرکاری افسران کے ساتھ موجود رہتے تھے۔ شمالی بنگال کے گپت عہد کے تانبے کے کتبوں کا باریک بینی سے مشاہدہ کرکے برج دلال چٹوپادھیائے نے دکھایا ہے کہ کٹمبک کی بنسبت مہتر کو دیہی سماج میں اعلی مقام حاصل تھا۔

13.6.3 ویتھی (Vithi)

وشیہ کے مقابلے میں چھوٹا لیکن گاؤں سے بڑا انتظامی علاقہ ویتھی بنگال کے عصری تانبے کے دستاویزوں میں درج ہے۔ ویتھی کے انتظامی مرکز کو ویتھی ادھیکرن کہا جاتا تھا، جس طرح ضلع کے مرکزی دفتر کو وشیہ ادھشٹھان ادھیکرن کہا جاتا تھا۔ انتظامی افسر کے علاوہ ویتھی کے نظم ونسق میں ویتھی کلک یعنی ویتھی علاقے کے مقامی کاریگروں کی مکھیا شامل تھے۔ متعدد گاؤں کے ایک گروہ کو لے کر ہی ویتھی نامی انتظامی حلقہ بنتا تھا۔ پنڈر وردھن بھکتی میں 433-432 عیسوی میں پہلی بار اشٹھکلادھیکرن یا گراماشٹھکلادھیکرن نامی شعبہ کا نام سامنے آتا

ہے۔دونوں لفظوں کے آخر میں ادھیکرن لفظ ان کی انتظامی اہمیت سے متعارف کراتا ہے۔لیکن ان دونوں اصطلاحی الفاظ کے معنی اور تشریح کو لے کر ماہرین کے درمیان اختلاف ہے۔ایک خیال یہ ہے کہ یہ مقامی منتظمین کا ایک محکمہ تھا۔دوسری تشریح یہ ہے کہ اس جماعت میں گاؤں کے بنیادی 8 خاندانوں کے ارکان ہوتے تھے،جو مقامی سماج کی نمائندگی کرتے تھے۔اس لیے دیہی سطح کی انتظامیہ میں بھی علاقے کے غیر سرکاری لوگوں کو جوڑنے کی روایت دیکھی جاتی ہے۔کیوں کہ دیہی انتظامیہ کا تذکرہ ہونے پر ہمیشہ اشٹھکلا دھیکرن کی بات تانبے کے فرمانوں میں نہیں کہی گئی،اس لیے بی ڈی چٹو پادھیائے مانتے ہیں کہ سبھی گاؤں میں اس طرح کا شعبہ نہیں تھا۔ان کا خیال ہے کہ کہ کئی گاؤں کی ایک جماعت پر ایک انتظامی علاقہ تھا،اس انتظامی علاقے کے ادھیکرن کو ہی اشٹھکلادھیکرن کہا جاتا تھا۔یعنی دیہی انتظامیہ اور ویتھی انتظامیہ کے مابین تعلق پیدا کرنے والی سطح کے طور پر اشٹھکلادھیکرن کام کرتا تھا۔صوبے سے لے کر گاؤں تک علاقائی اور مقامی انتظامیہ مختلف سطحوں میں منقسم تھا۔لیکن یہ سطحیں خاص کر ضلع کے نیچے کی جو سطحیں تھیں،ایک دوسرے سے جداگانہ نہیں تھی بلکہ ایک دوسرے سے متعلق تھیں۔ ضلع عورت سے نیچے کی سطحوں کی انتظامیہ میں غیر سرکاری اشخاص کی موجودگی کے غیر مشتبہ شواہد موجود ہیں۔صرف کتبوں سے ہی اس بات کا پتا نہیں چلتا،بلکہ ہم عصر تخلیقی ادب میں بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔شودرک کے تخلیق کردہ ناٹک مرچھکٹکم کے ہیرو چارودت پر جب سنوائی چلتی ہے،تو سنوائی کے کام میں سرکاری افسروں کے علاوہ دوشریشٹھی یا مالدار کاروباری بھی موجود رہتے تھے۔مقامی انتظامیہ کی مختلف سطحوں پر غیر سرکاری آدمیوں کو شامل کرنے کے معاملے میں گپت انتظامیہ کا آزاد اور مخصوص رویہ دیکھنے میں آتا ہے۔

لیکن مقامی انتظامیہ میں غیر سرکاری آدمیوں کی موجودگی گپت حکمرانی کے باہر کے علاقوں میں نہ کہ برابر پائی جاتی ہے۔واکاٹک،پری وراجک اور میترک بادشاہوں کے تانبے کے فرمانوں میں ایسی خصوصیت نہیں دکھائی دیتی۔واکاٹک علاقے میں مقامی انتظامی مرکز کے طور پر استھان لفظ کا استعمال ہوا ہے۔اس استھان سے تانبے کے فرمان جاری کرنے کی مثال بھی موجود ہے۔مغربی ہندوستان کے میترک بادشاہوں نے استھلی نامی ایک انتظامی سطح کا تذکرہ کیا ہے،جو استھان کے ہی مانند تھا۔پری وراجکوں اور میترکوں کے کتبوں میں کئی گاؤں کی ایک جماعت کے اوپر پیٹھ کے ہونے کا ذکر ہے۔جبلپور علاقے میں منی ناگ پیٹھ نامی انتظامی علاقے کے تحت صرف تین گاؤں تھے،اوپانیگرام،ویاگھرپلیکا اور کاچار پلیکا۔ایک میترک کتبہ میں انتظامی علاقے کے طور پر پیٹھ کو استھلی کے ماتحت بتایا گیا ہے،یعنی استھلی بڑی اور پیٹھ چھوٹی انتظامی اکائی تھے۔یقیناً سب سے نیچے گاؤں کا نظم ونسق تھا۔

13.6.4 گاؤں (Village)

مقامی حکومت کی سب سے نچلی اکائی گرام یا گاؤں تھا۔اس کا سربراہ گرامک یا کھیا ہوتا تھا۔اس کے علاوہ گاؤں کے بزرگ یا مہاترا کھیا کے ساتھ مل کر گاؤں کا انتظام چلاتے تھے۔بھرسپتی کے مطابق مہاتراؤں کے لیے ایماندار،لائق عالی خاندان،سماجی فرائض سے واقف اور ہر کام میں ماہر ہونا ضروری تھا۔ہر گاؤں میں مشورہ دینے کے لیے اس طرح کے دو تین یا پانچ افراد مقرر ہونے چاہیے تھے۔مہاتراؤں یا مہاتماؤں کے علاوہ گاؤں کی اپنی عدالت بھی ہوتی تھی۔اس کو پرتشٹھا کہا جاتا تھا۔گاؤں اور بادشاہ کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے بھرسپتی کا کہنا ہے کہ قوانین اور رواجوں کے مطابق دیے گئے گاؤں کے بزرگوں کے فیصلہ کو بادشاہ کے لیے تسلیم کرنا ضروری تھا خواہ وہ لوگوں کے حق میں ہوں یا

نہیں ۔ بادشاہ صرف اس صورت میں مداخلت کر سکتا تھا اور اپنا فیصلہ مسلط کر سکتا تھا جب مہاتراؤں کے درمیان اختلاف رائے ہو۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ بادشاہ سے اپیل کی جاسکتی تھی۔ یہ بزرگ مجرموں کو قانون کی خلاف ورزی کرنے اور رواجوں کو توڑنے کے جرم میں سزا دے سکتے تھے۔ ان کے علاوہ گاؤں کی حکومت میں تلواتک یعنی اکاؤنٹنٹ، دوت یا ایلچی، سیما کر مکر یعنی گاؤں کی حدود متعین کرنے والا اور کرنی یعنی کلرک شامل تھے۔ قومی معیشت میں گاؤں کو مالی اکائی تصور کیا جاتا تھا۔ شاہی مال گزاری کی مختلف مدیں گاؤں کے ذریعے سے حاصل کی

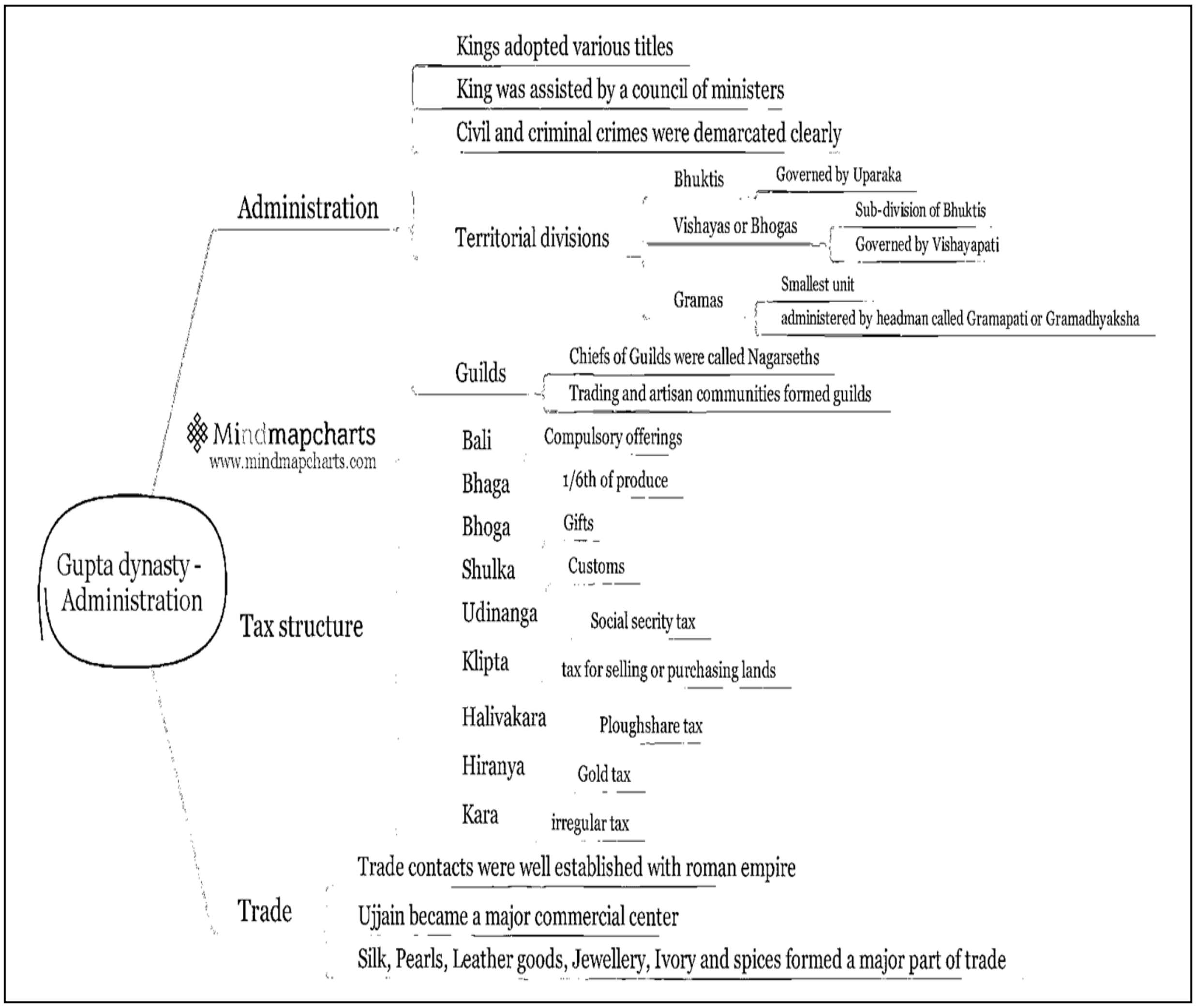

جاتی تھیں۔ گاؤں کا عدالتی نظام نہایت موثر تھا۔ زمین کی منتقلی کے سلسلہ میں کتبوں سے اہم تفصیلات ملتی ہیں۔ ان میں ریکارڈ رکھنے والے مقامی افسران کا ذکر ملتا ہے۔ حکومت زمین فروخت کی منظوری اسی وقت دیتی تھی جب یہ افسران متعلقہ زمین کے بارے میں اپنی رپورٹ حکومت کو بھیج دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں حکومت دوسرے اہم دیہی افسران مثلاً مہاتراؤں اور گرامکوں وغیرہ کی رائے بھی لیتی تھی۔ اس کے نتیجہ میں زمین کی پیمائش اور اس کی درجہ بندی کا نظام بھی پایا جاتا تھا۔ عام طور سے زمین کی دو قسمیں ہوتی تھیں قابل کاشت اور بنجر زمین۔ پیمائش کا پیمانہ پداورت ہوتا تھا۔ اس طرح سے گاؤں کی اندرونی معیشت کی تصویر مکمل ہو جاتی ہے۔

13.6.5 تجارتی انجمن یا گلڈ (Trade Association or Guild)

خود مختار اداروں یعنی کارپوریشن کو اس وقت تک خاصا فروغ ہو چکا تھا۔ ان میں کل، پگ، ورت، سرینی وغیرہ شامل تھے۔ منو سے لے کر بعد کے تمام مجموعہ قوانین میں ان اداروں کی اہمیت پر زور دیا گیا تھا۔ پانینی میں پگا، ورت اور سرینی کا ذکر ملتا ہے۔

- پگ کا مطلب مختلف ذاتوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف پیشوں سے وابستہ لوگوں کی کارپوریشن تھی
- ورت زیادہ تر غیر قانونی نوعیت کی کارپوریشن ہوتی تھی جو مختلف ذاتوں اور مختلف پیشوں سے وابستہ لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی۔
- سرینی میں ایک ہی دستکاری یا تجارت سے وابستہ لوگ شامل ہوتے تھے۔

منو نے ان کے قوانین کو پہلی بار تسلیم کرتے ہوئے جن پد یعنی دیہی اور سرینی یعنی تجارت اور دستکاری کے گلڈز کے قوانین کو پہلی بار قانون کے زمرہ میں شامل کیا تھا۔ نراد نے اس میں مزید ملحد انجمنوں مثلاً پگاؤں اور گناؤں کے قوانین کا اضافہ کیا تھا۔ ان اداروں کے قوانین اور رواجوں کو محفوظ رکھنے کی ذمے داری بادشاہ کی تھی۔ یجنا دلکیا کے مطابق لوگوں کو اپنے رسوم و رواج کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے قوانین کی بھی پابندی کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ اول الذکر سے متصادم نہ ہوں۔ اس کا مطلب مقامی قوانین اور رواجوں پر زور دینا تھا۔ اس سے مقامی اداروں کی نوعیت پر روشنی پڑتی ہے۔

وہ مختلف قسم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان سب کو اپنے مقدمات کے فیصلہ کرنے کی آزادی حاصل تھی۔ یجنا والکیہ کے مطابق اہمیت کے اعتبار سے سب سے بلند شاہی عدالت، اس کے بعد پگاؤں کی عدالت اس کے بعد سرینیوں کی اور اس کے بعد کلوں کا نمبر آتا تھا۔ ان کی جڑیں کتنی گہری تھیں اس کا اندازہ دسویں اور گیارہویں صدی کے جنوبی ہندوستان کے کتبوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ کارپوریشنوں کی مشترکہ کام کاج کا اظہار برہسپتی میں صاف طور پر کیا گیا ہے۔ اس سے مقامی اداروں کے گوناگوں کردار کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مقامی نظم ونسق، مقامی اداروں سے متعلق تھا۔ اس سے ان کی اہمیت میں اضافہ ہوا تھا۔

13.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

زیر مطالعہ اکائی میں آپ نے پڑھا کہ گپت سلطنت کے بارے میں جانکاری کے ماخذ کیا تھے۔ ہمیں سکوں کتبوں اور ادبی متون کے ساتھ ساتھ بیرونی سیاحوں کے سفرناموں سے بھی گپت سلطنت کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ ان مختلف مآخذ کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد ہم کوئی نتیجہ اخذ کر پاتے ہیں۔ آپ نے معلوم کیا کہ کس طرح ریاست کے نظریہ اور طریقہ کار میں تبدیلی آئی۔ موریہ عہد کے مقابلے میں گپت انتظامیہ کافی حد تک غیر مرکزی تھا، اس میں غیر سرکاری لوگوں کی شمولیت اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ کوٹلیہ کے سپت کرتی نظریہ کے بجائے گپت شہنشاہوں نے ریاست کا سپتانگ نظریہ اپنایا، جہاں سوامی یعنی راجا ہی تمام اعمال کا مدار المہام تھا۔ آپ نے ریاست کے سات اجزا کے بارے میں جانا، جو کہ سوامی، اماتیہ، درگ، دنڈ، کوش، متر وغیرہ ہیں۔ گپت مرکزی اور صوبائی انتظامیہ موریہ عہد کی انتظامیہ سے کافی مختلف تھی۔ صوبائی حکمراں بڑے بڑے القابات اپنانے لگے۔ جب کہ صوبائی نظم ونسق پر مرکز کی پکڑ ڈھیلی پڑنے لگی تھی۔ نجی جائیداد کا تصور

مضبوطی سے قائم ہو چکا تھا۔ایک اہم تبدیلی اور آئی وہ یہ کہ موریہ عہد کے بھاری بھر کم انتظامی ڈھانچے اور سینکڑوں ادھیکشوں کی جگہ گپت انتظامی عملہ بے حد مختصر تھا،اور مقامی لوگوں کو انتظامیہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ داری دیے جانے کی وجہ سے ریاست کو اپنا عملہ بڑھانے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔

13.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

پرشستی	:	مدحیہ قصیدہ	دیناریس	:	رومی سکہ
آٹوک ریاست	:	جنگلی قبیلائی سماج	دوت	:	سفیر
کرنک	:	کاتب	پرتی ہار	:	محافظ
مہادنڈنایک	:	اعلیٰ فوجی افسر	گوپتا	:	صوبائی ناظم

13.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

13.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. سپت پرکرتی کسے کہتے ہیں۔
2. مندسور کتبہ کے متن کو کس نے لکھا۔
3. پرشستی سے کیا مراد ہے۔
4. گپت عہد کے سونے کے سکوں کو کیا لکھا جاتا تھا۔
5. کامندک کی نیتی سار کس موضوع پر لکھی گئی۔
6. دیوی چندر گپت م ناٹک کے خالق کون ہیں۔
7. چندر گپت گپت کی بیوی کمار دیوی کس قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔
8. اٹوک راجیہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔
9. واکاٹک راجیہ میں صوبائی منتظمین کو کیا کہا جاتا تھا۔
10. نگر شریشٹھی کون کہلاتے تھے۔

13.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. کلاسیکی متون پر مبنی ماخذ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. ریاست کی نوعیت کو مختصر الفاظ میں بیان کیجیے۔

3. بادشاہ کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

4. مرکزی انتظامیہ پر ایک نوٹ لکھیے۔

5. گلڈ کی اہمیت بیان کیجیے۔

13.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گپت سلطنت کے بارے میں جانکاری کے ذرائع پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

2. گپت سلطنت کے تحت ریاست کے بدلتے تصور کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

3. صوبائی اور مقامی انتظامیہ کی تفصیلات بیان کیجیے۔

13.10 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
2. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
3. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
4. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
5. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
6. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
7. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
8. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
9. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
10. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
11. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.

12. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

13. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

14. قدیم ہندوستان۔ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 14۔ گپت دور کا سماج

(Gupta Society)

اکائی کے اجزا

14.0 تمہید
14.1 مقاصد
14.2 مآخذ
14.3 سماجی زندگی
14.3.1 ذات پات کا نظام
14.3.2 نئی سماجی پیش رفت
14.3.3 غلامی کا رواج
14.3.4 عورتوں کی حالت
14.4 رہن سہن
14.4.1 کھان پان اور غذا
14.4.2 لباس اور پہناوے
14.4.3 تفریحات
14.5 سائنس اور سائنسی علوم کا فروغ
14.6 اکتسابی نتائج
14.7 کلیدی الفاظ
14.8 نمونہ امتحانی سوالات
14.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
14.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

14.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
14.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

14.0 تمہید (Introduction)

قدیم ہندوستانی تاریخ میں گپت عہد ایک اہم مرحلہ ہے۔ گپت سلطنت کی طویل اور مؤثر حکمرانی نے سیاسی، سماجی اور تہذیبی شعبوں پر بہت زیادہ اثر ڈالا۔ اگرچہ گپت سلطنت، موریہ سلطنت کی طرح بہت زیادہ وسیع نہیں تھی، لیکن یہ ایک ایسی سلطنت بنانے میں کامیاب رہی جو ہندوستانی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ کشان سلطنت کے زوال کے بعد گپت حکمرانوں کا ظہور ہوا اور انہوں نے شمالی ہندوستان کو دو صدیوں سے زیادہ عرصے تک سیاسی طور پر متحد رکھا۔ تجارت کی گراوٹ اور اراضی کے تحفوں میں اضافے نے جاگیردارانہ نظام کو فروغ دیا، گپت عہد میں ایسے معاشرے کی بھی تشکیل ہوئی جس نے یہاں کے سماجی اور معاشرتی پر گہرے نقوش مرتب کیے۔

گپت سلطنت ہندوستان کی قدیم سلطنت تھی جو برصغیر ہند کے کافی بڑے حصہ پر پھیلی ہوئی تھی اور جس پر گپت حکمرانوں نے تقریباً320تا550ءتک حکومت کی۔ دوسری صدی ق۔م میں موریہ سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستان متعدد سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا۔ تیسری صدی عیسوی کے اوائل میں گپت خاندان نے مگدھ (موجودہ جنوبی بہار) میں بادشاہت پر قبضہ جمایا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ گپت حکمرانوں کا دورِ حکومت ہندوستان کی تاریخ کا سنہرا دور تھا، چوں کہ اس دور کو علوم وفنون اور سائنس کی نشوونما کے دور کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر برنیٹ(Dr. Barnett)لکھتے ہیں، ''کلاسیکی ہندوستان کی تاریخ میں گپت دورِ حکومت قریب قریب یونان کی تاریخ میں پیریکلین دور سے مماثل ہے۔''ان کا ماننا تھا کہ جس طرح قدیم یونان میں ''پیریکلیز''(Pericles495-429ق م)کا عہد حکومت، زریں دور کہلاتا ہے اسی طرح قدیم ہندوستان کی تاریخ میں گپت دور وہی حیثیت رکھتا ہے۔ حالانکہ بیشتر دانشوروں نے اس مفروضہ عہد زریں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ڈی۔ این جھا(D.N. Jha)کے مطابق، اس سماج کے اوپر کے تین اعلیٰ ورنوں (طبقوں) کے لیے یہ دور سنہری رہا ہوگا، لیکن نچلے طبقوں یعنی شودروں اور اچھوتوں (ذات نظام سے باہر) کو برہمنی نظام کے تحت ذات پات کی سخت ترین پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور انہیں مختلف حقوق اور انصاف سے محروم رکھا جاتا تھا۔

14.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- گپت دور کے بارے میں معلومات کے مختلف ذرائع اور ماخذ کے بارے میں جان سکیں گے۔
- گپت دور میں ذات پات کے نظام کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔
- گپت دور میں نئی سماجی پیش رفت کے بارے میں سمجھ سکیں گے۔

- سماج میں غلامی کے رواج اور عورتوں کی حالت کو بہتر طور پر سمجھیں گے۔
- سماج میں عام رہن سہن جیسے غذا، لباس، تفریحات وغیرہ کے بارے میں جانیں گے۔
- گپت دور میں سائنس اور سائنسی علوم کے فروغ پر روشنی ڈال سکیں گے۔

14.2 ماخذ (Sources)

گپت دور میں سماجی حالات کے بارے میں جاننے کے لیے ہم کافی حد تک قانونی متون اور اسمرتیوں پر منحصر ہیں۔اس دور میں اس طرح کے بہت سارے متون لکھے گئے، جن میں سے بیشتر نے منو کے دھرم شاستر کو بنیاد بنایا ہے۔ان میں یجناوالکیہ (Yajnavalkya)، نارد (Narada)، برِہسپتی (Brihaspati)،اور کاتیائن (Katyayana) کافی مشہور ہیں۔یہ اسمرتیاں برہمنی نقطہ نظر سے سماج کی مثالی تصویر پیش کرتی ہیں۔اگرچہ ہم عصر سنسکرت ڈرامے اور نثر نگار اس طرح کی مثالی تصویر ہمیشہ پیش نہیں کرتے اور یہ بات محتاط طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ اسمرتیوں کے تمام احکام سختی سے نافذ نہیں کیے جاتے تھے۔اس نتیجے کی تائید اس دور کے کتبات اور فاہیان (Fahien) اور ہیون سانگ (Hieun-tsang) جیسے چینی سیاحوں کے سفر ناموں سے بھی ہوتی ہے۔کالی داس کے عالمی شہرت یافتہ ڈرامے ''ابھگیان شاکنتلم''، کا تعلق بھی گپت دور سے ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے ''رتو سمہار''، ''مالوکا اگنی مترم'' اور ''وکرم اروشی'' جیسے ڈرامے تخلیق کیے۔شودرک نے ''مرچھ کٹکم''، تخلیق کی اور وشاکھ دت نے ''مدرا راکشس'' اور دیوی چندر گپتم جیسے شاندار ناٹک لکھے۔وشنو شرما نے ''پنچ تنتر'' کے نام سے اخلاقی تعلیمات کے لیے ایک عمدہ کتاب تصنیف کی۔ان ادبی ماخذ اور متعدد کتبوں سے اس عہد کے سماج کی ایک دوسری تصویر سامنے آتی ہے جو برہمنی ادب میں یک سر غائب ہے۔ان کے ذریعے حکمرانوں سے زیادہ عام لوگوں کے حالات زندگی سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

بہر حال شت پتھ برہمن، وایو پُران، نارد کی نیتی شاستر، واتساین کی کام سوتر، برہت کتھا، کالی داس، وشاکھ دت اور شودرک کے ڈرامے اور متعدد دیگر تصنیفات، گپت عہد کی سماجی زندگی کے متعلق ہمیں بہترین معلومات فراہم کرتے ہیں۔سماجی زندگی کے متعلق بہت سی دلچسپ خصوصیات ہم عصر کندہ کتبوں پر لکھی ہوئی مل جاتی ہیں۔چین کے مشہور سیاح فاہیان نے بھی پانچویں صدی عیسوی کی ابتدا میں موجود ہندوستانی معاشرے کا مشاہدہ کیا تھا اور نہایت اہم اور غیر جانب دار معلومات فراہم کی تھیں۔

گپت دور میں سنسکرت زبان بہت مقبول ہوئی۔برہمی رسم الخط سے ناگری رسم الخط کا ارتقا ہوا۔کلاسیکی سنسکرت میں رزمیہ، گیت، ڈرامہ اور نثر کی شکل میں کافی کام ہوا تھا۔سنسکرت زبان اور ادب کو کئی صدیوں کے بعد شاہی سرپرستی کی وجہ سے کلاسیکی درجہ اور اعلیٰ مقام حاصل ہوا تھا۔سنسکرت گپت حکمرانوں کی سرکاری زبان تھی۔اعلیٰ ترین سنسکرت ادب کا تعلق گپت دور سے تھا۔پُرانوں کا وجود حالانکہ گپت دور سے پہلے بھی قصہ گویوں کے ادب (Bardic Literature) کی شکل میں تھا مگر گپت دور میں ان کو موجودہ شکل میں مرتب کیا گیا۔ اس دور میں کئی اسمرتیاں بھی مرتب کی گئیں اور قانون کی کتابوں کو زیر تحریر لایا گیا۔اس دور میں یجناوالکیہ، نارد، کاتیاین اور برہسپتی کی اسمرتیوں بھی لکھی گئیں۔دو مشہور رزمیات ''رامائن'' اور ''مہابھارت'' کو بھی تقریباً چوتھی صدی عیسوی میں مکمل طور پر مرتب کیا گیا۔

بنگال کے ایک بودھ دانشور چندرا گومی(Chndragomi) نے ویاکرن (گرامر) پر تقریباً 470ء میں ایک کتاب ترتیب دی جسے "چندراویاکرن"(Chandra Vyakrana) کہتے ہیں۔ بدھ مت اور جین مت کے ادب کو گپت دور میں ہی سنسکرت زبان میں تحریر کیا گیا۔ بودھ دانشور آریہ دیوا(Arya Deva)، اسانگا(Asanga) اور واسوبندھو(Vasubandhu) گپت دور کے قابل ذکر مصنفین تھے۔ گپت دور میں پراکرت زبانوں کا بھی ارتقا ہوا۔ جیسے شور سینی زبان جو متھرا اور آس پاس کے علاقوں میں استعمال ہوتی تھی۔ اردھ مگدھی جو اودھ اور بندیل کھنڈ میں، مگدھی، بہار میں اور مہاراشٹری، برار میں استعمال ہوتی تھی۔

گپت دور سیکولر (غیر مذہبی) ادب کے لیے بھی مشہور تھا۔ سمدر گپت نے ہری جیسے دانشور کی سرپرستی کی۔ چندر گپت دوم کے دربار میں کئی عظیم ماہرین فن موجود تھے، جنہیں مجموعی طور پر "نورتن (9 ہیرے)" کہا جاتا تھا۔ ان میں کالی داس کافی مشہور ہوئے۔ سنسکرت ڈرامہ ابھیگیان شاکنتلم (Abhigyana Shakuntalam) ان کا عظیم شاہکار ہے۔ اس کے علاوہ کالی داس نے مالویکہ اگنی مترم(Malavika Agnimitram) اور وکرم وارو شی(Vikrama Uravashi) جیسے ڈرامے لکھے۔ اس دور کے مشہور رزمیوں میں رگھوومس (Raghuvamsa) اور کمار سمبھو(Kumarsambhava) مشہور ہیں ۔ ریتوسمہار (Ritusamhara) اور میگھ دوت(Meghadoot) اس کے دو اہم گیت ہیں۔ وشاکھادت اس دور کا ایک عظیم مصنف تھا۔ اس نے مدارا کشس(Mudra Rakhshasa) اور دیوی چندرا گپتم(Devi Chandraguptam) نامی دو سنسکرت ڈرامے لکھے۔ شودرک اس دور کا عظیم شاعر تھا اور اس کی کتاب مرچھ کٹکم (Mrichha Katikama) میں مزاح اور آسودگی کو بیان کیا گیا ہے۔ بھاراوی کی کیرت ارجنیہ(Kirata Arjunya)' ارجن اور شیو کے درمیان تصادم کی کہانی ہے۔ اس دور کا ایک عظیم کارنامہ سوبھاندو کی تحریر کردہ کتاب واسودتا(Vasavadatta) تھی۔ گپت دور میں ہی وشنو رما نے مشہور و معروف اخلاقی کہانیوں کا مجموعہ پنچ تنترا(Panchatantra) تصنیف کیا، جس کو دنیا کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ عام خیال ہے کہ واتسیائن نے اپنی کتاب کام سوترا(Kama Sutra) کو اسی دور میں ترتیب دیا تھا جو کہ سنسکرت ادب میں انسانی جنسی برتاؤ سے متعلق ایک معیاری کتاب سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ جان کی(John Keay) اور وینڈی ڈونیر(Wendy Doniger) جیسے مورخین اسے گپت عہد سے پہلے کی تصنیف مانتے ہیں، چوں کہ اس میں گپت سلطنت کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ موجودہ پُرانوں کو بھی اسی دور میں آخری شکل دی گئی جو کہ تعداد میں 18 تھے۔ ان میں سب سے اہم بھاگوت' وشنو' وایو اور متسیہ پران ہیں۔ اسی دور میں مہابھارت اور رامائن کو موجودہ شکل میں ترتیب دیا گیا تھا۔

14.3 سماجی زندگی (Social Life)

14.3.1 ذات پات کا نظام (Caste System)

گپت عہد کا سماج چار طبقوں پر منقسم تھا۔ برہمن، چھتریہ، ویشیہ اور شودر۔ ان میں سے ابتدائی تین اعلیٰ طبقے (ورن) دوج مانے جاتے تھے یعنی ان کو دوبار پیدا ہونے کا اعزاز حاصل تھا ساتھ ہی انہیں "جنیو"، یعنی مقدس دھاگا باندھنے کا حق بھی حاصل تھا۔ یگیہ میں شامل ہونے

اور وید پڑھنے کی اجازت حاصل ہونے سے سماج میں ان کے تقدس اور حیثیت میں مزید اضافہ ہوتا تھا۔ دوسری طرف سماج میں شودروں کی خستہ حالت پر فاہیان کے بیان سے گپتا عہد کے سماج میں ذات پات کے نظام کی مضبوطی ثابت ہوتی ہے۔ مجسموں پر کندہ کتبوں اور ادبی تصانیف میں درج متعدد ذاتوں کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں ذات پات کا نظام کافی ترقی پر تھا۔ شودروں سے نیچے انتیج طبقے کے لوگ تھے جن میں ڈوم، ہادی اور چنڈال وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ ورن نظام سے مکمل طور پر باہر تھے اور ان کو شہر تک میں داخل ہونے کی ممانعت تھی۔ جب کبھی یہ شہر میں داخل ہوتے تو انہیں ڈھول بجاتے ہوئے چلنا پڑتا تا کہ لوگ ان سے دور ہٹ سکیں اور مفروضہ ناپاکی سے بچ سکیں۔

برہمنوں کا بنیادی تعلق روایتی طور پر ویدوں اور دیگر صحیفوں کے مطالعے اور اس کی تعلیم اور اس کے ساتھ ہی قربانیوں اور دیگر مذہبی رسومات کی انجام دہی سے تھا۔ سماج میں مرتبے اور مقام کے لحاظ سے برہمنوں کے بعد چھتریہ دوسرے نمبر پر تھے۔ حکمراں طبقے

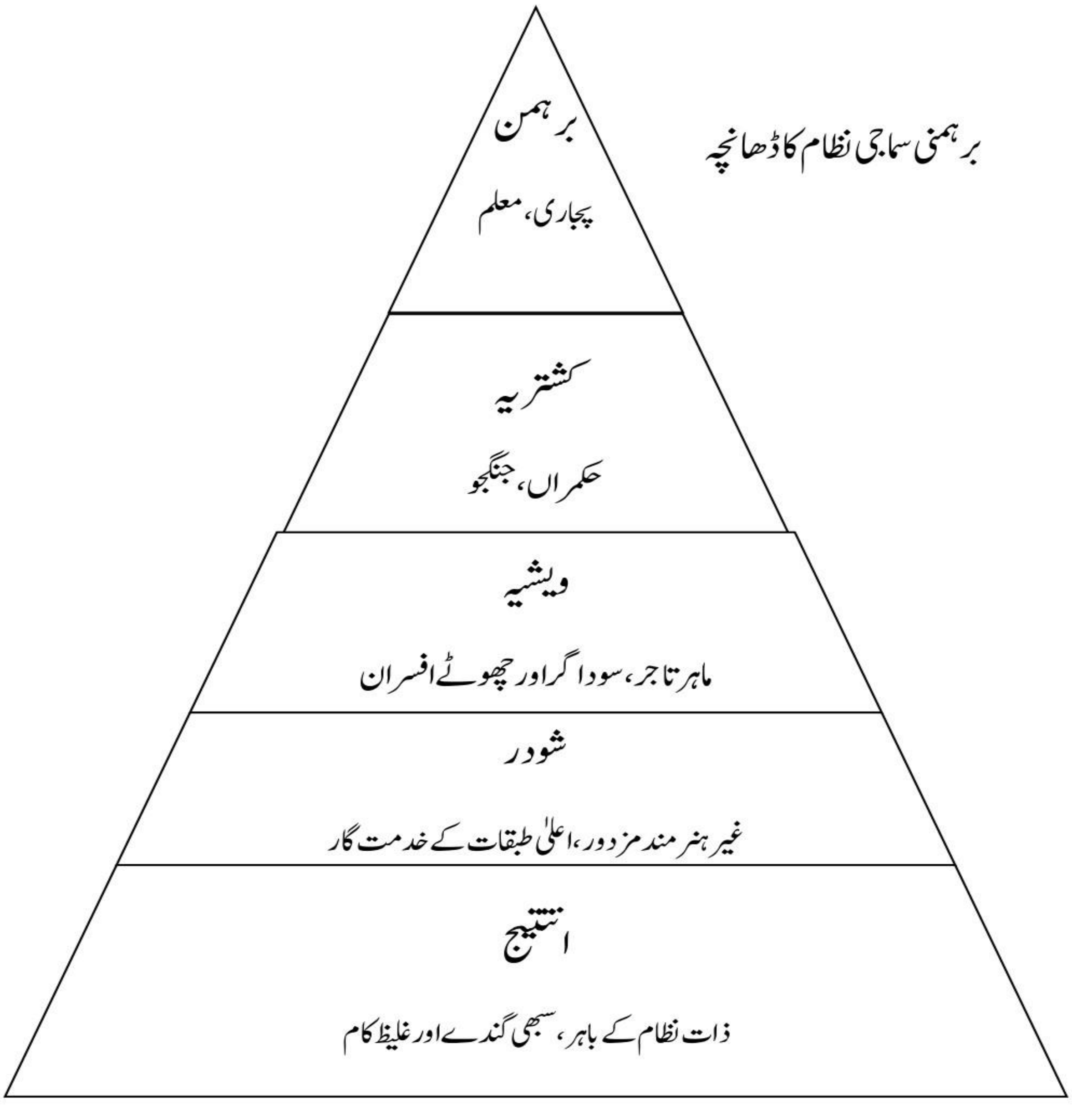

برہمنی سماجی نظام کا ڈھانچہ

سے تعلق ہونے کی وجہ سے چھتریہ کو سماج میں اہم حیثیت حاصل تھی۔ سماج میں تیسرے نمبر پر ویشیہ لوگ تھے جو زراعت، تجارت، صنعت وحرفت یا بلفظ دیگر سماج کی معاشی زندگی کے ذمے دار تھے۔ وافر دولت اور ٹیکس ادا کرنے کی وجہ سے ویشیوں کو سماج میں بہتر مقام حاصل تھا۔ ورن نظام میں شودروں کو کم تر درجہ حاصل تھا۔ ان کو اوپر کے تین طبقوں کی خدمت کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔ موریہ عہد سے ایک تبدیلی شودروں کے درجے میں یہ آئی تھی، کہ اب وہ گھریلو خدمات کے بجائے کھیتی باڑی اور زراعتی سرگرمیوں میں لگائے جانے لگے جس سے ان کی حیثیت میں سدھار ہوا۔ کچھ نچلے درجے کے دیوتاؤں کی پوجا کرنے اور ذاتی یگیہ کروانے کی اجازت انہیں مل گئی تھی۔ سماج میں اصل استحصال اب اَنتیجوں اور برہمنی نظام سے باہر کے لوگوں کا کیا جانے لگا۔ سماج میں ان چار طبقوں کے علاوہ، اس عہد کے کتبے اور ادب، متعدد ذیلی ذاتوں اور برادریوں کے شواہد پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان ذیلی ذاتوں کے درمیان آپس میں شادی بیاہ کرنے یا ایک ساتھ کھانے پینے کے سلسلے میں کوئی سخت قوانین نہیں تھے۔

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ گپت دور میں ورن نظام پر مبنی رنگ اور نسل کے ڈھانچے کی اہمیت کم ہوتی جارہی تھی، اس کی جگہ پیشہ ورانہ حیثیت پر مبنی ذات برادری کا ڈھانچا تیزی سے اہمیت حاصل کر رہا تھا۔ ورن کی طرح ذات پات کا نظام بھی موروثی تھا اور ذاتوں کی تعداد بتدریج پھیلتی جارہی تھی۔ ایک سماجی ادارے کے طور پر جاتی (پیشہ ورانہ ذات) ورنوں سے آزاد تھی۔ اگرچہ چینی سیاح ہیون سانگ نے چاروں ذاتوں کے لیے پیشوں کی متعین حد بندی کا ذکر کیا ہے، اس کے باوجود اس دور میں ذات کا نظام بہت زیادہ سخت نہیں تھا اور پھر یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی فرد کو ایک پیشے کے بجائے دوسرا پیشہ اختیار کرلے یا ایک ساتھ کئی پیشوں سے منسلک رہے۔ برہمنی تصانیف میں دوسرے پیشوں سے تاجروں، معماروں یا اہل کاروں کا پیشہ اپنانے والوں کی مثالوں سے اس طرح کی سماجی نقل وحرکت کا پتہ چلتا ہے اور ان کی مذمت نہ کرکے خاموش طور ان کو رضامندی بھی دی گئی ہے۔ ہیون سانگ نے چاروں ذاتوں کے سیاسی حقوق کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس نے 5 برہمن، 5 چھتریہ، 2 ویشیہ، اور 2 شودر حکمرانوں کو دیکھا تھا۔ تاہم، لوگ چھوٹے پیمانے پر جاتیوں اور بڑے پیمانے پر ورنوں سے پہچانے جاتے تھے۔ کسی جاتی سے تعلق سماجی شعور کا حصہ بن گیا۔

برہمنوں نے چار ورنوں کے علاوہ متعدد ذاتوں کے ابھرنے کی مخلوط ذاتوں (Mixed Castes) کے ذریعے وضاحت کرنے کی کوشش کی، جو متعدد ورنوں کے درمیان آپس میں شادی بیاہ کے ذریعے سے پیدا ہوئی تھیں۔ بان بھٹ (Bana Bhat) کے والد ایک شودر عورت سے شادی کی تھی۔ یجناوالکیہ (Yajnavalkya) اسمرتی میں کہا گیا ہے کہ ایک شودر ذات کی ماں اور برہمن باپ کا بیٹا باپ کی جائیداد کا وارث ہوگا، اگرچہ کہ اس حق کو برہسپتی (Brihaspati) تسلیم نہیں کرتی۔ ہم عصر اسمرتیوں میں مخلوط ذاتوں کا ذکر ملتا ہے۔

14.3.1 نئی سماجی پیش رفت (New Social Advancement)

گپت دور میں برہمن طبقے کے افراد کو بڑے پیمانے پر عطیے کے طور پر زمین دیے جانے کا دستور اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ گپت دور میں بھی برہمنوں کو دیگر افراد پر فوقیت حاصل تھی۔ گپت جن کا تعلق اصلاً "ویشیہ" طبقے سے تھا انہیں برہمن لوگ چھتری کی حیثیت سے پیش

کرنے لگے۔ گپت دور کے برہمن، سمراٹ (شہنشاہ) کو ایسی شخصیت کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کرتے تھے جس میں دیوتاؤں کی صفات موجود ہوں۔ برہمنوں کے اس رویے نے گپت حکمرانوں کی عظمت اور احترام کے لیے ایک مذہبی بنیاد فراہم کر دی اور اس کے بدلے میں گپت حکمراں برہمنوں کے مددگار اور برہمنی نظام کے زبردست حامی بن گئے۔ زمین کی شکل میں گپت سمراٹوں کی طرف سے ملنے والے بے شمار عطیوں کے سبب برہمنوں کے پاس بہت دولت جمع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ انھوں نے بہت سی دیگر مراعات کا مطالبہ شروع کر دیا جن کی فہرست پانچویں صدی میں نارد کی لکھی ہوئی قانون کی کتاب، نارداسمرتی میں موجود ہے۔

گپت عہد میں چار بڑی ذاتیں متعدد چھوٹی چھوٹی ذیلی ذاتوں میں منقسم ہو گئی تھیں جس کے دو اسباب ہیں۔ ہندوستانی سماج میں غیر ملکیوں کی آمد سے غیر ملکی اور ہندوستانی ایک دوسرے سے گھلنے ملنے لگے اور ہر غیر ملکی گروہ کو کسی نہ کسی طرح کی ہندو ذات سمجھا جانے لگا۔ غیر ملکی لوگ زیادہ تر فاتح کی حیثیت سے آئے تھے اس لیے انہیں سماج میں چھتری کا مرتبہ دیا گیا۔ ہن جو کہ ہندوستان میں پانچویں صدی میں وارد ہوئے آخر کار ان کا تعلق راجپوتوں کے 36 گروہوں میں سے ایک سے جوڑ دیا گیا۔ آج بھی بعض راجپوت اپنے نام کے ساتھ ہن کا لقب لگاتے ہیں۔ ذیلی ذاتوں کی تعداد میں اضافے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ برہمنی سماج میں زمینوں کے عطیات کے رواج کے سبب بہت سے قبائلی افراد شامل ہو گئے تھے۔ قبائلی سرداروں کو معزز مرتبہ دیا جاتا تھا لیکن ان کے عام رشتے داروں کو کم حیثیت دی جاتی تھی اور اس طرح ہر قبیلہ اپنی جگہ پر باقاعدہ ایک ذات تصور کیا جانے لگا۔ بعض علاقوں میں یہ رواج آج تک بدستور چلا آ رہا ہے۔

گپت عہد میں شودروں کی حالت خاصی بہتر ہو گئی تھی۔ انہیں مہاکاویوں اور پرانوں کو سننے کی اجازت مل گئی تھی۔ وہ نئے دیوتا ''کرشنا'' کی پوجا بھی کر سکتے تھے۔ بعض گھریلو رسوم کی انجام دہی کی بھی انہیں اجازت تھی جس کے لیے وہ پجاری کو فیس یا دکشنا ادا کرتے تھے۔ ان اصلاحات کو شودروں کی حق میں بہتر تبدیلی کا نام دینا غلط نہیں ہوگا۔ ساتویں صدی عیسوی کے بعد سے انہیں ہمیشہ کھیتی باڑی کے کاموں سے متعلق رہنے والی ذات کی شکل میں پیش کیا گیا جب کہ اس سے پہلے کے زمانے میں وہ صرف نوکر اور غلام کی حیثیت میں دکھائی دیتے تھے جو اعلیٰ ورن یا ذات کے لوگوں کے یہاں زرعی یا گھریلو مزدور کے طور پر کام کرتے تھے۔

گپت عہد میں اچھوتوں اور خصوصاً چنڈالوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔ ہندوستانی سماج میں چنڈالوں کے وجود کی ابتدا پانچویں صدی ق م سے ہوئی اور پانچویں صدی عیسوی تک ان کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ ان کے ساتھ تفریق و امتیاز اور ان سے بیگار (جبری مزدوری) لیا جانا اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ چینی سیاح فاہیان کو متوجہ کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کا بیان ہے کہ ''چنڈال لوگ گاؤں سے باہر رہتے تھے اور گوشت اور کھال بیچنے کا کام کرتے تھے۔ جب بھی وہ شہر میں داخل ہوتے تو اونچی ذات کے لوگ ان سے پرہیز کرتے تھے کیوں کہ ان کے خیال میں جس راہ سے چنڈال گزریں وہ ناپاک یا آلودہ ہو جاتی ہے۔''

آر ایس شرما (R.S. Sharma) کے مطابق ''برہمنوں کو بڑے پیمانے پر دیے جانے والے زمینی عطیات یہ بتاتے ہیں کہ گپت دور میں بھی برہمنوں کی بالادستی برقرار تھی۔ تین اعلیٰ ورنوں کے لیے استعمال کی جانے اصطلاح ''دوِج'' (Dvija) کا بڑے پیمانے پر

برہمنوں ہی کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ برہمنوں کی پاکیزگی اور تقدس پر جتنا زور دیا جاتا تھا اس سے کہیں زیادہ غیر برہمنوں کی ناپاکی پر دیا جانے لگا۔ ایسا لگتا ہے کہ ذاتوں میں اضافے اور ان کے پھیلنے کی وجہ سے ورن نظام میں کافی حد تک بدلاؤ کیے گئے۔ ہنوں (Hunas) کی آمد سے چھتری طبقے میں اضافہ ہونے لگا اور اس کے نتیجے میں گرجر پرتیہار راجپوت کی حیثیت سے اس طبقے میں شامل ہو گئے۔ پسماندہ جنگلاتی قبائل کے برہمنی ورن نظام میں شامل ہونے کی وجہ سے شودر اور اچھوت ذاتوں میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا۔ اکثر و بیشتر کاریگروں کی جماعتیں بھی مختلف ذاتوں میں تبدیل ہو جاتی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین یا زمین کے محصولات کے لین دین سے ایک نئی ذات کا فروغ ہوا جو کائستھ کہلائی۔ انہوں نے لکھنے پڑھنے والوں کی حیثیت سے برہمنوں کی اجارہ داری کو نقصان پہنچایا۔

14.3.3 غلامی کا رواج (Custom of Slavery)

پربھاوتی گپت کے جاری کیے ہوے سکے،(indianetzone.com)

اگرچہ کہ ہندوستان میں کسی ادارے کی شکل میں غلامی کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا، لیکن مختلف ذرائع سے غلامی کے حوالے ملتے ہیں۔ گپت عہد میں غلاموں کے مختلف درجات تھے۔ عام طور پر جنگی قیدیوں کو غلام بنا دیا جاتا تھا۔ شرابی، جواری وغیرہ جو قرض خواہوں سے لیا ہوا قرض ادا نہیں کر پاتے تھے انہیں خود کو غلام کے طور پر بیچ دینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ شاہی گھرانوں میں کام کرنے والے افراد بھی غلام سمجھے جاتے تھے۔ لیکن گپت عہد میں غلامی کا نظام مغربی ممالک کے غلامی کے نظام سے مختلف تھا۔ کچھ شرائط پوری کر دینے پر ہندوستان میں غلام کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔ غلام یا تو خود یا کسی رشتے دار اور دوستوں کی جانب سے واجب الادا رقم (تاوان) ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتا تھا۔ اس عہد کے دستاویزوں میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ایک جنگی قیدی کو بھی آزاد کر دیا جاتا تھا بشرطیکہ وہ اپنا کوئی متبادل پیش کر دے۔ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی جان بچاتا تو نہ صرف اسے آزاد کر دیا جاتا بلکہ وہ اپنے سابقہ مالک کی جائیداد میں اس کے بیٹے کے برابر حصے کا حقدار بن جاتا تھا۔

14.3.4 عورتوں کی حالت (Conditions of Women)

گپت عہد میں عورتوں کی حالت میں مزید گراوٹ آئی۔ حالانکہ اس عہد کی متعدد عورتیں ادب اور فن میں مثالی درجہ رکھتی تھیں، لیکن اس کے باوجود سماج میں انہیں شودروں کے برابر درجہ دیا جاتا تھا۔ اعلیٰ ذات کی عورتوں کو محدود قسم کی تعلیم کی اجازت تھی لیکن انہیں عوامی زندگی میں شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ کم عمر میں لڑکیوں کی شادی کی حمایت کی جاتی تھی اور بیواؤں کو سختی سے مجرد رہنے کی تاکید کی جاتی تھی۔ عورتوں کے بارے میں ہم عصر اسمرتیوں کا رویہ اہانت آمیز تھا۔ عورتوں کو لگ بھگ استعمال کی اشیا تصور کیا جاتا تھا، جن کے مالک صرف ان کے شوہر ہی ہوتے تھے۔ حالانکہ حقیقی زندگی میں اس اصول سے کچھ استثناء بھی تھے۔ عورتیں حکمراں نہیں بن سکتی تھیں لیکن کچھ ایسے ثبوت ضرور ملتے ہیں کہ اس اصول پر بسا اوقات عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ''ڈنگونہ'' گاؤں کے ایک کتبے کے مطابق چندر گپت

دوم کی بیٹی ''پربھاوتی گپت'' نے اپنے شوہر کی موت کے بعد واکاٹک (Vakataka) ریاست کے معاملات کو بیس سال تک بحسن وخوبی سنبھالااور زمینی عطیات اور اپنے نام کے سکے بھی جاری کیے۔تاہم، مجموعی طور پر آزادی سے وہی عورتیں کسی حد تک لطف اندوز ہوتی تھیں جنہوں نے قصداًمروجہ نظام کے اصولوں سے دستبردار ہو کر بدھ راہبہ یا طوائف بن جانا قبول کیا۔

ہندوستانی سماج میں عورتوں کی حیثیت ہر دور میں مختلف رہی ہے۔ابتدائی ویدک دور کے معاشرے میں انہیں عزت اور احترام کا مقام حاصل تھا،اور وہ یگیہ اور قربانی میں مردوں کے شانہ بشانہ ہوتی تھیں۔آخری ویدک عہد میں ان کی حیثیت میں گراوٹ آئی لیکن ان کی خود مختاری کسی نہ کسی طرح قائم رہی۔بدھ اور جین تحریکوں نے بھی عورتوں کی اہمیت کو تسلیم کیااور انہیں سنگھ کا حصہ بننے کی اجازت دی۔پہلی صدی ق م میں برہمن حکمراں خاندانوں جیسے شنگ، کنواور ستواہن، غیر ملکیوں جیسے، ہندیونانی، شک اور کشان حکمرانوں کے ذریعے برہمنی نظام کی سرپرستی اور یگیہ کی پرجوش حمایت نے اس صورت حال کو تبدیل کرنا شروع کیا۔منواسمرتی کی تخلیق اور ذات کے نظام میں شدت آنے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لیے سخت قسم کے ضابطے بنائے گئے اور انہیں مکمل طور پر ان کے شوہروں کی اطاعت کا پابند اور ان کا محتاج بنا دیا گیا۔گپت دور تک آتے آتے عورتوں کی سماجی حیثیت مزید ابتر ہوگئی۔پُرانوں نے زندگی کے بعض پہلوؤں جیسے جائیداد کی ملکیت وغیرہ میں عورتوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کچھ اقدامات کیے، لیکن عورتوں سے تعصب کی وجہ سے اس سلسلے میں ٹھوس اقدامات کرنے سے قاصر رہے۔ منو اسمرتی کے مطابق عورت کو اپنے باپ، شوہر یا بڑے بیٹے کی حفاظت میں رہنا چاہیے۔ اس طرح سماج کی پدر حاکمیت (Patriarchy) پر مہر لگادی گئی۔اس کے باوجود چندر گپت دوم کی بیٹی پربھاوتی گپت جیسی عورتوں کا اپنے شوہر کی موت کے بعد واکاٹک ریاست کی نائب حکومت بننا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔

گپت عہد میں عورتوں کے شادی بیاہ کے سلسلے میں کئی طرح کے اصول اختیار کیے جاتے تھے۔بیشتر مصنفوں نے عورتوں کے وِواہ (Marriage) یعنی شادی کے آٹھ عام اقسام بتائے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. برہما (Brahma ब्रह्म)
2. دیو (Daiva दैव)
3. ارش (Arsha अर्श)
4. پرجاپتی (Prajapatya प्राजापत्य)
5. اسُر (Asura असुर)
6. گندھرو (Gandharva गन्धर्व)
7. راکشس (Rakshasa राक्षस)
8. پشاچ (Paishacha पैशाच)

پہلی چار قسموں کی شادیاں سماج میں مقبول اور پسندیدہ تصور کی جاتی تھیں کیوں کہ ان میں والدین کی مرضی شامل رہتی تھی۔ حالانکہ دیوا اور ارش طرز کی شادیوں میں دلہن کی قیمت کا مطالبہ کیا جاتا تھا، پھر بھی انہیں سماج میں منظوری حاصل تھی۔

گپت دور حکومت تک ستی کا رواج عام ہو چکا تھا۔ واتسیاین(Vatsayana)اور کالی داس اس کا حوالہ دیتے ہیں۔اس کے علاوہ گپت دور میں آثاری ماٰخذ سے بھی ستی کی کچھ مثالیں ملتی ہیں۔ کمار گپت کے ''مندسور''(Mandasor) کتبے سے ہمیں گپت دور میں ستی کی رسم کا علم ہوتا ہے۔ایک سے زیادہ شادیاں (Polygamy) گپت عہد کے دوران کافی مقبول ہو چکی تھیں۔ سمراٹ اور سامنتوں کی اکثر ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں۔ چندر گپت دوم کی دو رانیاں تھیں جن کے حوالے کتبوں اور سکوں میں ملتے ہیں۔ پہلی ناگ خاندان کی شہزادی کبیر ناگ (Kubernaga) تھی اور دوسری اس کی محبوبہ دھروسوامنی (Dhruvaswamini) تھی۔ یہ رواج صرف حکمرانوں تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ عام لوگوں میں بھی رائج تھا۔ایک عورت اگر پاگل یا بانجھ ہو، یا پھر اسے بار بار بیٹیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تو اسے اپنے شوہر کی دوسری شادی کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

گپت دور میں شودروں کی عورتوں کو بھی مہاکاویہ اور پران سننے اور کرشنا کی پوجا کرنے کی اجازت تھی۔ دوسری طرف اعلیٰ ذات کی عورتوں کو گپت دور سے پہلے اور خود گپت دور میں روزی روٹی کمانے کی آزادی نہ تھی، جب کہ نچلی ذاتوں کی عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی جس سے ان کی آزاد حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔اس سلسلے میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ویشیہ اور شودر طبقے کی عورتیں کھیتی باڑی کے کام اور گھریلو خدمات میں لگی رہتی تھیں اس لیے وہ اپنے شوہروں کے قابو اور کنٹرول سے باہر تھیں۔اس کے مقابلے میں گپت دور کی شروعات تک اعلیٰ مرتبے کے افراد زیادہ سے زیادہ زمینوں پر قابض ہوتے گئے۔ان میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج اور جائیداد بنانے کا رجحان زور پکڑتا گیا۔ پدرانہ تسلط والے معاشرتی نظام(Patriarchal Society)میں عورتوں کو انہوں نے اس حد تک اپنی ذاتی ملکیت کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا تھا کہ ان سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ عالم بقا میں بھی مردوں کا ساتھ دیں گی۔ کسی عورت کے اپنے شوہر کی چتا پر ''ستی'' ہونے کی پہلی مثال 510 عیسوی میں سامنے آئی ہے۔تاہم گپت دور کے بعد کی کچھ قانون کی کتابوں میں ذکر ہے کہ شوہر کی موت، تباہی، نامردی، سنیاس لینے یا مذہب تبدیل کرنے کی صورت میں عورت دوسری شادی کر سکتی تھی۔

اونچی ذات کی عورتوں کی کم تر حیثیت کا اصل سبب یہ تھا کہ گھریلو معاملات میں ان کا مکمل انحصار اپنے شوہروں پر ہوتا تھا۔انہیں ملکیت کے حقوق کم ہی حاصل تھے لیکن شادی کے وقت عورت کو ملے زیور، کپڑے اور دیگر تحفے اس کی ذاتی ملکیت تصور کیے جاتے تھے۔ گپت دور اور اس کے بعد کے زمانے میں لکھی گئی قانون کی کتابوں میں ایسے حقوق کے امکانات کو اور بھی وسیع کر دیا گیا تھا۔ان کتابوں کے مطابق شادی کے وقت عورت کو نہ صرف اپنے والدین بلکہ سسرال سے ملنے والی چیزیں بھی ''استری دھن''(Istridhan)یعنی عورت کی ملکیت شمار ہوں گی۔ چھٹی صدی کے ایک ماہر قانون ''کاتیاین'' کا کہنا ہے کہ عورت اپنی ذاتی اشیا کے ساتھ غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کرنے یا گروی رکھنے کا بھی حق رکھتی ہے۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کاتیاین کے مطابق عورت کو زمینوں کی ملکیت میں اپنا حصہ ملتا تھا لیکن ہندوستان کے پدرانہ سماجوں میں باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کو عموماً حصہ نہیں ملتا تھا۔

14.4 رہن سہن (Lifestyle)

14.4.1 کھان پان اور غذا (Food Habits)

کالی داس کے بیان کے مطابق، گپت دور کا کھان پان ذائقے دار اور غذائیت سے بھرپور تھا۔ جو، گندم اور چاول ان کی خاص غذا تھی۔ کھیرا، پیاز، لہسن، پیٹھا، کدو وغیرہ ترکاریوں کے طور پر استعمال کیے جاتے تھے۔ خوردنی مسالوں، تیل کی فصلوں اور جڑی بوٹیوں کے دواؤں کے طور پر استعمال کیے جانے کے ہمیں کافی حوالے ملتے ہیں۔ سرسوں کے بیج، املی، الائچی، لونگ، سپاری، ادرک، ہلدی اور زعفران کا استعمال مختلف مقاصد کے لیے کیا جاتا تھا۔ مزید برآں، جنگلات اور باغات سے بڑے پیمانے پر طرح طرح کے پھل حاصل ہوتے تھے۔ جیسے آم، سنترہ، کٹھل، انار، انگور، کیلا اور ناریل وغیرہ۔ دودھ اور شکر سے کئی اقسام کی مٹھائیاں بنائی جاتی تھیں۔ شہد بھی ان کی ایک اہم غذا تھی، جس کا استعمال مہمان کے استقبال اور دیگر تیوہاروں کی رسومات میں ہوتا تھا۔

14.4.2 لباس اور پہناوے (Garments and Costumes)

شادی بیاہ کی تقریبات اور مذہبی تیوہاروں کے موقعوں پر اور موسم کی مناسبت سے مرد اور عورتیں مختلف اقسام کے لباس استعمال کرتے تھے۔ کالی داس نے شکاری کے پہناوے کا بھی ذکر کیا ہے۔ مرد دھوتی، پگڑی اور رومال پہنا کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں عام طور پر سوت سے بنی ہوتی تھیں، جب کہ شادیوں کا لباس ریشم کا ہوتا تھا۔ عورتیں ساڑی اور شال استعمال کرتی تھیں۔ اس عہد کے لوگ کئی رنگوں کے کپڑے استعمال کرتے تھے جیسے، سفید، لال، ہرے، کالے، نیلے، زعفرانی اور رنگ برنگے وغیرہ۔ مرد و عورتیں دونوں مشترکہ طور پر مختلف اقسام کے زیورات استعمال کرتے تھے، جیسے سر بند، گلوبند، کان کی بالیاں، بازوبند، کنگن، کمر کی پٹی اور انگوٹھی۔ مرد اور عورتوں کے ذریعے استعمال ہونے والے زیورات کی ایک بڑی تعداد مجسموں اور ''اجنتا''(Ajanta) کی نقش نگاری میں دکھائی دیتی ہے۔

14.4.3 تفریحات (Amusements)

قدیم ہندوستان میں رقص و سرود (نرتیہ) تفریح کا اہم ذریعہ تھا۔ گپت عہد میں بھی یہ بدستور جاری رہا۔ کالی داس نے اصولی اور عملی دونوں طور پر موسیقی کے اعلیٰ معیار کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ موسیقی(Music)، رقص(Dance)اور اداکاری(Acting) گپت عہد کے سماج میں بہت مقبول تھی۔ خود سمدر گپت کو ایک سکے پر ''وینا'' یا ایک قسم کی بانسری بجاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ موسمِ بہار کے تیوہار اور دیگر کسی خوشی کے موقع پر تفریحی رنگوں کا پانی چھڑکا جاتا تھا۔ پانسہ یا شطرنج بھی اس دور کا ایک مشہور کھیل تھا۔ شکار کرنا بھی ان کی تفریحات میں شامل تھا۔ ہاتھی کی سواری حکمرانوں کا پسندیدہ مشغلہ اور اپنی شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ تھا۔

14.5 سائنس اور سائنسی ادب کا فروغ

(Development of Science & Scientific Literature)

گپت دور میں علم ریاضی(Mathematics)، علم فلکیات(Astronomy)، علم نجوم(Astrology)اور علم طب (Medicine)کے شعبوں میں بہترین کارکردگی نظر آتی ہے۔"آریہ بھٹ"(Aryabhatta) ایک عظیم ماہر ریاضیات اور ماہر فلکیات تھا۔آریہ بھٹ وہ پہلا ماہر فلکیات تھا جس نے علم فلکیات کے بنیادی مسائل کا احاطہ کیا ہے۔اسی کی کوششوں سے علم فلکیات کو علم ریاضی سے علاحدہ ایک نئے شعبے کے طور پر تسلیم کیا گیا۔اس نے شمسی سال کی لمبائی کو 365 دن قرار دیا جو موجودہ حساب سے تقریباً صحیح ہے۔اس نے زمین کو ایک کرّہ یا گیند قرار دیا جو اپنے محور(Axis) پر گھومتی ہے اور بتایا کہ جب زمین کا سایہ چاند پر گرتا ہے تو گرہن لگتا ہے۔ 499عیسوی میں اس نے "آریہ بھٹکا"(Aryabhattica) نامی کتاب لکھی جس میں الجبرا، جیومٹری اور ریاضی کے مضامین شامل ہیں۔ اس نے سورج اور چاند کے گرہن لگنے کو سائنسی اعتبار سے سمجھانے کی کوشش کی۔حالانکہ اس کے خیالات کو بعد کے ماہرین فلکیات جیسے " وراہ مہر"(Vrahmihir) اور "برہم گپت"(Brahmagupta) نے مسترد کر دیا۔وراہ مہر نے پنچ سدّھانتیکا (Panch Siddahntika)یعنی پانچ فلکی نظام کو مرتب کیا۔اس کی دوسری تصنیف برہت سمہتا(Brihat Samhita) کو سنسکرت ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔اس میں فلکیات، علم نجوم، جغرافیہ، فن تعمیر، موسم، مویشی، شادی بیاہ اور شگون جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ علم نجوم پر بھی اس کو مہارت تھی۔ اس کی دیگر تصانیف برہت جاتک (Brihat Jataka)اور لگھو جاتک (Laghu Jataka)کو علم نجوم کا ایک معیاری کام جانا جاتا ہے۔مشہور ماہر طب "واگ بھٹ"(Vagabhatta) کا تعلق بھی گپت دور سے تھا۔وہ اشٹانگ سمگرہ کا مصنف تھا۔قدیم ہندوستان میں طب کے ارباب ثلاثہ(Trinity) کا وہ آخری دانشور تھا۔ دیگر دو عالموں " چرک"(Charaka) اور" سُشرت" (Sushruta)کا تعلق کشان دور سے تھا۔ہاتھیوں کے علاج معالجے سے متعلق "پلاکپیا"(Palakapya) کی تصنیف ہست آیوروید(Hasta Ayurveda) جانوروں کے علاج کے بارے میں (Veterinary Science)ایک اہم پیش رفت تھی۔نوانیتکم(Navanitikam)جو ایک اہم طبّی تصنیف تھی اور طبّی نسخوں، تراکیب اور فارمولوں پر مشتمل تھی، اسی دور میں ترتیب دی گئی۔

14.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے دیکھا کہ ویدک عہد میں رائج ورن نظام(Varna System) گپت عہد تک آتے آتے بہت سخت ہو گیا تھا اور گپت حکمرانوں کے ذریعہ دیے گئے زمینی عطیات(Land Grants) نے اس برہمنی نظام کو عملی طور پر قائم کرنے میں مدد فراہم کی۔ گپت دور کے برہمن راجا کو ایسی شخصیت کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کرتے تھے جس میں دیوتا کی صفات ہوں۔ برہمنوں کے اس رویے نے گپت حکمرانوں کی عظمت کے لیے ایک مذہبی بنیاد فراہم کر دی اور اس کے بدلے میں گپت حکمراں برہمنوں کے مددگار اور برہمنی نظام کے زبردست حامی بن گئے۔ برہمنوں کو دیے گئے زمینی عطیات سے گپت عہد میں برہمنوں کی بالادستی میں اضافہ ہوا۔اس کے بدلے میں گپتوں

کو جو غالباً ویشیہ تھے برہمنوں کے ذریعے چھتریہ تسلیم کیا جانے لگا۔ برہمنوں نے متعدد اراضی کے عطیات کے ذریعہ خوب دولت جمع کی اور اس کی وجہ سے وہ بہت ساری مراعات حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، جن کی فہرست پانچویں صدی عیسوی میں لکھی گئی قانون کی کتاب ناردا سمرتی میں ملتی ہے۔اس دور میں چار ورنوں کے علاوہ متعدد ذاتوں اور ذیلی ذاتوں کا ارتقا ہوا۔اس کے متعدد اسباب تھے۔ ہندوستانی معاشرے میں غیر ملکیوں کی ایک بڑی تعداد ضم ہوگئی تھی اور غیر ملکیوں کے ہر گروہ کو ایک قسم کی ذات (جاتی) سمجھا جاتا تھا۔ذاتوں کے اضافے کی ایک دوسری وجہ زمینوں کے عطیات کے ذریعے بہت سارے قبائلی لوگوں کا برہمنی سماج میں شامل ہونا تھا۔تاہم اس سے اچھوتوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔

گپت عہد میں شودروں کی حالت خاصی بہتر ہوگئی تھی۔ساتویں صدی عیسوی کے بعد سے انہیں ہمیشہ کھیتی باڑی کے کاموں سے متعلق رہنے والی ذات کی شکل میں پیش کیا گیا جب کہ ابتدائی زمانے میں تو نوکر اور غلام کی حیثیت کے وہ دکھائی دیتے تھے جو اعلیٰ ورن یا ذات کے لوگوں کے یہاں زرعی یا گھریلو مزدور کے طور پر کام کرتے تھے۔گپت دور میں شودروں کی عورتوں کو بھی مہاکاویہ اور پران سننے کی اجازت تھی اور کرشنا کی پوجا کرنے کی اجازت تھی۔ لیکن اعلیٰ ذات کی عورتوں کو گپت دور سے پہلے اور خود گپت دور میں روزی روٹی کمانے کی آزادی نہ تھی۔ حالانکہ نچلی ذاتوں کی عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی جس سے ان کی آزاد حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔

14.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

چنڈال	:	یہ ایک ذات تھی جس کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔
دھرم شاستر	:	اصول/ہندو مذہب کا قانون
زمینی عطیات	:	حکمرانوں کی جانب سے تنخواہ کے عوض میں دی جانے والی زمین
ستی	:	خاتون بیوہ کے ذریعہ اپنے مرحوم شوہر کی آخری رسومات پر اپنی جان کی قربانی دینا
استری دھن	:	عورت کو اپنے والدین، شوہر اور سسرال سے ملنے والی چیزیں
ورن	:	اس سے مراد پیشہ کی بنیاد پر معاشرتی طبقات کی درجہ بندی ہے۔
دوتج	:	دوبار جنما ہوا، ایک اعزاز جو برہمن، چھتریہ اور ویشیہ کو ہی حاصل تھا۔
پدر حاکمیت	:	جس سماج میں صرف مرد کی حاکمیت ہو
جنیو	:	مقدس دھاگہ جو اعلیٰ ذات کے ہندو پہنتے تھے۔
جاتی	:	پیشہ ورانہ ذات
برہسپتی	:	ایک برہمنی تصنیف ہے جسے گپت عہد کے آخری حصے میں مرتب کیا گیا تھا۔
اشٹانگ سمگرہ	:	طب کی آٹھ شاخوں کا خلاصہ، جو مشہور ماہر طب واگ بھٹ کی تصنیف تھی۔

14.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

14.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. پیریکلین دور کسے کہا جاتا تھا؟
2. اس دور کے زیادہ تر متون کس دھرم شاستر پر مبنی تھے؟
3. گپت دور میں ہندوستان آنے والے چینی سیاح کا نام بتائیے۔
4. ابھگیان شاکنتلم کس کی تصنیف ہے؟
5. وشاکھ دت نے کس کتاب کی تصنیف کی؟
6. گپت دور میں کس زبان کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی؟
7. سمدر گپت نے کس دانشور کی سرپرستی کی تھی؟
8. آریہ بھٹ کون تھا؟
9. گپت عہد میں شودروں کو کس دیوتا کی عبادت کرنے کی اجازت تھی؟
10. شادی کی چار جائز قسموں کے نام بتائیے۔

14.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سائنس اور سائنسی ادب کے فروغ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. گپت دور کے لوگوں کی کھانے کی عادتوں اور استعمال کیے جانے والے لباس پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
3. گپت دور میں ذات کے نظام پر ایک نوٹ لکھیے۔
4. چار ورنوں کے نام اور ان کے معینہ فرائض بیان کیجیے۔
5. گپت دور میں غلامی کی حالت پر ایک نوٹ لکھیے۔

14.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گپت دور کی سماجی زندگی کے ماخذ پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
2. نئی سماجی پیش رفت پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیجیے۔
3. گپت عہد میں عورتوں کی حیثیت کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

14.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
2. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
3. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
4. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
5. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
6. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
7. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
8. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
9. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD,* Pearson Education Noida, India, 2009.
10. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
11. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.

12. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

13. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

14. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

15. قدیم ہندوستان۔ ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔ این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 15۔ گپت دور کی معیشت

(Economy during Gupta Age)

اکائی کے اجزا

15.0 تمہید

15.1 مقاصد

15.2 زراعت

15.2.1 زمین کی ملکیت کی نوعیت

15.2.2 زمین کی اقسام

15.2.3 زمین کی پیمائش

15.2.4 زمین کا لین دین

15.2.5 مال گزاری انتظامیہ

15.3 زمینی عطیات

15.3.1 مذہبی عطیات

15.3.2 غیر مذہبی (سیکولر) عطیات

15.4 ذیلی جاگیرداری کی شروعات

15.4.1 کسانوں کی حالت

15.4.2 زمین کا ٹھیکہ

15.5 دستکاری اور صنعت

15.6 تجارت اور کاروبار

15.6.1 تاجروں کی تنظیمیں (گلِڈس)

15.7 اکتسابی نتائج

15.8 کلیدی الفاظ
15.9 نمونہ امتحانی سوالات
15.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
15.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
15.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
15.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

15.0 تمہید (Introduction)

گپت دور کی معیشت میں برہمنوں کی سماجی برتری اور بالادستی انہیں دیے جانے والے 'محصول سے مستثنیٰ' زمینی عطیات سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ایسا دور تھا جس میں بیوپار گھٹ رہا تھا جس کے نتیجے میں زمینوں پر انحصار بڑے پیمانے پر بڑھتا جا رہا تھا۔ کاشت کاری کے لیے نئی زمین کے حصول کے ساتھ ہی زراعت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس دور کی کتابوں میں یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حکومت نے غیر کاشت کاری زمینوں کے تیئں عملی اور کھلا رویہ اپنایا اور غیر زرعی زمینوں اور جنگلات کو کاشت کاری کے لائق بنانے کے لیے کسانوں کی حوصلہ افزائی کی۔ جن لوگوں نے اپنی مرضی سے یعنی رضاکارانہ طور پر زمینیں حاصل کرنے میں پہل کی اور زمین کی آب پاشی کا انتظام کیا انہیں ٹیکس کی ادائیگی سے اس وقت تک چھوٹ حاصل تھی جب تک اس زمین سے انہیں اپنے سرمایہ سے دگنی آمدنی نہ ہونے لگے۔

گپت دور کے کتبوں میں بارہا غیر زرعی زمینوں کی خرید و فروخت کا ذکر ملتا ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس طرح کے لین دین کے معاملات منافع بخش ہوتے تھے۔ جونا گڑھ میں دریافت ہونے والے اسکند گپت کے کتبوں سے بھی اس بات کا علم ہوتا ہے جس میں حکومت کی نگرانی میں آب پاشی کے مقصد کے تحت گرنار میں سدرشن جھیل کی مرمت کا ذکر ملتا ہے۔ کالی داس نے زراعت اور مویشی پالن (گلہ بانی) کا ذکر شاہی خزانے کے اہم ماخذ کے طور پر ذکر کیا ہے کیوں کہ حکومت کی مجموعی آمدنی یعنی محصول کا بڑا حصہ، تقریباً 1/6 زمینوں سے حاصل ہوتا تھا۔

15.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- گپت عہد میں زراعت کی نوعیت اور زمین کی ملکیت کے بارے میں سمجھ سکیں گے۔
- زمین کی اقسام، زرخیزی اور استعمال پر مبنی اس کی درجہ بندی کو جان سکیں گے۔
- زمینی عطیات کا نظام اور سماج پر اس کے اثرات کا مطالعہ کر سکیں گے۔

- ذیلی جاگیرداری اور کسانوں کی حالت پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- گپت عہد میں دستکاری اور صنعتوں کے ارتقا کا جائزہ لے سکیں گے۔
- گپت دور میں تجارت، کاروبار اور پیشہ ورانہ انجمنوں کا جائزہ لے سکیں گے۔

15.2 زراعت (Agriculture)

گپت عہد میں زراعت میں استعمال ہونے والے اوزاروں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی حالانکہ ان اوزاروں کی تیاری میں لوہے کا استعمال نسبتاً زیادہ بڑے پیمانے پر ہونے لگا تھا۔ علمِ نجوم (جیوتش وِدیا) پر مبنی اپنی کتاب 'برہت سمہتا' (Brihatsamhita) میں 'وراہ مہر' بارش کو ناپنے کے کسی آلے کا ذکر کرتا ہے۔ سال میں دو مرتبہ فصلیں اگائی جاتی تھیں۔ ہیون سانگ کے مطابق، شمال مغرب میں گنا اور گیہوں کی فصلیں اگائی جاتی تھیں جب کہ مگدھ اور مشرق بعید میں چاول اگایا جاتا تھا۔ جنوبی ہند کالی مرچ اور مسالوں کے لیے جانا جاتا تھا۔ اسی دور سے تعلق رکھنے والی سنسکرت فرہنگ 'امر کوش' (Amarkosha) میں پھلوں اور سبزیوں کی بہت سی قسموں کا ذکر ملتا ہے۔ مجموعی ترقی کے باوجود برہمنی اور بدھ مذہبی احکامات زراعت کی توسیع کے لیے سازگار اور موافق نہیں تھے۔ 'برہسپتی' زراعت سے حاصل ہونے والی آمدنی کا احترام کرنے پر آمادہ نہیں تھا اور بدھسٹ بھکشوؤں کے لیے کاشت کاری ممنوع تھی۔ گپت دور میں زراعت، معاشی زندگی کی بنیاد تھی۔ زراعت سے متعلق اہم مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

15.2.1 زمین کی ملکیت کی نوعیت (Nature of Land Ownership)

کئی ماہرین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اس دور میں حکومت ہی زمین کی اصلی مالک و مختار ہوتی تھی۔ زمینوں کے حوالوں پر مبنی گپت دور کے کتبوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فلاحی مقاصد کے تحت بنجر یا غیر مزروعہ (Uncultivated) زمینوں کا حصول آسان نہیں تھا۔ مثلاً گپت حکمراں بدھ گپت کے 'پہاڑ پور تانبے کے کتبے' میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ''راجا کے زمینی عطیات دینے پر اسے دولت اور روحانی درجہ حاصل ہوتا ہے۔'' اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بدھ گپت ہی زمین کا حقیقی مالک تھا۔ دفتری کارروائی سے بھی زمین کی ملکیت کا براہ راست ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ مزید برآں، زمینوں کے عطیات واضح طور پر اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ راجا کو زمینوں کی اصلی ملکیت حاصل تھی ورنہ وہ زمین کے مالکانہ حقوق وصول کنندگان کو منتقل نہیں کر سکتا تھا، حتیٰ کہ زمین عطیہ کر دینے کے بعد بھی اس زمین سے متعلق کچھ نہ کچھ حقوق راجا کے نام محفوظ ہوتے تھے۔

زراعت کی حدود اس درجہ وسیع تھیں کہ عملی طور پر تمام تر زمین کو زیرِ کاشت لایا جاتا تھا۔ کسانوں اور کاشت کاروں کو حکومت کی جانب سے تحفظ فراہم کیا جاتا تھا۔ بنجر زمینوں کو کھیتی باڑی کے لائق بنایا جاتا تھا۔ چراگاہوں کی زمینوں کی بھی دیکھ ریکھ کی جاتی تھی۔ عطیہ کی جانے والی زمینیں مختلف دیہاتوں میں زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعات پر مبنی ہوتی تھیں۔ تعلیمی اداروں دیے جانے والے زمینی عطیات میں کاشت کاری کے لیے مطلوبہ مزدوروں اور بیلوں کی مد بھی شامل کی جاتی تھی۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں اگرچہ زمین کے استعمال، مقصد اور نیت کے لحاظ سے کاشت کار یا کسان ہی زمین کا مالک ہوتا تھا لیکن اصولی طور پر راجا کو ہی اس کا اصل مالک مانا جاتا تھا۔ اگرہار(Agarhar)، دیودیہ(Devadiyya)اور برہم دیہ (Brahamadiyya) جیسے عطیات کا دائرہ برہمنوں تک ہی محدود تھا۔ یہ عطیات موروثی، ٹیکس فری اور مستقل نوعیت کے ہوتے تھے۔ نالندہ اور گیا کے مقام پر سمدر گپت کے ذریعے دیے گئے زمینی عطیات 'اگرہار عطیات' پر روشنی ڈالنے والے اولین ماخذ ہیں۔ مندروں کی مرمت اور عبادت کے لیے دیے جانے والے 'دیوا گرہار عطیات' کا تعلق مصنفوں اور تاجروں جیسے سماجی طبقات سے تھا۔ وسطی ہندوستان میں اسکند گپت کے دور کے 'اندور عطیات' کے مطابق عطیہ وصول کنندہ کو اختیار حاصل تھا کہ جب تک وہ عطیہ کردہ زمین کی شرائط کی پابندی کرتا رہے گا، وہ اس زمین پر کھیتی کرنے یا کسی سے کروانے کا حق رکھتا تھا۔

15.2.2 زمین کی اقسام (Types of Land)

گپت دور سے تعلق رکھنے والے مختلف حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں زمین کی مندرجہ ذیل قسمیں ہوا کرتی تھیں۔ پہلی قسم میں کھیتی باڑی کے لائق وہ زمین شامل تھی جس کی ملکیت حکومت کے پاس ہوتی تھی۔ اسے 'کشیتر'(Kshetra)یعنی ریاستی زمین کہا جاتا تھا۔ دوسری قسم میں زمین شامل تھی جو بنجر یا ناقابل کاشت ہوتی تھی۔ اس زمین کی ملکیت بھی حکومت کے پاس تھی۔ اسے 'کھلا' (Khila) کہا جاتا تھا۔ زمین کی تیسری قسم 'اپراہتا'(Aprahata)یعنی جنگلاتی زمین تھی اور اس کی ذمے داری بھی حکومت کے پاس تھی۔ چوتھی قسم قابل رہائش زمین ہوتی تھی۔ اسے 'واستو'(Vastu) کہا جاتا تھا۔ زمین کی پانچویں قسم وہ ہوتی تھی جسے ہم چراگاہ کہتے ہیں۔ اسے 'گوپتھ سر'(Gopathasara) کہا جاتا تھا۔ گپت دور کے کتبوں میں زمینی عطیات کی مدت سے متعلق چند مخصوص اصطلاحات کا ذکر ملتا ہے، جس میں 'نِوی دھرم'(Nividharma) شامل ہے۔ گپت دور میں اس قسم کی تولیت (Trusteeship) شمالی اور وسطی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں رائج تھی۔

'نِوی دھرم' کے معنی ہوتے ہیں مستقل قبضے والی ایسی زمین جسے وصول کنندہ مالک نہ ہو کر بھی مستقل طور پر اس کی آمدنی کو اپنے استعمال میں لا سکتا تھا۔ 'اپرددھرم' کے معنی ایسی زمین کے ہوتے ہیں جس کی ملکیت تو وصول کنندہ کے نام ہوتی تھی لیکن وہ اس زمین کو کسی دوسرے کو فروخت نہیں کر سکتا تھا نہ ہی تحفے میں دے سکتا تھا۔ وصول کنندہ اس عطیہ کردہ زمین کے سود اور اس کی آمدنی سے ہی فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن اسے اس پر کوئی انتظامی حق حاصل نہیں ہوتا تھا۔ 'نِوی دھرم اکشے' کے معنی ہوتے ہیں مستقل قبضے والی ایسی زمین جس پر وصول کنندہ کو مکمل مالکانہ حقوق حاصل تھے۔ وہ اسے فروخت یا ہدیہ بھی کر سکتا تھا۔ 'بھومی چھدر نیائے' سے مراد ایسی ملکیت ہے جو کسی شخص کو پہلی دفعہ کسی بنجر یا بے کار زمین کو قابل کاشت بنانے کے لیے دی گئی ہو۔ ایسی زمین میں ریاستی محصول کی تشخیص سے بھی چھوٹ حاصل ہوتی تھی۔

'نِوی دھرم اکشے، اپرددھرم اور بھومی چھدر نیائے قسم کی تولیت خصوصی طور پر گپت حکومت کے مشرقی حصے میں رائج تھی۔ اس لیے ان کا ذکر بنگال میں پائے جانے والے کتبوں میں کثرت سے ملتا ہے۔ اس قسم کی تولیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ملکیت کی منتقلی کے

معاملات میں حکومت کی منظوری ہمیشہ درکار ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ذاتی طور پر اپنی زمین عطیہ کرنے والے کسی شخص کو بھی حکومت کی منظوری درکار ہوتی تھی۔ حکومت کی منظوری زمین کی اس منتقلی کی سند ہوتی تھی۔ یہ سند ایک حکومتی دستاویز(Charter) کی شکل میں ہوتی تھی جسے مذکورہ ملکیتی قوانین کے تحت عطیہ کیا جاتا تھا۔ مذہبی یا فلاحی عطیات کو بھی منظم انداز میں دیا جاتا تھا۔

15.2.3 زمین کی پیمائش (Land Measurement)

گپت دور میں زمین کی پیمائش کے بارے میں ہمیں پر بھاوتی گپت کے پونا کتبے اوراس دور کے دیگر کتبوں کے ذریعے معلومات حاصل ہوتی ہے۔ زمین کی پیمائش 'پدورت'(Padavrata) سے کی جاتی تھی۔ 'پد' کے معنی 'پاؤں' ہوتے ہیں۔ پاؤں گھمانے سے زمین کے جتنے حصے کی پیمائش ہوتی ہے اتنا حصہ ایک اکائی کے طور پر متعین تھا جسے پدورت کہا جاتا تھا۔ زمین کے ٹکڑوں کے مقام اور حدود کو بڑی احتیاط سے نشان زد کیا جاتا تھا۔ اس کی پیمائش پست پال (پٹواری) اور علاقے کے اہم افراد کے ذمے ہوتی تھی۔ اس بات کا اظہار 'پہاڑ پور تانبے کے کتبے' کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ کسی ضلعے یا گاؤں میں واقع زمین سے جڑے ہوئے تمام معاملات کی دیکھ ریکھ مذکورہ 'پست پال'(Pustapala) نامی افسر کرتا تھا۔ زمینوں کا حساب کتاب اور ان کا ریکارڈ رکھنا بھی اسی کی ذمے داری تھا۔ نورتن(Nivartana)، کلیہ واپ (Kuliyavapa)اور درون واپ(Dronavapa)زمین کی پیمائش کی چند اکائیاں تھیں جو اس دور میں رائج تھیں۔

15.2.4 زمین کا لین دین (Land Transactions)

گپت دور میں زمینوں کے لین دین کے معاملات سے متعلق ہمیں تقریباً دس کتباتی حوالے ملتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ کسی قطعۂ زمین کی خرید کی کارروائی بالکل ایسے ہی ہوتی تھی جیسے موجودہ دور میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے اس ضلع کے صدر مقام میں 'پُست پال' کے دفتر میں درخواست داخل کی جاتی تھی جس کی حدود میں متعلقہ زمین واقع ہوتی تھی۔ زمین کی خرید کی درخواست موصول ہونے پر گاؤں یا علاقے کے سرکردہ افراد اور خاندانوں کے سربراہوں کو اطلاع دی جاتی تھی۔ ممکنہ طور پر ایسا اس لیے کیا جاتا ہوگا کہ اگر کسی کو اس لین دین پر کوئی اعتراض ہو تو وہ معلوم کر سکیں۔ اگر اس لین دین پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تو 'وِشیہ پتی' (ضلع کا سربراہ) کی اجازت حاصل ہونے کے بعد 'پُست پال' کے شعبے سے منظوری مل جاتی تھی اور 'بھومی چھدر' قانون کے مطابق زمین کی خرید وفروخت انجام پاتی تھی۔

15.2.5 مال گزاری انتظامیہ (Revenue Administration)

محصول اور جرمانوں کے علاوہ زمین کی مال گزاری حکومت کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ سمدر گپت کے دور میں ہمیں ''گوپاسر من'' نامی عہدیدار کا ذکر ملتا ہے جسے ''اکش پٹل ادھیکرتا'' بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی ذمے داری سرکاری بہی کھاتوں میں مختلف معاملات کا اندراج کرنا، سرکاری بقایا جات کی وصولی، غبن کے معاملات پر نظر رکھنا اور جرمانے وصول کرنا تھی۔ اس کے علاوہ دوسرا اہم اعلیٰ عہدیدار 'پُست پال' تھا جس کی ذمے داری سرکاری دستاویزوں اور بہی کھاتوں کو محفوظ رکھنے کی تھی۔ گپت حکمرانوں نے مال گزاری کی وصولی کے ساتھ ساتھ زمین کی پیمائش اور درست جائزے کے لیے مستقل شعبے قائم کیے تھے۔

15.3 زمینی عطیات (Land Grants)

مویشیوں کی جگہ زمینی عطیات دینے کا رواج ستواہن عہد میں شروع ہوا اور گپت عہد تک یہ عام ہو چکا تھا۔ پہلے پہل یہ صرف مذہبی افراد کو دیے جاتے تھے۔ بعد میں سرکاری افسران کو بھی تنخواہ کے بدلے زمین دی جانے لگی۔ اس طرح گپت دور میں دو قسم کے زمینی عطیات چلن میں تھے۔

1۔ مذہبی عطیات　　　　2۔ غیر مذہبی (سیکولر) عطیات

15.3.1 مذہبی عطیات (Religious Grants)

مندروں، وہاروں اور مٹھوں یا مذہبی خدمات انجام دینے والے افراد کو عطیے میں دی جانی زمینیں مذہبی عطیات کے زمرے میں آتی تھیں۔ ان کی مزید دو قسمیں تھیں۔

اگرہار۔ یہ وہ عطیہ ہوتا تھا جو برہمنوں اور شرمنوں تک محدود تھا۔ یہ عطیات مستقل، موروثی اور ٹیکس فری ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں زمین کے کی دوبارہ تعینِ قدر کا حق بھی حاصل ہوتا تھا جس کا ثبوت ہمیں سمدر گپت کے دور کے ''نالندہ'' اور ''گیا'' عطیوں سے ملتا ہے۔ اس قسم کے عطیات کا مقصد یہ تھا کہ اس کو حاصل کرنے والا اس کی آمدنی کو یا تو کسی مندر یا کسی متبرک مقام یا پھر اپنے اخراجات کے لیے استعمال کرے۔ اگر وصول کنندہ راجا کے خلاف بغاوت، غداری، چوری، بدفعلی جیسے سنگین جرائم میں ملوث ہو تو اس صورت میں یہ عطیات وصول کنندہ سے چھینے بھی جا سکتے تھے۔ راجا کسی بھی وقت ایسے زمینی عطیات کو منسوخ کرنے کا اختیار رکھتا تھا، لیکن عام طور پر ایسا ہوتا نہیں تھا۔ سبب یہ تھا کہ ایسا کرنے سے عطیہ وصول کنندگان کے جذبات مجروح ہونے کا خدشہ ہوتا تھا جو اثر ورسوخ والے برہمن ہوتے تھے۔ انہیں سماج میں اعلیٰ رتبہ اور عزت حاصل تھی، اور یہ اگرہار عطیات برہمنوں کی عظمت کی نشانی ہوتے تھے۔

دیو اگرہار۔ دیو گرہار عطیات وہ عطیات ہوتے تھے جو مذہبی مقاصد کے تحت کام کرنے والی غیر مذہبی جماعتوں کو دیے جاتے تھے۔ وسطی ہندوستان کے 'اُکا کلپ' خاندان کے مہاراجاؤں کے دستاویزوں سے پتا چلتا ہے کہ ان کے ذریعے دیا گیا ایک عطیہ تو برہمن کو دیا گیا تھا جب کہ دوسرے عطیات مصنفوں اور تاجروں کو مندروں کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے دیے گئے تھے۔

15.3.2 غیر مذہبی (سیکولر) عطیات (Non-Religious Grants)

حجری کتبوں میں سرکاری افسروں کو فوجی اور انتظامی خدمات کے لیے دیے جانے والے زمینی عطیات کے ثبوت کافی کم ہیں لیکن ایسے عطیات سے یکسر انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ گپت دور میں 'بھاگیکا' اور 'بھوگ پتیکا' جیسے مخصوص افسران کے عہدے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ سرکاری تنخواہ کی ادائیگی زمین کے محصول سے کی جاتی تھی۔ 'اُکا کلپ' خاندان کے راجاؤں نے ایسے زمینی عطیات آزادانہ طور پر غیر مذہبی جماعتوں اور گروپوں کو بھی دیے تھے۔ مثلاً 'پلند بھٹ' نامی ایک شخص کو اس کی خدمات کے اعتراف کے طور پر مستقل مالی اور انتظامی حقوق کے ساتھ دو گاؤں عطیہ کیے گئے تھے۔

15.4 ذیلی جاگیرداری کی شروعات (Beginning of Sub-in Feudation)

بنگال اور مشرقی ہندوستان میں گپت راجاؤں کے دیے گئے زمینی عطیات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عطیہ وصول کنندہ کو زمین بیچنے یا اپنی زمین یا اس زمین کا کرایہ دوسروں کو منتقل کرنے کا اختیار حاصل نہیں تھا، لیکن اسکند گپت کے دور میں وسطی ہندوستان میں اندور کتبے کے مطابق زمین حاصل کرنے والے کو اس وقت تک زمین پر کھیتی کرنے اور کروانے کا اختیار تھا جب تک کہ وہ زمینی عطیہ حاصل کرنے کی شرائط پوری کرتا رہے۔ اس طرح کے عطیات میں عطیہ کردہ زمین کو کرایہ پر دینے کی گنجائش بھی موجود تھی۔ ذیلی جاگیرداری کا اولین ثبوت پانچویں صدی عیسوی کے حجری کتبوں سے ملتا ہے۔

15.4.1 کسانوں کی حالت (Condition of Peasantry)

زمینی عطیات نے ہندوستان میں جاگیرداری کے فروغ کی راہ ہموار کی۔ کئی کتبوں میں غلامی کا ذکر ملتا ہے جس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ کسان اپنی زمینوں سے ایسے وقت بھی جڑے ہوئے تھے جب یہ زمین کسی اور کو دے دی جاتی تھی۔ ان زمینوں میں کام کرنے والے کسانوں کی حالت خستہ تھی۔ رفتہ رفتہ یہ کسان غلامی یا نیم غلامی کی حالت تک پہنچ گئے تھے۔ کسانوں کی یہ حالت ذیلی جاگیرداری کی وجہ سے تھی جو زمینی عطیات وصول کنندہ کو دی جاتی تھی۔ انہیں اکثر یہ اختیار دیا جاتا تھا کہ وہ خود اس زمین سے فائدہ اٹھائیں یا پھر کسی اور کو دیں، خود ان زمینوں پر کھیتی کریں یا کسی سے کروائیں۔ عطیہ کی گئی زمین چند مخصوص شرطوں پر کرایہ پر دے دی جاتی تھی۔ اس میں عطیہ وصول کنندہ کا یہ حق بھی شامل تھا کہ اپنی زمین کے کرایے دار کو جب چاہے خالی کروائے۔ ذیلی جاگیرداری کی روایت نے مستقل کرایے داروں کو جاگیردار کی مرضی پر منحصر کرایے داروں میں تبدیل کر دیا۔ گپت دور کے بعد وِشٹی (Vishti) یعنی جبریہ مزدوری اور نئے اضافی ٹیکسوں کی وجہ سے کسانوں کی حالت اور بھی خستہ ہوتی چلی گئی۔

پانچویں صدی عیسوی کے بعد وسطی اور مغربی ہندوستان میں زمینی عطیات وصول کرنے والوں کو یہ اختیار بھی حاصل ہو گیا کہ وہ چوروں کو سزا دے سکیں اور امن وامان قائم رکھ سکیں۔ محصول وصول کرنے کے علاوہ انتظامی حقوق حاصل ہونے سے کسانوں اور گاؤں کے دوسرے باسیوں پر ظلم وزیادتی کو ملی۔ چھٹی صدی عیسوی میں گجرات، وسطی ہندوستان اور اڑیسہ میں دریافت ہونے والے کتبوں میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ کسانوں کو اس وقت بھی اپنی زمینوں پر موجود رہنا پڑتا تھا جب کہ یہ زمینیں کسی دوسرے کو دے دی جاتی تھیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستقل کسانوں کی حالت خستہ تھی اور وہ غلامی یا نیم غلامی کی حالت میں پہنچ گئے تھے۔ جن لوگوں کو زمین عطیہ کی جاتی تھی، وہ بھی کسانوں کا استحصال کرتے تھے۔

گپت دور کے ماخذ میں زراعت اور اس کے ہر پہلو سے متعلق حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔ گپت راجاؤں نے بھی اس کے لیے کوششیں کی۔ گرنار کتبے میں اسکند گپت کے دور میں سدرشن جھیل کی مرمت کا ذکر ملتا ہے۔ لوہے کے تکنیک میں ترقی اور نئے زراعتی آلات کی مدد سے کھیتی کے لیے جنگلات صاف کیے گئے جس کی وجہ سے زراعت کی توسیع ہوئی۔ حکومت اور انفرادی کاشت کاروں کے علاوہ جب یہ

زمینیں برہمنوں، بودھ اور جین سنگھوں اور مٹھوں کو عطیہ کی گئیں تو انہوں نے بھی بنجر اور بے کار زمینوں کو کھیتی باڑی کے لائق بنایا۔ نارد اور برہسپتی زراعت کی اہمیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ انہوں نے فصلوں کو نقصان پہنچانے والوں اور اناج چُرانے والوں کے خلاف سخت اور کڑی سزاؤں کے قوانین بنائے۔ کسانوں کے لیے لازمی تھا کہ وہ اپنے کھیتوں کی حد بندی اور حفاظت کا اہتمام کریں۔

15.4.2 زمین کا ٹھیکہ (Lease of Land)

گپت دور میں زرعی زمینوں کو ٹھیکے پر دینے کا رواج غالباً کم تھا۔ ایسی زمین پر ٹھیکہ لینے والا اور اس کے خاندان کے افراد ہی کھیتی کرتے تھے۔ لیکن گنائی گڑھ کتبے کے مطابق، زمینوں کے ٹھیکوں کے گیارہ 'پٹے' ایسے تھے جہاں زمین کے مالکان کسانوں کو اجرت پر رکھا کرتے تھے۔ نارد اور برہسپتی نے زمین مالکان اور کاشت کاروں کے درمیان تعلق کے بارے میں قوانین وضع کیے تھے۔ یہ قوانین واضح طور پر اس لیے وضع کیے گئے تھے کہ زمین مالکان اور کاشت کاروں دونوں کے مفادات کا تحفظ ہو سکے۔

15.5 دستکاری اور صنعتیں (Handicrafts and Industries)

گپت دور کی دستکاری میں مختلف نوعیت کی اشیا شامل تھیں۔ 'امر سمہا' کی 'امر کوش' اور 'برہت کوش' جیسی کتابوں میں جن کا تعلق گپت دور سے بتایا جاتا ہے، ایسی بہت سی اشیا کی فہرست پائی جاتی ہے جن کے نام سنسکرت زبان میں دیے گئے ہیں۔ ان میں ان اشیا کو بنانے والے دستکاروں کی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ٹکشلا، اہچھتر، متھرا، راج گھاٹ، کوسمبی اور پاٹلی پتر جیسے بہت سے مقامات پر دستکاری کی اشیا دریافت ہوئی ہیں جن میں مٹی کے برتن، ٹیرا کوٹا، پتھروں سے بنے ہوئے منکے، کانچ اور دھاتوں سے بنی مصنوعات شامل ہیں۔ 'ریشم'، 'شوم' اور 'پٹ وستر' نامی کپڑوں کا ذکر بھی اس زمانے کی کتابوں میں ملتا ہے۔ مغربی مالوہ کے مندسور میں پائے جانے والے پانچویں صدی عیسوی کے ایک کتبے میں ریشم کے بنکروں کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے اس زمانے میں لتا (جنوبی گجرات) سے ہجرت کر کے وسطی مالوہ کے علاقے میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ گپت دور میں فروغ پانے والی مختلف صنعتوں میں کان کنی اور دھات سازی کی صنعتوں کو اعلیٰ ترین مقام حاصل تھا۔

'امر کوش' میں دھاتوں کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ تمام دھاتوں میں لوہے کو سب سے زیادہ فائدہ مند مانا جاتا تھا۔ اسی لیے دیہاتی سماج میں لوہاروں کو کسانوں کے بعد کا درجہ حاصل تھا۔ گپت دور میں دھات کی صنعت کے ارتقا کا سب سے عمدہ نمونہ مہرولی کے مقام پر راجا چندر کا آہنی ستون مانا جاتا ہے۔ عام طور پر راجا چندر، چندر گپت دوم کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس دور کے ادب میں بھی اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ اس زمانے کے لوگ زیورات کا استعمال بھی کثرت سے کرتے تھے۔ اس دور میں دھاتوں کی تکنیک کے فروغ کے واضح ثبوت تصویروں والے سکے اور مہریں ہیں۔ مثلاً چندر گپت اور سمدر گپت کی سکوں پر بنی تصویریں اعلیٰ مہارت کا نمونہ ہیں۔ دھات کے بنے گوتم بدھ کے مجسمے بھی کافی نفاست سے بنائے گئے ہیں۔ ہاتھی دانت کی نقاشی کے ساتھ ساتھ پتھروں کو تراشنے اور ان پر کندہ کاری کے فن کو بھی عروج حاصل تھا۔ مختلف قسم کے پتھروں بشمول لاجورد (Lapislazuli)، زبرجد (Jasper) عقیقِ احمر (Red Agate)، الماس (Diomand) وغیرہ کی تراش، آراستگی، پالش اور ان کی تیاری جیسی سرگرمیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ صنعتی پیداوار کا ایک اہم اور بنیادی حصہ برتن تیار کرنا تھا،

لیکن نقش و نگار والے چمک دار برتنوں کا استعمال عام نہیں تھا۔ اس کے بجائے ہلکے بھورے اور سرخ رنگ کے برتن کثیر تعداد میں تیار کیے جاتے تھے۔ ان میں سے بہت سے برتنوں پر ابرق لگایا جاتا تھا جس کی وجہ سے ان برتنوں پر فلزاتی یا دھاتی چمک آجاتی تھی۔

گپت دور میں مختلف صنعتوں اور دستکاریوں کی ہمہ جہت ترقی کی وجہ سے درمیانی طبقے کے لوگوں کی معاشی حالت کافی بہتر تھی۔ ملک قدرتی اور معدنی وسائل کے ساتھ ساتھ مویشیوں اور جنگلاتی دولت سے مالا مال تھا جس کی وجہ سے دستکاری اور دیگر بہت سے پیشوں کے فروغ کے لیے نہایت سازگار ماحول فراہم ہوا۔ اس زمانے کے کتبوں اور قوانین پر مبنی کتابوں میں کانوں اور جنگلوں کے سرکاری ملکیت ہونے پر زور دیا گیا کیوں کہ تمام مقاصد کے لیے ان کانوں اور جنگلوں کا استعمال اور دیکھ ریکھ حکومت کی زیرِ نگرانی ہی ہوا کرتا تھا۔ حکومت کی جانب سے جنگلوں کے تحفظ اور ان کی نگرانی کے لیے ایک مخصوص افسر متعین کیا جاتا تھا۔

لوگوں کی روزمرہ زندگی میں دھاتیں بہت زیادہ فائدہ مند تھیں۔ دھاتوں کا استعمال زراعت کے اوزار، گھریلو استعمال کی اشیا اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے کیا جاتا تھا۔ گپت دور میں اس صنعت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ پرانی دہلی کے علاقے مہرولی میں قطب مینار کے قریب آہنی ستون گپت دور میں عمدہ دھات سازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سونے کی صنعت بھی اس زمانے میں ترقی پر تھی۔ کھدائیوں میں مختلف سونے کے زیورات حاصل ہوئے ہیں۔ یہ زیورات عام طور پر بڑے گاؤں اور شہروں میں رہنے والے مال دار طبقے کے ذوق کی تسکین کرتے تھے۔ امر کوش، برہت سمھتا اور کالی داس کی تحریروں میں ہیرے، موتی، مونگے اور دیگر قیمتی پتھروں کا بھی ذکر ملتا ہے جس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ اس دور میں ان اشیا کو تیار کرنے والی چھوٹی صنعتی اکائیاں بھی موجود تھیں۔ بڑے پیمانے پر تانبے کا استعمال تانبے کی صنعت کے وجود کی نشان دہی کرتا ہے۔ ظروف سازی اور مٹی کے برتن بنانا بھی اس دور کی اہم صنعتوں میں سے ایک تھا۔ کپڑا بنانے کی صنعت بھی قدیم ہندوستان کی ایک اہم صنعت تھی جسے گپت راجاؤں کے دور میں مزید فروغ حاصل ہوا۔ تعمیری مقاصد کے تحت استعمال ہونے والی لکڑی کی وجہ سے بانس کے ساتھ ساتھ لکڑی تراشنے کی صنعت کا بھی ارتقا ہوا۔

گپت دور میں ملک کی معاشی خوشحالی کا علم ہمیں اس دور کے سِکوں اور ادبی تحریروں سے ہوتا ہے۔ گپت راجاؤں کے ذریعے جاری کیے گئے اکثر سکے خالص سونے کے تھے۔ سمدر گپت نے آٹھ مختلف قسم کے سکے جاری کیے تھے جب کہ اس کے پوتے کمار گپت نے نو قسم کے سونے کے سکے جاری کیے تھے۔ مشہور چینی سیاح فاہیان جس نے چندر گپت دوم کے زمانے میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی، اس دور کی معاشی خوشحالی کا تذکرہ کرتا ہے۔

گپت دور کے سماج میں مختلف قسم کے فنکار موجود تھے۔ ان فنکاروں میں دولت یا سماجی رتبے کے لحاظ سے یکسانیت نہیں تھی۔ اجین جیسے شہر میں دوکان رکھنے والے ایک سُنار اور اس کے خاندان نیز کسی گاؤں میں مقیم ٹوکریاں بنانے والے دست کار کی سماجی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ سماجی حیثیت میں اس فرق کی عکاسی کسی حد تک اس دور میں برہمنوں کے ذریعے لکھے جانے والے 'دھرم شاستروں'

میں ہوتی ہے۔ دھرم شاستروں کے مطابق مختلف قسم کے دستکاروں کی جماعتوں کو مختلف سماجی مقام دیا گیا تھا، لیکن فنکاروں، دستکاروں اور ہنر مندوں کا سماجی درجہ برہمنوں اور چھتریوں سے نیچے ہی تھا۔ دھرم شاستروں کے مطابق دستکاروں کا ہر گروہ کسی ذات (Caste) کو تشکیل دیتا تھا۔ مثلاً کمہار ایک 'ذات' تھی، 'سُنار' کا تعلق دوسری 'ذات' سے تھا۔ اسی طرح یہ سلسلہ دراز تھا۔ حالانکہ ذات پات کا یہ نظام سادہ اور آسان نہیں تھا لیکن عام طور پر دست کاروں میں یہ رجحان عام تھا کہ کسی ایک پیشے کو اختیار کرنے والے لوگ ایک مخصوص 'ذات' سے تعلق رکھتے ہیں۔

15.6 تجارت اور کاروبار (Trade and Commerce)

آثارِ قدیمہ کی دریافتوں، اس زمانے کے کتبوں اور وافر ادبی حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ گپت دور میں داخلی اور بیرونی تجارت کو بھی فروغ حاصل تھا۔ زمینی اور بحری راستوں پر جاری رہنے والی تجارتی سرگرمیوں سے بھی گپت دور کی معاشی خوشحالی کا پتا چلتا ہے، چونکہ اعلیٰ درجے کا آراستہ ریشم چین سے درآمد کیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں تجارتی راستوں، بیوپاری تنظیموں، کرنسی کے نظام، تجارتی اصولوں وغیرہ میں کسی بڑی تبدیلی کے ثبوت نہیں ملتے۔ گزشتہ ادوار کی طرح ہی ہمیں گپت دور میں بھی دو قسم کے تاجروں کا ذکر ملتا ہے۔ پہلی قسم کے تاجر سریشٹھی (Sreshthi) تھے جو ایک مخصوص اور متعینہ مقام پر رہ کر کاروبار کرتے تھے، جب کہ دوسری قسم کے تاجر 'سارتھا واہ' (Sarthavaha) قافلوں کے ساتھ گھوم پھر کر تجارت کیا کرتے تھے۔

داخلی تجارت میں روزانہ استعمال ہونے والی تمام اشیا شامل تھیں۔ یہ اشیا اندرون ملک کے دیہاتوں اور شہری بازاروں میں فروخت ہوتی تھیں۔ دوسری طرف آسائشی اشیا کی تجارت بیرونی یا غیر ملکی تجارت کی بنیاد تھی۔ نارد اور برہسپتی نے اس زمانے کی تجارت کے بہت سے اصول اور قوانین وضع کیے تھے۔ سابقہ دور کے مقابلے گپت دور میں دور دراز کے علاقوں کے ساتھ تجارت میں کمی واقع ہوئی تھی۔ ریشم اور مسالے ہند-رومی تجارت کی اہم اشیا تھیں، لیکن چھٹی صدی عیسوی کے وسط تک ریشم کے کیڑے چین سے منگوائے جا چکے تھے اور بازنطینی سلطنت میں انہیں پالا جانے لگا۔ اس کی وجہ سے مغربی ممالک کے ساتھ ہندوستان کی تجارت پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔ بعد کے دور میں بحری تجارت میں عربوں کے عروج سے ہندوستانی تاجروں کے لیے مغرب میں مواقع کم ہو گئے جس کی وجہ سے انہوں نے زیادہ تر جنوب مشرقی ایشیا سے تجارت پر توجہ دینا شروع کر دیا۔ جنوب مشرقی ایشیا کے مختلف مقامات پر ہندوستان کے تجارتی مراکز قائم ہوئے۔ ان کے قیام کا مقصد اس خطے کی تجارت پر اپنی گرفت مضبوط کرنا تھا۔ جس معاشی ترقی کی شروعات اس سے پچھلے ادوار میں ہو چکی تھی، گپت دور کی تجارتی خوشحالی اس کا آخری مرحلہ تھا۔

تجارتی اشیا کی تیاری اور تجارتی سرگرمیوں میں اہم تنظیموں کے طور پر گلڈس (نگم، شرینی) کا رول نہایت اہم تھا۔ یہ گلڈس اپنی داخلی تنظیم میں خود مختار تھے۔ حکومت ان کے اصولوں اور قوانین کا احترام کرتی تھی۔ یہ قوانین عام طور پر ایک بڑی مجلس یا کارپوریشن کے ذریعے طے کیے جاتے تھے۔ ہر گلڈ کا ایک صدر ہوتا تھا جسے 'پرتھم' یا 'پرور' کہا جاتا تھا اور وہ بڑی مجلس کا ممبر ہوتا تھا۔ چند صنعتی گلڈس جیسے ریشم

بنکروں کے گلڈ کی علاحدہ مجلس بھی ہوتی تھی جو کسی مندر کی تعمیر جیسے بڑے پیمانے کے منصوبے کے لیے ذمہ دار ہوتی تھی۔

بودھ سنگھ (تنظیم) اب اتنے مال دار اور خوشحال ہو چکے تھے کہ اب وہ تجارتی سرگرمیوں میں بھی شریک ہونے اور سود پر قرض دینے لگے۔ قرض کے مقصد کے مطابق قرضوں پر سود کی شرح بھی مختلف ہوتی تھی۔ موریائی دور میں غیر ملکی تجارت کے لیے قرضوں پر انتہائی اونچی سود کی شرح تقریباً دو سو پچاس فیصد سے گھٹ کر اس دور میں سالانہ بیس فیصد تک آگئی تھی۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ گپت دور میں غیر ملکی تجارت کے معاملے میں مزید پر اعتمادی آگئی تھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں اشیا کی بہتات تھی جس کی وجہ سے منافع کی شرح بھی کم ہو گئی تھی۔ عوامی استعمال میں آنے والے سکوں کی کمی کی وجہ سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ اس دور میں تجارتی سرگرمیاں زوال پذیر ہو رہی تھیں۔ گپت راجاؤں نے سونے کے سکے 'دینار' کثیر تعداد میں جاری کیے تھے لیکن سونے کے یہ سکے روزمرہ کے کاموں کے لحاظ سے غیر مناسب تھے۔ اس دور کے تانبے اور چاندی کے سکے بہت کم تعداد میں ملے ہیں۔ فاہیان ہمیں بتاتا ہے کہ اس زمانے میں 'کوڑی' بھی سکے کے طور پر چلن میں تھی، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ گپت دور کی معیشت بڑی حد تک گاؤں اور قصبوں کی پیداواری اکائیوں پر منحصر تھی۔ اس دور میں معیشت زر (Monetary Economy) دھیرے دھیرے کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ گنگا کے میدانی علاقوں میں شہری مراکز کے زوال سے تجارت کے زوال کا علم ہوتا ہے، چونکہ یہ علاقہ گپت سلطنت کا مرکزی حصہ تھا۔

15.6 گِلڈس/پیشہ ورانجمنیں (Guilds)

اشیا کی پیداوار، تیاری اور فروخت کے معاملات کی دیکھ ریکھ کے سلسلے میں سب سے اہم تنظیمیں 'گلڈس' ہوتے تھے۔ چند تاریخ نویسوں کا ماننا ہے کہ گپت دور کے آخر میں ان گلڈس کی اہمیت کم ہو گئی۔ آسائشی اشیا کی تجارت میں ہندوستان اب مزید شرکت نہیں کرتا تھا۔ اس کے بجائے علاقائی سطح پر ایک نئے قسم کا تجارتی جال وجود میں آیا جس کی بنیاد روزمرہ کے استعمال کی اشیا کے تبادلے پر تھی۔ ان نئے تبدیل شدہ حالات میں سابقہ زمانے کے طاقتور گلڈس بکھر گئے۔ اس زمانے کے مآخذ خاص طور پر ویشالی اور بھیٹا کے مقامات پر پائی جانے والی مہروں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ اس زمانے میں گلڈس کی سرگرمیاں اور ان کی اہمیت قائم تھی۔ گلڈس کبھی کبھی 'بنک' کے طور پر بھی کام کرتے تھے اور بدھسٹ سنگھوں کی طرح متعینہ شرحِ سود پر ضرورت مند تاجروں کو قرض بھی مہیا کرتے تھے۔ شرحِ سود کا دارومدار اس بات پر تھا کہ قرض کس مقصد کے تحت لیا جا رہا ہے۔ شرحِ سود کا کم ہونا اس بات کی علامت تھا کہ ہندوستان کی غیر ملکی تجارت اس زمانے میں کافی پر اعتماد تھی اور اشیا کی افراط و بہتات تھی جس کے نتیجے میں منافع کی شرح میں کمی واقع ہوئی تھی۔

15.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں معاشی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد ہم نے دیکھا کہ سابقہ ادوار کے مقابلے گپت دور میں قابل لحاظ تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں۔ آبپاشی کو دی جانے والی ترجیحات سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس زمانے میں زرعی پیداوار پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ مذہبی مقاصد کے تحت عطیے کے طور پر زمین دینے کا رواج عام تھا۔ سماج میں برہمنوں کو بقیہ طبقات پر بالادستی حاصل تھی۔ کسانوں کی حالت

میں واضح فرق تھا۔ کچھ بے حد امیر تھے تو دوسرے غلامی کی حد کو پہنچے ہوئے تھے۔ کسانوں کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے حالات و معیار زندگی میں بھی گراوٹ قابلِ ذکر تھی۔ اسی طرح مختلف قسم کے فنکاروں اور دستکاروں کی دولت اور سماجی رتبے میں بھی فرق تھا۔ اس دور میں تجارتی سرگرمیاں جاری رہیں لیکن یہ بھی پتا چلتا ہے کہ دستکارانہ پیداوار میں کمی واقع ہو گئی تھی۔

قدیم ہندوستان میں سب سے زیادہ مقدار میں سونے کے سکے 'دینار' گپت راجاؤں نے ہی جاری کیے۔ سائز اور وزن میں وہ یکساں رہتے تھے۔ ان سکوں پر گپت راجاؤں کی تصویریں بنی ہوتی تھیں جس سے اس دور میں دھات کے فن کی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حالانکہ سونے کی مقدار کے حساب سے گپت عہد کے یہ سکے کشان دور کے سکوں کی مانند خالص نہیں ہیں۔ انہیں نہ صرف افسروں کی تنخواہوں میں دیا جاتا تھا بلکہ زمین جائداد کی خرید و فروخت میں بھی ان کا استعمال ہوتا تھا۔ گجرات کی فتح کے بعد گپت حکمرانوں نے مغربی چھترپوں کے چاندی کے سکوں کو دوبارہ ڈھال کر کافی تعداد میں چاندی کے سکے مقامی تبادلے کے لیے جاری کیے۔ کشان دور کے مقابلے میں گپت عہد میں تانبے کے سکے بہت ہی کم تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کشان عہد کے مقابلے پیسوں کا استعمال کم ہو گیا تھا۔

گپت دور کا اگر اس کے پچھلے ادوار سے موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لمبی دوری کی تجارت میں خاصی کمی آگئی تھی۔ 550ء تک مشرقی رومن سلطنت اور ہندوستان کے درمیان تجارت ہوتی رہی اور ہندوستان سے رومی سلطنت کو ریشم برآمد کیا جاتا رہا۔ 550ء کے قریب رومیوں نے ریشم کی کاشت کا فن چینیوں سے سیکھ لیا جس سے ہندوستان سے ریشم کی برآمد متاثر ہوئی اور باہر سے ہندوستانی ریشم کی مانگ خاصی کم ہو گئی۔ پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں ریشم بننے والوں کا ایک گروہ اپنے وطن لتا (مغربی گجرات) کو چھوڑ کر مندر سور میں آباد ہو گیا تھا جہاں انہوں نے اپنے پرانے پیشے کو چھوڑ دیا اور تیل پیلنے لگے۔

گپت عہد حکومت میں جو قابلِ ذکر تبدیلی خصوصاً مدھیہ پردیش میں واقع ہوئی، وہ مقامی کسانوں کے بل بوتے پر برہمن زمینداروں کا وجود میں آنا تھا۔ پجاریوں کو زمین عطا کرنے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے خالی پڑے ہوئے علاقوں میں بھی کھیتی ہونے لگی۔ لیکن دوسری طرف یہ بات بھی تھی کہ عطیے میں دی گئی زمین کے مالکوں کو مقامی کسانوں پر مسلط کر دیا گیا جس کی بنا پر کسانوں کی حیثیت کمتر ہو گئی۔ مغربی اور وسط ہند میں تو کسانوں سے زبردستی بیگار بھی لی جاتی تھی۔ وسط ہند کے قبائلی علاقوں میں عطیہ میں دی گئی زمینوں کے مالک برہمنوں نے شاید زراعت کے بہتر طریقوں سے لوگوں کو واقف کرایا۔

15.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

اگرہار	:	برہمنوں کو دیا جانے والا ایک مذہبی عطیہ
دیواگرہار	:	غیر مذہبی یا سیکولر جماعتوں کو مذہبی مقاصد کے تحت استعمال کے لیے دیا جانے والا عطیہ
گلڈس	:	بیوپاریوں اور تاجروں کی تنظیم (اسوسی ایشن)
کمبھاکار	:	کمھار، برتن طبقے کی 'ذات'

پشت پال	:	ریکارڈ کیپر
سارتھ واہ	:	قافلوں کے ساتھ تجارت کرنے والے گشتی تاجر
سورن کار	:	سُناروں کی ذات
وِشٹھی	:	جبریہ مزدوری

15.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

15.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. سدرشن جھیل کی مرمت کا ذکر کس کتبے میں ہے؟
2. امر کوش کس زبان کی فرہنگ ہے؟
3. جنوبی ہند کس چیز کے لیے جانا جاتا تھا؟
4. اگرہار، برہم دیہ اور دیودیہ کس قسم کے عطیات ہیں؟
5. کشیتر کس قسم کی زمین تھی؟
6. 'نوی دھرم اکشاین' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
7. زمین کی پیمائش کس سے کی جاتی تھی؟
8. پست پال نامی افسر کی کیا ذمے داری تھی؟
9. تمام دھاتوں میں سب سے فائدہ مند کس دھات کو سمجھا جاتا تھا؟
10. گپت عہد کے دھاتی فن کی سب سے اچھی موجودہ مثال کیا ہے؟

15.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. گپت دور میں زمین کی اقسام پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
2. زمین کی پیمائش اور لین دین پر مختصر مضمون لکھیے۔
3. مذہبی اور غیر مذہبی عطیات کے نظام کے بارے میں مختصر نوٹ لکھیے۔
4. گپت دور میں کسانوں کی حالت کا جائزہ لیجیے۔
5. گلڈس یا پیشہ ور انجمنوں پر روشنی ڈالیے۔

15.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ذیلی جاگیرداری کے آغاز پر تفصیلی طور پر روشنی ڈالیے۔

2. دستکاری اور صنعتوں کے ارتقا کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

3. تجارت اور کاروبار کی حالت کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

15.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
2. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
3. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
4. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
5. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
6. Lahiri, Nayanjot. *Ashoka in Ancient India*, Harvard University Press, 2015.
7. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
8. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
9. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
10. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
11. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
12. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
13. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
14. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم / مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
15. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی / مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
16. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
17. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری / مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
18. قدیم ہندوستان۔ ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔ این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 16۔ گپت دور کی ثقافت

(Gupta Culture)

اکائی کے اجزا

16.0 تمہید
16.1 مقاصد
16.2 مذہبی زندگی
16.2.1 بدھ مت کا زوال
16.2.2 بھاگوت مت کی ابتدا اور ترقی
16.3 مذہبی اور غیر مذہبی ادب کا فروغ
16.4 سائنسی ادب کا فروغ
16.5 فنون لطیفہ اور فن تعمیر کی ترقی
16.5.1 آرٹ
16.5.2 سنگ تراشی
16.5.3 فن تعمیر
16.5.4 چٹانوں میں تراشیدہ غار
16.5.5 مصوری
16.5.6 سائنس اور ٹیکنالوجی
16.6 اکتسابی نتائج
16.7 کلیدی الفاظ
16.8 نمونہ امتحانی سوالات
16.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

16.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
16.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
16.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

16.0 تمہید (Introduction)

گپت دور کو قدیم ہندوستان کا سنہری دور بھی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ سماجی، معاشی اور سیاسی شعبہ جات میں اس دور کے کئی ناخوشگوار حالات اور واقعات کی وجہ سے یہ بات صادق نہیں ہو پاتی۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گپتوں کے پاس بڑی مقدار میں سونا تھا اور وہ بڑی تعداد میں سونے کے سکے جاری کیے تھے۔ شہزادے اور امیر لوگ اپنی آمدنی کا ایک حصہ فن اور ادب میں ماہر افراد پر خرچ کرتے تھے۔ سمدر گپت اور چندر گپت دوم دونوں فن اور ادب کے سرپرست تھے۔ سمدر گپت کے سکوں پر اس کی وینا بجاتی ہوئی تصویر منقش تھی۔ چندر گپت دوم کے دربار میں متعدد ماہرین فن موجود تھے، جنہیں روایتی طور پر نورتن (9 جواہرات) کے نام سے جانا جاتا تھا، جب کہ شاید ان کی تعداد 9 سے زیادہ یا کم ہو۔ اس طرح یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ گپت دور فن اور ادب کی زبردست نشو و نما کے اعتبار سے عہد زریں کی حیثیت رکھتا تھا۔

گپت دور کو اس کے تمدنی کارناموں کی وجہ سے قدیم ہندوستان کا کلاسیکی دور بھی کہتے ہیں۔ اعلیٰ طبقات سے متعلق یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کیوں کہ ان میں مادی اور دانشورانہ تمدن اپنے عروج پر تھا۔ یہ مانا گیا کہ ہر سماجی گروہ ایک نئے ادبی ورثے کو وجود میں لایا جس کی سرپرستی اس طبقے کی ذمے داری تھی۔ جو لوگ اس نظریے کے حامی تھے، وہ اس دور کو کلاسیکی سنسکرت ادب کا عظیم دور کہتے ہیں جس میں بے انتہا ترقی ہوئی اور جو کہ جاگیرداری کے فروغ سے جڑا ہوا تھا۔ بیسویں صدی کے ابتدائی دور کے قوم پرست مورخ مختلف وجوہات کی بناء پر آرٹ وادب کی ترقی کی وجہ سے اس دور کو مثالی سنہری دور سے تعبیر کرتے ہیں۔ مختلف وجوہات کی بناء پر وہ ایک مشترک نکتہ پر متفق ہیں جو اس دور کی تمدنی اور ثقافتی گلکاری سے متعلق تھا۔

16.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- لوگوں کے مذہبی عقائد کے بارے میں جانکاری حاصل کریں گے۔
- اہم مذہبی اور سیکولر تحریکات کے بارے میں معلومات حاصل کر پائیں گے۔
- سائنس اور سائنسی ادب کے شعبہ جات میں ترقی سے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں گے۔
- فنون لطیفہ اور فن تعمیر کی ترقی سے واقف ہو سکیں گے۔

16.2 مذہبی زندگی (Religious life)

گپتوں کے عروج اور پرانک (پُران) ہندومت کے ظہور میں کافی مماثلت تھی۔ ہندومت کے دوبارہ احیاء اور تبلیغ کا دارومدار قدیم کتابوں پر تھا جن کو پُران کہتے تھے۔ ان کو اسی دور میں ترتیب دیا گیا تھا۔ پرانوں میں تاریخی روایات کے ساتھ ساتھ کائنات کی تخلیق اور ہر شاہی خاندان کے نسب یا شجرہ کی تفصیل تھی۔ ابتدا میں یہ کام شاعروں نے کیا تھا۔ اس دور میں برہمنوں نے ان کو کلاسیکی سنسکرت میں دوبارہ لکھا اور اس میں ہندو فرقوں اور رسم ورواج کو شامل کیا۔ گپتوں کی آمد سے قبل حکمرانوں نے برہمنی سماجی نظم کو منتشر کردیا اور نظریاتی فرقوں کی سرپرستی شروع کی۔ تمام ابتدائی پرانوں میں وہ کلیگ (Kaliyuga) یا تاریک دور سے بے حد خوفزدہ تھے۔ بدھ مذہب سے لیے گئے مختلف عناصر نئے برہمنی مذہب میں شامل ہوگئے۔ ویدک عہد کے ان دیکھے دیوتاؤں کی جگہ پر انسانی جسم والے دیوتاؤں کی مورتیاں بنا کر ان کی عبادت کی جانے لگی۔ یگیہ اور جانوروں کی قربانی کی جگہ پر مورتی پر مختلف اشیا اور پرساد چڑھایا جانے لگا۔ اس طرح بھکتی یا ذاتی عقیدت پسندی کا جذبہ فروغ پانے لگا۔ اس میں پوجی جانے والی مورتی سے عبادت گذار کی بہت زیادہ شخصی عقیدت یا وابستگی شامل تھی۔ بھگوان یا معبود کی عبادت اب انفرادی نوعیت میں بدل گئی۔ پوجا (عبادت) کرانے والے پجاری کی اہمیت میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوگیا۔

برہمنی مذہب کے پیروکار دو اہم فرقوں میں منقسم ہوگئے تھے۔ ویشنو اور شیو۔ ویشنو، وشنو کو اعلیٰ ترین دیوتا مانتے تھے اور شیو، شیو کو اعلیٰ دیوتا سمجھتے تھے۔ ہر پُران میں کسی نہ کسی دیوتا کی تعریف کی گئی ہے۔ ویشنو کے پجاری شمالی ہندوستان میں بہت زیادہ مقبول تھے جہاں ان کو گپتوں کی سرپرستی حاصل رہی۔ چندر گپت دوم اپنے آپ کو پرم بھاگوت (وشنو کا معتقد) کہتا تھا۔ شیومت کی جڑیں جنوب میں مضبوط ہوئیں حالانکہ یہ اس علاقہ تک ہی محدود نہیں تھا۔ ہن بادشاہ مہر کل (Mihirkula)، بنگال کا حکمراں ششانک (Shashank) قنوج کے بعض پشیا بھوتی (Pushyabhuti) حکمراں اور ولبھی کے میترک (Maitraka) سب شیو کے معتقد تھے۔ فرقہ وارانہ ترجیحات کے باوجود کبھی کبھی یہ کٹر دشمنی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ پُرانوں کے ہندومت میں وحدانیت کے دباؤ کے باوجود ہندوستان میں کئی دیوی دیوتاؤں کا ایک ساتھ وجود نظر آتا ہے۔ ایک ہندو سماج کا وجود دھرم (قانون)، ارتھ (معاشی خوشحالی)، کام (نفسانی خواہشات) اور موکش (روح کی نجات) کے ساتھ نظر آتا ہے۔

اس دور میں دانشورانہ زندگی کی اہم خصوصیت برہمنوں اور بدھ مت کے ماننے والوں کے درمیان فلسفیانہ اختلافات تھے جن کا تعلق چھ مکاتیب خیال سے تھا اور جو ہندو فلسفہ کے چھ نظام کہلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا وجود بہت پہلے سے تھا۔ ان کے چند بنیادی اصولوں کو اس دور میں لاگو کیا گیا تھا۔ ویدانت ان چھ نظاموں میں سب سے زیادہ بااثر ہے۔ ویدانت کے عقائد کی بنیاد اپنشدوں (ہندو عالموں کی کتابیں) پر ہے۔ اور یہ کئی صوفیانہ قیاس آرائیوں کو ایک منطقی اور منظم شکل عطا کی ہے۔ اس نے روح کے وجود کا دعویٰ کیا ہے۔ انسان اور اس کی روح کے وجود کا مقصد موت کے بعد پھر سے ان کا ملاپ ہے۔ یہ چھ نظام ہندو فلسفہ کی بنیاد ہیں اور اس کے بعد کی تمام پیشرفتیں اس کی تقسیم در تقسیم ہیں۔

اگرچہ کہ نظریاتی اعتبار سے بدھ مت اور ہندو مت ایک دوسرے کے دیرینہ حریف تھے لیکن اس کے دور اختتام تک بدھ مت کا اثر غائب ہو چکا تھا۔ جین مت اپنی قدامت پسندانہ نوعیت کی وجہ سے محفوظ رہا۔ دیگر مذاہب کے برعکس اس کے عقائد اور اصولوں میں بہت کم تبدیلیاں ہوئیں۔ اس کے باوجود یہ اپنی محدود مقبولیت کی وجہ سے نئے ماحول سے مطابقت پیدا نہیں کر سکا۔ لیکن بدھ مت کے مقابل اس کا دور کافی طویل رہا۔ جین مت کو مغربی ہندوستان کے تجارتی طبقے کی تائید اور حمایت حاصل ہوئی۔ دکن اور جنوب کے بعض علاقوں میں اس کو مقامی شاہی سرپرستی بھی حاصل رہی لیکن ساتویں صدی کے بعد یہ سرپرستی ختم ہو گئی۔ دو اہم جین فرقوں سیوتامبر اور دیگامبر کے درمیان تنظیمی تقسیم اسی دور میں ہوئی تھی۔ چھٹویں صدی کے ابتدائی دور میں جین مت کے روایتی ہدایات کی بازیافتگی اور منظم کرنے کے لیے ولبھی میں دوسری جین کونسل منعقد ہوئی تھی۔ اس کونسل میں جین مت کے اصولوں کی صراحت کی گئی جو آج تک موجود ہے۔ جین مت کے پیروؤں نے تھیرتنکاروں (جین اساتذہ) کی مورتیوں کو منقش کیا گیا جو بھوبھنیشور کے کھانداگیری کے غاروں میں موجود ہے۔

16.2.1 بدھ مت کا زوال (Decline of Buddhism)

گپت دور میں بدھ مت کی شاہی سرپرستی نہیں ہوئی۔ فاہیان نے اس بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس مذہب کو بہت ترقی ملی، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ بدھ مت کو اشوک اور کنشک کے زمانے کے مقابلے میں گپت دور میں اتنی اہمیت حاصل نہیں ہوی۔ مگدھ میں خاص طور سے اس کی ترقی بالکل رک گئی۔ البتہ تھانیشور کے موکھری خاندان کے عظیم حکمراں ہرش کے عہد میں اس کو کچھ حد تک فروغ ملا، لیکن اس کے باوجود پہلے کے بنسبت اس کو عروج کبھی حاصل نہیں ہوا۔ برہمنی مذہب کے عدم تشدد اور بھگتی تصور کی وجہ سے لوگوں کے درمیان اس کی مقبولیت ختم ہوتی چلی گئی۔ امتداد زمانہ کے ساتھ بدھ کو وشنو کے دس اوتاروں میں سے ایک اوتار مان کر اسے بھی نئے ابھرنے والے برہمنی مذہب میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔

16.2.2 بھاگوت مت کی ابتدا اور ترقی (Rise & Development of Bhagvatism)

بھاگوت مت کی ابتدا موریہ دور کے بعد کے زمانے میں ہوئی جس کا مقصد وشنو یا بھگوت کی پوجا کرنا تھا۔ ویدک دور میں وشنو ایک کمتر درجے کے دیوتا تھے جنہیں سورج اور پیداواریت کی صلاحیت کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ دوسری صدی قبل مسیح تک ان کو ایک اور دیوتا نارائن کی شخصیت میں ضم یا شامل کر دیا گیا اور اس طرح وہ نارائن وشنو کہلانے لگے۔ نارائن اصلاً غیر ویدک قبائلی دیوتا تھے۔ وہ بھگوت کہلاتے تھے اور ان کے پیروکاروں کو بھاگوت کہا جاتا تھا۔ اس دیوتا کو قبائلی سردار کا روحانی روپ سمجھا جاتا تھا۔ جس طرح قبائلی سردار اپنے قبیلے کے لوگوں سے تحفے اور نذرانے وصول کرتا ہے اور پھر انہیں ان کا حصہ تقسیم کرتا ہے اسی طرح نارائن کو بھی ایسا سردار یا دیوتا سمجھا جاتا ہے جو اپنے بھکتوں اور عقیدت مندوں کو اچھے مقدر سے نوازتا ہے۔ اس مہربانی کے بدلے میں بھکت لوگ دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ وشنو اور نارائن دونوں دیوتاؤں کے بھکتوں کو یکجا کر کے ایک چھت کے نیچے جمع کر دیا گیا۔ وشنو ویدک دیوتا تھے اور نارائن غیر ویدک تصورات سے ابھرے لیکن اس کے باوجود دونوں تہذیبوں، دو قوموں اور دو دیوتاؤں کا ملاپ ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہ کہ وشنو مغربی ہندوستان کے ورشنی قبیلے کے داستانوی ہیرو سے منسوب کر دیا گیا۔ مہاکاویہ مہابھارت کو نئے سرے سے لکھا گیا جس کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ کرشنا اور وشنو ایک ہی ہیں۔ اس طرح 200 ق م

تک بھکتوں کے تین دھارے اور ان کے دیوتا ایک مقام پر آکر مل گئے۔ اس کے نتیجے میں وشنو مت کا بھاگوت مت وجود میں آیا۔

بھکتی اور اہنسا بھاگوت مت کی اہم خصوصیات ہیں۔ بھکتی کا مطلب تھا خلوص کے ساتھ عبادت اور پوجا۔ یہ ایک طرح کی وفاداری تھی جس کا اظہار کسی قبیلے کے فرد کی طرف سے اپنے سردار یا رعایا کی طرف سے راجا کے لیے کیا جاتا ہے۔ اہنسا یا جانوروں کو ہلاک نہ کرنے کا اصول زرعی سماج کے حق میں تھا اور وشنو سے منسوب زندگی بخش تصور کے مطابق تھا۔ لوگ وشنو کی مورتی کی پوجا کرتے تھے اور اس پر چاول، تل وغیرہ جیسی چیزیں چڑھاتے تھے۔ جانوروں کو مارنے سے پرہیز کی بنا پر ان میں سے بعض صرف ساگ سبزی کو ہی اپنی خوراک بناتے تھے۔ نیا مذہب اپنی اعتدال پسندی کے سبب غیر ملکیوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ مذہب ان کاریگروں اور سوداگروں کو بھی اچھا لگا جو ستواہن اور کشان دور میں اہم مرتبہ رکھتے تھے۔ بھگوت گیتا میں کرشنا نے یہ سکھایا ہے کہ عورتیں، ویشیہ اور شودر جو گناہ کی پیداوار ہیں وہ بھی ان کی پناہ میں آسکتے ہیں۔ اس مذہبی کتاب میں وشنو تعلیمات سے بحث کی گئی تھی اور وشنو پران اور وشنو سمرتی کا بھی یہی موضوع تھا۔

گپت دور میں بھاگوت مت یا وشنو مت نے مہایان بدھ مت کی مقبولیت کو بہت کم کر دیا۔ اس میں اوتار کے اصول کی تعلیم دی گئی تھی۔ تاریخ کو وشنو کے دس اوتاروں کی حیثیت سے ظاہر کیا گیا تھا۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ جب کبھی سماجی نظام میں کوئی بحران یا انقلاب آتا ہے تو وشنو کوئی مناسب روپ دھار کر اس مشکل سے نجات دلانے کے لیے ظاہر ہوتے ہیں۔ دھرم یا مذہب کی نجات کے لیے وشنو کے ہر اوتار کو ضروری قرار دیا جاتا تھا۔ ورنوں یا طبقات میں بٹے ہوئے سماج کی طرح مذہب بھی طبقوں میں تقسیم تھا اور پدری خاندانی نظام کو حکومت کی حمایت حاصل تھی۔

چھٹی صدی تک شو اور برہما کے ہم راہ وشنو تریدیو میں شمار ہونے لگے لیکن اس مجموعے میں ان کی حیثیت نمایاں رہی۔ چھٹی صدی کے بعد بہت سی کتابیں وشنو پوجا کی اچھائیوں سے لوگوں کو واقف کرانے کے لیے لکھی گئیں ان میں سے اہم ترین کتاب بھاگوت پران تھی۔ اس کتاب میں دی گئی کہانی کئی کئی دن تک پجاری لوگ سنایا کرتے تھے۔ عہدِ وسطیٰ میں مشرقی ہندوستان میں باقاعدہ بھاگوت گھر تعمیر کیے گئے جہاں وشنو سے متعلق داستانیں سنائی جاتی تھیں۔ وشنو کے بھکتوں کے فائدے کے لیے کئی مذہبی بھجن لکھے گئے جن میں ''وشنو سہسر نام'' کافی مشہور ہے۔

بعض گپت راجا تباہی کے دیوتا شو کی پوجا کرتے تھے لیکن انہیں بعد میں آکر اگلی صف میں جگہ ملی اور گپت دور کے ابتدائی حصے میں انھوں نے وشنو جیسی شہرت نہیں پائی۔ گپت دور اور اس کے بعد کے زمانوں میں مندروں میں مورتیوں کی پوجا ہندو مت کا ایک خاص حصہ بن گئی۔ بہت سے تیوہار بھی منائے جانے لگے۔ مختلف لوگوں کے زرعی تیوہاروں کو مذہبی رنگ و روپ دے دیا گیا اور اس طرح پجاریوں کے لیے اچھی خاصی آمدنی کے ذریعے وجود میں آگئے۔

گپت حکمرانوں نے مختلف مذہبی گروہوں کے لیے رواداری اور وجود باہمی کی پالیسی پر عمل کیا۔ اس عہد میں ہمیں بدھ مت یا جین مت کے پیروکاروں پر ظلم و زیادتی کی کوئی مثال دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدھ مت کی نوعیت اتنے عرصہ میں کافی تبدیل ہو چکی

تھی کیوں کہ اس میں بہت سے ہندوستانی عناصر شامل ہو گئے تھے۔

16.3 مذہبی اور غیر مذہبی ادب کا فروغ

(Development of Religious and Secular Literature)

گپت دور میں سنسکرت زبان بہت مقبول ہوئی۔ برہمی رسم الخط سے ناگری رسم الخط کا ارتقا ہوا۔ کلاسیکی سنسکرت میں رزمیہ ، گیت ، ڈرامہ اور نثر کی شکل میں کافی کام ہوا تھا۔ سنسکرت زبان اور ادب کو کئی صدیوں کے بعد شاہی سرپرستی کی وجہ سے کلاسیکی معیار کا اعلیٰ مقام حاصل ہوا تھا۔ سنسکرت گپتوں کے دربار کی زبان تھی۔

اعلیٰ ترین سنسکرت ادب کا تعلق گپتوں کے دور سے تھا۔ پُرانوں کا وجود گپتوں سے قبل کا ہے جو بارڈیک ادب کی شکل میں تھا۔ گپت دور میں ان کو موجودہ شکل میں مرتب کیا گیا۔ اس دور میں کئی سمرتیوں کو بھی مرتب کیا گیا اور قانون کی کتابوں کو تحریر میں لایا گیا۔ اس دور میں یجنا ولکیہ ، نارد ، کاتیائن اور برہسپتی کی سمرتیوں کو لکھا گیا۔ دو مشہور رزمیات رامائن اور مہابھارت کو چوتھی صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا۔

بنگال کے ایک بدھ دانشور چندرا گومیا نے قواعد (گرامر) پر ایک کتاب ترتیب دی جسے چندراویاکرنم کہتے ہیں ۔ بدھ مت اور جین مت کے ادب کو گپت دور میں ہی سنسکرت زبان میں تحریر کیا گیا۔ بدھسٹ اسکالر آریہ دیوا آریہ آسانگا اور واسوبندھو گپت دور کے قابل ذکر مصنفین تھے۔ سدھا سینا دیواکرنے جین مت کے ماننے والوں میں منطق کی بنیاد ڈالی۔ گپت دور میں پراکرت زبانوں کا بھی ارتقا ہوا۔ جیسے شورسینی زبان جو متھرا میں اور آس پاس کے علاقوں میں استعمال ہوتی تھی۔ اردھامگدھی جو اودھ اور بوندھیل کھنڈ اور مگدھی بہار میں اور مہاراشٹری برار میں استعمال ہوتی تھی۔

گپت دور سیکولر ادب کے لیے مشہور تھا۔ سمدرگپت نے ہری سین جیسے دانشور کی سرپرستی کی۔ چندر گپت دوم کے دربار میں نورتن تھے۔ ان میں کالی داس کافی مشہور ہوئے۔ سنسکرت ڈرامہ ابھگیان شاکنتلم ان کا عظیم شاہکار تھا۔ اس کے علاوہ کالی داس نے مالوکا اگنی مترا اور وکرم اُروشی جیسے ڈرامے لکھے۔ اس کے مشہور رزمیات میں رگھو مس اور کمار سمبھو مشہور ہیں۔ ریتو سمہارا اور میگھ دوت اس کے دو اہم گیت ہیں۔ وشاکھادت اس دور کا ایک عظیم مصنف تھا۔ اس نے مدرارا کشس اور دیوی چندرا گپتم نامی دو سنسکرت ڈرامے لکھے۔ شودرک اس دور کا عظیم شاعر تھا اور اس کی کتاب مرچھ کٹک میں مزاح اور آسودگی کو بیان کیا گیا ہے۔ بھاراوی کی 'کرتار ارجنیا' ارجن اور شیو کے درمیان تصادم کی کہانی ہے۔ ڈانڈن نے کاویہ ورشا اور دش کمار چرتر نامی کتابیں لکھی تھیں۔ اس دور کا ایک اور عظیم کارنامہ بھاس کی تحریر کردہ کتاب سُوپن واسودتا تھی۔ وشنو ورما نے گپت دور میں پنچ تنترا نامی کہانیوں کی تصنیف کی۔ بدھسٹ مصنف امر سمہا نے ایک لغت کو مرتب کیا، جسے امر کوش کہا جاتا تھا۔ یہ عام خیال ہے کہ وتسائن نے اپنی کتاب کام سوتر کے مسودے کو اسی دور میں ترتیب دیا تھا جو سنسکرت ادب میں انسانی جنسی برتاؤ سے متعلق ایک معیاری کتاب سمجھی جاتی تھی۔ موجودہ پُران بھی اسی دور میں مرتب کیے گئے تھے۔ جملہ 18 پُران تھے، جن میں سب سے اہم

بھاگوت، وشنو، وایو اور متسیہ پران ہیں۔ اسی دور میں مہابھارت اور رامائن کو موجودہ شکل میں ترتیب دیا گیا تھا۔

غیر مذہبی ادب کی تخلیق کے اعتبار سے یہ زمانہ ضرور خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس زمانے میں بھاس نے تیرہ ڈرامے لکھے۔ ایک امیر سوداگر اور ایک درباری رقاصہ کی خوبصورت بیٹی کی داستان عشق کے موضوع پر شودرک کا لکھا ہوا ڈرامہ ''مرچھکٹیکم'' یا ''مٹی کی کھلونا گاڑی'' قدیم ڈرامے کی تاریخ میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن جس چیز نے گپت دور کو یادگار دور بنایا ہے وہ ہے کالی داس کی شاعری جن کی کتاب ''ابھگیان شکنتلم'' کا شمار دنیا کے سوادبی کارناموں میں ہوتا ہے۔ اس میں راجا دشینت اور شکنتلا کی محبت کی داستان بیان کی گئی ہے، یہ ان چند ہندوستانی کتابوں میں سے ہے جن کا ترجمہ یوروپی زبانوں میں کیا گیا دوسری اہم کتاب بھگود گیتا ہے۔ گپت دور میں ہندوستان میں لکھے گئے ڈراموں کے بارے میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ کہ وہ سب طربیہ یعنی کامیڈی ہیں اور ان میں ٹریجڈی یا المیہ نام کو نہیں ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان کی مختلف سماجی حیثیتوں کے کردار ایک ہی زبان کبھی نہیں بولتے۔ ڈرامے میں عورت اور شودر کے کردار پراکرت زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

اس زمانے میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مذہبی ادب کافی حد تک وجود میں آیا۔ اس دور کی زیادہ تر کتابوں میں مذہبی عنصر کافی نمایاں ہے۔ شاعری کے دو عظیم کارنامے رامائن اور مہابھارت چوتھی صدی عیسوی تک مکمل ہو چکے تھے۔ رامائن میں رام کی کہانی ہے جنہیں ان کے باپ دشرتھ نے سوتیلی ماں کیکئی کے بہکاوے میں آکر ایودھیا کی سلطنت سے چودہ سال کے بن باس پر بھیج دیا تھا۔ انہوں نے پوری طرح اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور جنگل میں بسیرا کر لیا جہاں ان کی بیوی سیتا کو لنکا کے راجا راون نے اغوا کر لیا۔ رام اپنے بھائی لکشمن کی مدد سے سیتا کو واپس لانے میں کامیاب ہوئے۔ اس کہانی میں دو اہم اخلاقی پہلو ہیں۔ اول یہ کہ اس میں خاندانی نظام کو ایک آدرش کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس میں بیٹے کو اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے اور بیوی کو ہر حال میں اپنے شوہر کا وفادار رہنا چاہیے۔ دوسرے یہ راون گناہ اور ظلم کی علامت اور رام سچائی اور نیکی کے نمائندے ہیں۔ آخر میں ظلم اور گناہ پر سچائی اور نیکی کی فتح ہوتی ہے۔ مہابھارت کی داستان کے مقابلے میں رام کی کہانی نے زیادہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ رامائن کے بہت سے نسخے ہندوستانی اور جنوب مشرقی ایشیا کی اہم زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ مہابھارت بنیادی طور پر چچازاد بھائیوں کے دو گروہوں کوروا اور پانڈو کے درمیان لڑائی کی داستان ہے۔ اس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بادشاہت یا اقتدار کے آگے رشتوں کا لحاظ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگرچہ دھرت راشٹر کی سلطنت میں پانڈیوں کا حق ہوتا تھا، کورو نے انہیں ایک انچ زمین دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس مسئلہ پر ایک عرصہ تک پانڈو اور کورو میں جنگ چلتی رہی جس میں کرشنا نے پانڈو کی مدد کی۔ آخر میں کورو کی شکست ہوئی اور پانڈو کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کہانی میں بھی حق و باطل کی جنگ اور ظلم و ناانصافی پر حق و صداقت کی فتح دکھائی گئی ہے۔ بھگوت گیتا مہابھارت کا ایک اہم حصہ ہے جس میں یہ سبق ملتا ہے کہ آدمی کو اپنا فرض پوری لگن کے ساتھ نبھانا چاہیے۔ اس میں کسی طرح کے انعام یا بدلے کی خواہش کو دخل نہیں ہونا چاہیے۔

رزمیوں یا مہاکاویوں کی مثال کو سامنے رکھ کر پران بھی لکھے گئے۔ ابتدائی دور کے پران گپت زمانے میں ہی مکمل ہوئے جن میں اساطیری قصے، داستانیں اور نصیحتیں ہیں جن کا مقصد عام لوگوں کو اچھے اخلاق کا سبق دینا تھا۔ اسی زمانے میں قانون کی مختلف کتابیں یا سمرتیاں

بھی لکھی گئیں۔اسمرتیوں پر تبصرہ اور حاشیے لکھنے کا زمانہ گپت دور کے بعد شروع ہوتا ہے۔

گپت دور میں سنسکرت گرامر کو بھی ترقی ملی جو پاننی اور پاتانجلی کے کام کی بنیاد پر لکھی گئی۔اس دور کو امر سنگھ کی لکھی ہوئی کتاب امر کوش کی وجہ سے بھی اہمیت حاصل ہے۔امر سمہاچندر گپت II کے دربار میں نورتن تھے۔ گرامر کی یہ کتاب روایتی انداز سے سنسکرت سیکھنے والے طلباءاز بریاد کرتے ہیں۔ مجموعی اعتبار سے گپت دور کلاسیکی ادب کی تاریخ میں سنہرے دور کے نام سے یاد کیا جائے گا۔اس دور کے بعد سے نثر کے بجائے شاعری پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔بعض تبصرے بھی ہمارے سامنے آئے ہیں۔ سنسکرت گپت راجاؤں کی درباری زبان تھی۔ اگرچہ مذہبی برہمنی ادب کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اس زمانے میں بہت غیر مذہبی یعنی جمہوری ادب کے بھی نمونے سامنے آئے۔

گپت دور ہندوستانی آرٹ کی تاریخ کے ایک نئے سنگ میل کی نشاندہی کرتا ہے۔یہ دور فن تعمیر کے ابتدائی رجحانات اور ابتدائی اشکال کے خاتمے کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔یہ ایک نئے دور کے آغاز کا اعلان ہے جس کا تعلق مندروں کی ترقی سے ہے۔اس دور کی مادّی خوشحالی،اس دور کے شہری منصوبہ بندی سے ظاہر ہوتی ہے۔زیادہ تر شہروں میں چوبی عمارتوں کو اینٹ کی عمارتوں سے بدل دیا گیا۔اکثر مکانوں میں ڈرینج کا نظام تھا اور کنویں ہوا کرتے تھے۔مذہب کا قریبی تعلق فن تعمیر اور پلاسٹک آرٹ کی ترقی سے تھا۔

16.4 سائنسی ادب کا فروغ (Development of Scientific Literature)

گپت دور میں علم ریاضی،علم فلکیات،علم نجوم اور طب کے شعبہ جات میں بہترین کارکردگی دیکھی گئی۔آریہ بھٹ ایک عظیم ماہر ریاضیات اور ماہر فلکیات تھا 499 عیسوی میں آریہ بھاٹیا کتاب لکھی جو علم ریاضیات اور فلکیات سے متعلق ہے۔آریہ بھٹ پہلا ماہر فلکیات تھا جو فلکیات کے بنیادی مسائل کا احاطہ کیا ہے۔اسی کی کوششوں کی وجہ سے علم فلکیات کو ریاضی سے علٰحدہ کرکے ایک نئے شعبہ کے طور پر تسلیم کیا گیا۔اس نے شمسی سال کی لمبائی کو 365 دن قرار دیا جو موجودہ حساب سے تقریباً صحیح ہے۔اس نے زمین کو ایک کرّہ قرار دیا جو اپنے محور پر گھومتی ہے اور جب زمین کا سایہ چاند پر گرتا ہے تو گہن لگتا ہے۔وہ آریا بھٹم کا مصنف بھی تھا جس میں الجبرا،جیومٹری اور ریاضی کا احاطہ کیا گیا۔اس نے سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع پذیر ہونے کو سائنسی اعتبار سے سمجھایا آریہ بھٹ پہلا سائنسداں تھا جو زمین کی شکل کو بیضوی قرار دیا جو اپنے محور پر گھومتی ہے لیکن ان خیالات کو بعد کے ماہرین فلکیات جیسے وراہ مہرا اور برہم گپت نے مسترد کردیا۔وراہ مہر نے پنچ سدّھانتیکا یعنی پانچ فلکی نظام کو مرتب کیا تھا۔علوم نجوم پر بھی اس کو مہارت حاصل تھی۔اس کی تصنیف برہت سمہتا کو سنسکرت ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔اس میں فلکیات،علم نجوم،جغرافیہ،فن تعمیر،موسم،مویشی،شادی بیاہ اور شگون جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔اس کی کتاب برہت جاتک کو علم نجوم کی ایک معیاری تخلیق مانا جاتا ہے۔واک بھٹ کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔قدیم ہندوستان میں طب کے مثلث کا وہ آخری فرد تھا۔دیگر دو عالموں چرک اور سُشرُت کا تعلق کشان عہد سے تھا۔واک بھٹ،اشٹھانگ سمگرہہ (علم طب کی آٹھ شاخوں کا خلاصہ) کا مصنف تھا۔

لگھو جاتک،برہت جاتک اور برہت سمہتا اس کی دیگر اہم تصانیف ہیں۔ہست آیور وید یا وٹرنری سائنس جو پلا کلپیا کی تصنیف تھی

گپت دور کے طب کی ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ نوا نیتکم ؛ایک طبّی کام جو نسخے، تراکیب اور فارمولوں پر مشتمل تھا۔ اس دور کے مرتب کردہ تھے۔

16.5 فنون لطیفہ اور فن تعمیر کی ترقی (Development of Arts and Architecture)

16.5.1 آرٹ (Art)

گپت دور حکومت کو قدیم ہندوستان کا شہری دور کہا جاتا ہے۔ اقتصادی میدان میں یہ صورت حال نہیں تھی کیوں کہ اس دور میں شمالی ہند کے بہت سے شہروں کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ لیکن گپت حکمرانوں کے پاس بڑی مقدار میں سونا تھا اور انہوں نے سب سے زیادہ سونے کے سکے جاری کیے۔ یہ الگ بحث ہے کہ ان کے پاس اتنا سونا آیا کہاں سے۔ راجا اور رئیس لوگ اپنی آمدنی کا ایک حصہ ایسے افراد کی پرورش اور کفالت کے لیے مخصوص کر سکتے تھے جو ادب اور آرٹ میں خصوصی دلچسپی اور صلاحیت رکھتے تھے۔ سمدر گپت اور چندر گپت II دونوں ہی آرٹ کے دلدادہ اور سرپرست تھے۔ اسی شوق کی بنا پر سونے کے سکے پر سمدر گپت کو وینا بجاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ چندر گپت II اپنے دربار میں نورتنوں کو رکھنے کے لیے مشہور ہے۔

قدیم ہندوستان میں آرٹ کی تحریک عموماً مذہب سے ملتی تھی۔ قدیم ہندوستان میں غیر مذہبی آرٹ کی نشانیاں بہت کم ملتی ہیں۔ موریہ اور اس کے بعد کے زمانے میں بدھ مت نے آرٹ کو بہت بڑھاوا دیا۔ جس کے نتیجے میں پتھر کے بڑے بڑے ستون بنائے گئے۔ چٹانیں کاٹ کر خوبصورت غار اور اونچے استوپ اور استھی کلش تعمیر کیے گئے۔ پتھر کی بنیاد پر بنائے گئے استوپ گنبد نما ڈھانچا ہوتا تھا جو اس زمانے میں رائج تھا۔ مہاتما بدھ کی بہت سی مورتیاں بھی مختلف انداز میں تراشی گئیں۔

بھاگل پور کے قریب سلطان گنج میں گپت دور کی مہاتما بدھ کی دو میٹر سے بھی زیادہ اونچی کانسے کی بنی ہوئی ایک مورتی دریافت ہوئی ہے۔ فاہیان کے قول کے مطابق اس نے تانبے کی بنی ہوئی مہاتما بدھ کی ڈھائی میٹر اونچی ایک مورتی دیکھی تھی لیکن اس کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ یہ گپت دور میں سارناتھ اور متھرا مہاتما بدھ کی خوبصورت مورتیوں کے لیے بہت مشہور تھے لیکن بدھسٹ آرٹ کا معروف ترین نمونہ اجنتا کی تصویروں کو کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ان تصویروں کا زمانہ پہلی سے ساتویں صدی بعد مسیح کا ہے۔ لیکن ان میں سے زیادہ تر کا تعلق گپت دور سے ہے۔ ان تصویروں میں مہاتما بدھ اور ان سے پہلے بدھوں کی زندگی کے مختلف واقعات کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ تصویریں جیتی جاگتی زندگی کا نمونہ ہیں اور چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی ان کا رنگ کہیں سے دھندلا نہیں پڑا ہے۔ تاہم اس کا اندازہ کسی بات سے نہیں ہوتا کہ اجنتا میں پائے گئے مصوری کے نمونوں کی سرپرستی گپت راجاؤں نے کی تھی۔ گپت حکمراں چوں کہ برہمن واد کے گہرے حامی تھے اس لیے پہلی بار ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانے سے وشنو، شوا اور دیگر ہندو دیوتاؤں کی مورتیاں ڈھالی گئیں۔ بعض جگہوں پر پورے دربار کی منظر کشی بھی ملتی ہے جس میں بڑا دیوتا مرکز میں دکھایا گیا ہے اور اس کے خادم اور مددگار اور گرد کھڑے ہوئے ہیں۔ بڑا دیوتا قد میں بھی بڑا ہے جب کہ خادم اور مددگار اپنے منصب کے اعتبار سے نسبتاً چھوٹے دکھائے گئے ہیں۔ اس سے صاف طور پر سماجی امتیاز اور طبقاتی تقسیم کا اندازہ

ہوتا ہے۔

فن تعمیر میں گپت دور میں کوئی قابل ذکر ترقی نہیں ہوئی۔ اینٹ اور پتھر سے چند مندر اتر پردیش میں ضرور بنائے گئے مثلاً کانپور کے بھیتر گاؤں، غازی پور میں بھیتری اور جھانسی میں دیو گڑھ کے مندر، نالندہ میں بدھسٹ یونیورسٹی پانچویں صدی ب۔م میں قائم ہوئی اور اس کا ابتدائی تعمیری ڈھانچا گپت عہد کا ہی ہے۔

16.5.2 سنگ تراشی (Sculpture)

الہ آباد کے قریب گرہوا س مندر کی سنگ تراشی گپت آرٹ کا اہم نمونہ ہے۔ اس پر گندھار طرز تعمیر کا کوئی اثر نہیں تھا لیکن متھرا میں بدھ کی ایستادہ خوبصورت مورتی یونانی طرز کو ظاہر کرتی ہے۔ سارناتھ میں دریافت بدھ کی مورتی گپت آرٹ کا ایک منفرد نمونہ ہے۔ بھتاری میں سکندا گپت کا ایک سنگی ستون بھی قابل ذکر ہے۔ پلاسٹک آرٹ کی ابتدائی ترقی گپت سنگ تراشی میں اختتام پذیر ہوگئی۔ گپت سنگ تراشی کا سب سے اہم کارنامہ بدھ مت اور برہمنی دونوں طرز کے دیوتاؤں کا ارتقا ہے۔ سارناتھ میں بڑی تعداد میں بدھ کے مجسموں کی دریافت ہوئی اور اس میں سے ایک مورتی ہندوستان کی سب سے نایاب مورتی کہلاتی تھی۔ متھرا اور دیگر مقامات پر بدھ کے پتھر اور پیتل کے مجسمے پائے گئے۔ شیو، وشنو اور دیگر برہمنی دیوتاؤں کی مورتیوں کو دیو گڑھ مندر (جھانسی ضلع) میں تراش کر رکھا گیا تھا۔ برہمنی مجسموں میں شائد سب سے زیادہ متاثر کن گریٹ بور (ورہا) ہے جو اودے گیری کے غار کے داخلہ کے پاس ہے۔

گپت کاریگروں کو لوہے اور پیتل پر ان کے کام کی وجہ سے امتیاز حاصل تھا۔ بدھ کے پیتل کے مجسموں کو زیادہ بنانا شروع کیے۔ دھات گروں نے دھاتی ٹیکنالوجی کو ترقی دی۔ گھڑائی کے فن کو ترقی حاصل ہوئی۔ فاہیان نے بدھ کے 25 میٹر قد آور تانبہ کی مورتی کو دیکھا جواب موجود نہیں ہے۔ بدھ کی پیتل کی مورتی سلطان گنج میں تھی جو ساڑھے سات فٹ لمبی تھی اور وہ سنگ تراشی کا نادر نمونہ تھی۔ دہلی میں قطب مینار کے پاس لوہے کا ستون ابتدائی گپت دور کا حیرت انگیز کارنامہ تھا۔

16.5.3 فن تعمیر (Architecture)

ہندوستانی فن تعمیر کی تاریخ میں گپت دور کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس دور میں ناگر اور دراوڑی طرز کے آرٹ کا ارتقا ہوا۔ لیکن اس دور کی فن تعمیر زیادہ تر بیرونی حملوں (ہنوں) کی وجہ سے تباہ ہوگئی۔ اب موجود منادر سنگ تراشی اور غاروں کی مصوری گپت آرٹ کی عظمت کو بیان کرتے ہیں۔

گپت دور ہندوستانی منادر کی فن تعمیر کا نقطہ آغاز تھا۔ ابتدائی منادر سادے اور قدرتی ڈھانچے ہوا کرتے تھے لیکن ان میں بعد کی ترقی اہمیت کی حامل تھی۔ مندرجہ ذیل قسم کی طرز تعمیر مسلمہ ہوا کرتی تھی۔

1. مسطح چھت والی مربع مندر، اُتھل ستون والا برآمدہ

2. مسطح چھت والی مربع مندر، مقدس مقام کے اطراف ایک ایمبولیٹری ہوتی تھی اور ایک ستونی برآمدہ بھی ہوتا تھا۔ بعض مقامات پر یہ دو دومنزلہ بھی ہوا کرتی تھی۔

3. مربع مندر جس کے اوپر ایک چھوٹا سا مینار ہوا کرتا تھا۔

4. مستطیل نما مندر، محراب نما پشت اور بیارل نما چھت

5. دائرہ نما مندر جن کے اطراف اُتھل پر اجکشن تھے۔

ابتدائی تین قسم کے منادر وسطی ہندوستانی پیشروؤں کے منادر کے طرز پر تھے۔ پہلی طرز کے منادر کے مثالوں میں سانچی کی مندر نمبر 17، تگاوا کی کنکالی دیوی مندر اور اران کی وشنو وراہا مندر شامل ہیں۔ مندر کا مرکز (گربھ گرہ) ایک رخی راستہ اور برآمدہ کے ساتھ اس قسم کے منادر پہلی بار گپتوں کے دور میں تعمیر ہوئے تھے۔ دوسری قسم کی منادر کی مثالیں نچنا کو تھارا کے پاروتی مندر اور بھومرا (دونوں مدھیہ پردیش) کے شیو مندر میں نظر آتی ہیں۔ اس طرز کے منادر میں دراوڑی طرز کی خصوصیات دکھائی دیتی ہیں۔ تیسری طرز کے قابل ذکر منادر میں دیوگڑھ، جھانسی، دسواتارا مندر اور بھتر گاؤں (کانپور ضلع) کی اینٹ مندر شامل ہے۔ اس طرز کی اہمیت مندر کے مینار سے ظاہر ہوتی ہے جو ناگر طرز کی اہم خصوصیت تھی۔ چوتھی قسم کے منادر میں تیر (شولاپور) کا مندر اور آئیہول میں کپلیشور کا مندر شامل ہے۔ پانچویں قسم کے طرز کا نمونہ راج گیر بہار کا منیار مٹھ ہے

16.5.4 چٹانوں میں تراشیدہ غار (Rock Cut Art Caves)

چٹانی طرز تعمیر زیادہ تر اس دور کے بدھ متوں میں برقرار تھی لیکن برہمنی اور جینوں سے اس کا تعلق رہا۔ بدھ متوں کا چٹانی فن تعمیر دوروایتی طریقوں پر مشتمل تھا۔ چیتیہ (استوپ کے ساتھ مندر) اور وہار (خانقاہ) قابل ذکر گروہ اجنتا ایلورہ (اورنگ آباد) اور باگھ میں پائے جاتے ہیں۔ اجنتا کے جو 23 غار کھدائی میں دریافت ہوئے تھے ان میں سے غار نمبر 19 اور غار نمبر 26 میں چیتیہ ہال ہیں۔ باقی کے وہار (خانقاہیں) ہیں۔ یہاں کی سنگ تراشی کا بہترین نمونہ انسانی جسم کی سنگ تراشی کا ہے۔

وہاروں کی منصوبہ بندی مرکزی مقام کے اطراف کی گئی تھی۔ اجنتا کے اہم وہاروں میں غار نمبر 16 اور 17 ہیں۔ غار نمبر 1 اور 2 ستونوں کی خوبصورتی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ استوپوں میں دو قابل ذکر ہیں۔ ایک میر پور خاص اور دوسرا سارناتھ کا دھامک استوپ۔ سارناتھ کی عمارت کی خوبصورتی اس کے زیوارات کے نمونوں پر شامل ہے۔ اس کی سلینڈر نما عمارت چھٹویں صدی عیسوی کی نشاندہی کرتی ہے۔

16.5.5 مصوری (Painting)

اس دور میں فن مصوری اپنے عروج پر تھی۔ گپت مصوری کے اہم نمونے اجنتا اور باگھ کے غاروں کی دیواروں پر موجود ہیں۔ گپت دور کے مصوروں نے گوتم بدھ کی زندگی کے واقعات کو تصاویر کے ذریعہ نمایاں کیا ہے۔ اجنتا کے غار نمبر 16 میں ایک دم توڑتی ہوئی شہزادی کی تصویر بنائی گئی۔ غار نمبر 17 میں تصاویر کی گیلری موجود ہے۔ اجنتا میں اہم تصاویر غار نمبر 19، 1 اور 2 میں موجود ہیں۔

5ویں صدی کا ایک چیتیہ ہال، غار نمبر 19، اجنتا، سی، شیلارے (وکیپیڈیا)

16.5.6 سائنس اور ٹیکنالوجی (Science & Technology)

ریاضی کے میدان میں ایک مشہور کتاب اس زمانے میں "آریہ بھٹیہ" کے نام سے پاٹلی پتر کے آریہ بھٹ نے لکھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریاضی داں مختلف طرح کی اعداد و شمار کے طریقوں سے پوری طرح واقف تھا۔ الہ آباد میں پائے گئے 448 عیسوی سے تعلق رکھنے والے گپت عہد کے ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی کی شروعات میں ہندوستان میں عشری نظام رائج تھا۔ نجوم شناسی یا فلکیات کے میدان میں ایک کتاب "رومک سدھانت" لکھی گئی۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس پر یونانی اثرات نمایاں ہیں۔

گپت دور کے دست کار لوہے اور کانسے کی چیزیں بنانے میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے مہاتما بدھ کی کئی مورتیاں کانسے سے بنائی تھیں اور پھر دھات کی ٹیکنالوجی میں اپنی مہارت کی وجہ سے ان مورتیوں کو بڑے پیمانے پر ڈھالنا شروع کیا۔ لوہے کے کام میں ان کی مہارت کی مثال دہلی میں مہرولی میں لگے ہوئے آہنی ستون سے دی جاسکتی ہے۔ پندرہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس ستون پر زنگ کا ایک ریزہ بھی نظر نہیں آتا اور یہی گپت عہد کے حرفت کاروں کی مہارت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ ابھی ایک صدی پہلے تک بھی مغربی ممالک کے کسی بھی جدید ترین کارخانے میں ایسا شاندار ستون بنانا ممکن نہیں تھا۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعد کے زمانوں کے کاریگر اندر گپت عہد کے دست کاروں جیسی صلاحیت پیدا نہ کر سکے۔

معلومات کی جانچ (Test Your Knowledge)

1. گپت درکے لوگوں کی مذہبی زندگی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. گپت دور کے آرٹ اور فن تعمیر کے اہم پہلوؤں کو نمایاں کیجیے۔
3. اس دور کے اہم ادب،ان کے مضمون اور مواد پر بحث کیجیے۔

16.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے دیکھا کہ گپت دور میں بدھ مت کی شاہی سرپرستی ختم ہوگئی تھی۔ فاہیان کے مطابق اس دور میں بدھ مت کو فروغ حاصل ہو رہا تھا لیکن یہ اشوک اور کنشک کے دور کی طرح نہیں تھا۔ بھاگوت عقیدہ (Bhagavatism) کا ارتقا موریا دور کے بعد ہوا۔ یہ ایک اہم مذہبی عقیدہ تھا۔ ویدک دور کا چھوٹا دیوتا ویشنو سورج اور بارآوری کی نمائندگی کرتا تھا۔ جسے نارائن وشنو کہتے تھے۔

گپت دور سیکولر اور مذہبی سنسکرت ادب کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں سنسکرت قواعد کا بھی ارتقا ہوا۔ جس کی بنیاد پانینی اور پتنجلی پر تھی۔ امر سمہا کی امر کوش قابل ذکر ہے۔ مجموعی طور پر یہ دور کلاسیکی ادب کی تاریخ کا روشن دور کہلاتا ہے اور اس دور میں سجاوٹی خوش خطی کا انداز شروع ہوا جو قدیم سادہ سنسکرت سے الگ تھا۔ قدیم دور میں آرٹ اور فن تعمیر پر مذہب کی گہری چھاپ تھی اور گپت دور میں بھی یہی ہوا۔

16.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

اجنتا : قدیم ہندوستانی پینٹنگز جو تیس غاروں کی دیواروں پر موجود ہیں جو وسطی ہندوستان کے قدیم بدھ مت خانقاہ کا ایک حصہ ہے۔

آریہ بھٹ : ہندوستانی علم ریاضی اور فلکیات کے کلاسیکی دور کے پہلے ماہر ریاضیات اور ماہر فلکیات میں سے تھا۔

فلکیات : وہ علم جس میں زمین سے پار کائنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جس میں ستارے، سیارے اور دیگر فلکی اجسام کی نوعیت، مقام، حرکت پذیری اور زمین سے ان کے تعلق پر بحث کی جاتی ہے۔

چیتیہ : بدھ مت کے مطابق استوپ کی شکل کا مقبرہ۔

نالندہ : قدیم ہندوستان میں نالندہ سے مراد ''علم کا دینے والا'' تھا جو کبھی خانقاہی یونیورسٹی اور علم کا مرکز تھی۔ یہ اپنی ضخیم لائبریری اور مذہبی کتابوں کے لیے مشہور تھی۔

سنہری دور : خوشحالی، مسرت اور کارناموں کا دور۔

مہرولی : وہ مقام جہاں گپت دور کے دھاتی کاریگر ایک لوہے کا ستون بنائے جو ان کی اعلیٰ دھاتی کاریگری کا عظیم مظاہرہ ہے۔

وہار : بدھ مت کے خانقاہ

16.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

16.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. گپت حکمرانوں نے بڑی تعداد میں کس دھات کے سکے جاری کیے تھے؟
2. گپت دربار میں نورتن کسے / کن لوگوں کو کہا جاتا تھا؟
3. ہندومت کے احیا کا دار و مدار کن کتابوں پر تھا؟
4. برہمنی مذہب کے پیروکار کن دو اہم فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے؟
5. "کام" اور "موکش" سے ہندومت میں کیا مراد ہے؟
6. بھاگوت مت یا وشنومت میں تاریخ کو کس کے اوتاروں کی حیثیت سے ظاہر کیا گیا؟
7. تریدیو میں کون کون سے دیوتا شامل تھے؟
8. ناگری رسم الخط کا ارتقا کس رسم الخط سے ہوا؟
9. چندراویا کرنم کے مصنف کون ہیں؟
10. وشاکھ دت کے دو ڈراموں کے نام بتائیے۔

16.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. گپت عہد میں سائنسی ادب کے ارتقا پر روشنی ڈالیے؟
2. گپت عہد میں سنگ تراشی کے ارتقا پر ایک نوٹ لکھیے۔
3. گپت عہد میں فن تعمیر کی ترقی پر ایک نوٹ لکھیے۔
4. چٹانوں میں تراشیدہ غار کی خصوصیات بیان کیجیے۔
5. گپت عہد میں سائنس اور ٹکنالوجی کے نشو و نما کا مختصر جائزہ لیجیے۔

16.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بھاگوت مت کی ابتدا اور ترقی پر ایک تفصیلی مضمون قلمبند کیجیے۔
2. گپت عہد میں ادب کے نشو و نما کی تفصیلی وضاحت کیجیے۔
3. گپت عہد میں فنون لطیفہ اور فن تعمیر کے ارتقا کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

16.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Basham, A.L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
2. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
3. Jha, D.N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
4. Keay, John, India - *A History: From the Earliest Civilisations to the Boom of the Twenty-First Century*, Harper Press, London, 2010.
5. Kosambi, D D. *Ancient India; a History of Its Culture and Civilization*. New York: World Pub. Co, 1969
6. Nilakanta, Sastri K. A. *A Comprehensive History of India: Vol. II*. New Delhi: People's Pub. House, 1987.
7. Raychaudhuri, Hemchandra. *Political History of Ancient India*, 1973.
8. Sarasi, Kumar S. *A Survey of Indian Sculpture*, New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1975.
9. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, OUP, New Delhi, 2019.
10. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD,* Pearson Education Noida, India, 2009.
11. Smith, Vincent A. *The Early History of India*, Elite Agencies, 2017.
12. Thapar, Romila. *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
13. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
14. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
15. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
16. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
17. قدیم ہندوستان۔ ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔ این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 17۔ گپت دور کا مذہب

(Gupta Religion)

اکائی کے اجزا

17.0 تمہید

17.1 مقاصد

17.2 گپت عہد میں مذہبی حالت

17.2.1 برہما- وِشنو اور شیو کا ظہور

17.2.2 بھاگوت مت کی ابتدا اور ترقی

17.2.3 شکتی فرقہ

17.2.4 کارتیکیہ، گنیش اور شکتی کی اہمیت

17.3 یگیہ یا قربانی کا خاتمہ

17.4 اکتسابی نتائج

17.5 کلیدی الفاظ

17.6 نمونہ امتحانی سوالات

17.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

17.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

17.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

17.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

17.0 تمہید (Introduction)

گپت عہد روایتی طور پر برہمنوں کی نشاۃ ثانیہ کے دور کے طور پر جانا جاتا ہے۔ گپت دور ہندو مت اور بدھ مت میں زبردست تبدیلی کے لیے بھی معروف ہے۔ خود گپت حکمراں بہت ہی مہذب اور فیض رساں تھے۔ اگرچہ کہ وہ برہمنوں کے سرپرست تھے تاہم وہ دیگر عقائد کے ماننے والون کے لیے بھی روادار تھے۔ گپت دور نے مختلف آزاد خیال عقائد کے ساتھ برہمنی ہندو مت کے امتزاج کا مشاہدہ کیا تھا۔ مختلف راسخ العقیدہ مذہب جیسے شیوزم، ویشنوزم اور شکتی فرقوں کی برہمنی ہندو مت کے ساتھ انضمام نے گپت دور کو کمال انتہا پر پہنچادیا تھا۔ راسخ العقیدہ مذہب کے امتزاج سے برہمنی مذہب یا پُرانیک (Puranic) ہندو مت کو جنم دیا، جس کی آمیزش اب بھی موجودہ ہندو مذہب میں پائی جاتی ہے۔ جدید ہندو مت کے تصور نے ویدک برہمن مت کے تصور کو تقریباً تبدیل کردیا تھا، لیکن اس کی شکل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ برہمنی مذہب نے کثیر فرقوں کے تخلیق کاروں کے اپنے تصور کو ختم کیا تھا۔

روایتی طور پر گپت حکمراں راسخ العقیدہ ہندو تھے اور برہمنی مذہب کے سرپرست تھے لیکن بقیہ عوام پر انہوں نے اپنے عقائد کے لیے دباؤ نہیں ڈالا، جس طرح بدھ مت اور جین مت کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی تھی۔ سانچی بدھ مت کا ایک اہم مرکز تھا۔ کمار گپت اول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے نالندہ قائم کیا تھا۔ تاہم اس کے بعد کچھ حکمرانوں نے بدھ مت کی خصوصی حمایت کی۔ عصرِ حاضر کے مصنف پرمارتھ (Paramartha) کے مطابق نرسمہا گپت بالاآدتیہ، کو مہایانی فلسفی واسوبندھو کے زیرِ اثر لایا گیا تھا۔ اس نے نالندہ میں ایک سنگرام (Sanghram) تعمیر کیا تھا اور بدھ کے مجسمے کے ساتھ ایک تین سو فٹ (91 میٹر) بلند وِہار تعمیر کیا، ہوین سانگ (Xuanzang) کے مطابق اس کے نیچے اس سے مماثل ''بودھی درخت کے نیچے عظیم الشان وہار'' تعمیر کیا۔ 8ویں صدی میں لکھی گئی منجوشری مول کلپ کے مطابق نرسمہا گپت بالاآدتیہ، بودھ راہب بن گیا تھا، اور دنیاداری چھوڑ کر گیان دھیان میں مشغول ہوگیا۔ چینی راہب ہوین سانگ نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ نرسہا گپت کا بیٹا، وجرا (Vajra) بھی، جس نے خصوصی طور سنگھرام تعمیر کروائے تھے، ''بدھ مت پر پختہ اعتقاد رکھتا تھا۔''

17.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ:

- گپت عہد میں مذہب کی حالت سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- بھاگوت یا ویشنو مت، شکتی مت اور شیومت جیسے فرقوں کو سمجھ سکیں گے۔
- کارتکیہ، گنیش اور لکشمی کی اہمیت کے بارے میں سمجھ سکیں گے۔
- یگیہ یا قربانی کے خاتمے پر روشنی ڈال سکیں گے۔

17.2 گپت عہد میں مذہبی حالت (Religious Condition During Gupta Period)

ہندوستان پر گپت خاندان نے تقریباً دو سو سال تک حکمرانی کی۔ گپت عہد کے بارے میں بیرنیٹ (Barnett) لکھتا ہے،
"گپت دور کلاسیکی ہندوستان کی تاریخ میں قریب قریب وہی حیثیت رکھتا تھا جس کا یونان کی تاریخ میں پیریکلیز (Pericles) کا دور حامل تھا۔"

گپت خاندان نے ہندوستان کو کشان اور پارتھیوں کے غیر ملکی طوقوں سے آزاد کیا اور ہنوں (Huns) کو کچل دیا جو پورے ایشیا اور یورپ میں ناقابل تسخیر تھے۔ غالباً یہی وہ خاندان ہے جس نے ہندوستان کے ایک لافانی افسانوی حکمراں چندر گپت دوم وکرمادتیہ کو جنم دیا تھا۔ ہندوستان کے کسی دوسرے خاندان کی طرح شاہی گپت خاندان کی تاریخ بھی سیاہ بادل کی طرح ہے۔ اگرچہ ہم شاید اس خاندان کے پہلے حکمراں کو جانتے ہوں گے لیکن ان کی اصلیت اور بادشاہت کا عروج پر اسرار طور پر مبہم ہے۔ تاہم گپت خاندان کے مطالعے نے ہندوستانی تاریخ میں بہت اہم مقام حاصل کیا ہے اور ونسٹ آرتھر اسمتھ (Vincent Arthur Smith) نے صحیح طریقہ سے نشاندہی کی ہے، جن کا کہنا ہے کہ "گپت خاندان کے تخت شاہی پر متمکن ہونے کے ساتھ، سحر پھر ایک بار طلوع ہوتی ہے، تاریکی کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور ہندوستان کی تاریخ پھر سے اتحاد اور دلچسپی حاصل کرتی ہے۔"

پُرانوں پر مبنی ہندومت کا ظہور گپت دور میں ہی ہوا۔ نئے سرے سے اُبھرنے والے ہندومت کے پھیلاؤ کے لیے قدیم نسخوں کا ایک مجموعہ اس کا وسیلہ تھا جس کا ابتدائی نسخہ اس دور میں مرتب کیا گیا تھا۔ پُرانوں کی ابتدا کائنات کی تخلیق کو ریکارڈ کرنے کی تاریخی روایت کے طور پر ہوئی تھی اور ہر ایک حکمراں کے خاندان کے نسب ناموں کی تفصیل دی گئی تھی، جو اصل میں رزمیہ گو شاعروں کے ذریعہ تشکیل دی گئی تھی۔ تاہم، اس دور میں ان نسخوں کو کلاسیکی سنسکرت میں برہمنوں نے دوبارہ لکھا تاکہ ان میں ہندو فرقوں، رسوم و رواج کے متعلق معلومات شامل کی جاسکے۔ گپت حکمرانوں سے پہلے، مثالی برہمنی سماجی نظام میں حکمرانوں کے ذریعہ اس حد تک رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی کہ جنہوں نے ایسے نظریاتی مسلک کی سرپرستی کہ ہمیں تمام ابتدائی پُرانوں میں کلیگ (تاریک دور) کا جنونی خوف نظر آتا ہے۔ برہمنی مذہب کے تمام اہم پہلوؤں نے، جن کے ذریعے بعد کی صدیوں میں قدیم ہندومت کی پہچان ہوئی، اس عرصے میں حتمی شکل اختیار کی۔ ایک یا کئی دیوتاؤں کی شبیہ عبادت کے مرکز کے طور پر ابھری اور عبادت نے قربانی کی جگہ لے لی۔ یگیہ کی طرح عبادت کی اس رسم کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی جس کے نتیجے میں بھکتی تحریک وجود میں آئی، جس میں کسی ایک خاص دیوتا کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ شدید ذاتی لگاؤ شامل تھا۔ اس کے نتیجے میں دیوتا کی عبادت انفرادی معاملہ بن گیا، اور عبادت کرانے والا پجاری قربانی کی رسم کی طرح عبادت کے مراسم میں بھی حاوی ہو گیا۔ وشنو اور شیو کو بالترتیب اعلیٰ ترین دیوتا مانتے ہوئے ہندو دو اہم فرقوں ویشنو اور شیو میں تقسیم ہو گئے۔ اسی طرح ہر پُران نے شیو یا وشنو میں سے کسی ایک کی برتری پر زور دیا۔ شمالی ہندوستان میں وشنو کو پوجنے والے بہت زیادہ عام تھے، جہاں انہیں گپت حکمرانوں سے فعال سرپرستی حاصل ہوی۔ چندر گپت دوم خود کو 'پرم بھاگوت' (وشنو کا عقیدت مند) کہا کرتا تھا۔ شیوزم نے جنوب میں مضبوط جڑ پکڑی، اگرچہ کہ وہ اس علاقے تک محدود نہیں رہا۔ ہن (Huna) بادشاہ مہرکل (Mihirakula)، بنگال کا حکمراں ششانک، ولبھی (Valabhi) کے میترک

(Maitraka)اور قنوج کے پُشیا بھُتی(Pushyabhuti)حکمراں شیو کے پرستار تھے۔

اس طرح کی فرقہ وارانہ ترجیحات کی وجہ سے کبھی کبھار شدید رقابت کا اظہار کیا گیا ہے۔پرُانک ہندومت میں توحید پر زور دیا گیا، جس میں مختلف دیوتاؤں کو یکجہتی کے مظہر کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ایک ہندو کے معاشرتی وجود کی وضاحت، درست دھرم (قانون)، ارتھ (معاشی خوشحالی)، کام(جنسی تسکین) اور موکش (روح کی نجات) کے لحاظ سے کی گئی ہے۔اس دور میں دانشورانہ زندگی کی قابل ذکر خصوصیت بدھ مت اور برہمنوں کے درمیان روایتی فلسفیانہ تنازعات کے ذریعہ فراہم کی گئی تھی، جس نے تقریباً6 مختلف مکاتب فکر کو مرکز بنایا جسے ہندو فلسفے کے 6 نظام کہا جاتا ہے۔ان کی اصل کا پتہ لگانے سے قدیم فلسفے اور طرز فکر کا پتہ چل سکتا ہے۔یہاں اس سے متعلق کچھ بنیادی اصولوں کی وضاحت کی گئی۔ان چھ نظاموں میں ویدانت(Vedanta)سب سے زیادہ اثرورسوخ رکھتا ہے۔ویدانت کے اصول اُپنشد پر مبنی تھے اور ان کی بہت ساری تصوفانہ قیاس آرائیوں کو منطقی اور منظم شکل دی گئی تھی۔اس نے 'مطلق روح' کے وجود کو یہ مفروضہ دیا اور کہا کہ وجود کا حتمی مقصد جسمانی موت کے بعد فرد اور 'مطلق روح' کا اتحاد ہے۔یہ سارے چھ نظام مشترکہ طور پر ہندو فلسفہ کی بنیاد کو تشکیل دیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تمام تر تبدیلیاں اسی نظام کی شاخیں ہیں۔

اگرچہ کہ بدھ مت نظریاتی طور پر اب بھی ہندو مذہب کا ایک مضبوط حریف تھا، لیکن اس دور کے اختتام تک اس کا اثرورسوخ ختم ہوتا جا رہا تھا۔جین مت کو اس کے بنیادی قدامت پسند کردار کے ذریعہ اس طرح کی تباہی سے بچایا گیا۔دوسرے مذاہب کے برعکس جین مذہب کے افکار و نظریات میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی۔درحقیقت یہ بدھ مذہب کے مقابلے میں اپنی محدود مقبولیت کی وجہ سے نئے ماحول کو اپنانے میں ناکام رہا۔پھر بھی ہندوستان میں بدھ مت کے مقابلے میں اس کی عمر طویل ہے۔جین مت کو مغربی ہندوستان میں تاجر طبقے سے مستقل تعاون ملتا رہا۔دکن کے بعض علاقوں میں ،اسے مقامی فرماں رواؤں کی سرپرستی حاصل رہی، البتہ ساتویں صدی کے بعد سرکاری سرپرستی میں بھی کمی آنے لگی۔گپت عہد میں جین طبقے کے دو بنیادی فرقوں شویتامبر اور دگمبر کے درمیان اختلافات انتہا کو پہنچ گئے۔چھٹی صدی کے اوائل میں دوسری جین کونسل کا انعقاد ولبھی(Valabhi) میں عمل میں آیا تاکہ جین مت کی مذہبی ہدایات جو معدوم ہو رہی تھیں ان کی بازیابی کی جا سکے اور انہیں منظم کیا جا سکے۔اس اجلاس میں جین مت کے بنیادی قانون متعین کیے گئے جو آج بھی موجود ہیں۔اس دور تک جین مذہب کے پیروکاروں نے شبیہوں کا ایک مکمل سلسلہ تیار کر لیا۔بھونیشور کے قریب کھنڈ گری غاروں میں تیرتھنکروں کی تصویریں اس کی کچھ بہترین مثالیں ہیں۔

17.2.1 برہما، وِشنو اور شیو کا ظہور (Emergence of Brahma, Vishnu & Shiva)

گپت دور میں مذہبی میدان میں کئی اہم تبدیلیاں آئیں۔ان میں سب سے اہم تین دیوتاؤں یا تریدیو کا ابھرنا تھا۔اس کے مطابق پیدائش اور زندگی ، قانون اور نظم ونسق اور تباہی اور بربادی سے منسلک تین خداؤں کا تصور ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو گیا۔'تثلیث'(Trinity) یا ترئی(Trayi) کا اس نظریے کا استعمال پہلی بار گپت عہد میں ہی ہوا۔برہمنی مذہب کے مطابق تثلیث کے

تصور میں تین عظیم ترین دیوتا برہما، وشنو اور شیو متحد ہیں ۔ مورخین کا ماننا ہے کہ، گپت عہد میں راسخ العقیدہ مسلک میں مذہبی امتزاج اور نئے لوگوں کے برہمنی نظام کا حصہ بننے کی وجہ سے 'وحدانیت' کا تصور یا مختلف مکاتبِ فکر کا نظریہ وجود میں آیا۔ برہما کو تخلیق کا خدا سمجھا گیا، لیکن آہستہ آہستہ وہ گمنامی میں چلا گیا۔ صرف شیو اور وشنو گپت دور کے برہمنی مذہب کے عقائد میں غالب رہے۔ شیو اور وشنو کو اعلیٰ دیوتاؤں کا مقام حاصل ہوا۔ اس بات کو واضح کرنے کے لیے پُرانوں کو از سرِ نو لکھا گیا۔ نہ صرف انہیں عظیم دیوتا تسلیم کیا گیا بلکہ نظام فطرت کی غیر معمولی طاقتیں بھی ان سے منسوب کر دی گئیں ۔ ویدک دور کے بیشتر دیوتا گمنامی میں چلے گئے اور برہمنی مذہب کے تصور کے مطابق نئے دیوتاؤں نے ان کی جگہ لی۔ شیو، وشنو، کارتکیہ اور گنیش جیسے دیوتا جو پہلے کمتر درجے کے عام سے دیوتا تھے، انتہائی اہمیت کے حامل بن گئے ۔ اس طرح گپت عہد میں مذہبی احیانو کی وجہ سے، ہندو مت مختلف مذہبی روایتوں کا مجموعہ بن گیا جو قدیم اور جدید دونوں طرح کے مذہبی خیالات کو جوڑتا تھا۔

شیولنگ پر بنی ہوئی برہما، وشنو، مہیش اور سوریہ دیوتا کی مورتیاں، تقریباً 5ویں صدی عیسوی، نیشنل میوزیم، نئی دہلی، بشکریہ www.shunya.net

17.2.2 بھاگوت مت کی ابتدا اور ترقی (Rise & Development of Bhagvatism)

بھاگوت مت کی ابتدا موریہ دور کے بعد کے زمانے میں ہوئی جس کا مقصد ''وشنو'' یا ''بھگوت'' کی پوجا کرنا تھا۔ ویدک دور میں وشنو ایک کمتر درجے کے دیوتا تھے جنہیں سورج اور پیداواریت کی صلاحیت کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ دوسری صدی قبل مسیح تک ان کو ایک اور دیوتا ''نارائن'' کی شخصیت میں شامل کر دیا گیا اور اس طرح وہ ''نارائن وشنو'' کہلانے لگے۔ نارائن اصلاً غیر ویدک قبائلی دیوتا تھے۔ وہ بھگوت

کہلاتے تھے اور ان کے پیروکاروں کو بھاگوت کہا جاتا تھا۔ اس دیوتا کو قبائلی سردار کی روحانی شکل سمجھا جاتا تھا۔ جس طرح قبائلی سردار اپنے قبیلے کے لوگوں سے تحفے اور نذرانے وصول کرتا ہے اور پھر انہیں ان کا حصہ تقسیم کرتا ہے اسی طرح نارائن کو بھی ایسا سردار یا دیوتا سمجھا جاتا ہے جو اپنے بھکتوں اور عقیدت مندوں کو اچھے مقدر سے نوازتا ہے۔ اس مہربانی کے بدلے میں بھکت لوگ دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ وشنو اور نارائن دونوں دیوتاؤں کے بھکتوں کو یکجا کر کے ایک چھت کے نیچے جمع کر دیا گیا۔ وشنو ویدک دیوتا تھے اور نارائن غیر ویدک تصورات سے ابھرے لیکن اس کے باوجود دونوں تہذیبوں، دو قوموں اور دو دیوتاؤں کا ملاپ ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہ کہ وشنو مغربی ہندوستان کے ورشنی قبیلے کے داستانوی ہیرو سے منسوب کر دیا گیا۔ مہاکاویہ مہابھارت کو نئے سرے سے لکھا گیا جس کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ کرشنا اور وشنو ایک ہی ہیں۔ اس طرح 200ق۔م تک بھکتوں کے تین دھارے اور ان کے دیوتا ایک مقام پر آ کر مل گئے۔ اس کے نتیجے میں وشنومت کا بھاگوت مت وجود میں آیا۔

بھکتی اور اہنسا بھاگوت مت کی اہم خصوصیات ہیں۔ بھکتی کا مطلب تھا خلوص کے ساتھ عبادت اور پوجا۔ یہ ایک طرح کی وفاداری تھی جس کا اظہار کسی قبیلے کے فرد کی طرف سے اپنے سردار یا رعایا کی طرف سے راجا کے لیے کیا جاتا ہے۔ اہنسا یا جانوروں کو ہلاک نہ کرنے کا اصول زرعی سماج کے حق میں تھا اور وشنو سے منسوب زندگی بخش تصور کے مطابق تھا۔ لوگ وشنو کی مورتی کی پوجا کرتے تھے اور اس پر چاول، تل وغیرہ جیسی چیزیں چڑھاتے تھے۔ جانوروں کو مارنے سے پرہیز کی بنا پر ان میں سے بعض صرف ساگ سبزی کو ہی اپنی خوراک بناتے تھے۔ نیا مذہب اپنی اعتدال پسندی کے سبب غیر ملکیوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ مذہب ان کاریگروں اور سوداگروں کو بھی اچھا لگا جو ستواہن اور کشان دور میں اہم مرتبہ رکھتے تھے۔ بھگوت گیتا میں کرشنا نے یہ سکھایا ہے کہ عورتیں، ویشیہ اور شودر جو گناہ کی پیداوار ہیں وہ بھی ان کی پناہ میں آسکتے ہیں۔ اس مذہبی کتاب میں وشنو تعلیمات سے بحث کی گئی تھی اور وشنو پران اور وشنو سمرتی کا بھی یہی موضوع تھا۔

گپت دور میں بھاگوت مت یا وشنومت نے مہایان بدھ مت کی مقبولیت کو بہت کم کر دیا۔ اس میں اوتار کے اصول کی تعلیم دی گئی تھی۔ تاریخ کو وشنو کے دس اوتاروں کی حیثیت سے ظاہر کیا گیا تھا۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ جب کبھی سماجی نظام میں کوئی بحران یا انقلاب آتا ہے تو وشنو کوئی مناسب روپ دھار کر اس مشکل سے نجات دلانے کے لیے ظاہر ہوتے ہیں۔ دھرم یا مذہب کی نجات کے لیے وشنو کے ہر اوتار کو ضروری قرار دیا جاتا تھا۔ ورنوں یا طبقات میں بٹے ہوئے سماج کی طرح مذہب بھی طبقوں میں تقسیم تھا اور پدری خاندانی نظام کو حکومت کی حمایت حاصل تھی۔

چھٹی صدی تک شو اور برہما کے ہم راہ وشنو، تریدیو میں شمار ہونے لگے لیکن اس مجموعے میں ان کی حیثیت نمایاں رہی۔ چھٹی صدی کے بعد بہت سی کتابیں وشنو پوجا کی اچھائیوں سے لوگوں کو واقف کرانے کے لیے لکھی گئیں ان میں سے اہم ترین کتاب بھاگوت پران تھی۔ اس کتاب میں دی گئی کہانی کئی کئی دن تک پجاری لوگ سنایا کرتے تھے۔ عہد وسطیٰ میں مشرقی ہندوستان میں باقاعدہ بھاگوت گھر تعمیر کیے گئے جہاں وشنو سے متعلق داستانیں سنائی جاتی تھیں۔ وشنو کے بھکتوں کے فائدے کے لیے کئی مذہبی بھجن لکھے گئے جن میں ''وشنو سہسر نام'' کافی مشہور ہے۔

بعض گپت راجا تباہی کے دیوتا شو کی پوجا کرتے تھے لیکن انہیں بعد میں آکر اگلی صف میں جگہ ملی اور گپت دور کے ابتدائی حصے میں انہوں نے وشنو جیسی شہرت نہیں پائی۔ گپت دور اور اس کے بعد کے زمانوں میں مندروں میں مورتیوں کی پوجا ہندو مت کا ایک خاص حصہ بن گئی۔ بہت سے تیوہار بھی منائے جانے لگے۔ مختلف لوگوں کے زرعی تیوہاروں کو مذہبی رنگ وروپ دے دیا گیا اور اس طرح پجاریوں کے لیے اچھی خاصی آمدنی کے ذریعے وجود میں آ گئے۔

گپت حکمرانوں نے مختلف مذہبی گروہوں کے لیے رواداری اور وجود باہمی کی پالیسی پر عمل کیا۔ اس عہد میں ہمیں بدھ مت یا جین مت کے پیروکاروں پر ظلم وزیادتی کی کوئی مثال دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدھ مت کی نوعیت اتنے عرصہ میں کافی تبدیل ہو چکی تھی کیوں کہ اس میں بہت سے ہندوستانی عناصر شامل ہو گئے تھے۔

17.2.3 شکتی فرقہ (Shakti Sect)

گپت عہد کے دوران مذہبی ترقی کی ایک دلچسپ خصوصیت 'شکتی' یاماں دیوی کی پوجا کا وسیع پیمانے پر رواج تھا۔ 'تانتریک مت' یا تانتر کا فرقہ جو نسائی دیوتاؤں کی پوجا کی تبلیغ کی تھی، اس نے بارآوری فرقہ (Fertility Cult) کی ابتدا کی تھی۔ ہم عصر گپت دور میں ہندو مت رائج تھا، شکتی فرقہ کے اثر ورسوخ سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ اس کے بعد، اس نے متعدد دیویوں کی عبادت کو جنم دیا، جو خود کو بڑے دیوتاؤں کی بیویاں سمجھتی تھیں۔ ماں دیوی کا فرقہ بہت مقبول ہوا۔ بنیادی طور پر 'شکتی' کی پوجا کالی، چمنڈا اور بھیما کی شکل میں طاقت کی دیوی کے طور پر کی جاتی تھی۔ 'مرکنڈیا پُران' (Markandeya Purana) میں چنڈی کا ذکر برائی کی علامت مہیشا سر (Mahishasura) کے تباہ کار کے طور پر کیا گیا ہے۔ آہستہ آہستہ چنڈی کا کردار اور تصور شکتی دیوی میں مل گیا، جسے شیو کی بیوی اور کارتکیہ، گنیش وغیرہ کی ماں سمجھا جاتا ہے۔ شیو اور درگا کا تصور بہت مقبول تھا۔ درگا شکتی کی نئی شکل تھی۔ دو مخالف فرقوں کو شیو-شکتی سے منسوب کیا گیا۔ ان کا متشدد پہلو بالترتیب رُدرا، اگھورا یا چمنڈا سے جانا جانے لگا۔ اپنے دلآویز ظہور میں وہ اگھورا مہادیو (Aghor Mahadeva) اور اوما (Uma) سے مشہور ہوئے۔ شیو کی بیوی پاروتی کے متعدد مظاہر کے طور پر اوما، ہیموتی، درگا، کالی کی پوجا کی جاتی تھی۔ لکشمی کی پوجا وشنو کی بیوی کے طور پر کی جاتی تھی۔ ہندو مندروں میں نئے دیوی دیوتاؤں کو رکھنے کے لیے پُرانوں کو دوبارہ لکھا گیا۔ پُرانوں نے جدید ہندو مت کے فرقہ کا ذکر کیا اور برہمنی مذہب کے تصور کے مطابق پرستش کیے جانے والے مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کے باہمی تعلقات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ گپت عہد کے پُرانک ہندو مت کی ایک اور خصوصیت بت پرستی کا رواج تھی۔ مختلف دیوی دیوتاؤں کی تصاویر کی وضاحتیں پُرانوں سے تشکیل دی گئی تھیں۔

17.2.4 کارتکیہ، گنیش اور لکشمی کی اہمیت (Importance of Kartikeya, Ganesh & Lakshmi)

کارتکیہ اور گنیش کی پرستش کرنے والے فرقے بھی اس دور میں بہت معروف رہے۔ کارتکیہ کو ماننے والا فرقہ کشانوں میں مشہور تھا۔ اس کا ثبوت کشان راجا ہووشک (Huvishka) کے سکہ پر کارتکیہ کی تصویر سے ملتا ہے۔ بنیادی طور پر کارتکیہ کو جنگ کا خدا سمجھا جاتا ہے۔ بعد میں اسے شیو-پاروتی کے خاندان میں شامل کیا گیا۔ گنیش بھی 300ء تک غیر معروف تھا۔ گپت کے دور میں جاکر اسے مقبولیت

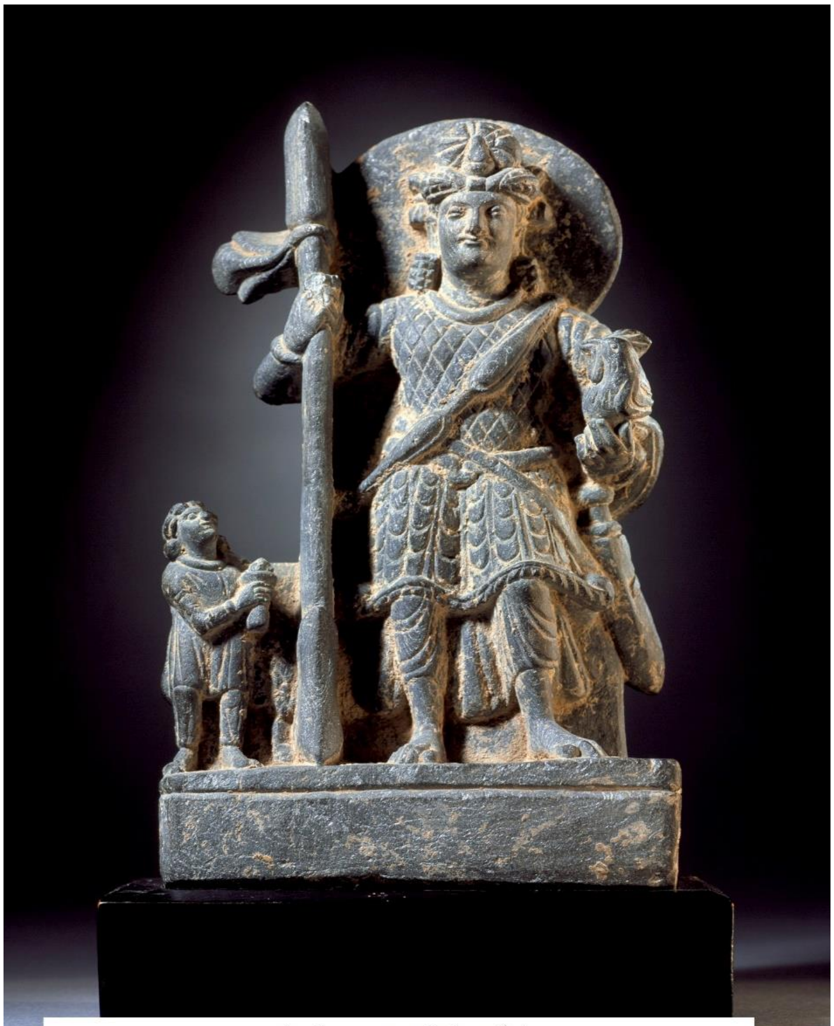

کارتیکیہ اپنے ایک کشان عقیدت مند کے ساتھ
Pakistan, Peshawar Division, Gandhara region, 2nd century Sculpture Gray schist Gift of James H. Coburn III (M.85.279.3) South and Southeast Asian Art

حاصل ہوئی۔ گپت دور سے متعلق پتھر اور پکی مٹی سے بنے گنیش کے بہت سارے مجسمے دریافت ہوئے ہیں ۔ گپت دور کے دوران دیوی لکشمی کے تصور میں رفتہ رفتہ بدلاؤ آئے۔ لکشمی بنیادی طور پر 'گجا-لکشمی'(Gaja-Lakshmi) کہلاتی تھی اور اس کا اپنا ایک علاحدہ وجود تھا۔ بعد میں برہمنی مذہب کے تصور کے مطابق، لکشمی دیوی کو ہندو مذہب سے جوڑ کر اسے وشنو کی بیوی قرار دیا گیا۔ پُرانوں میں سمندر سے اس کی پیدائش پر ایک بہترین قصہ بیان کیا گیا ہے، جو کہ یقیناً اس کو برہمنی نظام کا حصہ بنانے کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ بہر حال متعدد اچھائیاں اس کے کردار سے منسوب کی جاتی ہیں لیکن اس کو اصل شہرت دولت کی دیوی کے طور پر حاصل ہوئی۔

17.3 یگیہ یا قربانیوں کا خاتمہ (End of Yajna & Sacrifices)

گپت عہد میں، یگیہ کی شکل میں عبادت کا ویدک طریقہ زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکا۔ ہندومت کے ساتھ ہم آہنگی کے لیے 'یگیہ' یا قربانی کو بت پرستی کے ساتھ برقرار رکھا گیا۔ بت پرستی کی شکل میں یگیہ کی اہمیت کم ہوگئی۔ عبادت گزار کی بھکتی یا ریاضت بہت اہم بن گئی۔ تاہم، پوجا کے لیے پجاریوں کی ضرورت درکار ہوتی ہے، لیکن بھکتی فرقہ کے ظہور کے سبب پجاریوں کے تصور نے اپنا تسلط کھو دیا۔ اس کے بعد، خدا کی عبادت، عبادت گزار کا انفرادی معاملہ بن گیا۔ یگیہ یا قربانی کے خاتمہ کی وجہ سے پجاری غیر متعلق ہوگئے۔ لہٰذ فرد کے لیے ا خدائے بزرگ بہت زیادہ اہمیت کا حامل بن گیا۔ مرد نے یہ ماننا شروع کر دیا کہ اس کی زندگی کے چار مقاصد - دھرم، ارتھ، کام اور موکش ہیں۔

ہندومت کے علاوہ، بدھ مت میں بھی گپت دور میں تبدیلی واقع ہوئی۔ چوں کہ گپت حکمراں دوسرے مذاہب کے ساتھ بھی رواداری کا سلوک کرتے تھے، اس لیے تمام مذاہب اس دور میں پھلنے پھولنے لگے۔ نالندہ کو گپت حکمرانوں کی سرپرستی حاصل رہی۔ تاہم، بدھ مت میں جو عجیب و غریب تبدیلی واقع ہوئی وہ 'وجریان'(Vajrayana) یا تانترک بدھ مت' کا عروج تھا۔ بدھ مت نے 'تارا'

(Tara) جیسی دیوی ماں کی پرستش کو اختیار کیا۔ بدھ مت نے بدھ کے اوتار کے نظریہ کو تسلیم کیا اور ہندومت میں ضم ہونے کا راستہ تیار کرلیا۔ تاہم، جین مت مذہب کی حیثیت سے اپنی اصلیت پر قائم رہا۔ مغربی ہندوستان کے تاجروں کی اسے سرپرستی حاصل رہی۔ جنوبی اور مغربی ہندوستان میں جین مت کا نشوو ارتقا ہوتا رہا، جب کہ شمالی ہندوستان میں جدید ہندومت کا تسلط رہا۔ گپت کے دور میں ہندوستان میں مذہبی تحریک مختلف راسخ العقائد مذاہب کا برہمنی ہندومت کے ساتھ امتزاج اور ہم آہنگی اختیار کرتی گئی، جس نے حتمی طور پر قدیم دور کے ہندوستان میں رائج برہمنی ہندومت کو مکمل طور پر تبدیل کردیا۔

17.4 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے گپت عہد میں مذہبی ترقی کی ایک اہم خصوصیت 'شکتی' یا دیوی ماں کی بڑے پیمانے پر پرستش کے رواج کا مطالعہ کیا۔ 'تانترک مت' یا تانترا فرقہ جس نے بارآوری (fertility) طبقے کی ابتدا کی تھی، دیویوں کی پوجا کی تبلیغ کی تھی۔ ہندومت اپنے ہم عصر گپت دور میں رائج رہا، شکتی فرقہ کے اثرورسوخ سے اپنے آپ کو نہیں بچا پایا۔ اس دور میں کارتکیہ اور گنیش فرقے بھی بہت اہمیت کے حامل رہے۔ کارتکیہ فرقہ کشانوں میں مشہور تھا اس کا ثبوت کشان کے حاکم ہوبکشا (Hubiksha) کے سکہ پر کارتکیہ کی تصویر سے ملتا ہے۔ بنیادی طور پر کارتکیہ کو جنگ کا خدا سمجھا جاتا ہے۔ گپت کے دور میں ہندوستان میں مذہبی تحریک مختلف راسخ العقائد مذاہب کا برہمنی ہندومت کے ساتھ امتزاج اور ہم آہنگی اختیار کرتی گئی، جس نے حتمی طور پر قدیم دور کے ہندوستان میں رائج برہمنی ہندومت کو مکمل طور پر تبدیل کردیا۔

17.5 کلیدی الفاظ (Keywords)

کارتکیہ : کارتکیہ، جو مورگن (Murugan)، اسکندا، کمار، اور سُبراہمانیہ (Subrahmanya) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، ہندوؤں کا جنگ کا دیوتا ہے۔ یہ پاروتی اور شیو کا بیٹا، گنیش کا بھائی ہے اور ایک ایسا دیوتا ہے جس کی زندگی کی کہانی کے ہندومت میں متعدد احوال پائے جاتے ہیں۔

گنیش : گنیش جسے گنپتی، ونایک یا دیگر بہت سارے ناموں سے جانا جاتا ہے، ہندو دیوتاؤں میں بحیثیتِ مجموعی سب سے زیادہ پوجے والے دیوتاؤں میں سے ایک ہے۔

ویشنوزم : شیومت، شکتی مت اور سمرتی مت کے ساتھ ہی، ویشنومت بھی ہندوؤں کے بڑے فرقوں میں ایک اہم فرقہ ہے۔ اسے وِشنوازم بھی کہا جاتا ہے، اس کے پیرو وِشنواس یا ویشنو کہلائے جاتے ہیں، جو وشنو کا اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے ہیں۔

شکتی مت : شکتی مت ہندومت کی ایک بڑی روایت ہے، جس میں مابعد الطبیعیاتی حقیقت کو نسائی پہلو سے جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے اور شکتی کو سب سے بڑا معبود یا دیوی مانا جاتا ہے۔

17.6 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

17.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. گپت دور کو پریکلین دور کے مماثل کس نے ٹھہرایا؟
2. پُران پر مبنی ہندو مت کا ظہور کس دور میں ہوا؟
3. ہن بادشاہ مہر کل اور بنگال کا حکمراں ششانک کس مسلک کے پرستار تھے؟
4. ہندو فلسفے کے 6 نظاموں میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی؟
5. دوسری جین کونسل کا انعقاد کہاں عمل میں آیا؟
6. منجوشری مول کلپ کے مطابق نرسمہا گپت بالادتیہ نے کون سا مذہب اختیار کیا؟
7. تثلیث یا ترئی کا نظریہ سب سے پہلے کس عہد میں سامنے آیا؟
8. بھاگوت مت میں کس کی پرستش کی جاتی تھی؟
9. نارائن اصل میں کون تھے؟
10. بھکتی اور اہنسا کس مسلک کی خصوصیات ہیں؟

17.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. برہما-وشنو-شیو کے ظہور پر روشنی ڈالیے۔
2. شکتی فرقے کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔
3. کارتکیہ گنیش اور لکشمی کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔
4. یگیہ یا قربانی کے خاتمے کی وضاحت کیجیے۔
5. بھکتی اور اہنسا کے تصور سے آپ کیا سمجھتے ہیں، واضح کیجیے۔

17.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گپت دور میں مذہب کی حالت پر ایک طویل مضمون لکھیے۔
2. بھاگوت مت کی ابتدا اور ارتقا پر ایک تفصیلی مضمون قلمبند کیجیے۔
3. گپت عہد میں ہندو مذہب میں نمودار ہوئی متعدد تبدیلیوں کی تفصیلی وضاحت کیجیے۔

17.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Jha, D.N. *Ancient India in Historical Outline*. Delhi: Manohar, 2002
2. Keay, John. *India: A history*. Atlantic Monthly Press 2000
3. Agrawal, Ashvini *Rise and Fall of the Imperial Guptas*. Motilal Banarsidas.1989
4. Ganguly, Dilip Kumar. *The Imperial Guptas and Their Times*. Abhinav. 1987
5. Raychaudhuri, H.C. *Political History of Ancient India: From the Accession of Parikshit to the Extinction of the Gupta Dynasty*. University of Calcutta, 1923
6. Harle, J.C. *The Art and Architecture of the Indian Subcontinent*. Yale University Press. 1994
7. Majumdar, R.C. *A Comprehensive History of India*. 3, Part I: A.D. 300-985. Indian History Congress / People's Publishing House, 1981
8. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century*. Pearson Education India. 2008
9. Goyal, Shankar. *Problems of Ancient Indian History*: *New Perspectives and Perceptions.* Book Enclave, 2001
10. Sharma, Tej Ram. *A Political History of the Imperial Guptas: From Gupta to Skandagupta.* Concept, 1989
11. Mahajan, Vidya Dhar *A History of India. State Mutual Book & Periodical Service*. 1990
12. Singh, Upinder. *Political Violence in Ancient India*. Harvard University Press. 2017

13. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

14. قدیم ہندوستان کی تہذیب وثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

15. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

16. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

17. قدیم ہندوستان۔ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 18۔ ہرش وردھن اور اس کے کارنامے

(Harshavardhana and His Achievements)

اکائی کے اجزا

18.0 تمہید

18.1 مقاصد

18.2 ماخذ

18.3 ہرش کے عہد سے قبل سیاسی حالات

18.4 ہرش کی تخت نشینی

18.5 ہرش کے فوجی معرکے

18.6 ہرش کی سلطنت کی وسعت

18.7 ہرش کی شخصیت

18.8 انتظام حکومت

18.8.1 ٹیکس

18.9 اکتسابی نتائج

18.10 کلیدی الفاظ

18.11 نمونہ امتحانی سوالات

18.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

18.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

18.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

18.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

18.0 تمہید (Introduction)

گپت سلطنت کے زوال کے بعد شمالی ہندوستان میں سیاسی بدنظمی پھیل گئی تھی۔ ملک ایک بار پھر چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ہونوں کے تباہ کن حملوں سے حالات مزید سنگین ہو گئے۔ ان ہی حالات میں پشیہ بھوتی خاندان نے تھانیشور میں وردھن حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان کا سب سے مشہور حکمراں ہرش وردھن تھا۔ وہ پربھاکر وردھن کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اس کی پیدائش 570 عیسوی میں ہوئی۔ اوائل عمر میں ہی ہرش نے جنگی فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ 604 عیسوی میں جب ہونوں نے تھانیشور پر حملہ کیا تو ہرش بھی اپنے بڑے بھائی راجیہ وردھن کے ساتھ ہونوں کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ جلد ہی پربھاکر وردھن کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہرش کا بڑا بھائی تھانیشور کا حکمراں بنا۔ اس وقت گوڑ (بنگال) کے حکمراں ششانک اور مالوہ کے حکمراں دیو گپت نے مل کر قنوج کے حکمراں گرہ ورمن کو مار ڈالا اور اس کی بیوی راجیہ شری کو قیدی بنا لیا۔ گرہ ورمن ہرش اور راجیہ وردھن کا بہنوئی تھا۔ اپنی بہن کو چھڑانے کے لیے راجیہ وردھن نے مالوہ پر حملہ کر دیا۔ وہ جنگ میں کامیاب تو رہا مگر ششانک کی حکمت عملی کی وجہ سے اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ان حالات میں ہرش 606ء میں تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر محض سولہ سال تھی۔ ہرش کے سامنے اس وقت دو اہم مسائل تھے۔ اول اپنے بھائی اور بہنوئی کے قتل کا بدلا لینا، دوسرا اپنی بہن کو قنوج کے قید خانہ سے نکالنا۔ ہرش نے اس مقصد سے ایک بڑی فوج تیار کی اور قنوج پر حملہ کر دیا۔ مالوہ اور گوڑ کے حکمراں گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ قنوج کے لوگوں نے ہرش کا پرزور استقبال کیا اور اس سے قنوج کی ذمے داری سنبھالنے کی درخواست کی۔ کچھ تمل کے بعد ہرش نے قنوج اور تھانیشور کو ملا کر حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے قنوج کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا۔ اس نے 648 عیسوی تک حکومت کی۔

18.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ کو اس سے واقفیت ہو گی کہ:

- چھٹی صدی عیسوی کے دوران سیاسی حالات کیسے تھے
- ہرش کس طرح برسر اقتدار آیا۔ اس کی تخت نشینی کے اہم واقعات کیا تھے
- ہرش کی اہم مہمات کون کون سی تھیں
- ہرش کی سلطنت کی وسعت کہاں تک تھی
- ہرش کی شخصیت کیسی تھی۔ اس کا انتظام مملکت کیسا تھا۔

18.2 ماخذ (Sources)

18.2.1 ادبی ماخذ (Literary Sources)

بان بھٹ: بان بھٹ ہرش کا درباری شاعر اور نثر نگار تھا۔ اس کی سب سے اہم تصنیف ہرش چرت ہے۔ ہرش چرت راجا ہرش وردھن کی سوانح عمری ہے۔ تاریخی واقعات کے لحاظ سے یہ سنسکرت کی سب سے پرانی تصنیف ہے۔ اس میں کل 7 ابواب ہیں۔ پہلا باب مصنف کے

حالات زندگی سے متعلق ہے۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے ابواب میں ہرش کے آباء واجداد اور تھانیسر کے شاہی خاندانوں کی تفصیلات ملتی ہیں۔ پانچویں اور چھٹے باب میں ہرش کی جنگوں اور فتوحات کا ذکر ہے اور آخری باب میں وندھیا کے جنگلوں میں رہنے والے مختلف فرقوں کا ذکر ہے۔ بان اس تصنیف میں نہ صرف ہرش کی فوج اور اس کی مہمات کا ذکر کیا ہے بلکہ اس وقت کے مذہبی فرقوں اور گاؤں کا بھی خوبصورت منظر پیش کیا ہے۔ ہرش کے عہد کی جان کاری کے لیے یہ اہم دستاویز ہے۔ دوسری اہم تصنیف کدمبری ہے۔

ہیون سانگ: ہرش کے عہد کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ چینی سیاح ہیون سانگ کا سفر نامہ ہے۔ ہیون سانگ اپنے وطن سے 629 عیسوی میں روانہ ہوا۔ وسط ایشیا کی سیر کرتے ہوئے وہ کشمیر، بودھ گیا، سارناتھ کے راستے نالندہ پہنچا۔ اس کے بعد ہرش نے اسے اپنے یہاں مدعو کیا۔ ہندوستان سے واپسی تک ہیون سانگ ہرش کا مہمان رہا۔ 644 عیسوی میں اسے اپنے وطن جانے کی اجازت ملی۔ اس نے بدھ مت کی کئی مقدس تحریریں جمع کیں اور بہت سے علوم پر عبور حاصل کیا۔ واپسی پر اس نے اپنی معرکتہ الآرا سر گزشت 'سی یو کی' لکھی۔ یہ تصنیف جس میں اس کے مغربی دنیا کے مشاہدات درج ہیں۔ ساتویں صدی کے ہندوستان کی سماجی زندگی، یہاں کے نظم ونسق اور مذاہب سے متعلق معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اے ایل باشم کا خیال ہے کہ ''ہیون سانگ فاہیان کے مقابلے دنیاداری کی زیادہ سمجھ رکھتا تھا ہرش کے تعلقات بہت قریبی تھے ہرش کو اس نے اپنے دربار میں اعلیٰ منصب عطا کر رکھا تھا۔ اس اعتبار سے اس کی تحریریں فاہیان کے مقابلے میں زیادہ تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔''

اِتسنگ: چینی سیاح اتسنگ جو 673 سے 685ء کے درمیان ہندوستان میں رہا، اپنے قیام کے دوران اس نے ہندوستانی علوم اور بدھ مت کی کتابیں جمع کیں۔ اس نے سنسکرت کے قریب چار سو مخطوطات جمع کیے۔ اس نے سنسکرت میں چینی زبان کی لغت تیار کی۔ اس کے علاوہ اس نے بدھ مدت کے ساٹھ راہبوں کی سوانح عمری لکھی۔ ان راہبوں نے ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ اتسنگ نے اس وقت کے ہندوستان کے سماجی، اقتصادی اور مذہبی حالات کی بہترین عکاسی کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ اس وقت کے ہندوستان کی تاریخ کے مطالعہ کا اہم ماخذ ہے۔

18.2.2 کتبات، سکے (Inscriptions,Coins)

چھٹی صدی عیسوی کے آخری نصف اور ساتویں صدی کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے آخری گپتوں، موکھاریوں میتر کوں، چالو کیاؤں، بنگال اور اڑیسہ کے حکمرانوں کے زمانے کے کتبات اہم ماخذ ہیں۔ اس کے علاوہ نالندہ یونیورسٹی کے باقیات اور ہرش کے زمانے کے سکے بھی اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ہرش کے زمانے کے بہت سے کتبے ملے ہیں جن سے اس عہد کی جان کاریاں ملتی ہیں۔ 631 عیسوی کا مدھوبن کاپر پلیٹ چار نسلوں تک ہرش کا شجرہ بتاتا ہے۔ سونی پت کا کتبہ ہرش کی حکومت کی تاریخ وار ترتیب کی مشکلات کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اتر پردیش میں ملے 628 عیسوی کے بانس کھیڑا کتبہ سے ہرش کے دستخط کا نمونہ حاصل ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہرش ایک اچھا خطاط بھی تھا۔ گپت عہد کی اور ہرش کے عہد حکومت کی نالندہ کی مٹی کی مہریں اور کتبے اس عہد کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ چالو کیہ بادشاہ پلک سین دوم کے عہد کا ایہول منکوئی کتبہ جو کرناٹک سے ملا ہے، اسے اس کے درباری شاعر روی کیرتی نے لکھا ہے۔ اس میں

610 سے 642 عیسوی تک کے عہد کی جانکاری ملتی ہے۔ ریاست گجرات میں ایک کتبہ ملاہے جو ہرش کے اصل اور عروج سے متعلق جا نکاری فراہم کرتا ہے۔اس کے علاوہ اس عہد کے بہت سے سکے بھی ملے ہیں جو اس عہد کے بارے میں قابل بھروسہ جان کاری دیتے ہیں۔ یہ سکے ہرش نے پریاگ کاؤنسل میں تقسیم کیے تھے۔

18.3 ہرش کے عہد سے قبل سیاسی حالات (Political Conditions Before Harsha)

چھٹی صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں شمالی ہندوستان میں سیاسی ابتری پھیل گئی تھی۔ ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ مرکزی حکومت کے کمزور ہونے کی وجہ سے پورے خطہ میں سیاسی اتحاد تقریباً ختم ہوگیا۔ اس وقت آخری گپت حکمرانوں ، موکھاریوں، گوڑ کے ششانک اور ولبھی کے میترک حکمرانوں نے اپنے اپنے علاقوں میں خود مختاری حاصل کرلی۔ان ہی حالات میں وجود میں آئی چھوٹی سی سلطنت وردھن سلطنت نے شمالی مشرقی پنجاب کے علاقے تھانیسر پر حکومت شروع کی۔اس کا ابتدائی حکمراں پشپ بھوتی تھا جس کی حیثیت افسانوی معلوم ہوتی ہے۔ کتبات میں ہرش وردھن کے چار اجداد کا ذکر ملتا ہے۔ وردھن خاندان نے آخری گپت حکمرانوں سے شادی بیاہ کے ذریعہ تعلقات استوار کیے۔ مہاسین گپت کی بہن آدتیہ ورمن کی رانی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت پربھاکروردھن نے اپنی پہچان ایک طاقت اور حکمراں کی حیثیت سے کرائی اور شاید دوسرے حکمراں اس سے خائف ہوں گے۔ بان نے ہرش وردھن کے باپ پربھاکروردھن کے لیے ''ہونوں کے ہرنوں کے لیے شیر '' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ پربھاکروردھن نے سندھ کے راجا کو شکست دی۔اس کے بعد اس نے جودھپور کے علاقے میں گرجروں کی حکومت پر حملہ کیا۔اس نے قندھار کے علاقے پر بھی کامیاب حملے کیے۔ اس دوران آخری گپت حکمراں مہاسین کو کالاچوریوں نے شکست دی۔مالوہ پراس وقت دیوگپت کی حکومت تھی۔ قنوج اور مگدھ پر موکھاریوں کی حکومت تھی۔ پربھاکروردھن کے عہد میں یہ سیاسی صورت حال تھی۔اس کے بعد ہرش کی تخت نشینی ہوئی جس نے علاقے میں سیاسی استحکام پیدا کیا۔

18.4 ہرش کی تخت نشینی (Coronation of Harsha)

605ء میں تھانیشور کے حکمراں پربھاکروردھن کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد تھانیشور کا تخت وتاج ہرش کے بڑے بھائی راجیہ وردھن کے حصے میں آیا۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے پہلا کام ہونوں کو شکست دینے کے لیے پیش قدمی کی۔اس میں کامیاب ہوکر ابھی وہ لوٹا ہی تھا کہ اس کو خبر ملی کہ مالوہ کے راجا نے اس کے بہنوئی گرہ ورمن پر حملہ کرکے اسے قتل کرڈالا ہے اور اس کی بہن راجیہ شری کو قید کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہیں راجیہ وردھن اپنے دشمن کو ختم کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ ہرش وردھن اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ راجیہ وردھن نے مالوہ کی فوج کو آسانی کے ساتھ شکست دے دی لیکن گوڑ کے راجا ششانک نے اسے دھوکے سے قتل کردیا اور قنوج پر قبضہ کرلیا۔اس نے رانی راجیہ شری کو آزاد کردیا۔ رہائی کے بعد اس نے وندھیا کے جنگلوں کی طرف راہ فرار اختیار کرلی۔ان حالات میں ہرش کا پہلا کام اپنی بہن کو مصیبت سے نجات دلانا تھا اور اس کے بعد قنوج کو ششانک کے قبضے سے چھڑا کر اس کو اس کی کرتوتوں کی سزا دینا تھا۔اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہرش ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں اس نے آسام کے راجا بھاسکرورمن سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔اس نے اپنی بہن کو تلاش کیا

اور اپنے فوجی کیمپ کو لوٹ آیا۔ ہرش کی فوج کی کوچ کی خبر سن کر ششانک نے قنوج چھوڑ دیا۔ اس وقت قنوج میں کوئی حکمراں نہیں تھا۔ وہاں سخت افراتفری پھیل گئی۔ بادشاہ کی بیوہ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور حکمرانی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ چوں کہ موکھری خاندان کا کوئی وارث موجود نہ تھا اس لیے عمائدین نے ہرش کو تخت وتاج قبول کرنے کی دعوت دی۔ کچھ تکلف کے بعد وہ تخت پر بیٹھنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے ''شیلاآدتیہ'' کا لقب اختیار کیا اور خود کو بادشاہ کی جگہ ''کمار'' کہلوایا۔ اس سیدھے سادے لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع میں قنوج میں اس کی سیاسی حیثیت ایک سرپرست یا وقتی نگراں سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد جب اس کی سیاسی حیثیت مجتمع ہو گئی اور مخالفت کا زور گھٹ گیا تو اس نے اپنا پایہ تخت تھانیشور سے قنوج منتقل کرلیا اور تمام شاہانہ القاب کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ اس طرح دونوں ریاستوں کا آپس میں انضمام ہو گیا۔ قنوج کے حصول سے ہرش کی طاقت اور شہرت میں اضافہ ہوا اور آئندہ فتوحات میں اس کو آسانی ہوئی۔ تقریباً چالیس سال کی حکومت کے بعد 647ء میں ہرش کا انتقال ہوا۔ بہت جلد ہی یہاں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اس کے بعد قنوج اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل نہ کرسکا۔

معلومات کی جانچ۔1 (Test Your Knowledge I)

1. بان بھٹ نے ہرش کی سوانح عمری کس عنوان سے لکھی؟
2. ہیون سانگ کتنی مدت تک ہندوستان میں رہا؟
3. اتسنگ کا ہندوستان میں قیام کب سے کب تک رہا؟
4. کس کتبے سے ہرش کے شجرۂ نسب کا پتہ چلتا ہے؟
5. کس کتبے پر ہرش کے دستخط کا نمونہ پایا جاتا ہے؟
6. ہرش کی تخت نشینی کس سال ہوئی؟

18.5 ہرش کے فوجی معرکے (Harsha's Warfare)

ہرش کے فوجی معرکوں اور فتوحات کی معتبر تفصیلات ہمیں کہیں نہیں ملتیں۔ ہیون سانگ کے بیانات میں کچھ اشارے ضرور ملتے ہیں۔ اس نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہرش نے کیسے، کب اور کون سی ریاستوں کو فتح کیا۔ اس سلسلے میں بان کی شہادت بھی ہرش کی فوجی کارناموں پر کوئی واضح روشنی نہیں ڈالتی۔ مختلف اطلاعات کی بنیاد پر اس کی مہمات کا ایک خاکہ ضرور تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہرش 606 عیسوی میں تھانیشور کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے فوراً ہی گوڑوں کے خلاف پیش قدمی کی۔ اس نے پریاگ جیوس (آسام) کے بادشاہ بھاسکرورمن کے ساتھ اتحاد کیا کیوں کہ دونوں کا مشترکہ دشمن گوڑ کا راجا ششانک تھا۔ ہمیں اس کی اطلاع نہیں ہے کہ ششانک سے اس کی جنگ ہوئی کہ نہیں لیکن وہ اپنی بہن کو بچانے میں کامیاب ہو سکا اور تھانیشور اور قنوج کی بادشاہت ایک کرلی گئی۔ دراصل ہیون سانگ کی کتاب میں ہرش اور اس کے مورثوں کو قنوج کا حکمراں بتایا گیا ہے۔ بان اور ہیون سانگ دونوں ہرش کے عہد کی تفصیلات پیش

کرتا ہے۔ جس میں اس نے اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کا عہد کیا۔ اس کے بعد اس نے ولبھی اور گرجر حکمرانوں کے خلاف پیش قدمی کی۔ وہ دکن میں چالوکیوں سے اور مشرق میں مگدھ اور گوڑوں سے نبرد آزما ہوا۔ گجرات کے سوراشٹر میں ولبھی کے میترک مضبوط طاقت بن کر ابھرے تھے۔ ہیون سانگ نے ولبھی کے حکمراں کا نام دھروسین دوم بالا دتیہ بتایا ہے جو کہ ہرش کا داماد بھی تھا، جس نے پریاگ میں ہرش کی مذہبی اسمبلی میں حصہ بھی لیا تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہرش نے شادی بیاہ کے رشتوں کے ذریعہ اپنی قوت میں اضافہ کیا۔ گجرات کے بادشاہ کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بادشاہ دِدّاد دوم نے ولّبھی کے حکمراں کی مدد کی تھی۔ ہرش کے عہد میں ولبھی حکمراں ایک مضبوط طاقت کی شکل میں موجود تھے۔ بان کی تفصیلات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گرجر حکمراں وردھنوں کے مخالف تھے۔ گرجر حکمرانوں کا ایک خاندان گجرات کے بروچ علاقے کے نندی پورا میں اس وقت حکومت کر رہا تھا۔ یہ خاندان غالباً بعد کے دنوں میں بھی حکومت کر رہا ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گرجروں نے احتیاطاً کرناٹک میں بادامی کے چالوکیوں کی ماتحتی قبول کرلی تھی کیوں کہ ایہول کتبہ بتاتا ہے کہ لتا، مالوہ اور گرجر، چالوکیہ بادشاہ پل کیسن دوم کے جاگیر دار تھے۔ ہرش اپنی مشرقی مہمات میں بھی کامیاب رہا۔ ایک چینی ماخذ ہرش کے حلیف کا نام آسام کے بادشاہ بھاسکر ورمن بتاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے مشترکہ طور پر بنگال اور مشرقی ہندوستان میں مہم جوئی کی ہوگی۔

18.6 ہرش کی سلطنت کی وسعت (Extent of Harsha's Empire)

ہرش ایک بڑی سلطنت پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کی وسعت کو دیکھتے ہوئے اسے کئی بڑے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہرش کے ''سکلوترپتھ ناتھ'' کے لقب سے ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ تمام شمالی ہندوستان پر اس کی حکمرانی تھی۔ عالموں کی رائے میں یہ اصطلاح غیر واضح ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ پورے شمالی ہندوستان پر ہرش کا قبضہ تھا۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے اپنے دورے کے وقت کی کچھ ریاستوں کا ذکر کیا ہے جس میں کشمیر، جالندھر، بیراٹ، متھرا، منی پور، سوورن گوتردیس، کپل وستو، کامروپ، مہاراشٹر، بڑوچ، ولبھی، گربتر دیس، اجین، بندیل کھنڈ، شیو پور اور سندھ شامل ہیں۔ یہ ریاستیں ہرش کے حدود اختیار سے باہر تھیں۔ دوسری طرف کلو، سرہند، تھانیشور، سُرگھن، گڑھوال اور کمایون، کاشی پور، رام پور، پیلی بھیت کا علاقہ، مشرقی روہیل کھنڈ، ایٹہ، ایودھیا، رائے بریلی، اور پرتاپ گڑھ کے اضلاع، پریاگ، کوسامبی، شراوستی، رام نگر، کشی نگر، وارانسی، غازی پور، ویشالی، ورجی دیش، مگدھ، مونگیر، بھاگل پور، راج محل، پونڈوروردھن، سم تٹ، تامرلپتی، کرن سورن، گنجم کے بارے میں ہیون سانگ کچھ نہیں کہتا۔ اس کی یہ خاموشی بتاتی ہے کہ یہ سارے علاقے قنوج کی ریاست میں شامل تھے۔ دوسرے ذرائع سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض علاقے واقعتاً ہرش کی سلطنت میں شامل تھے۔ ہرش کی آبائی سلطنت تھانیشور، دریائے سرسوتی کی وادی اور مشرقی راجپوتانہ کے کچھ حصوں پر مشتمل تھی۔ بعد میں موکھری ریاست کے انضمام کے بعد اترپردیش اور مگدھ کا کچھ حصہ بھی اس میں آگیا۔ چینی سفیر نے بھی اس کے لیے ''مگدھ کا راجا'' کا لقب استعمال کیا ہے۔ بانس کھیڑا اور مدھوبن کے فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ چھتر اور شراوستی اس کی سلطنت کی انتظامی اکائی میں شامل تھے۔ چینی ذرائع سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اڑیسہ پر اس کا اقتدار تھا۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مشرقی ہندوستان کے دورے کے وقت ہرش نے راج محل (

کنگل) کے مقام پر دربار منعقد کیا تھا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرش کی سلطنت وہاں تک پہنچ گئی تھی۔اس طرح مختلف ذرائع کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی سلطنت میں مشرقی پنجاب کا کچھ حصہ، متھرا اور منی پور کے علاوہ تقریباً کل اتر پردیش اور بہار، بنگال اور اڑیسہ کے علاقے شامل تھے۔ ہیون سانگ نے ''پانچوں ہندوستان کا حکمراں'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ پانچوں ہندوستان کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ

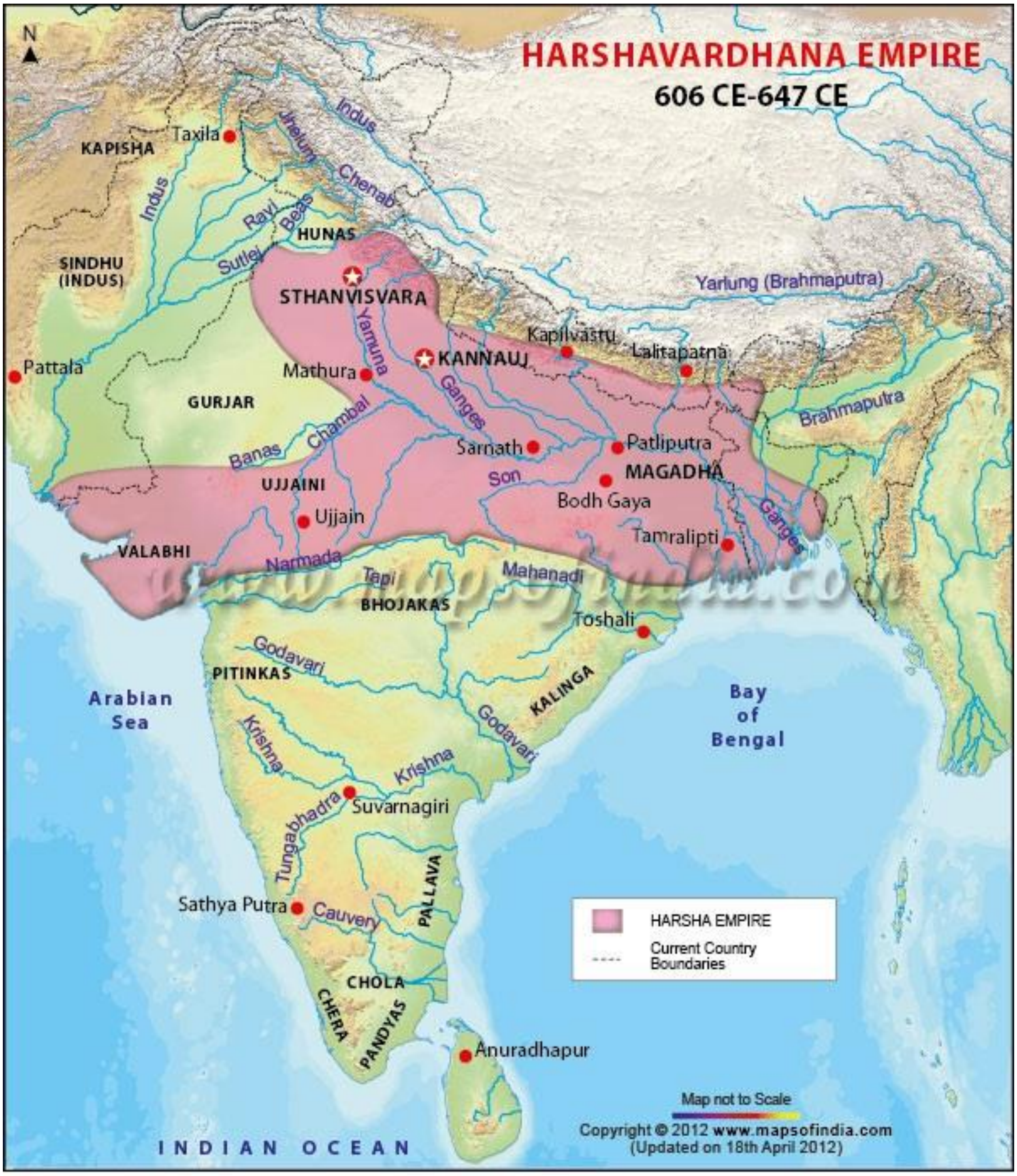

ہرش کی سلطنت، تقریباً 647-606 (میپس آف انڈیا)

ان میں سوراشٹر یا پنجاب، کانیہ کنج، متھلا یا بہار، گوڑ یا بنگال، اتکل یا اڑیسہ شامل تھے۔ ہرش نے جنوب کی طرف پیش قدمی کی تھی لیکن چالوکیہ حکمراں پل کیسن دوم نے اسے دریائے نرمدا سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ اس بات کی تصدیق اے ایل ہاشم نے بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کے ''حدود مملکت بہت ہی وسیع و عریض تھے۔''

18.7 ہرش کی شخصیت (Harsha's Personality)

ہرش کی شخصیت کئی خوبیوں کی حامل تھی۔ ایک فرد کی حیثیت سے وہ خاندان کے افراد سے محبت کرنے والا شخص تھا۔ اس کے لیے وہ خطرات مول لے سکتا تھا۔ اس نے اپنی بہن کو قید سے چھڑانے کے لیے نیز اپنے بھائی کی موت کا بدلا لینے کے لیے ایک بڑی فوج تیار کی۔ دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اپنی بہن کو تلاش کر کے گھر واپس لایا۔

ہرش بہادر اور جنگ جو ہونے کے علاوہ ذمہ دار شخص تھا۔ ملک کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے وہ ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کرتا تھا۔ اس طرح وہ عوام کے مسائل سے ذاتی طور پر واقف رہتا تھا۔ وہ عوام سے محبت کرنے والا شخص تھا۔ اس کا طرز زندگی سادہ تھا۔ وہ آزاد خیال اور سخی حکمراں تھا۔ ہرش بذات خود بدھ مت کی جانب مائل تھا لیکن وہ دوسرے مذہبی فرقوں کے ساتھ وسیع النظری اور کشادہ دلی سے پیش آتا تھا۔ ایک حکمراں کی شکل میں وہ بہادر، جنگ جو اور کامیاب فاتح تھا۔ تخت نشینی کے بعد اس نے مختلف علاقوں پر حملے کیے اور اس میں کامیاب رہا۔ اپنی فوجی طاقت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے شمالی ہندوستان کے ایک بڑے علاقے کو اس نے اپنے زیر نگیں کر لیا۔ اس طرح اس نے اپنی ریاست میں سیاسی اتحاد پیدا کر دیا۔ اس کی سیاسی تدبر اور عظمت کے بارے میں ڈاکٹر آر سی مجمدار کا خیال ہے کہ ''بلاشبہ وہ قدیم ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں سے ایک تھا۔''

ہرش علم وادب کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ اس نے بڑی فیاضی سے عالموں کی سرپرستی کی۔ ہیون سانگ کے مطابق وہ ہر سال کی سرکاری آمدنی کا چوتھا حصہ ممتاز عالموں کو انعام واکرام دینے کے لیے وقف کر دیتا تھا۔ اس نے اڑیسہ کے اسّی بڑے گاؤں کا لگان ایک مشہور بدھ عالم جے سین کو تفویض کر دیا۔ جے سین نے بہر حال شکریے کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہرش نے بدھ علوم کے مرکز نالندہ کو بھی بڑے بڑے اوقاف سے نوازا۔ ہرش کا علم وادب سے شغف اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ اس نے مصنفین کی سرپرستی کی۔ ہرش چرت کا خالق بان بھٹ اس کا درباری شاعر تھا۔ سوریہ شتک کے مصنف میور کی بھی اس نے سرپرستی کی۔ اس کے دربار کا ایک گم نام شاعر دواکر بھی اہم شخصیت کا حامل ہے۔

اے ایل ہاشم بتاتے ہیں کہ ''اس کو فلسفہ اور ادب سے محبت تھی۔'' ہرش بذات خود مصنف تھا۔ عام طور پر تین ناٹک ''پریہ درشکا''، ''رتناولی'' اور ''ناگانند'' کی تصنیف اس سے منسوب کی جاتی ہے۔ بان نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کی بڑے شاندار الفاظ میں تعریف کی ہے۔ بانس کھیڑا کتبہ پر اس کے رقم کردہ دستخط سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو خوش نویسی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ علم وادب سے اس کے شغف اور اس کی سرپرستی کی وجہ سے مشہور مورخ ایچ جی ولنسن کا خیال ہے کہ ''ہرش کا شمار اشوک اور اکبر کے علاوہ ہندوستان کے

دوسرے حکمرانوں میں کیا جاسکتا ہے۔ایک سپاہی، حکمراں ، رفاحی کاموں کے لیے ان تھک کوشش کرنے والا ،فیاض،ادب کا محافظ ،اعلی درجے کا شاعر اور ڈرامہ نگار کی شکل میں وہ تاریخ کے صفحات میں پر کشش شخصیت کے طور پر سامنے آتا ہے۔'' بان بھٹ کے مطابق ہرش وردھن بربط بجانے کے لیے مشہور تھا۔

ہرش وردھن ایک بہادر جنگ جو اور کامیاب فاتح تھا۔تخت پر بیٹھنے کے وقت اس کی حکومت کا دائرہ بہت وسیع نہ تھا۔ مگر اس نے ایک عظیم فوج کی تشکیل کرکے ایک بڑے علاقے کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔اپنے منصوبوں میں اسے بہت حد تک کام یابی بھی ملی۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے جنوبی مہم میں ناکام رہالیکن اس نے پورے شمالی ہندوستان میں اپنی بہادری کا سکّہ جمادیا۔ اس نے پنجاب،بنگال، قنوج، بہاراوراڑیسہ (گنجم) پر فتح کا پرچم لہرایا۔ کامروپ کے حکمراں نے بھی اس کی ماتحتی قبول کرلی۔اس طرح پورے شمالی ہندوستان میں اس کی بہادری کے اثرات قائم ہوئے۔

ہرش وردھن نے ہندوستان کو سیاسی استحکام بخشا۔اس کی تخت نشینی کے وقت ملک کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ملک کے سیاسی اتحاد کا شیرازہ پوری طرح بکھر چکا تھا۔ان حالات میں ہرش شمالی ہندوستان کی ریاستوں پر فتح حاصل کرکے پورے علاقے کو ایک جھنڈے کے نیچے لایا۔اس طرح اس نے ملک میں سیاسی انتشار کا خاتمہ کرکے وحدت قائم کی۔ ڈاکٹر آر۔سی۔مجمدار کے مطابق: ''بلاشبہ وہ قدیم ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں سے ایک تھا۔''

ہرش وردھن کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اس کا موازنہ اشوک اور سمدر گپت سے بھی کیا جاتا ہے۔ہرش اشوک کی طرح مذہب کا بڑا مبلغ تھا۔ ہرش نے بھی اشوک کی طرح بدھ مذہب کی ترقی کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ نالندہ یونیورسٹی اس کے عہد کا بدھ مذہب کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار بدھ بھکشوؤں کو خیرات دیا کرتا تھا۔بدھ مذہب کے عدم تشدد کے اصول کی پیروی کرتے ہوئے اس نے حکومت میں جانوروں کے قتل پر پابندی عائد کردی تھی۔اس نے قنوج میں بدھ مذہب کی ایک عظیم مجلس کا انعقاد کروایا تھا۔بدھ مذہب کی اشاعت کے لیے اس نے وقتاً فوقتاً ملک کے مختلف علاقوں میں مذہبی مبلغین بھیجے۔

اشوک کی طرح ہرش وردھن عوام کا خیال رکھنے والا حکمراں تھا۔اشوک کی طرح وہ بھی عوام کے فلاحی کاموں کے لیے مشہور ہے۔وہ عوام کی تکالیف سے باخبر رہتا تھا۔ عوام کی تکالیف کا پتہ لگانے کے لیے وہ ریاست کا دورہ کیا کرتا تھا۔عوام کی فلاح کے لیے وہ آمدنی کا ایک حصہ خرچ کردیا کرتا تھا۔اس نے اشوک کی طرح دھرم شالائیں بنوائیں ،اسپتال کھلوائے اور سڑکوں کی تعمیر کروائی۔اس کے نتیجے میں ہرش کے عہد میں خوش حال اور سکھی تھے۔اشوک کی طرح ہرش وردھن بھی سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔اشوک کی طرح وہ بھی ریاضت اور قربانی کا مجسمہ دکھائی دیتا ہے۔وہ غریبوں کی دِل کھول کر مدد کرتا تھا۔ہر پانچ برس کے بعد پریاگ کی اسمبلی میں وہ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خرچ کردیا کرتا تھا۔

فوجی معاملات میں ہرش وردھن کا اشوک کی طرح وسیع المشرب تھا۔اشوک کی طرح ہرش نے بھی بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے

بہت کام کیے مگر کبھی کبھی کسی کو زبردستی بدھ مذہب قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا۔ وہ تمام مذاہب کا یکساں طور پر احترام کرتا تھا۔ بدھ بھکشوؤں کے علاوہ وہ براہمنوں کو بھی خیرات دیا کرتا تھا۔ وہ بدھ مذہب کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتا تھا۔

ہرش وردھن بھی اشوک کی طرح عظیم حکمراں اور منتظم تھا۔ اشوک کی طرح اس نے بھی اعلیٰ درجے کی انتظامیہ کی تشکیل کی تھی۔ عوام کی فلاح و بہبود اس کا نصب العین تھا۔ اس کے عہد میں مرکزی انتظامیہ، صوبائی انتظامیہ اور مقامی انتظامیہ چست، درست اور لائقِ تحسین تھی۔

ہرش وردھن سمدر گپت کی طرح ایک عظیم جنگ جو تھا۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے جنوبی مہم میں ناکام رہا، مگر اس نے پورے شمالی ہندوستان میں اپنی طاقت کا لوہا منوایا۔ بان بھٹ کے مطابق قنوج کی مجلس میں بیس حکمرانوں نے حصہ لیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ پورے شمالی ہندوستان پر اس کی بہادری کا اثر تھا۔

ہرش وردھن نے سمدر گپت کی طرح ہندوستان میں سیاسی اتحاد قائم کیا تھا۔ موریا عہد کے بعد ملک کا سیاسی اتحاد ختم ہو گیا تھا۔ ملک میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئی تھیں۔ ان ریاستوں پر قبضہ کر کے ہرش پورے شمالی ہندوستان کو ایک پرچم کے نیچے لے آیا۔ اس طرح اس نے سیاسی ابتری ختم کر کے سیاسی اتحاد قائم کیا۔

ہرش وردھن سمدر گپت کی طرح فنون لطیفہ اور ادب کا شوقین تھا۔ ہرش وردھن کو بھی تاریخ میں فنون لطیفہ اور ادب کے میدان میں خاص مقام حاصل ہے۔ وہ پائے کا عالم اور اعلیٰ درجے کا ڈرامہ نگار تھا۔ ای۔ بی۔ ہیول کے الفاظ میں ''ہرش قلم کے استعمال میں اتنا ہی ماہر تھا جتنا کہ تلوار کے استعمال میں۔'' بان نے ہرش کے فن شاعری کی بھی تعریف کی ہے۔ ہرش وردھن عالموں کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ اس کا دربار بان بھٹ، جے سین، دواکر، بھرتری ہری جیسے اعلیٰ درجہ کے عالموں سے مزیّن تھا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہرش وردھن کی زندگی کا ایک پہلو اشوک سے مطابقت رکھتا ہے تو دوسرا سمدر گپت سے۔ دوسرے الفاظ میں مذہبی رواداری میں اگر وہ اشوک کا ہم سر تھا تو فوجی لیاقت میں سمدر گپت سے کسی بھی طرح کم نہ تھا۔ ڈاکٹر آر۔ کے۔ مکھرجی کے یہ الفاظ پوری طرح مناسب معلوم ہوتے ہیں کہ ''ہرش قدیم ہندوستان کی تاریخ کے عظیم شہنشاہوں میں سے ایک ہے۔ اس میں سمدر گپت اور اشوک دونوں کی خوبیاں مشترک تھیں۔ اس کی زندگی ہمیں اول الذکر کی فوجی کامیابیوں اور مؤخر الذکر کے تقدس کی یاد دلاتی ہے۔''

18.8 انتظام حکومت (Administration)

ہرش نے اپنی سلطنت پر گپت راجاؤں کے طرز پر ہی حکومت کی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس کا نظام حکومت جاگیردارانہ نوعیت کا تھا اور مرکزیت سے خالی تھا۔ بادشاہ مقتدر اعلیٰ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے ماتحت اطاعت گزار حکمراں ہوتے تھے جو راجا یا بھوپ کہلاتے

تھے۔عام طور پر انہیں سامنت بھی کہا جاتا تھا۔ وہ مہاراجا کا لقب بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ عہدہ داروں کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ان کی خدمت کے صلے میں بادشاہ انہیں گاؤں اور علاقے عطا کرتا تھا۔ ہرش کی سلطنت کافی دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔اس لیے سلطنت کے ان حصوں کو متحد رکھنے کے لیے کئی انتظامی مرکز قائم کیے گئے تھے۔ چنانچہ سرحدی صوبوں کا انتظام نائب السلطنت راجستھنیہ یا گورنر (لوک پال یا اُپارک مہاراج) یا جاگیر دار سرداروں (سامنت یا مہاسامنت) کے سپرد ہوتا تھا۔

بادشاہ کی مدد کے لیے ایک مجلس مشاورت (منتری پریشد) ہوتی تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ کہتا ہے کہ ''افسروں کا ایک کمیشن ملک پر قابض تھا۔'' بان بھٹ نیز اس دور کے ملے کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عمال حکومت کی یہ تنظیم بہت باقاعدہ تھی۔ امن و جنگ کا بڑا وزیر مہاسندھی و گرہادھی کرت کہلاتا تھا۔ فوج کے افسر اعلیٰ کو مہابلادھی کرت کہتے تھے۔ سپہ سالار سیناپتی، سواروں کا افسر اعلیٰ بردہ دَشوار، ہاتھیوں کے فوجی دستہ کا افسر کٹک کہلاتا تھا۔ مستقل اور عارضی سپاہی کو جاٹ بھٹ کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہرش کی فوج ایک لاکھ گھوڑ سواروں اور ساٹھ ہزار ہاتھی سواروں پر مشتمل تھی۔ مگر یہ تعداد حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کیوں کہ موریا حکمراں جن کی جنوب کے اندرونی علاقوں کے سوا عملاً پورے ملک پر حکومت تھی، ان کے پاس صرف تیس ہزار پیدل فوج اور نو ہزار ہاتھی تھے۔ ہرش کی فوج میں اتنی بڑی تعداد میں ہاتھی اور گھوڑے اسی صورت میں ممکن ہو سکتے ہیں کہ جنگ کے زمانے میں بادشاہ تمام جاگیر داروں کو اپنا طرفدار بنانے میں کامیاب ہوا ہو۔ یہ اطلاع ہم تک پہنچتی ہے کہ جاگیر دارانہ ریاستیں شاہی فوج کے لیے پیدل سپاہیوں اور گھوڑوں کی مقررہ تعداد فراہم کرتی تھیں۔

حکومت کے دوسرے افسران میں سفیر یا ایلچی کو دوت کہتے تھے۔ ضلع کا افسر وشیہ پتی کہلاتا تھا۔ عام ماتحت افسران آیُکت کہلاتے تھے۔انصاف کا محکمہ دنڈ ناٹک کے ذمہ تھا۔ داروغہ خاص یا نقیب مہاپرتی ہار کہلاتے تھے۔پیداوار کے سرکاری حصہ کے وصول کنندگان بھوگ پتی کہلاتے تھے۔ محافظ خانہ کی نگرانی کا کام اکش پٹلک کرتے تھے۔ادھیکش مختلف محکموں کے نگراں ہوتے تھے۔ چھوٹے عہدہ داروں میں منشی (لیکھک) منشی (کاُرنک) ہوتے تھے۔ عام چھوٹے ملازمین یا چپراسی وغیرہ سیوک کہلاتے تھے۔ ہرش کے کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ علاقائی تقسیم پہلے کی طرح برقرار رہی۔ پوری سلطنت صوبوں یا بھکتیوں میں منقسم تھی۔ پھر صوبے کی تقسیم در تقسیم ہوتی تھی۔ ہر صوبے میں کئی ضلعے (وشیہ) ہوتے تھے۔اس سے بھی چھوٹی اکائی پتھک ہوتی تھی۔ یہ غالباً آج کی تحصیل یا تعلقہ کے برابر ہوتی تھی۔ انتظامیہ کی سب سے چھوٹی اکائی گرام تھی۔ وشیہّ کا نظم و نسق چلانے کے لیے 20 افراد پر مشتمل ایک مجلس ہوتی تھی جسے وشیہ مہاماترا کہا جاتا تھا۔اس انجمن کے اراکین مختلف انجمنوں اور شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھتے تھے۔ عدالتوں کی دیکھ ریکھ نیایادھی کرن اور ورمادھی کرن کے سپرد تھی۔ تاجروں اور دست کاروں کی انجمنیں ان کے مسائل اور جھگڑوں کو دور کرتی تھیں۔ محکمہ آثار قدیمہ کی دیکھ بھال پست پال کرتا تھا۔ اکشاتیاسیک محکمہ حسابات کا محاسب ہوتا تھا۔ وہ ارضیات کی منتقلی اور اس کے متعلق دیگر امور کے علاوہ دوسرے فرائض بھی انجام دیا کرتا تھا۔ دیہات کی سطح پر روزمرہ کے معاملات اور قانونی نوعیت کے جھگڑوں کو دور کرنے کے لیے گرام مہاماترا کی ایک مجلس ہوتی تھی جو گرامک کی معاون ہوتی تھی۔ سماکار ارضیات کی پیمائش کا کام انجام دیتے تھے۔ دوسرے عہدیدار مثلاً گرام ادھیکش، پتالیک اور کرنی حساب کتاب اور دفتر کی دیکھ بھال کرتے

تھے۔

18.8.1 ٹیکس (Tax)

ہرش کی حکومت میں آمدنی کا خاص ذریعہ اُدرنگ (زمین پر ٹیکس) تھا۔ اس کے عہد حکومت میں تین طرح کے ٹیکسوں کا ذکر ملتا ہے یعنی ''بھاگ''، ''ہرنیہ'' اور ''بلی''۔ بھاگ زمین پر ٹیکس تھا اور جنس کی شکل میں دیا جاتا تھا۔ ہرنیہ ٹیکس کو کسان اور تاجر نقد کی شکل میں دیا کرتے تھے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ بلی لفظ سے مراد کون سا ٹیکس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر بھی ٹیکس لیا جاتا تھا۔ تجارتی اشیا پر ناپ اور تول کے مطابق ٹیکس لیے جاتے تھے۔ زراعتی پیداوار پر پیداوار کا چھٹا حصہ بادشاہ کے لیے تھا۔ جبری مزدوری بھی کرنی پڑتی تھی لیکن اس کے لیے اجرت دی جاتی تھی۔ ہیون سانگ ہمیں بتاتا ہے کہ ٹیکس بہت کم تھے۔

ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ شاہی زمین کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ سلطنت کے کاموں کے لیے، دوسرا حصہ وزیروں اور افسروں ، عملاں کی تنخواہ ادا کرنے کے لیے مختص تھا۔ تیسرا حصہ لائق افراد کو انعام سے نوازنے کے لیے تھا۔ چوتھا حصہ مذہبی فرقوں کو خیرات دینے کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا۔

معلومات کی جانچ۔2 (Test Your Knowledge II)

1. ہرش نے کس بادشاہ کے دربار میں اپنا سفیر بھیجا تھا؟
2. آخری چینی سفیر کب ہندوستان آیا؟
3. ہرش کی تصنیفات کے نام بتائیے۔
4. ہرش کے عہد میں سرحدی صوبوں کا انتظام کس کے ذریعہ ہوتا تھا؟
5. ہرش کی حکومت میں امن و جنگ کے بڑے وزیر کے عہدے کو کیا کہتے تھے؟
6. ہرش کی حکومت میں کتنی طرح کے ٹیکسوں کا ذکر ملتا ہے؟
7. ہیون سانگ کے مطابق ہرش کے عہد میں حکومت کی زمین کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا؟

18.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ہرش کے عہد حکومت کی جانکاری کے لیے ہمارے پاس بان بھٹ کی ہرش چرت، ہیون سانگ اور اتسنگ کے سفر ناموں کی شکل میں ادبی ماخذ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اس عہد کے کتبات اور سکّوں سے بھی تاریخ مرتب کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ان ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ ہرش وردھن نے شمالی ہند میں 606ء سے 648ء تک حکومت کی۔ اس نے بہت سے ہم عصر راجاؤں جیسے گوڑ کے حکمراں ششانک کو شکست دی لیکن اسے چالوکیہ حکمراں پلکیشن دوئم کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ تلوار کا دھنی ہونے کے ساتھ ساتھ ہرش علم و ادب کا بڑا سرپرست

تھا۔اس نے مشہور عالموں کی سرپرستی کی۔وہ سرکاری آمدنی کا چوتھا حصہ ممتاز عالموں کی قدردانی پر خرچ کرتا تھا۔ہرش بذات خود اچھا مصنف تھا۔اس نے تین ناٹکوں کی تصنیف کی۔

مذہب کے معاملے میں وہ وسیع المشرب ثابت ہوا۔شروع میں شیو بھکت تھا لیکن بعد میں بدھ مت کی طرف مائل ہوا۔اس کے عہد میں قنوج کو بہت زیادہ شہرت ملی۔ہرش کا نظام سلطنت جاگیر دارانہ نوعیت کا تھا۔اس کی سلطنت دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔علاقوں کو قابوں میں رکھنے کے لیے اس کے پاس ایک بہترین فوج تھی۔ہرش کے سفارتی تعلقات نہ صرف آس پاس کے علاقوں سے تھے بلکہ اس کے تعلقات چین سے بھی تھے۔اس نے خود چینی حکمرانوں کے یہاں سفیروں کو بھیجا۔چینی حکمرانوں نے بھی اس کے یہاں اپنے سفیر بھیجے۔

18.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

سوانح عمری	:	کسی شخص کی زندگی کے حالات،تذکرہ
سرگزشت	:	ماجرا،حال،قصہ
کتبہ	:	وہ عبارت جو عمارتوں پر لکھوا کر یا کھدوا کر لگادیتے ہیں۔
طوائف الملوکی	:	بدنظمی،لاقانونیت
نبرد آزما	:	جنگ کرنا
وسیع المشربی	:	رواداری
معرکہ آرا	:	زبردست

18.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

18.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہرش کا درباری شاعر کون تھا؟

(a)دواکر (b)بان بھٹ (c)پربھاکر (d)جے سین

2. چینی سیاح ہیون سانگ اپنے وطن کو کب واپس ہوا؟

(a)644عیسوی (b)642عیسوی (c)640عیسوی (d)638عیسوی

3. کس کتبے سے ہرش کی چار نسلوں تک کے شجرہ کا پتہ چلتا ہے؟

(a)سونی پت کا کتبہ (b)بانس کھیڑا کا کتبہ (c)مدھوبن تانبے کا کتبہ (d)ایہول منکوئی کتبہ

4. ہرش کس سال تھانیشور کے تخت پر بیٹھا؟

(a)610عیسوی (b)608عیسوی (c)606عیسوی (d)604عیسوی

5. ہرش ''سکلو تر پتھ ناتھ'' کے لقب سے پتہ چلتا ہے کہ وہ:

(a) پورے ہندوستان کا بادشاہ تھا (b) پورے شمالی ہندوستان کا بادشاہ تھا

(c) پورے جنوبی ہندوستان کا بادشاہ تھا (d) پورے مغربی ہندوستان کا بادشاہ تھا

6. ہرش نے اڑیسہ کے اسّی گاؤں کا لگان کس مشہور بدھ عالم کو تفویض کیا تھا؟

(a) دواکر (b) پربھاکر (c) بدھ سین (d) جے سین

7. ہرش کی سلطنت میں امن و جنگ کا بڑا وزیر کہلاتا تھا:

(a) مہاسندھی و گراہادھی کرت (b) مہابلادھی کرت

(c) سیناپتی (d) برہدیشوار

8. ہرش کے عہد حکومت میں کتنی طرح کے ٹیکسوں کا ذکر ملتا ہے؟

(a) تین (b) پانچ (c) سات (d) نو

9. ہرش کے عہد میں کسان اور تاجر جو ٹیکس کی شکل میں ادا کیا کرتے تھے اس کو کیا کہا جاتا تھا؟

(a) بلی (b) ہرنیہ (c) بھاگ (d) بھاگ رگ

10. ہرش کے عہد میں سب سے چھوٹی انتظامی اکائی کیا کہلاتی تھی؟

(a) بُھکتی (b) وشیہ (c) پتھک (d) گرام

18.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. بان بھٹ کی ہرش چرت ہرش کے عہد کے لیے کس طرح مفید ماخذ ہے؟
2. ہرش کے عہد کی تاریخ کے لیے کتبات اور سکے کس طرح معاون ثابت ہوتے ہیں؟
3. ہرش کے عہد سے قبل سیاسی حالات کیسے تھے؟
4. ہرش کی تخت نشینی کا مختصراً تذکرہ کیجیے۔
5. ہرش کا فوجی انتظام کیسا تھا؟
6. ہرش کے عہد میں ٹیکس کا نظام کیسا تھا؟

18.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہرش کی مہمات پر روشنی ڈالیے۔
2. ہرش کی سلطنت کی وسعت کا تذکرہ کیجیے۔
3. ہرش کے انتظام حکومت پر ایک مضمون لکھیے۔

18.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Agrawala, Vasudeva Sharana, *The deeds of Harsha: being a cultural study of Bāṇa's Harshacharita.* Prithivi Prakashan, 1969
2. Devahuti, D. *Harsha: A Political Study*. Oxford, 1970.
3. Varghese, Alexander P., India: History, Religion, Vision and Contribution to the World.
4. Sinha, Bindeshwari Prasad., *Dynastic History of Magadha, Cir. 450-1200 A.D.* Abhinav. 1977
5. Matthew, Bennett. *The Hutchinson Dictionary of Ancient & Medieval Warfare*. Chicago: Fitzroy Dearborn Publishers. 1998
6. Price, Pamela, *Early Medieval India*, HIS2172 - Periodic Evaluation, University of Oslo. 2007
7. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
8. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
9. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
10. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
11. قدیم ہندوستان۔ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

Online Sources

"Conquests of Siladitya in the south" by S. Srikanta Sastri(*Article*) https://www.srikanta-sastri.org/conquests-of-siladitya-in-the-south

اکائی 19۔ ہرش کے عہد میں سماج، ثقافت اور معیشت

(Society, Culture and Economy during Harsha's Period)

اکائی کے اجزا

19.0 تمہید

19.1 مقاصد

19.2 مآخذ

19.3 سماج

19.3.1 ذات پات

19.3.2 لباس

19.3.3 زیورات

19.3.4 خورد و نوش

19.4 ثقافت

19.4.1 عام مذہبی حالات

19.4.2 آرٹ اور فن تعمیر

19.4.3 ادب

19.5 معیشت

19.5.1 زراعت

19.5.2 صنعت و حرفت

19.5.3 تجارت

19.6 اکتسابی نتائج

19.7 کلیدی الفاظ

19.8 نمونہ امتحانی سوالات
19.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
19.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
19.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
19.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

19.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ساتویں صدی کے سماج کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں ذات پات، ملبوسات، زیورات اور خورد ونوش کا ذکر ہے۔ اس میں اس عہد کی ثقافت کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کے تحت مذہبی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آرٹ اور علم وادب کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس اکائی میں اس عہد کی معیشت کا مطالعہ کرتے وقت زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کی نوعیت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

19.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ:

- ساتویں صدی کے ہندوستان کے معاشرے کو سمجھ سکیں گے۔
- سماجی درجہ بندی، ذات کے نظام اور عورتوں کی حالت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- اس دور کے ثقافتی حالات خصوصاً مذہبی، وادبی ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔
- اس عہد کی معیشت کے بارے میں بھی جان کاری حاصل کریں گے۔
- زراعت کی نوعیت کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔

19.2 مآخذ (Sources)

اس عہد کے مطالعے کے لیے آثار قدیمہ یعنی کتبوں اور سکوں کے علاوہ ادبی مآخذ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ادبی مآخذ میں غیر ملکی سیاحوں کے سفر نامے شامل ہیں۔ ان میں سب سے اہم چینی سیاح ہیون سانگ (Hieun Tsang) اور اتسنگ (It Sing) کے سفر نامے ہرش کے عہد کے سماج اور ثقافت بطور خاص مذہبی حالات پر خاطر خواہ روشنی ڈالتے ہیں۔ ہرش کے عہد میں مہایان مت کی ترقی اور اس کی شاہی سرپرستی کا علم ہمیں ہیون سانگ کی روداد سفر کے ذریعے ہوتا ہے۔ چینی روزنامچوں میں ہرش کے عہد سے متعلق کچھ معلومات فراہم ہوتی ہے۔ مذہبی کتب یعنی پران اور دھرم شاستر بھی اس سلسلے میں اہم مآخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان تمام مآخذ میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہرش کے درباری بان بھٹ کی لکھی ہوئی ہرش چرتر ہے، جو ایک طرح سے پشیہ بھوتی خاندان کے عروج اور موکھریوں سے ان کے

تعلقات سے شروع ہوتی ہے اور ہرش کی زندگی کے بڑے حصے پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے۔

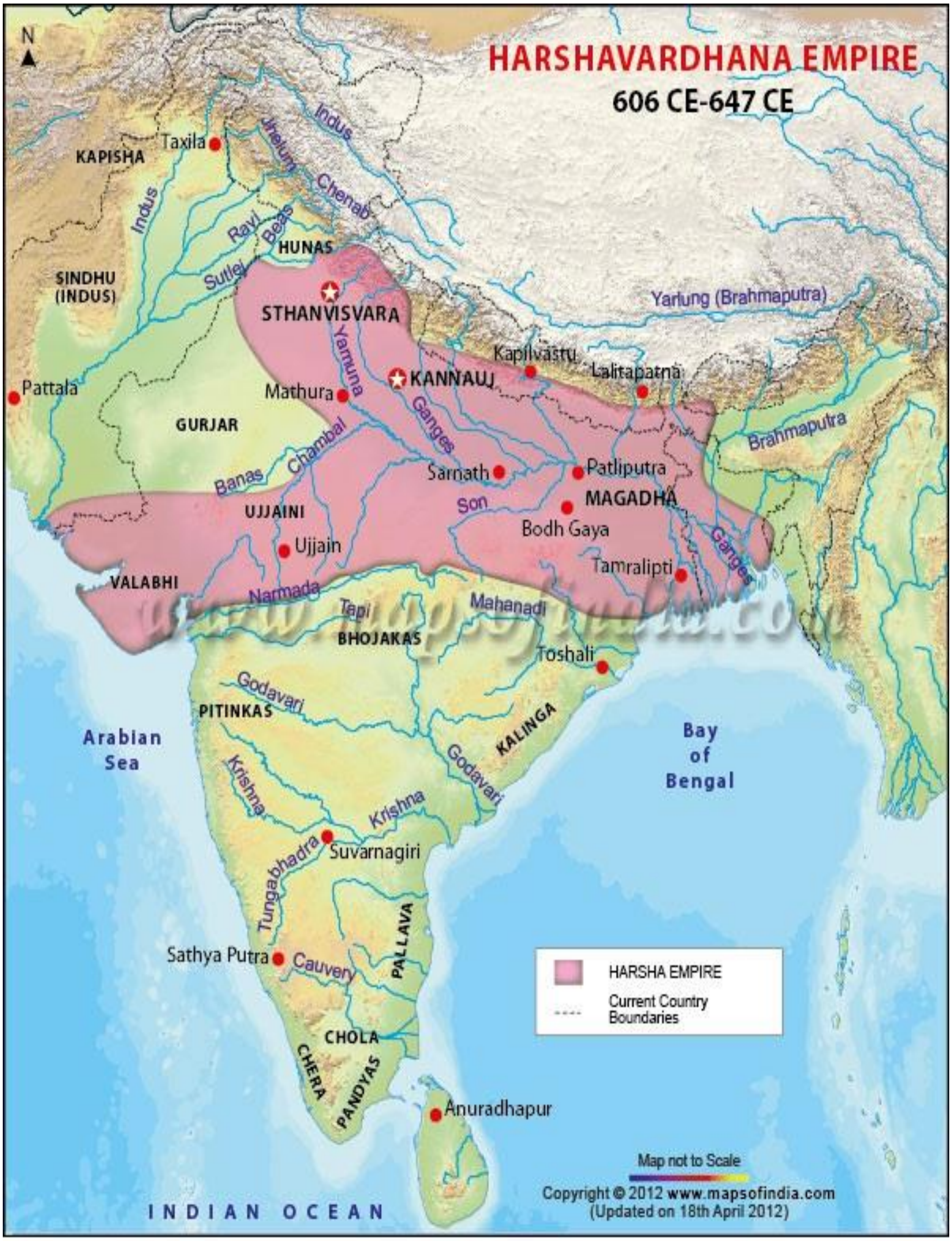

ہرش کی سلطنت، تقریباً 647-606 (میپس آف انڈیا)

19.3 سماج (Society)

19.3.1 ذات پات (Caste System)

چینی سیاح ہیون سانگ نے اس عہد کے سماج کی دل چسپ منظر کشی کی ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ذات پات نے ہندو سماج کو جکڑ رکھا تھا۔ برہمن مذہبی امور میں مشغول رہتے تھے اور سادہ زندگی گزارتے تھے۔ کشتری حکمراں طبقہ تھا۔ راجا اکثر کشتری ہوا کرتا تھا۔ کشتری بھی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ سامنت اور پجاری عیش و عشرت میں پڑے ہوتے تھے۔ ویشیہ تجارت پیشہ ہوتے تھے۔ شودر کھیتی کے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ اچھوت یا شودر گاؤں کے باہر رہتے تھے۔ ان کے ساتھ تفریق کا رویہ جاری تھا۔ کوڑا کرکٹ اٹھانے والے راہ چلتے وقت لکڑی پیٹتے جاتے تھے تاکہ اعلی ذات کے لوگ الگ ہٹ جائیں۔ اگر غلطی سے کوئی ان سے چھو جائے تو اسے غسل کرنا پڑتا تھا اور کپڑا بدلنا پڑتا تھا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی ذیلی ذاتیں تھیں ذات پات کا فرق ان کی پوشاک سے بھی ظاہر تھا۔ ہیون سانگ کے لفظوں میں کشتریہ اور برہمن اپنے پوشاک وغیرہ کے لحاظ سے صاف طور پر پہچانے جا سکتے تھے۔ وہ گھریلو اور خوش حال زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ اکثر ننگے پاؤں چلتے تھے۔ وہ اپنے بال اوپر کو باندھتے تھے اور کانوں کو چھیدتے تھے۔ جسمانی صفائی کا وہ بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھوتے تھے۔ استعمال کے بعد لکڑی اور مٹی کے برتنوں کو توڑ دیتے تھے۔ کھانے کے بعد وہ اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے تھے اور ہاتھ منہ اچھی طرح دھو لیتے تھے۔

ہیون سانگ بتاتا ہے کہ ایک ذات کی شادی دوسری ذات میں نہیں ہوتی تھی۔ ایک ہی ذات کے مختلف طبقوں میں بھی شادی محدود تھی۔ خورد و نوش اور شادی بیاہ کے نقطہ نظر سے مختلف ذاتوں کے کچھ اصول وضع تھے لیکن دیگر سماجی معاملات میں یہ اصول درمیان میں حائل نہیں ہوتے تھے۔ بیوہ کی شادی کا رواج نہیں تھا۔ اعلی طبقے میں پردے کا رواج تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ہیون سانگ کا وعظ سنتے وقت راجیہ شری پردہ نہیں کرتی تھی۔ جہیز اور ستی کی رسم بکثرت تھی۔ رانی یشومتی اپنے شوہر پربھاکر وردھن کی چتا کے ساتھ ہی ستی ہو گئی تھی۔ راجیہ شری بھی ستی ہونے ہی والی تھی۔ اس کی جان مشکل سے بچائی گئی۔

19.3.2 لباس (Garments)

عام طور پر لوگ اپنے جسم پر دو کپڑے استعمال کرتے تھے۔ کپڑوں کی کٹائی یا سلائی نہیں ہوتی تھی۔ انہیں صرف کمر کے گرد باندھ لیا جاتا تھا۔ ان کے کپڑے منقش نہیں ہوتے تھے۔ عام طور پر رنگین کپڑوں کا بھی استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اکثر و بیشتر وہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔ شمال مغرب کے لوگ اون اور چمڑے کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ ہیون سانگ ہمیں بتاتا ہے کہ کاریگر ریشم، اون اور سوت کے کپڑے بننے میں ماہر تھے۔ اسی وقت تیار ہونے والے کئی کپڑوں کا اس نے ذکر کیا ہے۔ ''کوشیہ'' کپڑا ریشم اور سوت سے بنایا جاتا تھا۔ سن، جوٹ اور بھانگ سے حاصل اشیا سے ''شوم'' کپڑا یا لنن بنایا جاتا تھا۔ تیسری قسم کا لباس تھا ''کمبل''۔ لباس کی چوتھی قسم تھی کسی جنگلی جانور کے اون کا بنا کپڑا جو بہت عمدہ، ملائم اور آسانی سے کاتنے اور بننے کا لائق تھا۔

19.3.3 خوردونوش (Food Habits)

ہندوستان میں پروہت لوگ کھانے سے قبل ہاتھ پیر دھولیا کرتے تھے۔ ان چھوئے اور جھوٹے کھانے میں فرق رکھنا عام ہندوستانی رواج تھا۔ اگر کسی کھانے میں سے ایک لقمہ بھی کھالیا جائے تو کھانا جھوٹا ہو جاتا تھا اور ان برتنوں کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا جن میں وہ کھانا پیش کیا جاتا تھا۔ یہ رواج دولت مند اور غریب دونوں کے درمیان رائج تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ہر ایک ہندوستانی منہ دھوتا تھا۔ اتسنگ کا کہنا ہے کہ ایک بار منگولیا کے لوگوں نے سفیروں کی ایک جماعت ہندوستان بھیجی۔ ان کے افراد کو اس لیے مذاق اور بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ وہ اپنا منہ اور جسم صاف نہیں کرتے تھے۔

لوگوں کا خاص کھانا تھا گیہوں کی چپاتیاں، بھنے ہوئے دانے، چینی، گھی اور دودھ سے بنی اشیا تھی۔ کچھ موقعوں پر مچھلی، ہرن اور بھیڑ کا گوشت بھی کھایا جاتا تھا۔ گائے اور بعض جنگلی جانوروں کا گوشت پوری طرح ممنوع تھا۔ جو لوگ وضع کردہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتے تھے انہیں شہر بدر کر دیا جاتا تھا۔

19.3.4 زیورات (Ornaments)

عوام الناس حالانکہ سادہ کپڑے پہنتے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیورات پہننے کے بہت شوقین تھے۔ ہیون سانگ بتاتا ہے کہ راجا اور اعلی طبقات کے لوگوں کے زیورات غیر معمولی ہوتے تھے۔ قیمتی پتھر کا "تارا" اور ہار ان کے سر اور گردن کے زیور ہوتے تھے۔ وہ انگلیوں میں انگوٹھی، کلائیوں میں کنگن اور گردن میں مالا پہنتے تھے۔ دولت مند تاجر صرف کنگن پہنتے تھے۔

معلومات کی جانچ۔1 (Test Your Knowledge I)

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب (صحیح) یا (غلط) میں دیجیے۔

1. ساتویں صدی میں بیوہ کی شادی کا رواج تھا۔
2. ایک ذات کی شادی دوسری ذات میں ہوتی تھی۔
3. اعلی طبقے میں پردے کا رواج نہیں تھا۔
4. کپڑوں کی سلائی یا کٹائی نہیں ہوتی تھی۔
5. گائے اور جنگلی جانوروں کا گوشت ممنوع تھا۔

19.4 ثقافت (Culture)

19.4.1 عام مذہبی حالات (Religious Conditions)

چینی سیاح ہیون سانگ کی تحریروں اور بان بھٹ کی ہرش چرت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہرش کی سلطنت میں تین خاص مذہب پائے جاتے تھے۔ بدھ مت، جین مت اور برہمن مت۔ چند مخصوص علاقوں مثلاً ویشالی، پونڈرور دھن اور سمتٹ میں دگمبر فرقے کے

لوگ زیادہ تھے۔ جین مت دوسرے مقامات پر اتنا مقبول نہیں تھا۔ ہیون سانگ کے بقول بدھ مت پورے عروج پر تھا لیکن درحقیقت بعض مقامات مثلاً کوسبمی، شراوستی اور ویشالی میں وہ زوال پذیر تھا۔ بدھ خانقاہیں بودھی زندگی اور عبادت وریاضت کا مرکز تھیں۔ ان کا وجود مکمل طور پر کسانوں کے خیرات وصدقات پر منحصر تھا۔ بدھ مت کے دونوں فرقوں یعنی مہایان اور ہین یان نے بہت زیادہ زور پکڑ لیا تھا۔ چینی سیاح نے ان دونوں فرقوں کے علاوہ اٹھارہ اور مکاتب فکر کا ذکر کیا ہے جو اپنے مخصوص طریقے پر مذہبی رسوم ادا کیا کرتے تھے اور ذہنی اور علمی اعتبار سے ایک دوسرے سے برتری کے دعوے دار تھے۔ ہرش کی سلطنت میں برہمن مت کے خاص مرکز پریاگ اور وارانسی تھے۔ بدھ مذہب کا مہایان فرقہ بدھ اور بودھستوں کی صرف پرستش کی تلقین کرتا تھا۔ جین اور بدھ مت کی طرح برہمن مت میں مورتی پوجا رائج تھی۔ برہمنوں کے سب سے زیادہ مقبول دیوتا آدتیہ، شیو اور وشنو تھے، جن کی مورتیاں ہر مندر میں نصب کی جاتی تھیں جہاں تمام آداب ورسوم کے ساتھ ان کی پوجا ہوتی تھی۔ برہمن یگیہ کی آگ (اگنی) سلگاتے تھے، گائے کو مقدس مانتے تھے اور خیر وبرکت کے لیے مختلف رسوم ادا کرتے تھے۔ برہمن مت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں فلسفے کے متنوع مکاتب فکر اور متعدد راہبانہ مسلک پائے جاتے تھے۔ بان بھٹ نے ان میں سے تین کا ذکر کیا ہے۔ اوّل کپل اور کناد کے پیرو اور اپ نشدوں میں عقیدہ رکھنے والے یعنی ویدانتی، دویم وہ جو خدا کو خالق کائنات (ایشور کرنک) مانتے تھے سویم ملحد جیسے لوکائتک۔ اسی طرح سنیاسیوں کے بھی مختلف طبقے تھے۔ کیش لنچک (سر کے بال اکھاڑنے والے، پاشوپت، پنچ راترک اور بھاگوت وغیرہ)۔ چینی ذرائع میں سانکھیہ، ویشیشک وغیرہ مسلکوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہ سب کے سب اپنی پوشاک، رسوم اور عقائد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ وہ گویا تلاش حق میں مصروف رہتے تھے۔ بھیک مانگ کر گزارا کرتے تھے اور ذاتی ضروریات اور آرام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔

19.4.2 آرٹ اور فن تعمیر (Art and Architecture)

ہرش کے عہد میں طرز تعمیر گپت عہد جیسا ہی رہا۔ ساتویں صدی کے آرٹ اور فن تعمیر کے اہم مراکز ماہوا، مدیشوری، سارناتھ، گیا، رات پور، تیزپور، ہندسرو غیرہ فن تعمیر اور سنگ تراشی کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔ ان تمام مراکز میں مدیشوری کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ ہرش کے 636ء کے کتبہ سے دتنیشور اور سری منڈیشور مندروں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ مندر ساتویں صدی عیسوی کی ابتدائی دہائی کے آرٹ اور فن تعمیر کے بے نظیر مثال ہیں۔ اس دور میں فن تعمیر میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ شمالی طرز کی پیچ وخم رکھنے والی بلند قامت چوٹیوں کا ظہور ہونے لگا۔ ہیون سانگ بدھ کے 8 فٹ کے تانبے کے مجسمے کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے نالندہ میں کثیر منزلہ خانقاہ کا ذکر کیا ہے۔ چھتیس گڑھ کے سری پور میں اینٹوں سے بنا مندر ہرش کے عہد کے طرز تعمیر کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

19.4.3 ادب (Literature)

سابقہ دور کی طرح سنسکرت اور پراکرت میں ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ پرانوں کے تجزیہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی ہی سے ادب میں نئے موضوعات کا آغاز ہوا جیسے نذرانے، مقدس مقامات کی عظمت وشوکت، عام عبادت اور مورتیوں کی تقدیس، سیاروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قربانیوں کو انجام دینا وغیرہ۔ کمندک کی مشہور تصنیف نتی سار میں سیاسیات اور امور

مملکت کے تعلق سے بحث کی گئی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں کماریل اور گوڑپاڈ کا ویدک فلسفہ کے عظیم ماہرین میں شمار ہوتا ہے۔ کماریل میماسا مکتب فکر کا علم بردار تھا۔ اس نے سلوک وارتک تانتر وارتک تپتیکا جیسی کتابیں لکھیں۔ شنکر اچاریہ کے استاد گوڈ باڈ ویدک وحدت کے فلسفہ کے اولین ترجمان تھے۔ ہرش نے علم وادب کی سرپرستی کی۔ ہرش کے دربار کی ادبی فضا سمدر گپت اور چندر گپت کے دربار کی یاد دلاتی تھی۔ بان، میور اور ووا کر جیسے عظیم دانش ور اور ادباء ہرش کے دربار سے وابستہ رہے۔ بان بھٹ نے ہرش کی سوانح عمری ہرش چرت لکھی۔ اگرچہ بان بھٹ نے ہرش کی زندگی کے حالات کے تذکرہ میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے لیکن ہرش چرت میں ہم عصر زندگی کی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ میور بان بھٹ کا رشتہ دار تھا۔ جین مت کا ادیب ننگ دیوا کر ایک اچھوت تھا۔ اس نے آفتاب کی تعریف میں کئی بھجن تحریر کیے۔ ہرش کے تین ڈراموں جیسے رتناولی، پریہ در شکا اور ناگ نندا میں اس کی شاعرانہ ہنر مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ فلکیات کے میدان میں ورہ متر کی پنچ سدھانت اور برہم گپت کی برہم سدھانت اور دھیان گرہ اہم تصانیف تھیں۔ اس دور میں جین مت کے پراکرت ادب اور پالی زبان میں بدھ مت کی تشریحات تحریر کی گئیں۔

معلومات کی جانچ۔2 (Test Your Knowledge II)

1. ہرش کے عہد میں خاص مذاہب کی تعداد کتنی تھی؟
2. ہیون سانگ نے ہرش کے عہد میں کتنے مکاتب فکر کا ذکر کیا ہے؟
3. ہرش کی سلطنت میں برہمن مت کے خاص گڑھ کون کون تھے؟
4. ہرش کے عہد میں برہمنوں کے مقبول ترین دیوتاؤں کے نام بتایئے؟
5. ہرش کے 636ء کے کتبے سے کن مندروں کا پتہ چلتا ہے؟
6. کمندک کی مشہور تصنیف ''نِتی سار'' کا موضوع کیا ہے؟

19.5 معیشت (Economy)

ہرش کے دور میں معیشت کی نوعیت جاگیردارانہ اور خود کفیل تھی۔ تجارت اور کاروبار بے انتہا روبہ زوال ہوئے۔ تجارتی مراکز کے زوال، سکوں کی کمی اور تاجروں اور بیوپاریوں کی انجمنوں کے فروغ سے اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہے۔ تجارت اور کاروبار کے زوال کا اثر سیدھے طور پر دست کاریوں اور ضروری اشیا کی دوسری صنعتوں پر پڑا۔ اس زوال نے بالواسطہ طور پر تجارت کو بھی نقصان پہنچایا۔ تجارت کی ترقی کے زمانے میں مال تجارت کا بڑا حصہ غذائی اشیا کی بیشتر چیزیں اور دست کاری کے لیے خام مال زرعی پیداوار سے ہی آتے تھے۔ اب زرعی سامان کے مطالبے میں بہت حد تک کمی واقع ہو گئی۔ اب کاشتکار صرف اپنی اور اپنے علاقے کے لیے ضروری چیزیں پیدا کرتے تھے اور اندرونی وبیرونی تجارت کی اشیا پیدا نہیں کرتے تھے۔ جس کے نتیجے میں خود کفیل گاؤں کی معیشت کو عروج حاصل ہوا۔ جس میں گاؤں کے لوگوں کو گاؤں کے اندر ہی تمام چیزیں مل جاتی تھیں۔ اس سے زراعت پر انحصار دن بدن بڑھتا چلا گیا۔

19.5.1 زراعت (Agriculture)

ساتویں صدی عیسوی کے دوران زمین عطیات کے طور پر دی جاتی تھی۔ عہدیداروں کو تنخواہ میں نقد کے بجائے زمین دینے کا رواج شروع ہوا۔ عہدیداروں کے علاوہ مذہبی عالموں کو بھی زمینیں دی جاتی تھیں۔ زمینوں کے اس طرح کے عطیے کی وجہ سے زمینیں ٹکڑوں میں بٹ گئیں۔ زمینوں پر انحصار کی وجہ سے جاگیر داری نظام کو فروغ حاصل ہوا۔ اس عہد کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئی۔ زمین تین قسم کی ہوتی تھی اول پرتی اور بنجر زمین جو ریاست کے قبضے میں ہوتی تھی اور اکثر تنخواہ کی شکل میں عطیہ کے بطور دی جاتی تھی۔ دوسرے قابل کاشت زمین جس پر ریاست کا قبضہ ہوتا تھا اور جسے شاہی زمین تصور کیا جاتا تھا۔ یہ عطیات کی شکل میں دی جاسکتی تھی مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا کیوں کہ یہ پہلے سے ہی قابل کاشت تھی اور اس سے آمدنی حاصل ہو رہی ہوتی تھی۔ تیسرے نجی قبضے کی زمین تنخواہ کے طور پر دی جانے والی اس زمین پر عطیہ پانے والوں کا مکمل قبضہ نہیں ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر وہ ان کے لگان داروں ؟ پٹہ داروں کو نہیں ہٹا سکتا تھا۔ زمین کا مالک اس کی پیداوار کے 3/1 حصہ پر اختیار رکھتا تھا۔ بقیہ حصے پر پٹے داروں کا اختیار تھا۔ زمین کی قیمت اس کی پیداوار کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ قابل کاشت زمین کی قیمت بنجر زمین کے مقابلے میں 33 فیصد زیادہ تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین کی پیداواری صلاحیت میں صدیوں تک تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ مختلف علاقوں میں مختلف فصلیں اگائی جاتی تھیں۔ ہیون سانگ کہتا ہے کہ گنا اور گیہوں کی کاشت شمال اور مغرب میں ہوتی تھی اور چاول مگدھ اور اس سے مشرق کے علاقے میں اگائے جاتے تھے۔ مگدھ کے علاقے میں خوشبودار چاول کی فصلیں تیار کی جاتی تھیں۔ تھانیشور کا خطہ بہت زرخیز تھا۔ یہاں چاول، گیہوں اور گنے کی پیداوار ہوتی تھی۔ کشمیر کے علاقے میں زعفران اگایا جاتا تھا۔ کاشتکاری کے طریقوں کے تعلق سے برہت سمہتا میں سالانہ دواہم فصلوں کا ذکر ملتا ہے۔ سینچائی کے لیے پن چکی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ سدرشن جھیل جسے چندر گپت موریا نے بنایا تھا اور جس کی مرمت رودر دمن نے کی تھی اس کی از سر نو مرمت کی گئی اور قابل استعمال بنایا گیا۔

19.5.2 صنعت وحرفت (Cotton Industry)

صنعتی میدان میں کپڑے کی صنعت کو اہم مقام حاصل تھا۔ بان بھٹ نے سوت، ململ، کتان اور ریشمی ملبوسات کا ذکر کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ ملبوسات راجیہ شری پہنتی تھی۔ ہیون سانگ نے بھی ان ملبوسات کی تصدیق کی ہے۔ بان بھٹ نے رنگین کپڑوں اور منقش ریشم کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز اس دور کے ادب میں بھی کپڑا بننے کی تکنیک، زردوزی، رنگ ریزی، پارچہ جات کے کناروں کی رنگ ریزی اور منقش ململ کا تذکرہ ملتا ہے۔ وارانسی، متھرا اور کام روپ پارچہ جات کی صنعت کے اہم مراکز تھے۔ اس عہد میں دھات کی صنعت بھی عروج پر تھی۔ ہیون سانگ کے بقول شمال مغربی علاقے مثلاً اُدیانہ اور تکا میں سونے اور چاندی کی افراط تھی۔ دریائے بیاس اور ستلج کے درمیانی خطے میں تانبے اور چاندی کی بہتات تھی۔ پیتل کی دھات کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔ ہیون سانگ نے گوتم بدھ کے ایک تانبے کے بڑے مجسمے اور پیتل سے تعمیر کردہ مندر کا بھی ذکر کیا ہے۔ زیورات کی تیاری کا ہنر بھی عام تھا۔

19.5.3 تجارت (Trade)

پچھلے عہد کے مقابلے میں ہرش کے عہد میں تجارتی سرگرمیاں کم ہوگئی تھیں۔ روم کے ساتھ تجارت سے ہندوستان میں بہت

زیادہ خوش حالی آئی تھی۔ تیسری صدی کے بعد یہ تجارت زوال پذیر ہوگئی اور ہونوں کے حملے کے بعد بالکل ختم ہوگئی۔ دریں اثنا ہندوستانی تاجروں نے جنوب مشرقی ایشیا کی تجارت پر زور دینا شروع کیا۔ ان علاقوں میں مختلف جگہوں پر تجارتی مراکز کے قیام اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آمدنی اب ادھر منتقل ہوگئی۔ گپت عہد میں خوش حال تجارت گزشتہ عہدے معاشی استحکام کا فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ تجارت وغیرہ پر ٹیکس تھا مگر محصول بہت کم وصول کیا جاتا تھا۔

نالندہ میں پائی گئی ہرش کی مہر، اپی گرافیکا انڈیکا جلد 14، ہیرانند شاستری

اشیا کی تیاری اور تجارتی سرگرمیوں میں پیشہ ورانہ جماعتیں (Guilds) اہم ادارے کے طور پر کام کرتی رہیں۔ داخلی تنظیم کے لحاظ سے یہ جماعتیں لگ بھگ خود مختار ہوتی تھیں۔ حکومت بھی ان کے وضع کردہ قوانین کا احترام کرتی تھیں۔ ان قوانین کی تیاری عام طور پر ایک بڑے ادارہ یعنی رکن جماعتوں کی متحد سند یافتہ جماعت (Corporation) کرتی تھی۔ کچھ صنعتی گلڈ مثلاً ریشم بنے والوں کی جماعت کے اپنے کارپوریشن ہوتے تھے جو اپنے طور پر منصوبے تیار کرتے تھے۔ جیسے مندروں کی تعمیر کے لیے اوقاف اور عطیات کا انتظام وغیرہ۔ اس عہد میں بدھ مت کی خانقاہیں بہت امیر ہوگئی تھیں اور تجارتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی تھیں۔ کچھ علاقوں میں یہ سنگھ بینکر کے طور پر کام کرنے لگی اور سود پر پیسے فراہم کرنے لگی۔ ان کی یہ آمدنی زمینوں سے حاصل ہونے والے کرایوں کے علاوہ تھی جہاں عطیات کے طور پر خانقاہوں کو زمین دی گئی تھیں اور جس سے وہ پیداوار کا چھٹا حصہ ٹیکس کے طور پر لیتے تھے۔ یہی وہ رقم تھی جو ریاست ٹیکس کے طور پر وصول کرتی تھی۔ مراعات یافتہ برہمنوں کا گزر عطیات پر ہوتا تھا۔ وکاٹک بادشاہ اس معاملے میں زیادہ فیاض ثابت ہوئے۔ برہمن بحیثیت مجموعی بہت کم خطرات مول لینے والے افراد تھے۔ بودھی خانقاہوں کے مقابلے میں وہ زمینوں سے بہت زیادہ جڑے ہوئے تھے۔ تجارتی جماعتوں سے تعلقات کی وجہ سے خانقاہوں کو تجارتی سرگرمیوں میں رقم لگانے کی حوصلہ افزائی ہوئی ہوگی۔ کاروبار میں دیے گئے قرضوں پر سود وصول کیے جاتے تھے۔ سود کی شرح اس بات پر منحصر کرتی تھی کہ قرض کس مقصد سے لیا گیا ہے۔ سود کی اوسط شرح 20 روپے سالانہ تھی جو پہلے 40 ہوا کرتی تھی۔ جانبین کی رضامندی سے سود کی شرح بڑھ بھی سکتی تھی۔ لیکن اصلی سرمائے سے یہ رقم زیادہ ہو جائے ایسا کم ہی ہوتا تھا۔ شرح سود کے کم ہونے سے ظاہر ہے کہ اشیا کی فراہمی زیادہ ہوگئی جس کے نتیجے میں منافع کم ہوتا تھا۔

معلومات کی جانچ۔3 (Test Your Knowledge III)

1. ہرش کے دور میں معیشت کی نوعیت کیسی تھی؟
2. ہرش کے عہد میں کس مشہور جھیل کی مرمت کرکے اس کو قابل استعمال بنایا گیا تھا؟

3. ہرش کے عہد میں کپڑوں کی صنعت کے اہم مراکز نام بتایئے۔

19.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ساتویں صدی کے ہندوستان کی تاریخ دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔اس عہد کے معاشرے، ثقافت اور معیشت کا مطالعہ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ معاشرے میں سابقہ صدیوں کی طرح اونچ نیچ کا فرق قائم تھا۔ سماجی درجہ بندی میں برہمنوں کو اونچا مقام حاصل تھا۔ کشتری حکمراں طبقہ تھا۔ ویشیہ تجارت میں مشغول تھے۔ شودر کھیتی کا کام کرتے تھے۔ اچھوت اور شودر گاؤں کے باہر رہتے تھے۔ ذات پات کا اصول قائم تھا۔ ایک ذات کی شادی دوسری ذات میں نہیں ہوتی تھی۔ بیوہ کی شادی کا رواج نہیں تھا۔ اعلی طبقے میں پردے کا رواج نہیں تھا۔ ستی کا رواج عام تھا۔ اس وقت عام طور پر سلے اور منقش کپڑے پہننے کا چلن نہیں تھا۔ لوگوں کو سفید کپڑے مرغوب تھے۔ اون اور چمڑے کے لباس بھی پہنے جاتے تھے۔ عوام زیورات کے بہت شوقین تھے۔ خورد و نوش کے معاملے میں لوگ بہت احتیاط برتتے تھے۔ پاکی ناپاکی اور جھوٹے کھانے کے تئیں بہت زیادہ حسّاس تھے۔ ہاتھ منہ دھو کر نہایت ادب سے کھانا کھاتے تھے۔ گیہوں، چینی، گھی اور دودھ سے بنی اشیا پسند کرتے تھے۔ انہیں گوشت کھانا بھی پسند تھا۔ بعض جنگلی جانوروں کا کھانا ممنوع تھا۔ اس وقت تین خاص مذاہب بدھ مت، جین مت اور برہمن مت کے عقیدت مند پائے جاتے تھے۔ ہرش کے عہد میں طرز تعمیر گپت عہد جیسا ہی رہا۔ اس دور میں فن تعمیر میں کچھ تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ ادب کے میدان میں سابقہ دور کی طرح سنسکرت اور پراکرت میں ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ اس عہد میں معیشت کی نوعیت جاگیر دارانہ تھی۔ تجارت اور کاروبار روبزوال ہوئے۔ زراعت پر انحصار دن بدن بڑھتا گیا۔ صنعت کے معاملے میں کپڑے اور دھات کی صنعت کو اہم مقام حاصل تھا۔

19.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

ہرش چرتر	:	سمراٹ ہرش کے درباری شاعر بان بھٹ کی لکھی ہوئی ہرش کی سوانح عمری
ملبوسات	:	کپڑے
کوشیہ	:	ریشم اور سوت سے بنا کپڑا
شوم	:	سن، جوٹ اور بھانگ سے حاصل اشیا سے بنا کپڑا
ہین یان	:	چھوٹا پہیہ، بدھ مذہب کا ایک فرقہ جو بت پرستی سے دور قدیم طرز کو اپنائے ہوئے تھا۔
مہایان	:	عظیم پہیہ، بدھ مذہب کا ایک فرقہ جو مہاتما بدھ کے مجسمے کی عبادت کرتا تھا۔
زردوزی	:	کپڑوں میں سونے کے دھاگے کا استعمال
گلڈ	:	پیشہ ورانجمن
پارچہ جات	:	کپڑے کے ٹکڑے

19.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

19.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہیون سانگ نے ہرش کے عہد میں ریشم اور سوت سے بنے کپڑے کا ذکر کیا ہے، اسے کیا کہتے تھے؟

(a)کوشیہ

(b)شوم

(c) کمبل

(d)ان میں سے کوئی نہیں

2. کون غیر ملکی سیاح بتاتا ہے کہ ہرش کے عہد میں اعلیٰ طبقات کے لوگوں کے زیورات غیر معمولی ہوتے تھے؟

(a)فاہیان

(b)ہیون سانگ

(c)اتسنگ

(d)ٹالمی

3. ہرش کے عہد میں کن جانوروں کا گوشت پوری طرح ممنوع تھا؟

(a)گائے اور بعض جنگلی جانور

(b) بکرا اور بعض جنگلی جانور

(c)گائے اور بکرا

(d)صرف آبی جانور

4. ہرش کے عہد کے ادبی ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت:

(a)دو خاص مذاہب تھے

(b) تین خاص مذاہب تھے

(c)چار خاص مذاہب تھے

(d)پانچ خاص مذاہب تھے

5. ہرش نے بدھ مذہب کے مہایان فرقے کی تبلیغ کے لیے کب عظیم الشان مجلس کا انعقاد کیا تھا؟

(a)647عیسوی

(b)645عیسوی

(c)643عیسوی

(d)641عیسوی

6. پریاگ میں منعقد مذہبی مجلس ہرش کی کون سی مجلس تھی؟

(a)تیسری پنج سالہ تقسیم خیرات کی مجلس

(b)چوتھی پنج سالہ تقسیم خیرات کی مجلس

(c)پانچویں پنج سالہ تقسیم خیرات کی مجلس

(d)چھٹی پنج سالہ تقسیم خیرات کی مجلس

7. ہرش کے کس کتبہ سے دتتیشوراور سری منڈیشور مندروں کا پتہ چلتا ہے؟

(a)640عیسوی کے کتبے سے

(b)638عیسوی کے کتبے سے

(c)636عیسوی کے کتبے سے

(d)634عیسوی کے کتبے سے

8. ہرش نے کل کتنے ناٹک لکھے؟

(a)دو

(b)تین

(c)چار

(d)پانچ

9. ہرش کے عہد میں نالندہ یونیورسٹی کا سربراہ کون تھا؟

(a)دواکر

(b)پربھاکر

(c)بان بھٹ

(d)شیل بھدر

10. ہرش کے عہد میں کتنی قسم کی زمینوں کا ذکر ملتا ہے؟

(a)چھے

(b)پانچ

(c)چار

(d) تین

19.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہرش کے عہد میں ذات پات کا نظام کیسا تھا؟
2. ہرش کے عہد کے لوگوں کے ملبوسات کیسے تھے؟
3. ہرش کے عہد کے آرٹ اور فن تعمیر پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
4. ہرش کے عہد کی زراعت کیسی تھی؟
5. ہرش کے عہد کی صنعت و حرفت پر روشنی ڈالیے۔

19.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہرش کے عہد کے سماج پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. ہرش کے دورِ حکومت میں معاشی حالات کا ذکر کیجیے۔
3. ہرش کے عہد کے مذہبی حالات کا جائزہ لیجیے۔

19.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Agrawala, Vasudeva Sharana, *The deeds of Harsha: being a cultural study of Bāṇa's Harshacharita.* Prithivi Prakashan, 1969
2. Devahuti, D. *Harsha: A Political Study*. Oxford, 1970.
3. Varghese, Alexander P., India: History, Religion, Vision and Contribution to the World.
4. Sinha, Bindeshwari Prasad., *Dynastic History of Magadha, Cir. 450-1200 A.D.* Abhinav. 1977
5. Matthew, Bennett. *The Hutchinson Dictionary of Ancient & Medieval Warfare*. Chicago: Fitzroy Dearborn Publishers. 1998
6. Price, Pamela, *Early Medieval India*, HIS2172 - Periodic Evaluation, University of Oslo. 2007
7. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
8. قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
9. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
10. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
11. قدیم ہندوستان۔ ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔ این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 20۔ چالوکیہ خاندان

(Chalukyas)

اکائی کے اجزا

20.0 تمہید

20.1 مقاصد

20.2 چالوکیہ خاندان کا تعارف

20.3 آغاز وابتدائی حالات

20.4 واتاپی کے چالوکیہ

20.5 کلیانی کے چالوکیہ یا مغربی چالوکیہ

20.6 مشرقی چالوکیہ یا وینگی کے چالوکیہ

20.7 مذہب

20.8 تعمیری سر گرمیاں

20.9 فوجی نظام

20.10 انتظامِ حکومت

20.11 سفارتی تعلقات

20.12 سکے

20.13 زبان وادب کی سر پرستی

20.14 اکتسابی نتائج

20.15 کلیدی الفاظ

20.16 نمونہ امتحانی سوالات

20.16.01 معروضی جوابات کے حامل سوالات

20.16.02 مختصر جوابات کے حامل سوالات
20.16.03 طویل جوابات کے حامل سوالات
20.17 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

20.0 تمہید (Introduction)

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے دوران جنوبی ہندوستان کے دکنی علاقوں کو ''دکشنا پتھ'' یا ''دکن'' کہا جاتا تھا۔اسی ''دکشنا پتھ یا دکن '' کا ایک مشہور علاقہ واتاپی یعنی موجودہ بادامی ہے۔جو فی الحال موجودہ ریاست کرناٹک کا ایک اہم حصہ ہے۔اسی ''واتاپی'' کے مقام پر چالوکیہ خاندان کے حوصلہ مند حکمرانوں نے اپنی ریاست کی بنیاد رکھی اور ''واتاپی'' موجودہ ''بادامی'' کو اپنا دارالحکومت (راجدھانی) بنایا جس کا شمار جنوبی ہندوستان کی مضبوط ترین ریاستوں میں کیا جاتا ہے۔بادامی کی چالوکیہ ریاست تقریباً دوسو برسوں تک قائم رہی۔

مورخین کا ماننا ہے کہ وجے نگر ریاست کے عروج میں آنے سے پہلے یہ جنوبی ہندوستان کی سب سے اہم، مضبوط اور طاقتور ریاست تھی۔طویل مدت تک اس نے جنوب پر اپنا اقتدار قائم رکھا۔رفتہ رفتہ بعد کے کچھ حکمرانوں آپسی چپقلش اور ناعاقبت اندیشی کے باعث کمزور ہو ئی اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد یہ مضبوط حکومت تین خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔دو ریاستیں جلد ہی انتشار کا شکار ہوگئیں۔

بادامی کے چالوکیہ حکمرانوں نے جنوبی ہندوستان پر اپنی حکمرانی کے دیرپا اور ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔انہوں نے ادب وثقافت کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن کو بھی فروغ دیا تھا۔فنونِ لطیفہ میں انہوں نے خوب ترقی کی۔فن تعمیر و ترقی کے وہ عمدہ شاہکار نمونے چھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر اس عہد کے حکمرانوں کی دلچسپیوں اور ماہر کاریگروں کی عمدہ صناعی کا اندازہ ہوتا ہے۔اس اکائی میں ہم چالوکیہ ریاست کے قیام،استحکام اور انتشار کے ساتھ ساتھ ان کے حکمرانوں کے کارناموں اور کاریگروں کی صناعیوں کا مطالعہ کریں گے۔

20.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- چالوکیہ خاندان کے حکمرانوں کے آغاز وارتقا کے بارے میں جان سکیں گے۔
- چالوکیہ خاندان کے اہم حکمرانوں اور ان کے کارناموں سے واقف ہوسکیں گے۔
- چالوکیہ حکمرانوں کی تعمیری سرگرمیوں کا جائزہ لے سکیں گے۔
- چالوکیہ حکمرانوں کے فنی مہارتوں اور کاریگری کو جان سکیں گے۔
- چالوکیہ ریاست کے انتشار وزوال کی وجوہات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ہندوستانی تہذیب و تمدن کے فروغ میں چالوکیہ حکمرانوں کے کردار پر بحث کرسکیں گے۔

20.2 چالو کیہ خاندان کا تعارف (Introduction to Chalukya Dynasty)

چھٹی صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک جنوبی ہندوستان پر چالو کیہ خاندان کے حکمرانوں نے مضبوط ریاست کی بنیاد ڈالی اور واتاپی (موجودہ بادامی) کو جو فی الحال ریاستِ کرناٹک کا حصہ ہے اپنا پایہ تخت بنایا۔ آگے چل کر یہ حکومت کئی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان خود مختار ریاستوں اور ان کے مقامِ حکمرانی کی بنیاد پر مورخین نے انہیں تین زمروں میں بانٹا ہے۔

- بادامی کے چالو کیہ : یہ وہ ابتدائی چالو کیہ ہیں جنہوں نے واتاپی (بادامی) کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ ان کا دور اقتدار چھٹی صدی عیسوی سے 642ء یعنی اس خاندان کے عظیم حکمراں پلاکیشن دوم کے انتقال تک مانا جاتا ہے۔

- مغربی چالو کیہ : دراصل یہ بادامی کے چالکیوں کے وہ جانشین تھے۔ جنہوں نے دسویں صدی عیسوی کے بعد کلیانی کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ انہیں ''کلیانی کے چالو کیہ'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

- مشرقی چالو کیہ : پُلکسین دوم کے انتقال کے بعد اس خاندان کے کچھ افراد نے جنوبی ہندوستان کے مشرقی علاقے ''وینگی'' کو اپنی راجدھانی بنایا۔ اسی وجہ سے ان کو مشرقی چالو کیہ یا ''وینگی کے چالو کیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا اقتدار اس علاقے میں گیارہویں صدی عیسوی تک قائم رہا۔ آیئے اب ہم مجموعی طور پر چالو کیہ ریاستوں کے قیام اور استحکام کا جائزہ لیتے ہیں۔

20.3 آغاز اور ابتدائی حالات (Emergence & Early Conditions)

چالو کیہ حکمرانوں کے ابتدائی حالات اور ان کے خاندانی پس منظر کے بارے میں بہت زیادہ واضح ثبوت دستیاب نہیں ہیں۔ غالباً ان کا تعلق کرناٹک کے مقامی کناریوں (Kanarese) سے تھا۔ جو برہمن مذہب کے زیر اثر تھے۔ ایک روایت کے مطابق جس کا ذکر بلہن نے اپنی ''وکرمانک دیوچرت'' میں کیا ہے۔ کہ ''چالو کیہ اس سورما نسل سے تعلق رکھتے تھے جسے ''برہما'' نے دنیا کو بے ایمانی اور دغا بازی سے پاک کرنے کے لیے اپنی ہتھیلی سے تخلیق کیا تھا۔'' آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ان کا خاندان اصلاً ایودھیا سے تعلق رکھتا تھا۔ بعد میں وہ جنوب کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ ان کے خیال میں چالو کیہ شمالی ہندوستان کے چھتری نسل سے تعلق رکھتے تھے اور ہرتی پتر ان کے اجداد میں سے تھے۔ اوپیندر سنگھ نے لکھا ہے کہ مغربی چالو کیہ خود کو برہمن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو ''مانویہ گوتر'' کے ہرت پوتر نسل کا بتلاتے ہیں۔ ونسنٹ اسمتھ کا خیال ہے کہ چالو کیہ چاپوں سے تعلق رکھنے والے ایک غیر ملکی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، لہٰذا وہ غیر ملکی تھے۔ ممکن ہے وہ راجپوتانہ کے راستے ہجرت کر کے دکن پہنچے ہوں۔ اس کے برعکس مغربی چالکیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ''مانویہ گوتر'' سے تعلق رکھنے والے ہرت پوتروں کی نسل سے ہیں جو برہمن تھے۔ بہر حال چالو کیہ چھٹی صدی عیسوی میں جنوبی ہندوستان کی سرزمین پر اپنی بہادری کا سکہ جمانے والا ایک طاقتور خاندان تھا جس کی کئی اہم شاخیں تھیں۔

اکثر مورخین کا ماننا ہے کہ چالو کیہ ریاست کی بنیاد جے سمہا (جے سنگھ) نے رکھی تھی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے رن راگ کی رہنمائی

میں اس کی ریاست کی حدود میں قابل قدر اضافہ ہوا۔ رفتہ رفتہ چالکیوں نے جنوبی ہندوستان کے اس علاقہ پر جسے ''دکشنا پتھ'' کہا جاتا تھا ایک مضبوط حکومت قائم کرلی۔ ان کی یہ حکومت تقریباً 200 سالوں تک برقرار رہی۔ اس ریاست کو مضبوط، مستحکم، اور وسیع کرنے میں کئی اہم حکمرانوں کی دوراندیشی، بہادری، اولوالعزمی اور فوجی حکمتِ عملی شامل رہی ہے۔

20.4 واتاپی کے چالوکیہ (Chalukyas of Vatapi)

چالوکیہ خاندان کا پہلا قابل ذکر حکمراں پلا کیشن اوّل (535-566) تھا۔ جو رن راگ یا رانارنگا (Ranaranga) کا جانشین بنا۔ اس کی بیوی درلبھ دیوی ''باپورا'' خاندان کی شہزادی تھی۔ پلا کیشن اول نہایت حوصلہ مند، بہادر اور پُرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے کدمباؤں کی ماتحتی کا جوا اتار پھینکا اور اپنے باپ سے وراثت میں ملی ریاست کو نہ صرف مضبوط و مستحکم کیا بلکہ اس کی سرحدوں کو بھی کافی وسیع کیا۔ اس کی حکومت میں جنوبی ہند کے آندھرا پردیش کا زیادہ تر حصہ اور کرناٹک کا پورا علاقہ شامل تھا۔ اس نے واتاپی (موجودہ بادامی) ضلع بیجاپور کو اپنا پایہ تخت اور اپنی راجدھانی بنانے کا فیصلہ کیا۔

پلا کیشن اول نے دکن کے علاقہ میں ایک نئی، مضبوط اور مستحکم ریاست کی بنیاد ڈالی اور مالا پربھا کی وادی میں واتاپی کے مقام پر جسے بادامی بھی کہا جاتا ہے ایک مضبوط قلعہ ہ تعمیر کروایا۔ اپنے تحفظاتی محلِ وقوع کے اعتبار سے یہ قلعہ ہ دریاؤں اور حفاظتی پہاڑیوں سے گھرا تھا۔ واتاپی (بادامی) اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ یہ علاقہ جنوبی ہندوستان کے ایک مشہور مذہبی مقام ''مہاکوتہ'' اور اہم تجارتی مرکز ایہول (Aihole) کے قریب واقع تھا۔

بادامی کے پہاڑی قلعہ ہ سے ایک کتبہ دریافت ہوا ہے۔ جس میں پلا کیشن اول کی تخت نشینی کا سال شک سن 465 مطابق 543ء درج ہے۔ بادامی کے قلعہ ہ میں نصب اس کتبے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ''شروتا''، ''ہرنیہ گربھا''، ''اگنیش توما'' اور ''آشومیدھ یگیہ'' (گھوڑے کی قربانی) ادا کرنے کا کارنامہ بھی انجام دیا تھا۔ ہندوستان میں ''آشومیدھ یگیہ'' ادا کرنے کا اختیار صرف خود مختار راجاؤں اور مہاراجاؤں کو ہی حاصل ہوتا تھا۔ اس قربانی کو ادا کرنے کے بعد پلا کیشن اوّل باقاعدہ خود مختار راجا بن گیا۔ اسے چالوکیہ خاندان کا پہلا خود مختار اور آزاد حکمراں اور چالوکیہ حکومت کا حقیقی بنیاد گزار بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس کتبے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس نے ''ولبھیشور'' کا خطاب اختیار کیا تھا۔

پلا کیشن اول کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کیرتی ورمن (596-97-566-67ء) اس کا جانشیں بنا۔ اس نے کوکن کے موریوں، بن واسی کے کدمباؤں اور نل واڑی (بستر) کے نلاؤں کو شکست دے کر چالوکیہ ریاست کو مزید مضبوط، وسیع اور مستحکم کیا۔ اس نے گوا کا کچھ علاقہ سے ''ریوتی دیپ'' کہا جاتا تھا بھی فتح کر لیا تھا۔ ان فتوحات کا اثر یہ ہوا کہ کدمباؤں کے کچھ باج گزاروں نے جو ان کو سالانہ خراج دیتے تھے ان کو خراج دینا بند کر دیا اور اپنی وفاداری چالوکیہ حکمرانوں سے وابستہ کرلی اور ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تھے۔

آر۔پی۔ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''کچھ لوحی شہادتوں کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی فوجوں کو شمال میں مگدھ (بہار) اور دنگ بنگال تک لے گیا تھا، مگر اس بات کی دیگر شواہد سے تصدیق نہیں ہوتی ہے کہ اس نے بہار اور بنگال پر فوج کشی کی تھی۔'' یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ شمالی کرناٹک کا پورا علاقہ اس کے کنڑول میں آگیا تھا۔ کرشنا بھنڈار کر کا کہنا ہے کہ کیرتی ورمن 567ء میں تخت پر بیٹھا اور تقریباً 25 سال اس نے جنوبی ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ کیرتی ورمن کے انتقال وقت اس کے بیٹے نابالغ اور چھوٹے تھے۔ اس موقعہ کا فائدہ اٹھا کر اس کا بھائی منگلیش راج گدی پر قابض ہو گیا تھا۔

کیرتی ورمن کے انتقال کے بعد اس کا بھائی منگل راج یا منگلش تخت پر بیٹھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک باہمت اور حوصلہ مند حکمراں تھا۔ اس نے اپنے بھتیجوں کو اقتدار سے بے دخل کر کے نائبِ ریاست کے طور پر اقتدار سنبھال لیا۔ اپنی قابلیت اور حوصلہ مندی سے اس نے کئی اہم مہمیں سر کیں اور اہم اعزازات حاصل کیے۔ اس نے چالوکیہ ریاست کی توسیع کا سلسلہ جاری رکھا۔ آر۔پی۔ترپاٹھی کے بقول ''اس نے ریوتی دیپ (موجودہ ریڑی ضلع رتنا گری) کو حاصل کر لیا تھا۔'' اس نے شمالی دکن کے کلاچوری حکمراں بدھ راج (جو گجرات، خاندیش اور مالوہ کا راجا تھا) پر بھی قابو حاصل کیا تھا۔ 600ء میں کلاچوری حکمراں کے خلاف ہوئی جنگ میں اسے بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ مہاکوتہ ستونی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے گنگاؤں، پلووں چولوں، اور کدمباوؤں پر بھی تسلط قائم کیا تھا۔ اس نے ''اروناپراکرما''، ''راناوکرم'' اور ''پرم بھاگوت'' جیسے القاب اختیار کیے تھے۔

منگلیش کی زندگی کے آخری ایام درباری ریشہ دوانیوں کا شکار رہے۔ وہ چالوکیہ حکومت کے موروثی وارث پُلکسین دوم کے بجائے اپنے بیٹے سندر ورما کو گدی پر بٹھانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے درباریوں نے اس کی پُر زور مخالفت کی۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرنے میں ناکام رہا۔ منگلیش کی اس کوشش کے نتیجے میں ریاست میں خانہ جنگی کے حالات پیدا ہو گئے۔ بالآخر منگلیش کے بھتیجے پلاکیشن دوم نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے جنگ میں شکست دے کر قتل کر دیا۔ پداوادو گروکتبے کے مطابق یہ واقعہ سن 610ء میں پیش آیا تھا۔ بعد ازآں اس نے راجا ہونے کا اعلان کیا تھا۔ اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

پلاکیشن دوم کے دور میں چالوکیہ ریاست کو مزید عروج اور کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اس نے اپنے دور حکومت میں کئی اہم کارنامے انجام دیے۔ کئی کامیاب لڑائیاں لڑیں اور سب میں فتح یاب رہا۔ اس کے دورِ حکومت میں چالوکیہ حکومت نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی۔ اس نے اپنی ریاست کے آس پاس کے علاقوں پر بھی غلبہ حاصل کرنے کی کامیاب کوششیں کیں۔

یہی وجہ ہے کہ پلاکیشن دوم کو جنوبی ہندوستان کا اہم ترین حکمراں تصور کیا جاتا ہے۔ پلاکیشن دوم نے اپانیک اور گووند جیسے باغیوں کو شکست دے کر کدمباؤں کی راجدھانی ''ونواسی'' کو تاخت وتاراج کر دیا۔ کرناٹک کے جنوبی ساحلی علاقوں پر حکمرانی کرنے والے الوپاؤں اور جنوبی کرناٹک کے گنگوں کو اپنی فرماں روائی تسلیم کرنے پر بھی مجبور کیا تھا۔ بعد ازاں اس نے ٹال کاڈ (میسور) کے گنگاؤں سے ازدواجی رشتہ بھی قائم کیا اور ان سے شادی بیاہ کا معاہدہ کیا۔ پلاکیشن دوم نے کوکن کے موریاؤں کو شکست دے کر جدید ''ایلی فینٹا'' پر قبضہ کر لیا۔ گجرات

اور مدھیہ پردیش کے علاقوں میں رہنے والے لتاؤں، مالاؤں اور گوجروں کو بھی مغلوب کیا۔

پلا کیشن دوم کا سب سے بڑا جرأت مندانہ قدم شمالی ہند کے ایک بڑے راجا ہرش وردھن کو نربدا کے قریب شکست دے کر جنوبی ہند پر اس کی پیش قدمی پر روک لگانا تھا۔ اس مہم کے بعد اس نے ہرش وردھن کو دکن کی جانب پیش قدمی کرنے سے روک دیا تھا۔ دریائے نربدا کو دونوں ریاستوں کے درمیان سرحد کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ ان کامیابیوں کے بعد پلا کیشن دوم مہاراشٹر پر جس میں 99 ہزار گاؤں تھے قابض ہو گیا۔ دکن کے مشرقی علاقوں، کوشل اور گلنگ کے راجواڑے بھی اس سے خوف زدہ رہنے لگے۔ ان علاقوں کو جیت کر وہ پشٹ پور موجودہ (پٹھاپورم) کے قلعہ کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔ جب چالوکیہ ریاست کی سرحدیں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں توپلا کیشن دوم نے تقریباً 615ء میں مشرقی علاقوں کا انتظام اپنے چھوٹے بھائی وشنوور دھن وشم سدھی کے سپرد کیا۔ اس کے بھائی نے بھی اپنے زیر انتظام علاقوں میں فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی ریاست کو مزید وسیع اور مستحکم کیا۔ پلا کیشن کی کامیابیوں کی شہرت رفتہ رفتہ بلندیوں پر پہنچ گئی۔

چالکیوں کی پلوؤں سے پرانی چپقلش تھی۔ مال غنیمت، عزت، دولت، شہرت اور ارضی وسائل پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول کرنے کے معاملات پر آپس میں الجھتے رہتے تھے۔ کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان واقع دوآب کے علاقہ پر دونوں اپنا تسلط جمانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ پلو حکمراں بار بار تنگ بھدرا کو پار کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، جو دکن اور اس کے جنوب کے علاقوں کے مابین ایک قدرتی تاریخی سرحد کی حیثیت رکھتا تھا۔ اپنی ابتدائی کامیابیوں سے حوصلہ پا کر پلا کیشن دوم نے اپنے ہم عصر پلو راجا مہیندر ورمن کے علاقوں پر حملہ کر دیا۔ چالوکیہ فوجیں پلوؤں کی راجدھانی کانچی پورم کے قریب بلالور تک پہنچ گئیں۔ پلوؤں نے اپنے شمالی علاقے پلا کیشن دوم کے حوالے کر کے اپنی ریاست کی خاطر امن کا سودا کیا۔ رفتہ رفتہ آندھرا کا ساحلی علاقہ بھی چالکیوں کا باج گزار ہو گیا۔

پلا کیشن نے شمال کا جیتا ہوا پورا علاقہ اپنے بھائی وشنوور دھن کے حوالے کر دیا، جہاں وہ اس کے نائب کی حیثیت سے حکمرانی کرتا رہا۔ لیکن پلا کیشن کی وفات کے بعد اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دکن کے مشرقی علاقوں میں ایک نئی ریاست کی داغ بیل ڈالی جسے تاریخ میں وینگی (Vengi) کی چالوکیہ ریاست یا ''مشرقی چالوکیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔

642ء میں پلا کیشن نے پلوؤں پر دوبارہ حملہ کیا۔ اس وقت مہیندر ورمن کا بیٹا نرسمہاورمن (630-662) پلوؤں کا حکمراں تھا۔ اس نے نہ صرف پلا کیشن کے حملے کا منہ توڑ جواب دیا بلکہ چالوکیہ ریاست کے مرکزی علاقوں پر دھاوا بول دیا۔ اکثر مورخین کا ماننا ہے کہ غالباً اسی تصادم میں پلا کیشن دوم مارا گیا تھا۔ پلوؤں نے چالوکیہ ریاست کو تاخت وتاراج کر کے ان کی راجدھانی کو لوٹ لیا۔ اس طرح نرسمہاورمن نے بادامی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ''واتاپی کونڈا'' یا واتاپی کا فاتح کا خطاب اختیار کیا۔

پلا کیشن دوم کی وفات کے بعد اس کے پانچوں بیٹوں (1۔ چندر آدتیہ، 2۔ آدتیہ ورمن، 3۔ وکرماآدتیہ، 4۔ جے سمہا، 5۔ آمیرا) میں راج گدی کو لے کر اختلاف ہوا۔ انہوں نے اس ریاست کو پانچ حصوں میں بانٹنا چاہا۔ بالآخر پلا کیشن دوم کا تیسرا بیٹا وکرماآدتیہ 642ء میں راجا

بننے میں کامیاب ہوااور اپنے بھائیوں کو ہرا کر اپنی منتشر حکومت کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔

پلا کیشن دوم کے انتقال کے بعد وکرمآدتیہ ورمن چالوکیہ حکومت کا سربراہ بنااور سنہ 655-56ء سے اپنی حکومت کا آغاز کیا۔اس نے اپنے بھائی جے سمہاورمن اور اپنے نانا بھوی کرما کی مدد سے چالوکیہ ریاست کے ان کھوئے ہوئے علاقوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب حاصل کی جو نرسمہاورمن نے اس کے والد سے چھینے تھے۔بقیہ باج گزار ریاستوں کے حکمرانوں نے بھی اس کی اطاعت قبول کی۔ آندھراپردیش کے ساحلی علاقوں اوراس کے مضافات میں ابتدا سے ہی اس کی حکمرانی کے ثبوت پائے جاتے ہیں۔وکرمآدتیہ اوراس کی مشترکہ فوج نے نرسمہاورمن اوّل کے بیٹے میہندرورمن دوم کو کرناٹک کی جنگ میں شکست دے دی۔اس کے بعد چالوکیہ فوجیں پر میشورورمن کی سرکوبی کے لیے کانچی پورم اوراس کے گرد ونواح تک پہنچ گئی۔ پر میشورورمن کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔وکرمادتیہ نے پلوں کے حریف پانڈیوں سے حلیفانہ معاہدہ کیااور مغربی گنگاؤں ازدواجی تعلقات قائم کیے۔اس نے ایک گنگا شہزادی سے شادی بھی کی۔ بالآخر 680ء میں اس کی وفات ہو گئی۔

وکرمآدتیہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ونے آدتیہ اس کا جانشیں بنا۔اس کے دور حکومت کو امن وآشتی کا دور مانا جاتا ہے۔اس نے ''یودھامل''، ''سہارشیکا'' اور ''ستیہ شری'' کے القاب اختیار کیے تھے۔کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ کئی محاذوں پر ان کے شانہ بشانہ لڑ چکا تھا۔اس نے پلووں، کلبھروں، چیروں اور کلچوریوں کو شکست دینے میں اپنے والد کا ساتھ دیا تھا۔ 678ء کے کولہاپور کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لنکا اور کمیرا کے راجاؤں کو بھی شکست دی تھی۔ سن 692ء میں اس نے چینی دربار میں اپنا ایک سفیر بھیجا۔ 696ء میں اس کی وفات ہو جاتی ہے۔

وکرمآدتیہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا وجے آدتیہ چالوکیہ تخت وتاج کا وارث بن جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اپنے باپ کے دور میں اسے شمالی ہند کی ایک مہم پر بھیجا گیا تھا جہاں اسے قید کر لیا گیا تھا۔کچھ دنوں کے بعد قید خانہ سے بھاگنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور چالوکیہ ریاست میں آکر تختِ شاہی پر براجمان ہوتا ہے۔اس نے پلو حکمراں پر میشورورم کے خلاف محاذ آرائی کی اور اسے ٹیکس دینے پر مجبور کیا۔ 733ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

وجے آدتیہ کے بعد اس کا بیٹا وکرمآدتیہ اس کا جانشیں بنا۔اس نے اپنے خاندان کے دیرینہ دشمن کانچی پورم کے پلووں پر چڑھائی کی اور کامیاب ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کانچی پورم پر تین کامیاب حملے کیے تھے۔پہلا اپنی شہزادگی کے دور میں، دوسرا جب وہ بادامی کی چالوکیہ ریاست کا حکمراں بنا تیسرا اپنے بیٹے کیرتی ورمن دوم کی رہنمائی میں۔

وجے آدتیہ کا دور شاندار مندروں کی تعمیر کے لیے جانا جاتا ہے۔اس کے عہد میں پٹّدکل میں دو بڑے مندر ''ویروپکش'' (لوکیشور مندر) اور ملک ارجن مندر (ترلوکیشور مندر) اس کی دو بیویوں لوکمہادیوی اور ترلوکادیوی کے ذریعہ بنوائے گئے تھے۔ جسے یونیسکو نے عالمی میراث میں شامل کیا ہے۔

سن 746ء میں کیرتی ورمن دوم اپنے والد وکرم آدتیہ دوم کا جانشیں بنا۔اس کی ریاست کو راشٹر کوٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مسلسل خطرہ لاحق رہااور بالآخر راشٹر کوٹوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔کیرتی ورمن اوراس کے باج گزار گنگا حکمراں شری پُرش کی پانڈیا حکمراں مار اور من راج سمہااول سے کانگو کے علاقہ کو لے کر جو گنگاؤں کی ریاست سے متصل تھا جھڑپ ہوگئی۔کاویری ندی کے کنارے ون بائی کے مقام پر کیرتی ورمن کو شکست ہوگئی۔

کیرتی ورمن دوم بادامی کی چالوکیہ ریاست کا آخری حکمراں تھا۔اس کے بعد تقریباً 220 سالوں تک مغربی چالوکیہ اقتدار سے باہر رہے۔973ء میں اس خاندان کی حکمرانی کو چالوکیہ حکمراں تیلپ دوم نے از سرِ نو منظم کیا۔جنہیں تاریخ میں مغربی چالوکیہ یا کلیانی کے چالوکیہ کہا جاتا ہے

20.5 کلیانی کے چالوکیہ (Chalukyas of Kalyani)

کلیانی کے چالوکیہ جنہیں مغربی چالوکیہ بھی کہا جاتا ہے تقریباً 220 سالوں کے طویل عرصے کے بعد اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔تاریخی دستاویز اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس ریاست کی تجدید اور احیاء نو کا سہرا اس کے ایک حوصلہ مند راجا ''تیَلَپ'' کے سر جاتا ہے۔تاریخی دستاویزات کے حوالے سے۔آر۔پی۔ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''تیَلپ کا مورثِ اعلیٰ کیرتی ورمن دوم کا کوئی چچا تھا جس کا نام معلوم نہیں ہے''۔لیکن کرشنا بھنڈارکر کا ماننا ہے کہ ''تیَلَپ کسی دوسری بالکل غیر اہم شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔''ان کا ماننا ہے کہ ''تیَلَپ اوراس کے جانشیں قدیم چالکیوں کی طرح ہریتی کو اپنا مورث تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی مانو یہ گوتر سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔

بہر حال تیَلپ دوم نے سن 973ء میں راشٹر کوٹ حکمراں ''کرشنا سوم'' کی بالادستی قبول کرنے سے انکار کیااور چالوکیہ حکومت کو دوبارہ قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔اس نے چالوکیہ ریاست کے تمام مقبوضہ علاقوں کو دوبارہ حاصل کر لیا۔تیَلَپ دوم کے ذریعہ قائم کی گئی حکومت کو ''مغربی چالوکیہ خاندان'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔انہیں تاریخ میں کلیانی کے چالوکیہ بھی کہا جاتا ہے۔اس مغربی چالوکیہ خاندان نے آنے والے وقت میں جنوبی ہندوستان پر تقریباً ڈھائی سو سالوں تک حکومت کی۔ان کے سب سے اہم حریف چولا حکمراں اور وینگی کے مشرقی چالوکیہ خاندان کے افراد تھے۔ستیہ شری (997-1008ء) سومیشور (1042-1068ء) اور وکرم آدتیہ چہارم (1076-1126ء) وغیرہ مغربی چالوکیہ خاندان کے اہم حکمراں تھے۔جنہوں نے آنے والے وقت میں جنوبی ہندوستان پر اپنی حکمرانی کے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

تیلپ دوم (Tailapa II)

تیَلپ دوم (973-997) نے جس کا نام ''آہومل'' تھا ''نرمدی تیَلپ اور ''ستیہ شری کل تِلک'' کا لقب اختیار کیا۔اقتدار میں آنے سے قبل وہ راشٹر کوٹ راجاؤں کا ایک جاگیر دار تھا۔پرمار فوجوں کے ہاتھوں مانیہ کھیت کی تباہی کے بعد جب افراتفری پھیلی تو تیَلَپ نے اس سے فائدہ اٹھایااور بڑی شدت اور بہادری کے ساتھ راشٹر کوٹ راجا کرکا دوم پر حملہ کر دیا۔کرکا دوم یا تو لڑائی میں مارا گیا یا بھاگ کر کہیں روپوش ہو

گیا۔اس سے تَیلَپ کی قوت اور وقار میں اضافہ ہوا۔اس کے بعد تَیلَپ نے راشٹر کوٹوں کے وارث ''اندر چہارم اوراس کے باج گزار پنچال دیو کو دریائے گوداوری کے دامن میں شکست دے دی۔چولاؤں کی آپسی رسہ کشی اور جانشینی کی جنگ سے فائدہ اٹھا کر انہیں بھی ہرانے میں کامیاب ہوا۔اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے چولا حکمراں اُتھتھما کو شکست دی تھی۔اس نے اور بھی کئی کامیاب جنگیں لڑنے کا دعویٰ کیا ہے۔ایسی ہی ایک جنگ میں مارا گیا۔الغرض تقریباً24سال حکومت کرنے کے بعد 997ء میں تَیلپ کا انتقال ہو گیا۔

تَیلپ کے بعد اس کا لڑکا ستیاشری تختِ شاہی پر بیٹھا اس کے دورِ حکومت (997۔1008ء) میں چولا فوجوں نے راجاراج اول کی قیادت میں چالوکیہ ریاست پر کئی زبردست حملے کیے اور بڑی تباہی مچائی۔ ستیاشری نے اس قتل وغارت گری کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا اور خود کو سنبھالے رکھا۔موقعہ ملتے ہی اس نے چولا سلطنت کے جنوبی علاقوں پر حملے بھی کیے تھے۔

ستیاشری کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا وکرم آدتیہ پنجم (1008۔1015ء) اس کی گدی پر بیٹھا۔اس نے بہت کم دنوں تک حکومت کی۔اس کے دور میں بھوج پرماروں نے چالکیوں پر حملہ کر دیا اور وکرمادتیہ پنجم کو شکست دے کر چالکیوں سے اپنی پرانی دشمنی کا بدلا بھی لے لیا۔

وکرمادتیہ کے بعد اس کا بھائی جے سمہا دوم (جے سنگھ دوم) (1015۔1042ء) جو جگ ڈیک مل کے نام سے بھی مشہور تھا اس کا جانشین بنا۔اس نے کئی اہم محاذوں پر چالوکیہ ریاست کا نہ صرف کامیاب دفاع کیا بلکہ بھوج حکمرانوں کے حوصلوں کو بھی پست کیا۔اس کا عہد تعلیمی، تہذیبی و ثقافتی ترقی کے لیے مشہور ہے۔ سنسکرت کا مشہور شاعر ودی راج (Vadiraja) اور مشہور کنڑ دانشور درگا سمہا اس کے ہم عصر تھے۔جے سنگھ 1042ء تک چالوکیہ ریاست کی گدی پر براجمان رہا۔

سن 1042ء میں جے سنگھ دوم کی جگہ اس کا بیٹا سومیشور (1042-1068) تخت پر بیٹھا۔اسے ترلوکی مل، آہومل کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔چوں کہ اس کے والد جے سنگھ دوم نے چالوکیہ ریاست کی کھوئی ہوئی طاقت کو کافی حد تک بحال کر دیا تھا۔لہٰذا سومیشور اول کو اپنے خاندانی دشمنوں چولوں اور پرماروں کے خلاف معرکہ آرائی اور چالوکیہ ریاست کی توسیع اور استحکام کا اچھا موقعہ ملا۔ مسلسل فوجی کاروئیوں سے بھوجوں کا خزانہ خالی ہو گیا تھا۔سومیشور نے اس سے فائدہ اٹھایا۔اس نے مالوہ، مانڈو اور دھار کو تاخت وتاراج کر ڈالا۔پرمار راجا مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور اجین بھاگ گیا۔چالوکیہ فوجوں نے اجین کو بھی تہہ و بالا کر ڈالا۔راجا جے سنگھ پرمار کے دور میں چالکیوں سے پرماروں کے تعلقات بہتر ہو گئے۔سومیشور اول نے جے سنگھ کی تخت نشینی میں بھی مدد کی تھی۔اس کے علاوہ اس نے پاس پڑوس کی ریاستوں کے کئی اہم علاقوں پر زبردست حملے کیے اور کامیاب بھی رہا۔اس نے کانچی پر جو چولا سلطنت کا اہم گڑھ تھا دھاوا بولا۔ان لڑائیوں میں اس کے بہادر بیٹے وکرمادتیہ ششم بڑی مہارت اور جواں مردی کے ساتھ اس کا ساتھ دیا تھا۔جنوبی علاقوں کو زیر کرنے کے بعد شمال میں گنگا کے دوآب کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جہاں پرتی ہاروں کی حکومت کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔پرتی ہاروں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔جب وہ ہندوستان کے وسطی علاقوں کے گزر رہا تھا تو چندیلوں یا کچھپ گھاٹوں نے بھی مزاحمت نہیں کی۔راشٹر کوٹ راجا تو اس کی آمد کے خوف سے غاروں میں

پناہ لینے پر ہی اپنی اور اپنی ریاست کی عافیت سمجھی۔اس طرح سومیشوراول کے عہد مین چالوکیہ ریاست کافی مضبوط ہو گئی تھی۔ جس کے اثرات ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں محسوس کی جانے لگی تھی۔

سومیشوراول نے کلیان (نظام کی ریاست میں موجودہ کلیانی) کے مقام پر ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی۔اسے آراستہ و پیراستہ کر کے ایک خوش حال شہر بنایااور پھر اسے اپنی راجدھانی بنانے کا اعلان کیا۔1068ء میں سخت بخار میں مبتلا ہوااور اس کی وفات ہو گئی۔

سومیشوراول کے بعد اس کا بڑا بیٹا سومیشور دوم جسے بھوؤ نیک مل بھی کہتے ہیں جو گداگ کے آس پاس کے علاقوں کا انتظام سنبھالتا تھا مغربی چالوکیہ ریاست کی گدی پر بیٹھا۔اس کی تخت نشینی بالکل پر امن طور رہوئی۔ لیکن اسے اپنے چھوٹے بھائی وکرمآدتیہ ششم جو اپنے والد کی بیشتر فوجی کارناموں میں شریک رہا تھااس کی حوصلہ مندی اور جرأت مندانہ اقدامات کا مسلسل سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر 1076ء میں سومیشورر دوم کو اپنے چھوٹے بھائی کے حق میں تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔

وکرمادتیہ ششم (1076۔1126ء) کو تری بھون مل بھی کہا جاتا تھا۔اسے مغربی چالکیوں کی تاریخ میں سب سے اہم حکمراں مانا جاتا ہے۔اور اس کے عہد حکومت کو چالوکیہ۔وکرماعہد بھی کہا جاتا ہے۔اسی کے عہد مین وکرماسمپت کاآغاز ہو تھااس کا دورِ حکمرانی بھی سب سے طویل تھا۔اس نے کوکن کے راجا جے کشن اور دیگر جنوبی طاقتوں پر اپنی دھاک بٹھائی۔چولا راجا ویر راجیندر صلح کرنے پر مجبور ہوااور اپنی لڑکی کی شادی جے کشن سے کر دی۔ جنوب میں دریادیے کاویری سے لے کر مرکزی ہندوستان میں دریائے نرمدا تک اس کی ریاست پھیلی ہوئی تھی۔وکرمادت کا عہدِ حکومت علوم وفنون کے فروغ کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔ سنسکرت کے نامور کشمیری مصنف بلہن کا وہ مربی تھا جس نے اس کی فوجی کارروائیوں کو ''وکرم دیوچرت'' کے ذریعہ لازوال بنادیا ہے۔اس نے وگیانیشور کی بھی سرپرستی کی تھی جس نے ہندوؤں کے فیملی قوانین پر ''مِتاکشرا(Mitakshra) ''جیسی شہرۂ آفاق کتاب لکھی۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں وکرمآدتیہ کو اپنے چھوٹے بھائی جے سنگھ کی کی بغاوت کا سامنا کرا پڑا جسے اس نے بنواسی صوبے کا حاکم بنایا تھا۔جے سنگھ کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس کی ریشہ دوانیاں ناکام ہو گئیں۔اس کے علاوہ اس نے چولا راجا اور ہوئیسل راجا وشنو وردھن کے حملوں کو بھی ناکام بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ 1126ء میں اس کی وفات ہو گئی اور اس کا بیٹا سومیشور سوم مغربی چالوکیہ حکوت کی گدی پر بیٹھا۔راجا بننے کے بعد اسے ہوئیسلا حکمراں وشنو وردھن کے حملے کا سامنا کرنا پڑالیکن اس نے نہایت بہادری سے اس کے حملے کو ناکام کر دیا۔اسے وینگی کے چالکیوں کی مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ اپنے باپ سے وراثت میں ملی ریاست کو بچانے میں کامیاب رہا۔اس نے '' تری بھُون مل''اور ''بھولوک مل''کالقب اختیار کیا تھا۔اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سنسکرت کا بہترین عالم تھاایک عمدہ کتاب ''مان سو لاس''تحریر کیاجو مختلف موضوعات پر مشتمل تھی۔

سومیشور سوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جگ دَیک مل (1138۔1151ء) تختِ شاہی پر متمکن ہوا۔وہ ایک قابل ذکر شخصیت کا مالک تھا۔اس نے ہوئیسلوں اور پرماروں کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیااور ان کے کچھ علاقے بھی چھین لیے۔جگ دیک مل ایک پڑھا لکھا قابل

حکمراں تھااسے موسیقی سے کافی لگاؤ تھااس نے سنسکرت زبان میں موسیقی کی ایک کتاب ''سنگیت چدمنی'' تحریر کیا تھا۔

جگ دیک مل کے بعد تیلپ سوم مغربی چالوکیہ کی راج گدی پر بیٹھا۔اس کے دور سے ہی چالوکیہ ریاست کا زوال شروع ہوا۔کاکتیہ خاندان کے حکمراں پرولا دوم(Parolla II) نے جنگ میں اسے شکست دے کر اسے قید کرلیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چالوکیہ حکومت کے دیگر باج گزار جاگیرداران کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ہوئسلوں نے بھی اس کے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش کی۔بالآخر وجلّ دوم کلاچوری نے چالوکیہ ریاست کو اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے کافی نقصان پہنچایااور 1157ء میں کلیانی پر قابض ہوگیا۔تیلپ سوم جان بچاکرانّی گیری (ضلع دھارواڑ) کی طرف کوچ کر گیا۔آخر کار ویر نرسمہا ہوئیسلا کے ہاتھوں 1202ء میں مار دیا گیا۔

جگ دیک مل سوم(1183۔1203ء) تیلپ سوم کا جانشیں بنا۔اس کے عہد میں چالوکیہ ریاست برائے نام ہی باقی تھی۔جنوبی کلاچوری قائد وجلّ دوم نے کلیانی پر قبضہ کرکے چالوکیہ ریاست کو کھوکھلا کردیا۔جس کے بعد وہ دوبارہ ابھر نہ سکے۔سومیشور چہارم(1184تا 1200ء) مغربی چالوکیہ حکومت کا آخری حکمراں تھا۔اس نے اپنے آبائی علاقوں کا ایک حصہ دوبارہ حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی لیکن اسے زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رکھ سکا۔اس نے انّی گیری (ضلع دھارواڑ) کو اپنی راجدھانی بناکر 1189ء تک حکومت کی۔اس کے بعد کے حالات کا علم نہیں۔مورخین کا قیاس ہے کہ دیوگیری کے یادوؤں اور دوارسمدر کے ہوئیسلوں کے خلاف دو محاذوں پر اپنی باقی ماندہ ریاست کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔

20.6 وینگی کے چالوکیہ (Chalukyas of Vengi)

مشرقی چالوکیہ جنوبی ہند کے وہ حکمراں تھے جنہوں نے موجودہ آندھراپردیش کے زرخیز اور فوجی اہمیت کے حامل علاقہ کو اپنی حکمرانی کے لیے منتخب کیااور ''وینگی کو اپنی راجدھانی بنایا۔انہیں وینگی کے حکمراں یا مشرقی چالوکیہ کہا جاتا ہے۔انہوں نے ساتویں صدی عیسوی سے لے کر 1130ء تک جنوبی ہندوستان کے آندھراپردیش اور اس کے قرب جوار کے علاقوں پر حکومت کی۔1130ء سے 1189ء تک یہ ریاست چولا حکمرانوں کے زیرِ تسلط ان کی باج گزار ریاست کے بطور برقرار رہی۔بعد ازآں ہوئیسلوں اور یادوؤں نے اس علاقہ کو تاخت و تاراج کرکے اس پر قابض ہوگئے۔

مشرقی چالکیوں نے جنوب پر تقریباً پانچ سو سالوں تک حکومت کی۔جس میں مختلف نشیب و فراز آئے۔انتہائی زرخیز اور فوجی اہمیت کے حامل علاقوں پر قبضہ نے دکن کی سیاسی، سماجی اور معاشی تاریخ میں اس خاندان کو کافی اہمیت حاصل ہوئی۔اگرچہ مشرقی چالوکیہ بادامی کے چالکیوں کے ہم نسل اور خاندانی قرابت دار تھے تاہم وینگی کے علاقوں پر کنٹرول کو لے کر ان میں آپسی معرکہ آرائی اور چپقلش بھی جاری رہی۔وینگی کا علاقہ مغربی چالکیوں اور چولوں کے بیچ بھی مخاصمت کا باعث رہا تھا۔

وینگی کی چالوکیہ ریاست کے قیام کا واقعہ یہ ہے کہ بادامی کے چالوکیہ حکمراں پلاکیشن دوم(608۔644ء) نے ابتدائی کامیابیوں

سے حوصلہ پاکر اپنی فتوحات کا سلسلہ جنوب کے مشرقی علاقوں کی طرف بڑھایا۔ کلنگ کا راجا اس کی آمد کی خبر سن کر خوفزدہ ہوگیا۔ اور پشٹ پور (موجودہ پٹھاپورم) کا قلعہ اسے بنا مقابلے کے حاصل ہوگیا۔ جب اس کی ریاست کی حدود غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں تو مشرقی علاقوں کا انتظام اپنے بھائی 'کُبج وشنوردھن وِشَم سدّھی'' کے سپرد کیا اور اسے ان علاقوں میں اپنا نائب مقرر کیا۔ وشنوردھن نے اپنے زیرِ انتظام علاقوں میں فتوحات کے ذریعہ کچھ مزید اضافہ کیا۔ پلاکیشن دوم کی وفات کے بعد اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور وینگی کو اپنی راجدھانی بنایا۔ بعد ازآں وینگی کے مشرقی چالکیوں کی کئی نسلوں نے اس علاقہ پر نویں صدی عیسوی کے وسط تک حکومت کی۔ مشرقی چالکیوں کی نسل میں کئی اولوالعزم اور حوصلہ مند حکمراں ہوئے جو اپنی فوجی صلاحیت کے لیے مشہور تھے۔ جن میں وجے آدتیہ دوم، (تقریباً 799 تا 843ء) وجے آدتیہ سوم (844 تا 888ء) قابل ذکر ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے مخالف راشٹر کوٹوں، گنگوں، اور دیگر ہم عصر طاقتوں کے خلاف کامیاب جنگوں میں فتوحات حاصل کی تھیں۔ ان کے مفتوحہ علاقوں میں گجرات بھی شامل تھا۔ وجے آدتیہ سوم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے پلووں اور پانڈیوں کو شکست دیا تھا اور ایک چولا راجا کو پناہ بھی دیا تھا۔ اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس نے گنگوں راشٹر کوٹوں اور کلاچوریوں اور جنوب کے کھوسلوں پر بھی فتح پائی تھی۔

ان کے علاوہ مشرقی چالوکیہ ریاست میں کئی اور حکمراں گزرے ہیں لیکن ان کا دور بہت مختصر رہا ہے۔ اوپیندر سنگھ نے لکھا ہے کہ ''کچھ حکمراں تو محض چند مہینوں یا چند دنوں کے لیے ہی تخت پر بیٹھے تھے۔'' مشرقی چالکیا خاندان میں مندرجہ ذیل حکمراں گزرے ہیں۔ وشنو وردھن (624 تا 641ء) جے سمہا جے سنگھ (641 تا 671ء) اندر بھترکا (673ء) وشنو وردھن دوم (673 تا 682ء) منگی یوراج (682 تا 706ء) جے سنگھ دوم (706 تا 718ء) وشنو وردھن سوم (719 تا 755ء) وجے آدتیہ اول (755 تا 772ء) وشنو وردھن چہارم (772 تا 808ء) وجے آدتیہ دوم (808 تا 847ء) وشنو وردھن پنجم (847 تا 849ء) وجے آدتیہ سوم (848 تا 892ء) بھیم اول (892 تا 921ء) وجے آدتیہ چہارم (921) امّا اول، وجے آدتیہ پنجم (921 تا 927ء) وکرم آدتیہ دوم (927 تا 928ء) یودامل 928 تا 935ء) چالوکیہ بھیم (935 تا 947ء) امّا دوم (947 تا 970ء) دنمیا (970 تا 973ء) جٹ چوڑا بھیم (973 تا 1000ء) شکتی ورمن اول (1000 تا 1011ء) ومل آدتیہ (1011 تا 1018ء) راجا راج نریندر (1018 تا 1061ء) شکتی ورمن دوم (1061 تا 1063ء) اور وجے آدتیہ ہفتم (1063 تا 1068 تا اور 1072 تا 1075ء)

وجے آدتیہ ہفتم مشرقی چالوکیہ حکومت کا آخری حکمراں تھا۔ آپسی خانہ جنگی کے باعث یہ ریاست کمزور ہوگئی۔ 1073ء میں دہلا کے چھیدی راجا یس کرن دیو نے وینگی پر حملہ کر دیا۔ وجے آدتیہ ہفتم کو اپنی راج گدی چھوڑنی پڑی۔ 1075ء میں اس کی وفات کے ساتھ مشرقی چالوکیہ ریاست کا خاتمہ ہوگیا۔

20.7 مذہب (Religion)

بادامی کے اکثر چالوکیہ حکمراں برہمن مت کے سچے دل سے عقیدت مند تھے۔ برہمنوں کا احترام کرتے تھے۔ لیکن دیگر مذاہب

کے ساتھ بھی ان کے خوشگوار تعلقات تھے۔ وہ مذہبی رواداری کے اہم اصولوں کے بھی پابند تھے۔ چالوکیہ حکمرانوں کے دور میں جنوبی ہندوستان (دکن) میں جین مت خوب پروان چڑھا تھا۔ ایہول کتبے کے جین مصنف روی کیرتی جس نے جینیندر کا جین مندر بھی تعمیر کروایا تھا کہتا ہے کہ اس نے چالوکیہ حکمراں پُلکسین دوم سے بلند ترین اعزاز واکرام حاصل کیے تھے۔ وجے آدتیہ اور وکرمادِتیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے متعدد مشہور جین عالموں کو کئی گاؤں جاگیر میں عطا کیے تھے۔ اس عہد میں جنوبی ہند میں موجود بدھ خانقاہیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی اس ریاست میں موجود تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی تعداد کم تھی۔ مشہور چینی سیاح یوان چوانگ لکھتا ہے کہ ''وہاں پر سو سے زائد بدھ خانقاہیں موجود ہیں۔ بدھ مذہب کے ماننے والوں کی تعداد جن میں دونوں فرقوں (ہنایان اور مہایان) کے ماننے والے شامل تھے تقریباً پانچ ہزار سے زیادہ تھی۔ راجدھانی کے اندر اور باہر اشوک کے تعمیر کردہ پانچ تپ (استوپ) بھی موجود ہیں'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالوکیہ ریاست اور اس کے حکمراں برہمن مت کے عقیدت مند ہونے کے باوجود مذہبی رواداری کے سچے پاسدار تھے۔ لیکن برہمن مت اور پرانوں کے تینوں اہم دیوتا برہما، وشنو اور شیو ابھر کر مزید نمایاں ہو گئے تھے۔ جن کی شان میں ''واتاپی'' (بادامی) اور پٹّ دَکل (بیجاپور) میں شاندار عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ یگیہ اور دیگر مذہبی رسمیں اپنی تمام جزوی تفصیلات کے ساتھ انجام دی جاتی تھیں۔ اشومیدھ یگیہ، واجپیہ، اور راجسویہ یگیہ کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

20.8 تعمیری سرگرمیاں (Building Activities)

چالوکیہ حکمراں فنِ تعمیر کے سرپرست تھے۔ انہوں نے بہت سے غاری مندر تعمیر کروائے جن پر مذہبی اور سیکولر دونوں طرز کی کشیدہ کاری کی گئی تھی۔ وہ ان مندروں میں خوبصورت روغنی تصویریں بھی بنواتے تھے۔ چالکیوں کے بنوائے مندر ''وسارا'' کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس طرزِ تعمیر کو دکنی طرزِ تعمیر، ''کرناٹکا اور دراوڑی'' چالوکیہ طرزِ تعمیر بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرزِ تعمیر میں دراوڑی اور نگارا طرزِ تعمیر کی خوبصورت آمیزش نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی ریاست میں مختلف مقامات پر شاندار مندر بنوائے ہیں۔ جن میں ایہول مندر، لاڑھ خان مندر (سوریہ مندر)، درگا مندر، ہچی مالیگڑی مندر قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے برہمن مت کے تینوں اہم دیوتا (برہما، وشنو، اور شیو) کے اعزاز میں نہایت شاندار اور اعلیٰ درجے کی عمارتیں بنوائیں۔ بادامی اور بیجاپور کے مندر ان کی تعمیری کارناموں کا شاہکار نمونہ ہیں۔ بیجاپور (پٹّ دکل) کے مندر کو یونیسکو نے عالمی میراث (World Heritage) میں شمار کیا ہے۔

یہاں پر تقریباً دس مندر ہیں جو مختلف طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ان مندروں میں سے چار ناگر طرز پر، چھ دراوڑی طرز پر بنائے گئے ہیں۔ ''ویروپکش''، ''سنگمیشور'' اور ''پاپ ناتھ'' جنوبی ہند کے شاندار مندر ہیں ان میں سے اولین دو مندر دروڑی طرز پر اور تیسرا ناگرا طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ مندر باقاعدہ آراستہ و پیراستہ کرسی پر بنائے گئے ہیں۔ جس کا نقشہ کئی اضلاع کے تاروں پر مشتمل ہے۔ ان کی چھت پر نیم گاؤدم مینار ہے۔ جس پر آرائش کے لیے ظرف نمادر (ولز) بنایا گیا ہے۔ چالوکیہ عہد میں تعمیر کیے گئے کئی ایسے مندر آج بھی موجود ہیں جنہیں ٹھوس چٹانوں کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ منگلیش کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دورِ حکومت میں چٹانوں کو ترشوا کر شاندار مندر تعمیر کروائے تھے جو فنِ تعمیر کے انتہائی شاندار نمونے ہیں۔

چالوکیہ حکمرانوں نے فنِ سنگ تراشی کے ساتھ فنِ مصوری کی بھی سرپرستی کی تھی۔ان کی مصوری کے شاندار نمونے جنوبی ہند کے مختلف علاقوں میں آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔آر۔پی۔ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''اجنتا کے معروف و مشہور غاروں کی روغنی تصویریں شاید قدیم چالوکیہ راجاؤں کے دور کی ہی یادگاریں ہیں۔''

20.9 فوجی نظام (Military System)

چالکیوں کی فوجی تنظیم کافی عمدہ تھی۔ جس میں پیدل، گھوڑ سوار، ہاتھی اور ایک بحری فوج بھی شامل تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ لکھتا ہے کہ چالکیوں کی فوج میں سو کے قریب ہاتھی ہوتے تھے جنہیں جنگ سے پہلے شراب پلا کر بدمست کیا جاتا تھا۔فوج کی دیکھ ریکھ اور انتظام کے لیے کئی طرح کے محصول لیے جاتے تھے جنہیں ہیرجنکا(Herjunka)کری کولا (kirukula) بلکوڈے (Bilkode)اورپنّیا(Pannaya) کہاجاتا تھا۔

20.10 انتظامِ حکومت (Administration)

چالوکیہ ریاست کو کئی صوبوں میں بانٹا گیا تھا۔ہر ایک صوبے کو منڈل میں اور ہر منڈل کو ضلع(Vishaya) میں بانٹا گیا تھا۔ہر ضلع بھوگ میں بٹا تھا۔(بھوگ دس گاوؤں کے مجموعے کو کہا جاتا تھا۔)کچھ لوحی شہادتوں میں دس گاوؤں کی ایک اکائی کا ذکر ملتا ہے۔مقامی مقدمات کا فیصلہ مقامی اسمبلیوں میں کیا جاتا تھا۔پڑھے لکھے برہمنوں کے گروپ کو مہاجن کہا جاتا تھا۔جس مین پڑھے لکھے برہمن شامل ہوتے تھے۔ان کی ذمے داری اگرہار اور گھٹک کی دیکھ بھال ہوتی تھی۔

20.11 سفارتی تعلقات (Diplomatic Relations)

چالکیوں نے محض اپنی جنگی چالوں اور انتظامی حکمتِ عملی سے ہی دشمنوں پر قابو نہیں پایا۔بلکہ ریاست کے استحکام اور اپنی حیثیت کو مضبوط کرنے کے لیے بیرونی ممالک سے سفارتی تعلقات بھی قائم کیے۔فنِ سفارت ان کی تہذیبی سرگرمی کا ایک اہم جز تھا۔آر۔پی۔ترپاٹھی نے ایک مشہور عرب مورخ طبری کے حاوے سے لکھا ہے کہ ''پلاکیشن دوم نے ایران یا فارس کے بادشاہ خسرو دوم سے دوستانہ تعلقات قائم کیے تھے۔''سن 625ء میں اس نے خسرو کے دربار میں خطوط اور تحفے تحائف کے ساتھ ایک سفارت بھیجی تھی۔جس کے جواب میں خسرو نے بھی ایک سفارت چالوکیہ دربار میں بھیجی تھی۔سنگتراشی اور فنِ مصوری کے ماہر دانشوروں کا ماننا ہے کہ اجنتا کے غار کی ایک تصویر میں اسی فارسی سفارت کے استقبال کی منظر کشی کی گئی ہے۔

پلاکیشن دوم کے عہدِ حکومت کے دوران غالباً 641ء میں نامور چینی سیاح یوانگ چوانگ ''موھولاچھا'یعنی مہاراشٹر اپہنچا تھا۔اس نے لکھا ہے کہ یہاں کی زمین زرخیز ہے۔اس پر پابندی سے کھیتی کی جاتی ہے۔پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔یہاں کے باشندے انتہائی غیور، خوددار اور بہادر ہیں۔اگر کوئی ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو اس کا احسان مانتے ہیں۔اور اگر کوئی برائی کرتا ہے تو اس کا بدلا ضرور لیتے ہیں..............اس

کے جو سورما فوج کی پہلی صف میں ہوتے ہیں وہ شراب پی کر جنگ کرتے تھے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے وہ اپنے ہاتھیوں کو بھی شراب پلاتے ہیں۔ اس دیش کا راجا پولوُکے شی (پلا کیشن) ہے۔ یوان چوآنگ اور بھی دیگر تفصیلات پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالوکیہ ریاست میں سفارتی تعلقات استوار کرنے پر بھی خاص دھیان دیا جاتا تھا۔ جو ان حکمرانوں کی سیاسی، ثقافتی میل جول کی عمدہ مثال ہے۔ بیرون ممالک سے تعلقات استوار کرنے کی خاطر وزرائے خارجہ مقرر کیے جاتے تھے۔ جے سنگھ دوم کے عہد میں کنڑ زبان وادب کا ماہر دانشور درگا سنگھ وزیر خارجہ تھا۔

20.12 سکے (Coins)

بادامی کے چالکیوں نے اپنے دورِ اقتدار میں ایسے سکے چلائے جن پر ناگری اور کنڑ کی عظیم شخصیات کی تصویریں کندہ تھیں۔ ان کے جاری کیے گئے سکوں پر کسی مندر، ہوتی شیر، سوریا کمل کی شبیہہ کندہ ہوتی تھی۔ ان سکوں کو قدیم کنڑ میں ''ہن (Honnu) '' کہا جاتا تھا۔ ان کا وزن تقریباً چار گرام ہوتا تھا۔ سونے کے ایک سکے ''گاڈین'' کا ذکر پٹّ دکل کے دستاویزوں میں آیا ہے۔ جسے بعد میں ''ورہ'' کہا گیا تھا۔ بعد میں یہ ان کا قومی نشان بن گیا۔

20.13 زبان وادب کی سرپرستی (Patronage of Language & Literature)

چالوکیہ خاندان کے اکثر حکمرانوں نے اپنے اپنے دورِ اقتدار میں مختلف زبانوں، ادب اور ثقافت کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ مشرقی چالکیوں نے اپنے زیرِ تسلط وینگی اور آس پاس کے علاقوں میں کنڑ زبان وادب کو فروغ دیا۔ ان کے بعد کے دستاویزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ انہوں تیلگو زبان وادب کی طرف مائل ہونے لگے تھے کیوں کہ تیلگو زبان کے کئی اہم محاورے کنڑ رسم الخط میں تحریر کیے جانے لگے تھے۔

مغربی چالکیوں نے بھی کنڑ زبان کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے کنڑ کو اپنی سرکاری زبان بنایا جسے بعد میں راشٹر کوٹوں نے بھی جاری رکھا تھا۔

20.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے جانا کہ چالکیوں کا عہدِ حکمرانی جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عہد کرناٹک کی تاریخ میں ''سنہرے دور'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چالوکیہ حکومت کے قیام کے بعد ہی جنوبی ہند میں چھوٹے چھوٹے راج شاہی گھرانوں کی جگہ ایک بڑی اور عظیم ریاست کا تصور پیدا ہوا۔ جس نے تاریخ کے دھارے کو ہی موڑ دیا۔ پہلی بار دریائے کاویری سے نربدا تک کا پورا علاقہ کسی ایک حکمراں کے ماتحت آیا تھا۔ اس طرز کی سلطنت کے ظہور سے ایک نئی، مضبوط اور مستحکم انتظامی ڈھانچا وجود میں آیا۔ بیرونِ ممالک سے سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔ تجارت و معیشت کو فروغ ملا۔ ایک نئے طرز تعمیر کا آغاز ہوا جسے چالوکیہ طرزِ تعمیر کا نام دیا گیا۔ ایک طرف مغربی

چالوکیہ ریاست میں کنڑ زبان وادب کو فروغ حاصل ہوا۔ تو دوسری طرف مشرقی چالوکیہ ریاست میں تیلگو زبان وادب کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا۔

20.15 کلیدی الفاظ (Keywords)

دکشنا پتھ : دکشن کا جغرافیائی تصور جسے آج کل دکن کہا جاتا ہے۔ قدیم عہد میں دریائے نرمدا سے جنوب کا علاقہ۔

آشومیدھ یگیہ : وہ قربانی جسے ایک ایسا خود مختار راجا ادا کرتا تھا جس کا حکم آس پاس کے راجا مانتے ہوں۔

وکرمادیوچرت : وکرم آدتیہ پنجم کی سیرت جسے سنسکرت کے عظیم کشمیری پنڈت بلہن نے تصنیف کیا تھا

وِشَیا : ضلع، کسی صوبے کی اہم انتظامی اکائی

اگرہار : وہ زمین جو کسی برہمن کو عطا کی جاتی تھی۔ یہ زمین بادشاہی محصول اور دیگر ٹیکسوں سے مستثنیٰ ہوتی تھی۔

20.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

20.16.01 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. دکن کا قدیم نام کیا ہے؟
2. واتاپی یا بادامی موجودہ کس ریاست میں وقع ہے؟
3. مورخین نے چالوکیہ ریاست کو کتنے زمروں میں باٹا ہے؟
4. مشرقی چالوکیہ حکومت کی راجدھانی کہاں پر واقع ہے؟
5. وکرم دیوچرت کا مصنف کون ہے؟
6. مغربی چالکیوں کی راجدھانی کہاں پر واقع ہے؟
7. کس چالوکیہ حکمراں نے سب سے پہلے آشومیدھ یگیہ کیا تھا؟
8. چالوکیہ حکومت کا بانی کون ہے؟
9. کلیانی کی چالوکیہ ریاست کا بانی کون تھا؟
10. کلیانی کے چالکیوں کا آخری حکمراں کون تھا؟

20.16.02 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. چالوکیہ ریاست کا قیام کب اور کیسے ہوا؟ وضاحت کریں۔
2. چالوکیہ ریاست کے قیام میں پُلکشن اول کے کردار پر روشنی ڈالیں؟

3. مغربی چالوکیہ رریاست کے قیام میں تیلپ اول نے کیا رول ادا کیا تھا؟ بیان کریں۔

4. چالکیوں کی مذہبی عقیدت مندی پر اظہارِ خیال کریں۔

5. چالکیوں کی تعمیری سرگرمیوں کا مختصر جائزہ پیش کریں؟

20.16.03 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. واتاپی کی چالوکیہ حکومت کے ابتدائی حالات بیان کیجیے؟

2. کلیانی کی چالوکیہ ریاست کے قیام اور استحکام کا تفصیلی جائزہ لیجیے؟

3. وینگی کی چالوکیہ ریاست پر تفصیل سے روشنی ڈالیے؟

20.17 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. *The Kingdoms of the Indian Peninsula: (cholas, Chalukyas and Pallavas), 600 A.D.-1336 A.D.*, 2007.
2. Suresh, K M. *Sculptural Art of Chalukyas of Badam*, New Delhi : Kaveri Books, 2019.
3. Sreekumar, P K. *Society and Economy Under the Chalukyas of Vatapi, C. AD 500-C. AD 800*. Kuppam: Dravidian University, 2009.
4. Kanisetti, Anirudh. *Lords of the Deccan: Southern India from the Chalukyas to the Cholas*., 2022.
5. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 21۔ پلوّ خاندان

(Pallavas)

اکائی کے اجزا

21.0 تمہید
21.1 مقاصد
21.2 مآخذ
21.3 سمہاوشنو
21.4 مہیندرورمن اول
21.5 نرسمہاورمن اول
21.5.1 پلوّاور چالوکیہ
21.5.2 پلوّاور پانڈیہ
21.5.3 سیلون سے جنگ
21.5.4 ہیون سانگ کادورہ
21.6 مہیندرورمن دوم
21.7 پرمیشورورمن اول
21.7.1 پلوّاور چالوکیہ
21.7.2 پلوّاور گنگا
21.8 نرسمہاورمن دوم
21.9 پرمیشورورمن دوم
21.10 نندی ورمن دوم
21.10.1 پلوّاور پانڈیہ

21.10.2 شمال کی جانب پیش قدمی
21.10.3 پلوّاور چالوکیہ
21.11 دنتی ورمن
21.11.1 پلوّاور راشٹر کوٹ
21.11.2 پلوّاور پانڈیہ
21.12 نندی ورمن سوم
21.12.1 پلوّاور راشٹر کوٹ
21.13 نرپتنگاورمن
21.13.1 پلوّاور پانڈیہ
21.14 اپراجتاورمن
21.15 اکتسابی نتائج
21.16 کلیدی الفاظ
21.17 نمونہ امتحانی سوالات
21.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
21.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
21.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
21.18 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

21.0 تمہید (Introduction)

پلوّ خاندان نے جنوبی ہند پر تیسری سے نویں صدی عیسوی تک حکومت کی۔اس خاندان کی ابتدا کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہاجاسکتا۔غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے ستواہنوں کے دور حکومت میں علاقائی سردار کے طور پر اپنی خدمات انجام دیں اور ستواہنوں کی طاقت کمزور پڑتے ہی انہوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔روایتی طور پر پلوّ خاندان کا بانی ''بپ دیو'' تھاجو''آندھرا پتھ'' (Andhrapatha)اور''تونڈئی منڈلم'' (Tondaimandalam)دونوں کا حکمراں تھا۔ایسامانا جاتا ہے کہ پلووں کا عروج تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں ہوا۔سمدر گپت کی ''پریاگ پرشستی''میں اس کی جنوبی مہم کے ضمن میں جس ''وشنو گوپ''کاذکر ہے

،اسے پلوؔ حکمراں تسلیم کیا جاتا ہے۔لگ بھگ دو صدیوں تک قبائلی طاقت کی حیثیت سے زندگی گذارنے کے بعد چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں پلووں کی طاقت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔اب وہ ایک طاقتور حکمراں خاندان کے طور پر نمودار ہوئے اور اپنے ہم عصر چالوکیوں کی طرح جنوب میں اپنا اقتدار جمانے کی کوششوں میں لگ گئے۔پلووں نے کانچی کو اپنی راجدھانی بنا کر موجودہ ہندوستان کے جنوبی سرے تک اپنی حکومت کی توسیع کی۔ پانڈیہ، چیرا، چولا،گنگا، نولمبا، چالوکیہ اور راشٹر کوٹ، پلووں کے ہم عصر تھے اور ان میں سے کچھ ان کے ماتحت باج گزار بھی رہ چکے تھے۔

21.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ:

- پلوؔ خاندان کے بارے میں جانکاری کے ماٰخذ کو سمجھ سکیں گے۔
- پلوؔ خاندان کی سیاسی تاریخ کو سمجھ سکیں گے۔
- ہمسایہ ریاستوں سے پلوؔ خاندان کے سیاسی تنازعات کو سمجھ سکیں گے۔
- پلووں کی فتوحات اور ریاست کی وسعت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- پلوؔ ریاست کے زوال کے پس منظر کو سمجھ سکیں گے۔

21.2 ماٰخذ (Sources)

پلوؔ حکمرانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متعدد ادبی اور آثاری ماٰخذ موجود ہیں۔ادبی (Literary) ذرائع میں سنسکرت زبان اور متن طرز تحریر میں لکھی گئی'' مت ولاسا پر ہسنم''(Mattavilasaprahasanam)،اونتی سندری (Avantisundari)اور تمل زبان میں تصنیف کردہ سیکیلر(Sekkizhar) کی پیریا پُرانم(Periya Puranam) جیسے ادبی متون موجود ہیں ۔آثاری (Archeological) ماٰخذ میں مندروں کی دیواروں پر کندہ حجری کتبے، متعدد تانبے کے کتبے ، کانچی (Kanchipuram) میں ان کے ذریعے تعمیر کردہ''کیلاش ناتھ''(Kailashnath) مندر اور''مالاپورم کے پنچ رتھ (Pancharatha) مندر'' اور ساحل پر بنے ہوئے مجسمے وغیرہ شامل ہیں ۔''کساکڈی''(Kasakudi) اور''ویلورپلایم'' (Velurpalaiyam) تانبے کے کتبوں میں پلووں کے حکمراں خاندان کے شجرے اور پلوؔ حکمرانوں کے عطیوں کے بارے میں تفصیلی معلومات درج ہے۔ان کے علاوہ بھی دیگر ادبی ذرائع اور کتباتی شواہد سے پلووں کے دور حکومت پر اہم معلومات حاصل ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بھی پلووں کو جاننے کے لیے ان کے عہد کے سکے بھی آثاری ماٰخذ کے طور پر موجود ہیں۔یہ سبھی ماٰخذ پلووں کی تاریخ کے اکثر پہلوؤں کی از سر نو بازیافت میں مدد کرتے ہیں۔

21.3 سمہاوشنو (Simhavishnu)

سمہاوشنو(575تا600ء) پہلا خود مختار پلوّ راجا تھا۔ ابھی تک ہمیں اس کے عہد حکومت سے متعلق کوئی کتبہ نہیں حاصل ہوا ہے۔ سنسکرت میں تحریر کردہ ''ڈانڈن'' کی تصنیف اونتی سندری(Avantisundari) سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سمہاوشنو، گنگا حکمراں دروی نیتا(Durvinita) اور چالوکیہ راجا وشنو وردھن(Vishnuvardhana) کا ہم عصر تھا۔اس نے جنوبی ہندوستان کے پانڈیوں(Pandyas)، چولوں(Cholas)، مالووں(Malavas) اور کالابھروں(Kalabharas) یا کلچری راجاؤں سے جنگیں لڑیں۔ سمہاوشنو نے کانچی پر دوبارہ قبضہ کرکے اسے اپنی خود مختار ریاست کی راجدھانی بنایا۔اس نے اپنی ریاست کی حدود کو کاویری ندی کے کنارے چولوں کی مثلث نما زرخیز زمین تک وسیع کردیا۔اس کے عہد میں واتاپی(موجودہ بادامی) کے چالوکیوں سے تصادم کا آغاز ہوا۔ وہ وشنو کا عقیدت مند تھا اور مہابلی پورم میں اس نے وشنو کے اوتار ''وراہ''(Vraha) کے نام پر غاروں کو کٹوا کر ''وراہ غار مندر'' تعمیر کروایا۔ وہ بذات خود ایک ادیب اور علم و ادب کا قدر دان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دربار میں سنسکرت کے مشہور شاعر اور ''کیرتار جنیہ'' (Kiratarjunya) کے مصنف ''بھاراوی''(Bharavi) کی سرپرستی کی۔

21.4 مہیندرورمن اول (Mahendravarman I)

مہیندرورمن اول(600تا630ء) سمہاوشنو کا بیٹا اور جانشیں تھا۔اس کے عہد میں چالوکیوں اور پلووں کے درمیان تنازعات باقاعدہ جنگوں تک پہنچ گئے جو کہ تقریباً 150 سال تک مستقل جاری رہے۔ مہیندرورمن اول کا ہم عصر چالوکیہ راجا پلاکیشن دوم (Pulakeshin II) بھی اپنی قلم رو کی توسیع کا بے حد خواہش مند تھا۔اس نے شمالی ہند کے طاقتور حکمراں پشیہ بھوتی خاندان کے سمراٹ ہرش کو شکست دے کر جنوب میں آگے بڑھنے سے روک دیا۔اس عظیم فتح سے حوصلہ پاکر پلاکیشن دوم نے پلووں پر چڑھائی کردی۔ابتدا میں وہ کامیاب رہا اور اس نے پلووں سے ''وینگی''(Vengi) کا علاقہ چھین کر اس پر اپنے بھائی وشنو وردھن(Vishnuvardhana) کو گورنر مقرر کردیا۔وشنو وردھن نے آئندہ زمانے میں وینگی کے چالوکیہ کے نام سے ایک نئے حکمراں خاندان کی بنیاد ڈالی۔اس کے بعد پلاکیشن نے جنوب میں پلووں کے دوسرے علاقوں کی طرف کوچ کیا۔اس مہم میں اسے ''گنگا''(Ganga) حکمرانوں کی مدد بھی حاصل ہوئی۔ پلووں کو چالوکیوں اور گنگوں کی مشترکہ طاقت کا بیک وقت سامنا کرنا پڑا۔''ایہول''(Aihole) کتبے کے مطابق پلاکیشن نے پلوّ حکمراں کو شکست دی اور راجدھانی کا محاصرہ کرلیا۔دوسری طرف ''کشاکڈی''(Kasakudi) کتبے کے مطابق کئی لڑائیوں کے بعد مہیندرورمن ''پلالور''(Pallalur) کی جنگ میں دونوں کو ہرانے میں کامیاب ہوا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوسکا لیکن وینگی کا علاقہ کھونے کے علاوہ زیادہ تر نقصان پلووں کو ہی اٹھانا پڑا۔جنگ کے بعد دونوں فریقین اپنی اپنی جگہ واپس لوٹ گئے

مہیندرورمن کو مختلف فنون میں دلچسپی تھی۔اپنے دوسرے ہم عصروں کی طرح اس نے بھی اپنی ریاست میں غاروں اور چٹانوں کو کاٹ کر مندر بنوانا شروع کیا۔ابتدائی زندگی میں وہ جین مت کا پیروکار تھا لیکن بعد میں ''اپّار''(Appar) سوامی کی ترغیب سے وہ شیومت

کا عقیدت مند ہو گیا۔اس نے مختلف شیو مندر اور وشنو مندر تعمیر کرائے۔ سنسکرت ادب میں طنز و مزاح کے موضوع پر ''مت ولا ساپر ہسنم'' (Mattavilasaprahasanam) کی تصنیف اسی سے منسوب ہے۔اسے ''وچتر چتر''، ''مال ّ''اور ''گن بھر'' جیسے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

21.5 نرسمہا ورمن اول (Narsimhavarman I)

21.5.1 پلوّ اور چالوکیہ (Pallavas and Chalukyas)

مہیندر ورمن کے بعد اس کا لائق بیٹا نرسمہا ورمن اول (630تا668ء) اس کا جانشیں ہوا۔اس نے چالوکیوں کے ہاتھوں اپنے باپ کی شکست کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور ایک طاقتور فوج تیار کرنا شروع کر دی۔یہ بات چالوکیہ حکمراں پلا کیشن دوم کو پسند نہیں آئی اور اس نے پہل کرتے ہوئے دوبارہ پلووں کے علاقے پر دھاوا بول دیا۔ کانچی کے نزدیک ''کُرم''(Kuram) گاؤں میں ملکا ارجنا مندر (Malikarjuna Temple) سے ملے کئی کتبوں میں ان جنگوں کی تفصیل ملتی ہے۔ان کتبوں کے مطابق نرسمہا ورمن اول نے آندھرا پردیش کے کرنول ضلع میں واقع پریلا (Pariyala)،اننت پور ضلع میں سُرامنا (Suramna) اور تمبرم کے نزدیک منی منگلم (Manimangalam) کی جنگوں میں پلا کیشن کو شکست دی۔پلوّ فوجوں نے چالوکیوں کی راجدھانی واتاپی تک بھاگتی ہوئی چالوکیہ فوجوں کا تعاقب جاری رکھا اور کئی مقامات پر انہیں شکست سے دوچار کیا۔پلا کیشن نے اپنے آپ کو واتاپی کے مضبوط قلعے میں محصور کر لیا اور کافی دنوں تک پلوّ حملوں کا مقابلہ کرتا رہا۔شدید مزاحمت کے باوجود نرسمہا ورمن نے 642ء کے آس پاس واتاپی فتح کر لیا اور اس کی حکومت کے اختتام یعنی تقریباً 13 برسوں تک اس پر پلووں کا قبضہ رہا۔چالوکیوں کے خلاف اپنی عظیم الشان فتح کو یادگار بنانے کے لیے نرسمہا ورمن نے ''واتاپی کونڈا''یعنی ''واتاپی کے فاتح'' کا لقب اختیار کیا۔کہا جاتا ہے کہ پلوّ سپہ سالار ''پرنجو تھی''(Paranjothi) واتاپی سے ہزاروں سکوں کے علاوہ گنیش کا مجسمہ لے کر کانچی پہنچا تھا،جو کہ ہندوستان میں غالباً گنیش کا سب سے پہلا مجسمہ تھا۔

21.5.2 پلوّ اور پانڈیہ (Pallavas and Pandyas)

نرسمہا ورمن کی حکومت کا دوسرا اہم واقعہ پلوّ اور پانڈیہ حکمرانوں کی جنگ تھا۔پانڈیہ خاندان کا چوتھا حکمراں اری کیسری نرورمن (Arikesri Naravarmana)،نرسمہا ورمن کا ہم عصر تھا۔اس نے کالا بھروں اور چیروں پر فتح حاصل کی۔اس کی شناخت نیدومرن (Nedumaran) کے طور بھی کی جاتی ہے جس نے چولا شہزادی اور بعد میں نینار سنت بننے والی ''منگیر کرسیار'' (Mangayarkkarasiyar) سے شادی کی۔نراورمن نے پلووں کے علاقے پر حملہ کیا اور شروعات میں اسے کچھ کامیابی بھی ملی لیکن بعد میں پلوّ فوجوں نے اس کو اسی کے علاقے میں واپس کھدیڑ دیا۔

21.5.3 سیلون سے جنگ (War with Ceylon)

کشا کڈی کتبے کے مطابق نرسمہا ورمن کے عہد میں سیلون (موجودہ سری لنکا) کے سیاسی حالات معمول پر نہ تھے۔تخت کے قانونی

وارث مانونا(Manavanna) کو اس کے مخالف نے سیلون سے چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مانومانے سمہاورمن کے پاس کانچی میں پناہ لی۔ پلالور کی جنگ میں وہ چالوکیوں کے خلاف پلووں کی طرف سے لڑا۔ چالوکیوں کی شکست کے بعد سمہاورمن نے ایک بڑی فوج اس کے ہم راہ کی جس سے وہ سیلون کا تخت دوبارہ حاصل کر سکے۔ پلوؔ فوجوں کے مکمل تعاون کے باوجود مانونا اپنی پہلی کوشش میں ناکام رہا لیکن دوسری کوشش میں اسے کامیابی ملی۔ اس نے سیلون کے دوسرے لمبکنا(Lambakanna) شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔

21.5.4 ہوین سانگ کا دورہ (Visit of Hiuen Tsang)

شمالی ہند کے سمراٹ ''ہرش وردھن'' اور مرکزی ہندوستان کے چالوکیہ راجا پلاکیشن دوم سے ملنے کے بعد چینی سیاح ہوین سانگ نے کانچی کا دورہ کیا۔ اس نے پلووں کی راجدھانی میں بدھ مت، جین مت، شیومت اور وشنومت کے وہاروں اور مندروں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی یہاں کی لوگوں کی سچائی، ایمان داری اور عقل مندی کی تعریف کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ کانچی سے عموماً جہاز لنکا جاتے تھے۔ نرسمہاورمن نے بہت سے القاب اختیار کیے ان میں سے ایک مالمن بھی ہے۔ اپنے والد کی طرح اس نے بھی غاروں اور چٹانوں کو کاٹ کر بہت سے مندر بنوائے اور مالاپورم کو ایک شاندار شہر اور بندرگاہ کے طور پر ترقی دی۔

21.6 مہیندرورمن دوم (Mahedravarman II)

نرسمہاورمن کے بیٹے کی حیثیت سے مہیندرورمن دوم(668تا670ء) نے پلوؔریاست کا تخت سنبھالا لیکن اسے چالوکیہ حکمراں وکرمادتیہ اول کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ صرف دو سال کی قلیل مدت تک اس کی حکومت برقرار رہ سکی۔ اس کے بعد پرمیشورورمن اول(670تا680ء) پلوؔریاست کا لائق جانشیں ہوا۔

21.7 پرمیشورورمن اول (Parmeshvaravarman II)

21.7.1 پلوؔ اور چالوکیہ (Pallavas and Chalukyas)

پلاکیشن دوم کے بعد وکرمادتیہ اول(Vikramaditya I) چالوکیہ ریاست کا وارث ہوا۔ وہ پلووں کے ہاتھوں اپنے والد کی شکست اور راجدھانی واتاپی کی غارت گری کا بدلا لینا چاہتا تھا۔ واتاپی ابھی تک پلووں کے قبضے میں تھا۔ وکرمادتیہ نے سب سے پہلے پلووں کو شکست دے کر واتاپی سے بے دخل کیا اور چالوکیہ ریاست کے کھوئے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کیے۔ اس کے بعد اس نے پلووں کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی اور ان کی راجدھانی کانچی کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران پلوؔ حکمراں مہیندرورمن دوم انتقال کر گیا اور اس کی جگہ پرمیشورورمن اول نے تخت حکومت سنبھالا۔ چالوکیہ حکمراں وکرمادتیہ نے بالآخر کانچی فتح کر لیا اور اندرونی قلعے کے اندر داخل ہو گیا لیکن پلوؔ حکمراں پرمیشورورمن فرار ہونے میں کامیاب رہا۔ وکرمادتیہ نے کانچی کو تاخت و تاراج کیا اور اس کے بعد اس نے مزید جنوب کی طرف پیش قدمی کی۔ اریور (Uraiyur)(موجودہ تروچیراپلی) کے نزدیک کاویری ندی کے کنارے پر اس کی فوجوں نے قیام کیا اور فتح کا جشن منایا۔

اسی دوران کانچی سے بھاگا ہوا پر میشوروَرمن آندھرا میں اپنے اتحادیوں کے پاس گیا اور عسکری تعاون حاصل کر کے چالوکیہ فوجوں پر اچانک دھاوا بول دیا۔ اریور سے بمشکل دس میل کی دوری پر واقع پیرولانلور(Peruvalanallur) میں دونوں فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ آخر کار پر میشوروَرمن کو جنگ میں فتح حاصل ہوئی اور اس نے راجدھانی کانچی پر دوبارہ قبضہ کر کے چالوکیہ فوجوں کو وہاں سے مار بھگایا۔ وکرمادتیہ اول خائب وخاسر واتاپی واپس پہنچا۔

21.7.2 پلوّ اور گنگا (Pallavas and Gangas)

گنگا حکمرانوں اندرورمن سوم اور گنز نوا، پر میشوروَرمن کے ہم عصر تھے۔ حالانکہ اندرورمن کے دعوے کے مطابق پلوّ حکمرانوں سے اس نے متعدد جنگیں لڑی تھیں اور ان پر فتح حاصل کی، لیکن پلووں کی جانب سے ان جنگوں کے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں۔ البتہ گنگوں کے چالوکیوں کی فوج میں شامل ہونے کے بارے میں اطلاع ملتی ہے۔

پر میشوروَرمن شیو کا بے حد عقیدت مند تھا۔ اس نے اپنی ریاست میں پتھروں سے بہت سے شیو مندر تعمیر کرائے۔ مامالاپورم میں اس نے ایک گنیش مندر کی بھی تعمیر کرائی تھی۔

21.8 نرسمہاورمن دوم (Narsimhavarman II)

پلوّ ریاست کا اگلا جانشیں ''نرسمہاورمن دوم'' (680تا720ء) تھا جو عام طور پر راج سمہا(Rajasimha) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے عہد میں کوئی قابلِ ذکر جنگ نہیں ہوئی لیکن راجدھانی میں سخت قحط پڑا۔ بعض ماخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے باعث راجا بھی تقریباً تین سال تک راجدھانی سے باہر رہا۔ اس کا عہد علوم وفنون اور ادب کی ترقی کا دور تھا۔ پلووں کے درباری شاعر دنڈن(Dandin) نے اپنے ادبی شاہکار ''اونتی سندری''(Avanti Sundari) میں اس عہد سے متعلق معلومات درج کی ہیں۔

راج سمہا ایک عظیم معمار تھا۔ اس نے کانچی میں کیلاش ناتھ مندر(Kailashnatha Temple) اور مامالاپورم میں سمندر کے کنارے، ساحلی(Shore)، ایشورا(Isvara) اور مکند (Mukunda) مندروں کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر مندر بھی تعمیر کرائے۔ کانچی کا کیلاش ناتھ مندر دراوڑی طرز تعمیر(Dravidian Architecture) کا بہترین نمونہ اور شاہکار ہے۔

21.9 پر میشوروَرمن دوم (Parmesvaravarman II)

نرسمہاورمن دوم کے بعد اس کا بیٹا پر میشوروَرمن دوم (720تا731ء) پلووں کا حکمراں بنا۔ کاشاکڈی تانبے کے کتبات کے مطابق پر میشوروَرمن نے بِرہسپتی کے ذریعے بنائے گئے اصولوں پر عمل کیا اور کائنات کی حفاظت کی۔ یہ حفاظت کس طرح اور کس سے کی، اس بارے میں کوئی معلومات درج نہیں کی گئی۔ کتبوں میں اسے ''کلی''، یعنی تاریکی کو سزا دینے والے اور ''منو'' کے اصولوں پر عمل کرنے والے کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ چالوکیوں اور گنگوں کے مشترکہ حملے کا مقابلہ کرتے ہوئے پر میشوروَرمن مارا گیا۔

21.10 نندی ورمن دوم (Nandivarman II)

ادیندرم (Udayindram) تانبے کے کتبے مطابق نندی ورمن دوم، پر میشور ورمن دوم کا بیٹا تھا، لیکن کاشا کڈی کتبے کے مطابق پر میشور ورمن کے بعد سمہا وشنو خاندان کی حکومت میں ایک تبدیلی واقع ہوئی۔ سمہا وشنو کے ایک بھائی بھیما ورمن تھے اور نئے حکمراں نندی ورمن دوم (731تا795ء) کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اس تبدیلی کے اسباب غیر واضح ہیں اور مورخین نے اس کی مختلف تاویلیں پیش کی ہیں۔ ممکن ہے کہ راج سمہا کا بیٹا اتنا چھوٹا ہو کہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر حکومت سنبھالنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ حالات ایسے تھے کہ شمال میں چالوکیہ حکمراں پلووں سے بدلا لینے کے لیے تیار بیٹھے تھے اور جنوب میں پانڈیہ پلووں پر حملہ کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ کانچی کے ویکنٹھ مندر کے مجسموں سے معلوم ہوتا ہے کہ نندی ورمن دوم کی تاج پوشی کے وقت وزرا، بڑے بڑے تاجر اور ماہرین فنون موجود تھے۔

21.10.1 پلوّا اور پانڈیہ (Pallavas and Pandyas)

پلووں اور پانڈیوں کے درمیان اقتدار کے حصول کے لیے ہونے والی جنگوں کے اسباب درج ذیل ہیں:

- کونگوناڈو (Kongunadu) خطہ کبھی پلوّا تو کبھی پانڈیہ حکومت کے ماتحت رہتا تھا۔ دونوں ریاستیں اس پر اپنا دعویٰ کرتی تھیں اس لیے جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔
- پر میشور ورمن کا بیٹا پانڈیہ راجا کے پاس پناہ گزیں تھا جس نے پانڈیوں کو نندی ورمن کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ جس وقت نندی ورمن، نندی پورم قلعے میں مقیم تھا عین اسی وقت پانڈیہ راجا اپنی پوری عسکری طاقت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو گیا۔ چوں کہ نندی ورمن کے لیے یہ حملہ غیر متوقع تھا اس لیے وہ قلعے میں محصور ہو کر رہ گیا۔ پلووں کا ایک دیرینہ باج گزار آدتیہ چندرن اپنی پوری فوج کے ساتھ پہنچا اور پانڈیوں کا مقابلہ کیا۔ ابتدا میں پانڈیوں کو کچھ کامیابی ملی لیکن بالآخر پلووں نے انہیں مار بھگایا۔

21.10.2 شمال کی جانب پیش قدمی (March Towards North)

نندی ورمن نے اشومیدھ یگیہ (گھوڑے کی قربانی) کی ادائیگی کی خواہش کے پیش نظر اپنا گھوڑا شمال کی جانب بھیجا۔ شاہی گھوڑا وینگی ریاست پہنچا جہاں مشرقی چالوکیہ حکمراں وشنوردھن سوم نے نندی ورمن کی ماتحتی قبول کی لیکن اس کے باج گزار پرتھوی ویا گرہ نے نندی ورمن کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ادے چندرن کو وہاں بھیجا گیا اس نے انہیں شکست دی اور کامیاب ہو کر پلوّا راجا کے لیے بہت سی دولت اور مال غنیمت لے کر واپس آیا۔

21.10.3 پلوّا اور چالوکیہ (Pallavas and Chalukyas)

جس وقت پانڈیوں نے نندی پورم قلعے پر قبضہ کیا اس وقت نندی ورمن اس کے اندر تھا۔ وقت کا بہترین استعمال کرتے ہوئے چالوکیہ راجا وکرمادتیہ دوم اپنی فوج کے ساتھ کانچی پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا۔ فن کے عاشق کے طور پر اس نے پلووں کی راجدھانی میں کسی

طرح کی کوئی تباہی نہیں مچائی بلکہ مندروں اور برہمنوں کو عطیات دیے۔ لیکن حالات اس وقت یکسر مختلف ہو گئے جب اودے چندرن نے نندی ورمن کو بچایا۔ نندی ورمن نے اسی وقت اپنی راجدھانی کی طرف کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر وکرمآدتیہ دوم کو مار بھگایا۔

جب کیرتی ورمن دوم نے اپنے والد کے بعد 757ء میں چالوکیہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس نے پلووں پر دوبارہ چڑھائی کی لیکن اس بار نندی ورمن دوم کو پانڈیوں اور گنگوں کی مدد حاصل کی تھی اس لیے وہ انہیں جنگ میں شکست دینے اور کیرتی ورمن کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس طرح چالوکیوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

21.11 دنتی ورمن (Dantivarman)

21.11.1 پلوؔ اور راشٹر کوٹ (Pallavas and Rashtrakutas)

دنتی درگ کے اندر اتنی صلاحیت تھی کہ وہ پلووں کی مدد سے چالوکیہ خاندان کی راکھ پر راشٹر کوٹ حکومت کی تعمیر کر سکے۔ نندی ورمن کی شادی دنتی درگ کی بیٹی سے ہوئی تھی اور دونوں کے درمیان دوستانہ مراسم تھے۔ کرشنا اول نے دنتی درگ کی جانشینی اختیار کی اور 758 سے 772ء تک حکمرانی کی۔ اور ایسا لگتا ہے ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی ناچاقی نہیں ہوئی۔ نندی ورمن دوم کی لگ بھگ پوری زندگی لڑائی اور میدان جنگ میں گزری۔

کرشنا کے دور حکومت تک کوئی مسئلہ نہیں تھا اور ان کے دوستانہ مراسم بدستور قائم تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ کرشنا نے گووندا کو اپنا جانشیں منتخب کر لیا تھا۔ وہ اپنے والد کی وفات کے بعد راشٹر کوٹ تخت پر بیٹھا۔ راجا کا چھوٹا بھائی دھرو بھی حکومت کا شدید خواہش مند تھا اور سیاسی رجحان بھی اس کے حق میں تھے۔ اس موقع پر دونوں بھائیوں نے پڑوسی ممالک سے عسکری تعاون حاصل کیا اور جانشینی کی جنگ شروع کر دی۔ ظاہر سی بات ہے دھرو کی مخالفت میں پلوؔ راجا دنتی ورمن نے گووندا کا ساتھ دیا لیکن جب دھرو نے جانشینی کی جنگ جیت لی اور حکومت کا تاج (780 تا 794ء) اپنے سر پر رکھا تو پلووں کے تعلقات راشٹر کوٹوں سے کشیدہ ہو گئے کیوں کہ دھرو اپنے بھائی کے مددگاروں سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ لٰہذا دنتی ورمن کو راشٹر کوٹ راجاؤں سے تین جنگیں لڑنی پڑیں۔

پلوؔ اور راشٹر کوٹ: پہلی جنگ (Pallava-Rashtrakuta: First War)

جب 780ء میں دھرو کی تاج پوشی ہوئی تو سب سے اس نے پہلے اپنے بھائی گووندا کے حامیوں سے بدلا لینے کا فیصلہ کیا۔ وینگی حکومت پر قابض ہونے کے بعد اس نے پلووں کی راجدھانی کانچی کی طرف پیش قدمی کی۔ دنتی ورمن اور دھرو کا کوئی موازنہ نہیں تھا لٰہذا وہ دھرو سے جنگ ہار گیا۔ دھرو نے بہت سامال غنیمت جمع کیا اور دنتی ورمن کو باج گزار کے طور پر حکومت کرنے کی اجازت دی۔

پلوؔ اور راشٹر کوٹ: دوسری جنگ (Pallava-Rashtrakuta: Second War)

راشٹر کوٹ حکمراں دھرو نے تیسرے بیٹے گووندا کو اپنا وارث مقرر کر دیا اور انتقال کر گیا۔ گووندا سوم کی تاج پوشی اس کے سب سے

بڑے بھائی کمبار سا پر بہت گراں گزری۔ کچھ زمیندار بھی گووندا کے خلاف کمبار سا کی حمایت کر رہے تھے۔اس لیے گووندا بھی دشمن سے ہاتھ ملانے والوں کو کچلنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ حالانکہ راشٹر کوٹوں کی جانشینی کی جنگ میں دنتی ورمن کے رول کے بارے میں یقینی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔کانچی پر گووندا کے حملے کے اسباب واضح نہیں ہیں۔شاید سیاسی خلفشار کا فائدہ اٹھا کر دنتی ورمن نے لگان کی ادائیگی نہیں کی تھی۔ اس کے اسباب جو بھی ہوں ہم جانتے ہیں کہ گووندا نے پلوؔ راجدھانی پر 803 میں حملہ کیا جس کے نتیجے میں دنتی ورمن نے گووندا کی حکومت دوبارہ تسلیم کی اور اپنا خراج ادا کیا۔

پلوؔاور راشٹر کوٹ: تیسری جنگ (Pallava-Rashtrakuta: Third War)

راشٹر کوٹ راجا گووندا کا زیادہ تر وقت جنگ میں گزرا۔ جنوبی طاقتوں پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے بعد وہ شمال کی طرف متوجہ ہوا۔ جس وقت اس نے شمال پر فوج کشی کی جنوب کی تمام طاقتیں، گنگا، پلوؔ، چیرا، چولا اور پانڈیہ یکجا ہو گئیں اور شاید اقتدار پر قابض ہونے کے لیے انہوں نے کچھ سازش کی۔ جب گووندا کو اس کی اطلاع ملی تو وہ جنوب کی طرف واپس پلٹ آیا اور یکے بعد دیگرے انہیں ہرا کر اپنی طاقت اور بالادستی کو ثابت کیا۔ دنتی ورمن نے شاید دوبارہ اس کی ماتحتی قبول کرنے اور لگان ادا کرنے کا وعدہ کیا۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ وہ پلوؔ خطہ ارض پر اپنی بالادستی برقرار رکھتا ہے۔

21.11.2 پلوؔاور پانڈیہ (Pallavas and Pandiyas)

پانڈیہ راجا مار اور من راج سمہا کا بیٹا ورگنا اول اس کا جانشیں ہوا۔ دوسرے راجاؤں کی طرح نیا راجا بھی اپنی ریاست کی توسیع میں دلچسپی رکھتا تھا۔ جب اس نے تھاگادر (Thagadur)(تمل ناڈو کا موجودہ دھرمپوری) پر حملہ کیا تو پانڈیوں کے خلاف دنتی ورمن نے وہاں کے راجا کی مدد کی۔ نتیجتاً جب وراگن تھاگادر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو فطری طور پر اس نے اپنی توجہ دنتی ورمن کی طرف مبذول کی۔راشٹر کوٹوں کے ساتھ جھگڑوں کے باعث دنتی ورمن پہلے سے ہی پریشانیوں میں گرفتار تھا۔اب حالات مزید خراب ہو گئے اور چولا خطے پر پانڈیوں نے قبضہ کر لیا۔ ورگنا نے پورے چولا خطے اور کچھ پلوؔ علاقوں کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔اس طرح دنتی ورمن کو پانڈیوں کے لیے بھی کچھ علاقوں کو چھوڑنا پڑا ساتھ ہی راشٹر کوٹوں کو خراج کے طور پر ایک خطیر رقم بھی ادا کرنی پڑی۔

21.12 نندی ورمن سوم (Nandivarman III)

نندی ورمن سوم (825تا850ء)، دنتی ورمن کا بیٹا اور جانشیں تھا۔ یہ کدمب شہزادی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔اس کے عہد کے ادبی شاہکار ''نندی کالمباگم''(Nandi Kalambagam) میں اس کی شجاعت اور عسکری صلاحیتوں کی تعریف کی گئی ہے۔ نندی ورمن اپنے ہارے ہوئے علاقوں کو راشٹر کوٹوں سے واپس لینا چاہتا تھا اس لیے اپنے اقتدار کی شروعات میں اس نے اموگھ ورش (Amoghavarsha) کے خلاف پیش قدمی کی۔اموگھ ورش امن میں دلچسپی رکھتا تھا اس لیے اس نے گنگا حکمراں اور پلوؔ نندی ورمن سے شادی بیاہ کے رشتے قائم کیے۔اس طرح نندی ورمن نے پلوؔ خاندان کے گم شدہ وقار کو کچھ حد تک دوبارہ حاصل کیا۔اب نندی ورمن باج

گزار نہیں تھا بلکہ ایک خود مختار حکمراں بن چکا تھا۔ اس طرح راشٹر کوٹوں اور پلووں کے درمیان کچھ مدت تک امن و آشتی قائم رہی۔

21.12.1 پلوّا اور پانڈیہ (Pallavas and Pandiyas)

نندی ورمن کی حکومت کے چھٹے اور دسویں سال کے درمیان کچھ مدت کے لیے یہ جنگ ہوئی۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح پانڈیوں نے پلووں کے چولا علاقوں پر قبضہ کیا اور ٹونڈئی منڈلم میں داخل ہوئے۔

جب نندی ورمن راشٹر کوٹوں سے جنگ کر رہا تھا تو پلووں کے چولا باج گزاروں نے خراج دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور شاید خود کو آزاد قرار دے دیا تھا۔ تخت و تاج کے خواہش مند نندی ورمن کے چھوٹے بھائی کو چولوں اور پانڈیوں کا تعاون اور تائید حاصل تھی۔ ان ہی اسباب کی بنیاد پر نندی ورمن شمال سے فتح یاب ہو کر لوٹنے کے فوراً بعد اپنی شان دار فوجوں کو لے کر جنوب کی طرف بڑھا۔ 'نندی کالمبکم' میں اس جنگ کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ نندی ورمن نے مختلف مقامات پر چیرا، چولا اور پانڈیہ حکمرانوں کے اتحاد کو شکست دی۔ آخری لڑائی 'تلارو' (Tellaru) میں ہوئی جس میں ان تمل طاقتوں کو مجموعی طور پر بہت نقصان پہنچا۔ اس نے پانڈیہ فوجوں کو صرف اپنے علاقوں سے باہر ہی نہیں کھدیڑا بلکہ پانڈیہ خطوں کی سرحد تک ان کا پیچھا کیا۔ اس جنگ سے نندی ورمن ان علاقوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو کہ اس کا باپ پانڈیوں کو ہار گیا تھا۔ گویا نندی ورمن ایک لائق سپاہی تھا جو پلوّ حکومت کے کھوئے ہوئے خطوں اور وقار کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

21.13 نرپتنگا ورمن (Nriputungavarman)

نندی ورمن کے بیٹے کی حیثیت سے نرپتنگا ورمن (850 تا 882ء) پلوّ تخت پر بیٹھا۔ یہ راشٹر کوٹ راجا اموگھ ورش کی بیٹی ''سنگا'' کا بیٹا یعنی اس کا نواسا تھا۔ نرپتنگا نے اپنے نانا کے نام کو برقرار رکھا۔ تیس سے قدرے زائد طویل مدت تک اس کی حکومت رہی۔ اسے اپنی سیاسی زندگی میں جنوبی پڑوسیوں اور پانڈیوں سے بھی جنگ کرنی پڑی۔

21.13.1 پلوّا اور پانڈیہ (Pallava-Pandiya)

دو پانڈیہ راجا، پلوّ حکمراں نرپتنگا کے ہم عصر تھے۔ ان میں سے ایک سری مار اسری ولبھ (830 تا 862) تھا جس کو اس کے والد نندی ورمن نے تلارو میں شکست دی تھی اور دوسرا اس کا بیٹا اور جانشیں ورگنا دوم (862 تا 880) تھا۔ اس لیے نرپتنگا ورمن کو پانڈیوں کے ساتھ دو جنگیں لڑنی پڑیں۔ جب اس وقت کے دوسرے راجاؤں کی طرح نرپتنگا ورمن تخت پر بیٹھا تو پانڈیہ راجا سری مار اسری ولبھ تلارو میں ہوئی شکست کا پلوّ راجا نندی ورمن سے بدلا لینا چاہتا تھا۔ سری مار اسری ولبھ اور نرپتنگا کے درمیان کمبا کونم (Kumbakonam) یعنی موجودہ کوداموکو (Kudamaukku) کے پاس خونریز جنگ ہوئی جس میں پانڈیوں کو فتح حاصل ہوئی، لیکن ارسلار ندی کے کنارے لڑی گئی اریچل (Arichil) کی جنگ میں پلوّ راجا نرپتنگا نے اپنی شکست کا بھرپور انتقام لیا اور پانڈیوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ نرپتنگا کی

جاری کردہ بہور (Bahour) تانبے کی پلیٹوں سے اس کی فتح کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد دونوں فریقین کے مابین کچھ مدت تک مصالحت رہی اور امن قائم رہا۔

اسی دوران پانڈیہ حکومت میں کچھ خلفشار برپا ہو گیا۔ مایا پانڈیہ، سری مارا سری ولبھ سے اقتدار کو چھیننا چاہتا تھا جس کو اس نے وہاں سے بھگا دیا۔ یہ مایا پانڈیہ سیلون کے راجا کے یہاں پناہ گزیں ہو گیا۔ پانڈیہ حکومت کے موجودہ حالات کو غنیمت سمجھتے ہوئے سیلون کے راجا نے ایک بڑی فوج اکٹھا کر لی اور پانڈیوں پر حملہ کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ ان سیاسی تبدیلیوں کے پیش نظر سری مارا نے پلوّ نرپتنگا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ نرپتنگا نے درکار عسکری تعاون فراہم کیا جس کی وجہ سے سری مارا سیلون کی فوجوں پر فتح یاب ہوا۔

21.14 اپراجتاورمن (Aparajitavaraman)

879ء میں نرپتنگا اتنا بوڑھا ہو گیا کہ اس نے تخت حکومت اپنے بیٹے اپراجتاورمن (879-897ء) کے سپرد کر دیا۔ سری مارا کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ورگنا سوم نے پانڈیہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ کچھ مدت تک اس نے بھی پلووں سے دوستی برقرار رکھی، لیکن یہ دوستی بہت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی۔ کمزور ہوتی ہوئی پلوّ حکومت سے اسے اپنے علاقوں میں توسیع کا موقع ملا۔ سرحدی علاقوں میں چھیڑ چھاڑ کے ساتھ اس نے پلووں کے متعدد علاقے ہتھیا لیے۔ پلوّ حکمراں اپراجتاورمن میں اتنی طاقت نہیں تھی جو پانڈیہ طاقت کا مقابلہ کر سکے۔ مسلسل حملوں سے کھیتی باڑی اور تجارت کو بھی نقصان پہنچ رہا تھا اور خزانے کی آمدنی بھی کم ہو رہی تھی۔ اس صورت میں اس نے اپنے اتحادیوں اور ماتحت جاگیرداروں سے مدد مانگی۔ اپراجتاورمن کے نانا ہونے کے ناطے گنگا راجا پرتھوی پتی نے اس کی پوری مدد کی۔ پلووں کے جاگیردار چولا راجا وجیالیہ کے بیٹے اور جانشیں آدتیہ چولا نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ تیروپورم بیم (Thirupurambiyam) کے پاس پلوّ اور ان کے اتحادیوں اور پانڈیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔

اس جنگ میں حالانکہ گنگا راجا پرتھوی پتی مارا گیا پھر بھی پلووں کو فتح حاصل ہوئی۔ اپنی کمزوریوں کے باعث اپراجتاورمن ان حالات سے مستفید نہ ہو سکا۔ اپنی مدد کے بدلے اسے چولوں کو تنجاور سے حکومت کرنے کا حق اور ان کی خود مختار حیثیت تسلیم کرنی پڑی، ساتھ ہی کافی سارے مفتوحہ علاقے ان کے حوالے کرنے پڑے۔ پرتھوی پتی کی موت اور پھر جانشینی کے جھگڑوں کی وجہ سے گنگا حکمراں بھی ان سیاسی حالات سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ پانڈیہ بھی دو صدیوں تک دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے کے لائق نہیں رہے۔ ان حالات میں چول حکمراں آدتیہ چولا نے اس سیاسی خلا کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور آہستہ آہستہ پلووں کے پورے ٹونڈئی منڈلم پر قبضہ کر لیا۔ مفتوحہ پانڈیہ علاقے بھی اس کی ریاست میں شامل ہو گئے، اس طرح چولا خاندان جنوبی جزیرہ نما میں ایک عظیم طاقت بن گیا اور اس خطے میں عظیم چولا ریاست کی بنیاد پڑی۔ پلوّ خاندان کے لوگ چولا ریاست میں ایک طویل مدت تک اعلیٰ مناسب پر فائز رہے، لیکن تھیروپورم بیم کی جنگ کے بعد ان کی خود مختار حیثیت ختم ہو گئی۔ یہ جنگ اس لیے بھی اہم ہے کیوں کہ اس کے بعد پلووں کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی ریاست کے کھنڈروں پر چولوں نے اپنی عظیم ریاست کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح چولا نویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی کے اختتام یعنی چار صدی سے زائد عرصے تک جنوبی ہند کے سیاسی

منظر نامے پر حاوی رہے۔

21.15 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

پلوؐ خاندان کے بعد کے حکمرانوں میں سمہاوشنو (575تا600ء) نے نسبتاً زیادہ دنوں تک حکومت کی اور اس کے دور اقتدار میں بہت سے واقعات رونما ہوئے۔اس نے چولوں ، پانڈیوں اور ان کے اتحادیوں سے جنگیں لڑیں۔ٹونڈئی منڈلم علاقے سے کالبھروں کے عارضی اقتدار کا خاتمہ کیااور جنوب میں دریائے کاویری کے ڈیلٹاتک اپنی ریاست کی توسیع کی۔یہ اونی سمہاکے نام سے بھی مشہور ہوا۔اس کے بیٹے اور جانشیں مہیندرورمن اول(600تا630ء) کا شمار بھی اہم راجاؤں میں ہوتا ہے۔اوائل زندگی میں یہ جین مذہب کا پرجوش عقیدت مند تھالیکن ایک شیوسنت اپّار سوامی کی ترغیب و تحریک پر شیو کا پرستار بن گیا۔یہ شمالی ہند کے عظیم فرمانرواہرش وردھن کا ہم عصر اور اس کی طرح ایک اچھاڈراما نویس، موسیقار اور شاعر تھا۔اس نے ایک ڈرامامت ولاساپرہسنا(Matvilasa Prahasana)طنزومزاح کے موضوع پر تخلیق کیااور کچھ ماخذ کے مطابق "پڈوکوٹائی"(Pudukkotai) کے منظوم کتبوں کی تصنیف سے بھی اس کا تعلق تھا۔متّ ولا سا، گن بھرا، وچتراچِتا جیسے متعدد القابات مہیندرورمن کی قابلیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔اس نے فن تعمیر میں غاروں کو کاٹ کر بنائے گئے مختلف طرز متعارف کرائے۔کہا جاتا ہے کہ مہیندرورمن اول کو چالوکیہ حکمراں پلاکیشن دوم کے ہاتھوں زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں وینگی کا علاقہ چالوکیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔پلاکیشن نے اپنے سوتیلے بھائی وشنووردھن کو وہاں کا گورنر مقرر کیا جس نے وینگی کے مشرقی چالوکیہ خاندان کی بنیاد رکھی۔مہیندرورمن اول کے بیٹے اور جانشیں نرسمہاورمن اول(630تا660ء) کو پلوؐ حکمرانوں میں سب سے عظیم حکمراں سمجھا جاتا ہے۔اسے مہاملا(Mahemella) بھی کہا جاتا تھا۔پلاکیشن دوم کے دوسرے حملے کو ناکام بنانے اسے قتل کرنے اور چالوکیہ راجدھانی واتاپی پر قبضہ کرنے کا سہرا اسی کے سر ہے۔اس فتح کے بعد اس نے واتاپی کونڈا(واتاپی کا فاتح) کا لقب اختیار کیا۔چالوکیوں کے ساتھ جنگ میں اسے سری لنکا کے شہزادے مانوم کا تعاون حاصل ہوا۔بدلے میں اس نے مانوم کی سری لنکا کا راجا بننے میں مدد کی۔اس کے دور حکومت میں تقریباً 642ء میں ہیون سانگ نے کانچی کا دورہ کیا تھا۔نرسمہاورمن اول ادب وفن کا دلدادہ تھا۔اس نے تری چراپلی اور پڈوکوٹائی جیسے مقامات پر غاروں کو کاٹ کر مندر بنوائے۔تاہم اس کو اصل شہرت مہابلی پورم کے رتھ مندروں جیسے دھرم راج رتھ مندر، دشراج رتھ مندر وغیرہ کی تعمیر کی وجہ سے حاصل ہوئی۔مہاملاپورم کا نام اس کے بانی مہاملا یعنی نرسمہاورمن اول کی یاد میں رکھا گیا ہے۔

مہیندرورمن دوم(668تا670ء) کی حکومت بہت کم دنوں تک رہی کیوں کہ چالوکیہ راجا وکرمادتیہ نے اس کا قتل کر دیا تھا۔ نرسمہاورمن کے پوتے پر میشورورمن اول(670تا680ء) کے دور حکومت میں پلوؐ اقتدار کو دھچکہ لگا۔وہ اپنی راجدھانی (کانچی) چالوکیہ راج وکرمادتیہ اول کو ہار گیا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جلدی ہی اسے واپس حاصل کر لیا۔اس کے بیٹے اور جانشیں نرسمہاورمن دوم (680تا720ء) کے دورِ حکومت میں امن اور خوشحالی قائم رہی۔اسے راجاسمہا بھی کہا جاتا ہے۔کانچی میں مشہور کیلاش ناتھ مندر کے علاوہ اس نے مہاملاپورم میں ساحلی، مکند اور ایشور مندر کی تعمیر کروائی۔اس نے چین کے دربار میں بھی اپنا سفیر بھیجا تھا اور اس کے دور اقتدار میں

بحری تجارت کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ اگلے راجا پرمیشور ورمن دوم (728تا731ء) نے چالوکیوں اور گنگوں کے مشترکہ حملے کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ چوں کہ تخت کا کوئی موروثی جانشیں نہیں تھا اس لیے وزرا کی کونسل نے خاندان کے ہم جدی فرد (سمہاوشنو کے چھوٹے بھائی بھیما ورمن کی اولاد) کو تخت نشین کیا جس نے نندی ورمن دوم (731تا795ء) کی حیثیت سے حکومت کی۔ اس کے دور حکومت چالوکیہ راجا وکرمادتیہ دوم نے دوبارہ حملہ کیا اور پلووں کی راجدھانی پر قبضہ کر لیا لیکن کانچی کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔ اس نے کانچی میں ویکنٹھ پیرومل (Vaikunthaperumal) مندر کی تعمیر کروائی۔ نندی ورمن کو جیسے ہی پانڈیوں سے فرصت ملی وہ چالوکیوں کی طرف پلٹا اور انہیں واپس لوٹنے اور وینگی کے چالوکیوں کو اپنی ماتحتی قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اگلے چالوکیہ حکمراں کیرتی ورمن کو بھی اس نے شکست دے کر مار ڈالا جس سے واتاپی کے چالوکیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور چالوکیوں کی جگہ راشٹر کوٹ خاندان کی حکومت کی شروعات ہوئی۔ کچھ ہی سالوں بعد پلووں اور راشٹر کوٹوں کے جھگڑے شروع ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں ابھرتی ہوئی پانڈیہ طاقت کا بھی مقابلہ کرنا پڑا، جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے۔ 'تلارو' اور 'اریچل' میں انہوں نے پانڈیوں کو شکست فاش دی۔ پانڈیوں کے ساتھ آخری جنگ تری پورم بیم میں ہوئی جس میں گنگوں اور چولوں نے پلووں کا ساتھ دیا اور وہ پانڈیوں کو حتمی شکست دینے میں کامیاب رہے لیکن اس جنگ سے پلووں کی طاقت بھی ختم ہو گئی اور ان کے باج گذار چولوں نے انہیں ہی اکھاڑ پھینکا۔ پلووں کے آخری راجا اپراجتا ورمن کو آدتیہ چولا نے دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں شکست دے کر پلوؔ خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

21.16 کلیدی الفاظ (Keywords)

سی۔یو۔کی (Si.Yu.Ki)	:	ہیون سانگ کی لکھی ہوئی سفر کی روداد یا احوال نامہ
اشومیدھا	:	گھوڑے کی قربانی (بھینٹ) والا یگیہ، جسے صرف چکرورتی شہنشاہ ہی کر پاتے تھے۔
شیومت	:	ہندومت کا اہم فرقہ جس میں شیو کو اعلیٰ ترین مان کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔
ٹونڈئی منڈلم	:	آندھرا پردیش کے جنوبی حصے اور تمل ناڈو کا شمالی حصہ

21.17 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

21.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ابتدائی پلوؔ راجا کس خاندان کے ماتحت تھے؟
2. روایتی طور پر پلوؔ خاندان کا بانی کون تھا؟
3. سمدر گپت کی جنوبی مہم میں وشنو گوپ سے کون مراد لیا جاتا ہے؟
4. پلووں کے ہم عصر دو حکمراں خاندانوں کے نام بتائیے۔
5. مت ویلاساپر ہسنم (Matvilasaparkasanam) کس زبان میں تحریر کی گئی۔

6. سیکیلر کی تصنیف کا نام بتائیے۔

7. کشاکڈی اور ویلور پالیم کتبے کس حکمراں خاندان سے متعلق ہیں؟

8. ماملاپورم میں وراہ سوامی غار مندر کس نے تعمیر کروایا۔

9. نرسمہاورمن اول کے دور حکومت میں کس چینی سیاح نے پلوّ راجدھانی کا دورہ کیا۔

10. نرسمہاورمن اول کس دوسرے لقب سے بھی جانا جاتا تھا۔

21.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. پلوّ عہد کے مآخذ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

2. مہیندر ورمن اول کے بارے میں بتائیے۔

3. پرمیشور ورمن اول کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

4. پلوّ اور راشٹر کوٹ جنگوں کے بارے میں بتائیے۔

5. تیروپورم بیم (Thirubarmbiyum) کی اہمیت مختصراً بیان کیجیے۔

21.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. پلووں کے بارے میں ہیون سانگ کی بیان کردہ تفاصل کی وضاحت کیجیے۔

2. پلوّ ریاست کے استحکام میں نرسمہاورمن اول کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

3. نندی ورمن دوم کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون قلمبند کیجیے۔

21.18 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Aiyangar, S. K.; Nilakanta Sastri, K. A. (1960), "*The Pallavas*", in R. C. Majumdar; K. K. Dasgupta (eds.), A Comprehensive History of India, Volume III, Part 1: A.D. 300–985, New Delhi: Indian History Congress/People's Publishing House.
2. Hermann, Kulke; Rothermund D,*A History of India*, Routledge. 2001
3. Minakshi, Cadambi, *Administration and Social Life Under the Pallavas*, Madras: University of Madras. 1938
4. Prasad, Durga, *History of the Andhras up to 1565 A.D.*, Guntur, India: P.G. Publishers, 1988
5. Sathianathaier, R., "*Dynasties of South India*", in Majumdar, R. C.; Pusalkar, A. D. (eds.), The Classical Age, History and Culture of Indian People (Third ed.), Bharatiya Vidya Bhavan, pp. 255–275, 1970
6. Sircar, D. C., "*Genealogy and Chronology of the Pallavas*", in Majumdar, R. C.; Pusalkar, A. D. (eds.), *The Classical Age, History and Culture of Indian People* (Third ed.), Bharatiya Vidya Bhavan, pp. 275–290, 1970

7. Raghava Iyengar, R, *Perumbanarruppatai, a commentary*, Chidambaram, India: Annamalai University Press. 1949

8. ہندوستان کا شاندار ماضی، اے۔ ایل۔ باشم/مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

9. قدیم ہندوستان کی تہذیب وثقافت تاریخی پس منظر میں، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی/مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

10. تاریخ تمدن ہند، محمد مجیب، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

11. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔ کے۔ بھٹناگر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

12. قدیم ہندوستان۔ ایک تعارفی خاکہ، جھا، ڈی۔ این، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

اکائی 22۔ راشٹر کوٹ خاندان

(Rashtrakutas)

اکائی کے اجزا

22.0 تمہید

22.1 مقاصد

22.2 پس منظر

22.3 اصل

22.4 سیاسی تاریخ

22.4.1 بانی

22.4.2 کرشنا اول

22.4.3 گووندا دوم

22.4.4 دھرو ادھارا ورشا

22.4.5 گووندا دوم

22.4.6 اموگھ ورش

22.4.7 کرشنا دوم

22.4.8 اندرا سوم

22.4.9 اموگورشا دوم

22.4.10 گووندا چہارم

22.4.11 کرشنا سوم

22.4.12 کھوٹیگا

22.4.13 کرکا دوم

22.5 اکتسابی نتائج

22.6 کلیدی الفاظ
22.7 نمونہ امتحانی سوالات
22.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
22.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
22.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
22.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

22.0 تمہید (Introduction)

قدیم ہندوستان کی تاریخ میں متعدد خاندانوں کے گزشتہ احوال موجود ہیں ۔ چھوٹے بڑے خاندانوں نے جدید ہندوستان کے کئی حصوں پر حکومت کی۔ جنوبی ہند میں ستواہنوں، پلووں، چیراؤں، چولوں، پانڈیوں، چالکیوں اور راشٹر کوٹوں نے مختلف حصوں میں الگ الگ حکمرانی کی۔ بیشتر طاقتیں ایک دوسرے کی ہم عصر رہیں اور وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر برتری حاصل کرلینا ایک عام بات تھی۔ اس لحاظ سے راشٹر کوٹ، چالکیوں کے ماتحت تھے۔ مگر بعد میں چالکیوں کو ہرا کر خود بادشاہ بن گئے۔ بعدازاں دو صدیوں کی مدت میں بادامی کے چالکیوں نے نئی قوت حاصل کرلی اور راشٹر کوٹوں کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ اس طرح راشٹر کوٹوں کا مطالعہ ایک طرح سے چالکیوں کی طاقت کے عروج وزوال کی داستان ہے۔ ان کا غلبہ آٹھویں سے دسویں صدی عیسوی کے درمیان رہا۔

22.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ:

- راشٹر کوٹ خاندان کے پس منظر کو سمجھ سکیں گے۔
- اس خاندان کی اصل کے بارے میں جانیں گے۔
- راشٹر کوٹ حکمرانوں کے حالات سے واقف ہو سکیں گے۔
- اس حکومت کے زوال پر روشنی ڈال سکیں گے۔

22.2 پس منظر (Background)

راشٹر کوٹ دو الفاظ راشٹر اور کوٹ کا مرکب ہے۔ راشٹر کا مطلب ہے ایک علاقہ اور کوٹ کے معنی ہیں رہنما یا سربراہ۔ اس اصطلاح کے معنی ایک علاقائی تقسیم یعنی راشٹر کا سربراہ ہے۔ یہ اصطلاح اشوک کے دور سے ملتی ہے۔ قدیم ہندوستان میں اس نام سے متعدد خاندان

بطور حکمراں پھلے پھولے۔ ان میں سے بیشتر مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، کرناٹک اور تلنگانہ کے کچھ حصوں کے حکمراں تھے۔ وہ بیتول کے راشٹر کوٹ، من پور کے راشٹر کوٹ اور پتھاری کے راشٹر کوٹ تھے۔ تاہم ہمارے پاس ایسے پختہ ثبوت نہیں ہیں کہ ہم یہ ثابت کر سکیں کہ وہ ایک دوسرے سے متعلق تھے۔ لیکن مانیاکھیت کے شاہی راشٹر کوٹ جن کا ہم تفصیل سے مطالعہ کریں گے اور گجرات پر حکومت کرنے والے لتا کے راشٹر کوٹ ایک دوسرے سے رشتے داری کے ذریعے جڑے ہوئے تھے۔

22.3 اصل (Origin)

راشٹر کوٹوں کے اصلی وطن کے بارے میں بہت سے نظریات ہیں، لیکن زیادہ قابل قبول نظریہ یہ ہے کہ وہ لاتور کے رہنے والے تھے جو مہاراشٹر کے موجودہ ضلع عثمان آباد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں یہ علاقہ کنڑ بولنے والوں کا تھا لہٰذا کنڑ راشٹر کوٹوں کی مادری زبان تھی۔ راشٹر کوٹ خاندان کے لوگ بادامی کے ابتدائی چالکیوں کے علاقائی افسران تھے۔ ان کے خاندان کے بعض افراد جو برار ہجرت کر گئے تھے، 640 عیسوی میں جاگیرداروں کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔

22.4 سیاسی تاریخ (Political History)

22.4.1 بانی (Founder)

دنتی درگ راشٹر کوٹ سلطنت کا بانی تھا۔ اس کے عروج کے وقت یہ خاندان گزشتہ چار نسلوں سے مہاراشٹر میں آباد تھا۔ وہ اندرا دوم کا بیٹا تھا جو بادامی کے چالکیوں کے تحت ایک سردار کے طور پر خدمت انجام دیتا تھا۔ اندرا کے وقت تک چالکیوں کی طاقت کم ہونے لگی تھی اور وہ ایک اور جنوبی طاقت کانچی کے پلوؤں کے ساتھ مسلسل جنگ کر رہے تھے۔ مزید برآں چالکیوں کے اسی خاندان کی ایک شاخ نے مکمل آزاد ہو کر وینگی سے حکومت کرنا شروع کر دی تھی اور وہ بادامی کے چالکیوں کے مدمقابل بن گئے تھے۔ اندرا نے 'چالکیوں کی ایک شہزادی کو اغوا کر کے اس سے شادی کر لی تھی۔ ایسے حالات میں پُرعزم دنتی درگ کو چالکیوں کی کمزوری نے اپنے ہی مالک سے لڑنے کا حوصلہ بخشا۔ اس نے اپنے مالک چالکیہ بادشاہ وکرمادتیہ دوم پر فتح حاصل کی۔ مجبوراً وکرمادتیہ نے اس کی شجاعت کی تعریف کی اور اسے بہت سے خطابات سے نوازا۔ اپنے ہی مالک کی مخالفت میں دنتی درگ کی بڑھتی ہوئی بہادری نے چالکیوں کی مقبولیت میں کمی کر دی۔ پھر بھی دنتی درگ اپنے مالک کے سلسلے میں پوری طرح وفادار رہا۔ لیکن جب مالک کی موت کے بعد کیرتی ورمن دوم چالکیہ تخت پر بیٹھا تو تھوڑی ہی مدّت میں اسے اپنے ایلورا کے جاگیردار دنتی درگ کے ہاتھوں شکست ملی۔ اس فتح سے دنتی درگ سارے مہاراشٹر کا مالک بن گیا۔ تاہم کیرتی ورمن کو بخش دیا گیا۔

دنتی درگ نے کوشل، میرپور کے اُدائن اور رائے پور کے پرتھوی ویاگھرا جیسے اپنے مشرقی ہمسایوں پر حملے کر کے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اس نے پلو خاندان کے نندی ورمن کے ساتھ معاہدہ کر کے ان مشرقی حکمرانوں پر بھی برتری حاصل کر لی۔ بعدازاں اس نے بھڑوچ کے گرجروں اور گجرات کے چالکیوں کے خلاف کارروائیوں میں دلچسپی لی۔ اس نے ان پر حملے کیے اور کامیابی حاصل کی۔ ان کامیابیوں سے اس کے وسائل میں خاصا اضافہ ہوا اور اس نے وسطی اور شمالی مدھیہ پردیش کے بیشتر اضلاع حاصل کر لیے۔ اس نے سری سیلم (موجودہ

کرنول) پر حکومت کرنے والے تیلگو چولاؤں کو محکوم بنایا۔ اگلے قدم کے طور پر وہ 750 عیسوی میں کانچی پورم کی جانب بڑھا اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرکے اس نے پلو حکمراں کے ساتھ معاہدہ کیا اور اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کی۔ آخر میں اس نے اپنے شکست خوردہ دشمن کیرتی ورمن کی جانب رُخ کیا اور اس سے ماتحتی کا اقرار کرانے کے بعد مہاراج ادھیراج، پرمیشور، پدم بھٹارکا وغیرہ جیسے خطابات کے ساتھ اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔ اس طرح دنتی درگ راشٹر کوٹ خاندان کا حقیقی بانی تھا لیکن وہ محض 30 سال کی عمر میں 750 عیسوی میں لاولد انتقال کر گیا۔

22.4.2 کرشنا اوّل (Krishna I)

چوں کہ دنتی درگ کے کوئی اولاد نہیں تھی لہٰذا اس کے مرنے کے بعد اس کا چچا کرشنا اول تخت نشین ہوا۔ اس وقت وہ 45 سال کا ایک تجربہ کار شخص تھا۔ کرشنا نے جنوبی کونکن کا علاقہ فتح کرلیا اور کیرتی ورمن کی جگہ سلہروں کو جاگیر دار بنا کر چالکیہ طاقت کو مکمل طور پر ختم کردیا۔ اس سے مہاراشٹر اور کرناٹک علاقوں میں اس کی پوزیشن مضبوط ہوگئی۔ سلہرا خاندان اپنے خاتمے تک راشٹر کوٹوں کا وفادار رہا۔ امن وامان کی ایک مختصر مدت کے بعد بلند ہمت کرشنا اپنی حکومت کو پھیلانے کے لیے متعدد جنگوں میں مصروف رہا۔ اس نے گنگاوتی (پرانا میسور) کے گنگا حکمراں سری پرشا پر حملہ کیا۔ گنگوں نے اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے بڑی دلیری سے جنگ کی اور بہت قربانیاں دیں لیکن کرشنا کامیاب ہوا اور 768 عیسوی ان کی راجدھانی مانیہ پور (بنگلور میں موجودہ منّے) پر قبضہ کرلیا۔ اس دور کی تانبے کی ایک پلیٹ پر کندہ عطیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشنا نے مانیہ پور کی دولت سے بہت سے خیراتی کام انجام دیے۔ بعد ازاں اس نے وینگی کے چالکیوں کی جانب توجہ مبذول کی۔ نتیجتاً موجودہ تلنگانہ کا ایک بڑا حصہ راشٹر کوٹوں کے اقتدار میں آگیا۔ کرشنا نے اپنے سب سے بڑے بیٹے گووندا دوم کو راشٹر کوٹ تخت کے لیے اپنا ولی عہد منتخب کیا۔ 772 تا 775 عیسوی کے درمیان اس کی موت واقع ہوگئی۔ کرشنا بلاشبہ ایک اہل حکمراں اور ایک ماہر جنرل تھا۔ اپنی حکومت کے 18 برسوں میں اس نے اپنی سلطنت کو کونکن، کرناٹک اور حیدرآباد کے ایک بڑے حصے کو فتح کرکے تین گنا بڑھالیا تھا۔ کرشنا نے دکن میں اپنے خاندان کے لیے غالب حیثیت حاصل کرلی تھی اور اسی وجہ سے اس کے جانشینوں کو شمال کی سیاست میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں اسے عمارتیں تعمیر کرانے کا شوق تھا۔ اُس کے حکم پر ایلورا میں کیلاش کو پوری ایک چٹان کاٹ کر تعمیر کیا گیا تھا۔ لہٰذا اسے دنیا کا عجوبہ کہا جاتا ہے۔ ایک ماہر سیاستداں کے طور پر اس نے مفتوح خاندان کے کسی بھی رکن کو اپنی سلطنت میں کوئی اہم سیاسی پوزیشن حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

22.4.3 گووندا دوم (Govinda II)

سب سے بڑے بیٹے کے طور پر گووندا 772 عیسوی کے قریب اپنے باپ کرشنا کے بعد تخت نشین ہوا۔ اسے اس کے والد نے اپنا جانشین منتخب کیا تھا لیکن گووندا بہت آرام طلب تھا اور انتظامیہ سے زیادہ اسے دنیوی عیش و آرام میں دلچسپی تھی جب کہ اس کا چھوٹا بھائی دھروا تخت پر قبضہ کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ گووندا شروع میں اپنے بھائی کے ارادوں کو نہیں سمجھ پایا اور اس نے سارا انتظامیہ دھروا کو سونپ دیا۔ دھروا نے اپنے نام سے لوگوں کو زمینیں دیں اور کئی بار اپنے بھائی سے اختلاف کیا۔ اس سے گووندا پر اپنے بھائی کے حقیقی ارادے منکشف ہوئے۔ نتیجتاً دھروا کو اس کے عہدہ سے برطرف کردیا گیا اور ایک اجنبی کو اس کی جگہ نامزد کیا گیا۔ دریں اثنا گووندا نے پلووں، گنگوں، وینگی

کے چالکیوں اور دیگر ہمسایہ طاقتوں کے ساتھ دوستی کی جس سے اس کے وزرا ناراض ہوگئے اور دھروا کی جانب راغب ہوئے۔ دھروا نے یہ اعلان کرتے ہوئے گووندا کے خلاف بغاوت کردی کہ اس سے راشٹر کوٹ خاندان کو زوال کا خطرہ ہے۔ گووندا نے کانچی، مالوا، گنگاوتی اور وینگی کی مدد سے اپنے بھائی کی بغاوت کو کچلنے کی پوری کوشش کی۔ تاہم دھروا نے اپنے بھائی کو شکست دی اور 780 عیسوی میں تخت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

22.4.4 دُھرواد ھاراورشا (Dhruva Dharavarsha)

دُھروا 50 سال کی عمر میں تاجدار بنا لیکن اس کی بڑھتی ہوئی عمر اس کے فوجی عزائم کو نہیں روک سکی۔ جاگیرداروں کو اپنے مقام پر رکھ کر کچھ سال اپنی حالت کو مستحکم کرنے کے بعد دھروا نے اپنے ہمسایوں کی جانب رخ کیا۔ گووندا کے حریفوں کو سزا دینے کے خواہاں دھروا نے سوامارا دوم کو جیل میں ڈال دیا اور پلو حکمراں سے ٹیکس کی شکل میں ہاتھی وصول کیے۔ بعد ازاں اس نے وندھیا پہاڑوں کو پار کیا اور 789 عیسوی میں مالوا کے گرجروں کو ریگستان میں بھگا دیا۔ اس مقابلے سے دھروا کو حوصلہ ملا اور اس نے گنگا۔ یمنا دوآب پر حملہ کیا اور بنگال کے دھرم پال کو شکست دی۔ شمالی ہند میں دھروا کی جنگی مہم وگ وجے (فتح عظیم) تھی۔ لیکن اس سے اسے مال غنیمت، عزت و شہرت کے علاوہ کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ وتس راج اور دھرم پال پر اس کی فتح کی بدولت حالانکہ اس کے علاقوں میں توسیع ہوئی لیکن وہ اپنی بنیاد سے دور تھا اور اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ قنوج کی افواج کو مکمل طور پر کچل نہیں پایا۔ چاہے حقیقی سبب کچھ بھی ہو، راشٹر کوٹ افواج نے بلاشبہ سلطنت کی شان میں اضافہ کیا تھا لیکن بہت کم علاقے کو سلطنت میں شامل کر پائیں۔ اب وہ جنوب کی جانب واپس لوٹنے کے لیے بے چین تھیں۔ اس کے بعد وینگی کے وشنوور دھن چہارم کی باری تھی جسے دھروا کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے اپنے علاقے کا کچھ حصہ دھروا کے حوالے کیا اور اپنی بیٹی سیلا مہادیوی کی دھروا کے ساتھ شادی کردی۔ اس طرح جنوب کی جنگی مہم نے اس کی علاقائی سرحد میں اضافہ کیا۔ دھروا سارے ہندوستان میں ناقابل شکست رہا۔ وہ راشٹر کوٹ خاندان کا اہم ترین حکمراں تھا۔ 13 سال کی اپنی مختصر حکمرانی میں اس نے نہ صرف راشٹر کوٹوں کی طاقت میں اضافہ کیا بلکہ اسے ایک ہیبت ناک جنگی قوت میں تبدیل کردیا۔ دھروا کے چار بیٹے تھے جن کے نام تھے کرک، استمبھ، گووندا اور اندر۔ ایسا لگتا ہے کہ کرکا اپنے باپ سے پہلے ہی فوت ہوگیا تھا۔ دھروا نے گووند سوم کو تخت کے لیے منتخب کیا تھا کیوں کہ وہ اس کی صلاحیت و مہارت سے استمبھ کے مقابلہ میں زیادہ متاثر تھا۔ استمبھ اپنے والد کے دور حکومت میں نو مفتوحہ صوبہ گنگاوتی کا وائسرائے تھا۔ کرکا اپنے باپ کے تاجدار بننے سے پہلے ہی خاندیش کا منتظم تھا۔ گووندا کو اس کے والد نے اپنے جانشیں کے طور پر منتخب کرلیا تھا اور اندر کی اتنی اہمیت نہیں تھی۔ گووند کا انتخاب ایک رسمی تاجپوشی کے ذریعے ہوا اور دھروا نے اپنا تخت چھوڑ دیا 793 اور 794 عیسوی کے درمیان اس کی موت ہوگئی۔

22.4.5 گووندا سوم (Govinda III)

گووند کی تخت نشینی تو پرامن طور پر ہوگئی تھی لیکن اس کا بڑا بھائی استمبھ بے عزتی کے احساس سے جل اٹھا۔ لہٰذا اس نے جلد ہی تخت تاج حاصل کرنے کے لیے بارہ راجاؤں کا ایک مضبوط اتحاد قائم کیا۔ اگرچہ ہمیں اس اتحاد کے اراکین کے بارے میں کچھ سراغ نہیں ملتا ہے

لیکن پھر بھی ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ وہ ہمسایہ اور جاگیر دار ہوں گے جنہیں بوڑھے بادشاہ دھروا نے دبایا ہوگا۔ گووند نے اس متوقع بغاوت کا بعض حلیف جاگیرداروں کی مدد سے سامنا کیا۔ چھوٹے بھائی اندرا نے پرجوش طریقے سے اس کی حمایت کی۔ گووندا نے استمبھ اور اس کے حلیفوں کو شکست دے کر اپنی پوزیشن کو محفوظ بنایا اور انتہائی مددگار بھائی اندرا کو 'لتا(گجرات)کا وائسرائے مقرر کردیا۔ مفتوح گنگا حکمرانوں کو قیدی بنا کر اور 798عیسوی میں گنگا وتی کو راشٹر کوٹ سلطنت میں شامل کرلیا گیا۔ استمبھا کو دوبارہ گنگاوتی کا وائے سرائے مقرر کیا گیا وہ802عیسوی تک اپنے عہدہ پر فائز رہا۔ نولم بواڈی نے گووند کے اقتدار کو تسلیم کیا۔ گووند نے شمال کی جانب رخ کیا۔ مالوا کے گرجر رتیہار راجا ناگ بھٹ نے بعض دیگر راجاؤں کے ساتھ اتحاد کرکے خود کو شمال کا ایک طاقتور حکمراں بنایا۔ گووندا کو شک ہوا کہ ناگ بھٹ اپنے بڑھتے ہوئے اثر کی وجہ سے راشٹر کوٹ علاقے پر حملہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے محسوس کیا کہ اس سے قبل کہ ناگ بھٹ بہت زیادہ طاقتور ہوجائے ،اسے کچل دینا چاہیے۔ گووندا اپنی افواج کے ساتھ شمالی ہند میں داخل ہوا اور ناگ بھٹ نیز اس کے حلیفوں کو شکست دی اور مالوا کا لتا کے ساتھ کچھ وقت کے لیے الحاق کردیا۔ گووندا جیسے ہی شمال میں آگے بڑھا ویسے ہی قنوج کے حکمراں چکرایدھ نے رضاکارانہ طور پر اس کی برتری تسلیم کرلی۔ واپسی کے دوران اس نے نرمدا کے قریب سری بھاؤنا میں قیام کیا کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد وہ پلووں کی راجدھانی کانچی پر حملہ آور ہوا۔ 803عیسوی سے کچھ پہلے وہ کانچی کے پلوّ حکمراں دانتی ورمن کو ہرانے میں کامیاب رہا لیکن یہ شکست فیصلہ کن نہیں تھی کیوں کہ اسے اپنے اقتدار کے آخری دور میں ان پر دوبارہ حملہ کرنا پڑا۔

گووندا کی فوج کہیں سری لنکا پر حملہ نہ کردے، یہ سوچ کر سری لنکا کے بادشاہ نے ایک سفیر بھیج کر گووندا کی اطاعت قبول کرلی۔ وینگی کے حکمراں وجے آدتیہ نے گووندا کی طاقت وعظمت کو محسوس کیا۔ دریں اثنا گووندا نے وجے آدتیہ کے سوتیلے بھائی بھیما کی حمایت کرتے ہوئے اسے وینگی کے تخت پر بٹھا دیا۔ بھیما ہمیشہ گووندا کا ایک وفادار اور سعادت مند جاگیر دار رہا۔ بلاشبہ گووندا راشٹر کوٹ خاندان کا ایک اہل ترین حکمراں تھا۔ اس شاہی خاندان کی شان وعظمت بڑھانے اور علاقائی توسیع کا سہرا اس کے سر تھا۔ اس نے شمال میں ناگ بھٹ اور دھرم پال کو شکست دی۔ اس کے دور میں راشٹر کوٹوں کی طاقت سارے ہندوستان میں ناقابل شکست تھی۔ اس کی کامیابی کا سبب اس کی شجاعت، حکمت اور تنظیم کی صلاحیت تھی۔ اس نے اپنے بھائی اندرا کو گجرات کا وائسرائے بنا کر سلطنت کی شمالی سرحدوں کو محفوظ کردیا جس کی بدولت اس کا کم عمر ولی عہد (اموگھ ورش) اس کے بعد پرامن طور پر تخت نشین ہوسکا۔

22.4.6 اموگھ ورش (Amoghavarsha)

گووندا کے بعد اس کا بیٹا اموگھاور شا (814-880ء) جس کا اصلی نام 'سروا' تھا تخت نشین ہوا لیکن وہ سروا کی بجائے اپنے خطاب اموگھ ورش کے نام سے زیادہ مشہور ہوا۔ تاجپوشی کے وقت اس کی عمر صرف 14 سال تھی۔ کرکا کو خاص طور پر گجرات سے اپنے چچیرے بھائی کی نیابت سنبھالنے اور انتظامیہ چلانے کے لیے بلایا گیا۔ 817عیسوی میں نوعمر بادشاہ کے خلاف زبردست بغاوت ہوئی جس میں اموگھ ورش ملک چھوڑ کر بھاگ گیا تھا لیکن کرکا نے بغاوت کو کچل دیا اور اموگھ درش کو واپس بلا کر 821عیسوی میں اسے بحال کیا۔ مشرقی چالوکیہ راجا وجے آدتیہ دوم اور گنگ حکمراں راجاملا دونوں نے بغاوت کی حمایت کی تھی اس لیے اموگھ ورش انہیں سزا دینا چاہتا تھا۔ اگرچہ وہ مشرقی

چالکیوں کو ہرانے کے بعد وینگی پر قابض ہو کر اپنی بالا دستی قائم کر چکا تھا لیکن 845-846 عیسوی کے قریب اس نے اسے کھو دیا۔ اس وقت وجے آدتیہ سوم کے ایک جنرل پانڈورنگا نے راشٹر کوٹوں پر فتح حاصل کی اور 15 سال کے اندر ہی مشرقی چالکیوں نے وینگی کو دوبارہ حاصل کر لیا۔ گنگ حکمراں سیوامرا' جسے گووندا نے رہا کر کے پچھلی حیثیت پر بحال کر دیا تھا وہ مشکل سے ایک سال تک ہی اموگھ ورش کا وفادار رہا اور 816 عیسوی میں اس نے نو عمر بادشاہ کے خلاف بغاوت کر دی لیکن سومار اجنگ میں شکست کھا کر مارا گیا۔ بعد ازاں اس کا بھتیجا رچا ملّا حکمراں بنا جس نے راشٹر کوٹوں سے کچھ حصہ تو لے لیا لیکن اس کے لیے وہ تمام علاقے واپس لینا ناممکن تھا جس پر اموگھ ورش نے قبضہ کر لیا تھا۔ رچاملّا کے بیٹے ارایا نے بھی جس نے 837-870 عیسوی کے درمیان حکومت کی، سلطنت کے دیگر جاگیر داروں کے ساتھ مل کر اموگھ ورش کے خلاف بغاوت کی۔ راشٹر کوٹ سپہ سالار بنکیا نے اگرچہ انتہائی موئثر طور پر بغاوت کو دبا دیا تھا لیکن اسے اپنی مہم کو چھوڑ کر راجدھانی واپس جانا پڑا کیوں کہ وہاں ایک اور ہنگامہ ہو گیا تھا۔ اموگھ ورش کے ایک وفادار جاگیر دار گنگا وجے آدتیہ کو بنکیسا کے کام کو جاری رکھنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ اس نے نیتی مارگ کو دبایا اور اطاعت پر مجبور کیا۔ راجدھانی کے قریب ولی عہد کرشنا اور لتا کے حکمراں کرکلا کے بیٹے دھرواول میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ اگرچہ دھرواول جنگ میں سپہ سالار بنکیا کے ہاتھوں مارا گیا لیکن اس کے بیٹے اکال ورش اور پوتے دھروا دوم کے ساتھ یہ تنازع جاری رہا۔ جب 860 عیسوی میں گرجر پرتیہار حکمراں مہر بھوج نے دھروا دوم کو دھمکی دی تب دھروا نے اموگھ ورش سے مصالحت میں ہی بہتری سمجھی۔ اس معاہدے کے بعد اموگھ ورش اپنے تمام دشمنوں سے نمٹنے میں کامیاب رہا اور 867 عیسوی تک اموگھ ورش نے تخت پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اس طرح اموگھ ورش نے اگرچہ 66 سال کے طویل عرصے تک حکومت کی لیکن اپنے علاقے کے کچھ حصوں میں بھی اسے کبھی کبھی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مزاج کے لحاظ سے اموگھ ورش ایک امن پسند انسان تھا اور مذہب وادب میں بھی اس کی دلچسپی تھی۔ اس نے کبھی بھی رسمی طور پر ہندو مت کو ترک نہیں کیا لیکن جین دھرم کا ایک حصہ پرینترا، رتنامالیکا اس سے منسوب تھا۔ وہ جس طرح مذہبی اصولوں کو سنتا تھا ان پر عمل بھی کیا کرتا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنے حکمرانی کے منصب سے سبکدوش ہو کر کچھ وقت جین بھکشوؤں کے ساتھ گزارا کرتا تھا۔ ایسے مواقع پر ولی عہد کرشنا' حکومتی امور انجام دیتا تھا۔ اموگھاورشا نے اپنی راجدھانی مانیہ کھیت میں ایک شاندار محل تعمیر کرایا جو اپنے فن تعمیر کے لیے مشہور تھا جس میں زنان خانہ اور ایک تالاب تھا۔ اموگھ ورش کے بعد اس کا بیٹا کرشنا دوم 880 عیسوی میں بادشاہ بنا۔

22.4.7 کرشنا دوم (Krishna II)

اس لحاظ سے کرشنا خوش قسمت تھا کہ اپنے بیشتر پیش روؤں کی طرح اسے جانشینی کے لیے جنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیوں کہ وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ تاہم اس وقت کے سیاسی حالات اس کے لیے سازگار نہیں تھے۔ کرشنا کو اپنے بیشتر ہمسایوں کے ساتھ جنگوں میں مصروف رہنا پڑا۔ جنوب میں اسے گنگاؤں اور نولمباؤں، مشرق میں وینگی کے چالکیوں اور شمال میں گجرات کے راشٹر کوٹوں اور گرجر پرتیہاروں کے ساتھ جنگیں لڑنا پڑیں۔ اس نے چیدی حکمراں کوکل کے ساتھ، رشتہ ازدواج قائم کر کے اسے اپنا جنگی حلیف بنا دیا۔ وینگی کے چالکیوں کے ساتھ اس کے سیاسی رشتے اچھے نہیں تھے۔ چالوکیہ راجا بھیم اول نے وینگی کے مفتوح علاقوں کو کرشنا دوم سے دوبارہ جیت لیا تھا۔ لیکن جنگ

کے دوران بھیم کا سب سے بڑا بیٹا لڑتے ہوئے مارا گیا تھا۔اس کے باوجود کرشنا کی حکومت سب سے طاقتور تھی۔اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد 888عیسوی کے قریب کرشنا کی بھوج سے جنگ ہوئی۔اس لڑائی میں چیدی حکمراں،اس کے اپنے جاگیر داراور ولی عہد جگا تنگا شامل تھے۔ ان جنگوں سے کسی کو بھی مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور گرجر پرتیہار ایک مضبوط شمالی طاقت بنے رہے۔انہوں نے راشٹر کوٹوں کو شمال میں آگے بڑھنے سے باز رکھا۔کرشنا اتنا کمزور تھا کہ وہ اپنے اجداد کی طرح عملی اقدام نہیں کر سکا اور بھیم اتنا بوڑھا ہو چکا تھا کہ وہ اپنے شمالی ہمسائے کے خلاف حملے نہیں کر سکتا تھا۔نویں دہائی کے اختتام تک راشٹر کوٹ کی گجرات شاخ ختم ہو چکی تھی اور گجرات کے حکمراں یا اس کے جانشیں کو راجدھانی سے نکال دیا گیا تھا۔کرشنا اپنے دادا کی طرح ایک باصلاحیت حکمراں نہیں تھا۔اس کی واحد فوجی حصولیابی یہ تھی کہ اس نے گجرات میں راشٹر کوٹوں کی شاخ کو تباہ کر دیا تھا۔لیکن یہ کوئی عظیم کارنامہ نہیں تھا۔اس نے بھوج اول اور بنگال کے مہیندر پال کے مقابلے میں خود کو بچائے رکھا۔اس کا جھکاؤ بھی اپنے والد کی طرح جین دھرم کی جانب تھا اور آدی پرون کے آخری پانچ ابواب لکھنے والے مشہور جین سنت گیا نیشور اس کے رہنما تھے۔914عیسوی تک کرشنا فوت ہو گیا تھا۔

22.4.8 اندرا سوم (Indra III)

کرشنا دوم کے بعد اس کا پوتا اندرا سوم راشٹر کوٹ کے تخت پر بیٹھا۔جب اس کی تاج پوشی ہوئی تو وہ تقریباً 35سال کا تھا اور اس نے صرف 5سال حکمرانی کی لیکن اس کا دور حکومت شاندار رہا۔اس نے گوردھن پر حملہ آور پرمار حکمراں اپیندر کو شکست دی۔نتیجتاً پرمار احکمراں جو گرجر۔پرتیہاروں کے جاگیر دار تھے،اب راشٹر کوٹوں کے باجگزار بن گئے۔اس طرح اندرا کو گرجر پرتیہاروں سے نمٹنے کا موقع ملا۔جب بھوج دوم اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا تو دو برسوں کے اندر ہی اسے جانشینی کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔شاہی خاندان میں جھگڑوں سے جاگیر دار بھی دو پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور اس موقع کا اندرا نے فائدہ اٹھایا۔اس طرح اس نے شمال میں اپنی برتری قائم کر لی۔اس نے پہلے اجیّن پر حملہ کیا،بعد ازاں یمنا ندی کو عبور کر کے قنوج پر قبضہ کر لیا۔گرجر پرتیہار راجا مہی پال کو اندرا کے سپہ سالار چالکیا نرسمہا نے شکست دے کر محکوم بنا لیا۔تاہم یہ فتح اندرا کی اچانک موت کے باعث کم وقت تک ہی برقرار رہی۔

22.4.9 اموگھ ورش دوم (Amoghavarsha II)

اموگھ ورش دوم 917عیسوی میں اپنے باپ کا جانشیں بنا لیکن ایک سال کے اندر ہی فوت ہو گیا۔بعد ازاں اس کا بھائی گووندا چہارم 918عیسوی میں اس کا جانشیں بنا۔

22.4.10 گووندا چہارم (Govinda IV)

بعض تانبے کی پلیٹوں پر کندہ عبارتوں میں لکھا ہے کہ وہ عشق کے دیوتا جیسا خوبصورت نظر آتا تھا۔وہ 20سالہ کا نوجوان تھا اور اپنی حکومت کا زیادہ تر وقت لہو ولعب میں گزارتا تھا۔گووندا میں اپنے باپ کے مفتوحہ صوبوں کو سنبھالنے کی قابلیت نہیں تھی۔اسی کے دور حکومت میں کسی وقت مہی پال نے قنوج کو دوبارہ فتح کر لیا اور راشٹر کوٹ فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔مشرقی چالکیا راجا بھیم دوم نے جو 934عیسوی میں

تخت نشین ہوا تھا، گووندا کو شکست دی اور اپنے علاقوں کو واپس لے لیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گووندا نے اپنے جاگیر داروں اور خود اپنے ہی وزرا میں عدم اعتماد پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر اس کے چچا اموگھ ورش سوم کو جو کافی عمر دراز تھا، تخت نشین کرایا گیا۔ کرشنا سوم کو ولی عہد بنایا گیا اور اسے انتظامیہ کی نگرانی سونپ دی گئی۔ اموگھ ورش نے اپنی بیٹی کی شادی گنگا کے ولی عہد بٹو کا دوم سے کر دی۔ کرشنا اپنے بہنوئی کو گنگا کے تخت پر بٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے دانتیگا اور وانگا کو، جو شاید نولمبا شہزادے اور اس وقت گنگا کے حکمراں رچاملّا کے جاگیر دار تھے، مار ڈالا۔ بعد میں اس نے خود رچاملّا کو شکست دے کر قتل کر دیا اور بٹو کا کو گنگا کے تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد کرشنا نے شمال کی طرف پیش قدمی کی اور چیدی کے حکمراں کو شکست دی۔ راشٹر کوٹ فوج نے چنڈیل ملک کے قلب میں واقع قلعے وں کالنجر اور چتر کوٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ تقریباً دس سال تک راشٹر کوٹوں کے قبضہ میں رہا لیکن بعد میں چنڈیل راجا سورمن نے اسے دوبارہ فتح کر لیا تھا۔ جب اموگھ ورش فوت ہو گیا تو 939-40 عیسوی میں کرشنا سوم راشٹر کوٹ تخت پر بیٹھا۔

22.4.11 کرشنا سوم (Krishna III)

کرشنا پہلے ہی اپنے آپ کو ولی عہد ثابت کر چکا تھا لہٰذا اس کی جانشینی پر امن طور پر ہوئی۔ کرشنا نے جنوب کی جانب توجہ مبذول کی۔ اس کا بہنوئی بٹو کا، گنگاوتی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور بانا کا شہزادہ وکرم آدتیہ اس کا حلیف تھا۔ اسے صرف چولا راجا پرانتک سے خطرہ تھا جو ایک پر عزم حکمراں تھا۔ پرانتک نے بنالڑی کو فتح کر لیا تھا۔ لہٰذا کرشنا نے اپنی حکومت کے تیسرے سال میں وکرم آدتیہ سوم کے تخت کو محفوظ بنانے کے نام پر چولا حکومت پر حملہ کر دیا۔ اس کا خفیہ ایجنڈہ جنوب کے زیادہ سے زیادہ علاقوں کو فتح کرنا تھا۔ کرشنا نے سارے ٹونڈئی منڈلم کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس جنگ کے بعد یہ علاقہ اس کے دور اقتدار میں اس کے قبضے میں رہا۔ فیصلہ کن جنگ 949 عیسوی میں شمالی ارکاٹ ضلع کے ٹکّولم (Takkolam) میں ہوئی۔ بٹو کا نے چولا ولی عہد وکرم آدتیہ کو مار ڈالا اور چولا راجدھانی پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح کرشنا نے چولا سلطنت کے شمالی حصے کو اپنے علاقے میں ضم کرنے کی کوششیں کیں۔ کرشنا نے وینگی کے تخت پر اپنی حلیف طاقت کو لانے کی بھی کوشش کی۔ اسی دوران جب کرشنا جنوب میں مصروف تھا تو شمال میں مشکلات پیدا ہونے لگیں جہاں سورمن کے دور میں چنڈیلوں کا عروج ہوا اور انہوں نے کالنجر کے قلعہ کو دوبارہ فتح کر لیا۔ کرشنا نے اپنی سلطنت کی شمالی سرحدوں پر ایک بڑی جاگیر دارانہ طاقت کے طور پر پرماروں کو ابھرنے کی چھوٹ دے کر ایک بڑی سیاسی غلطی کی تھی، جس کی وجہ سے اس نے جتنا جنوب میں حاصل کیا تھا اس سے زیادہ شمال میں کھونا پڑا۔ وہ ایک لائق حکمراں اور باصلاحیت سالار تھا کیوں کہ اس کے بغیر یہ تمام حصولیابیاں ناممکن تھیں۔

22.4.12 کھوٹیگا (Khotega)

کرشنا کا ایک بیٹا تھا لیکن وہ اپنے باپ سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا اور اس کا پوتا ابھی حکمرانی سنبھالنے کے لائق نہیں تھا۔ لہٰذا کرشنا کے چھوٹے بھائی کھوٹیگا کو 968 عیسوی میں تخت نشیں کرایا گیا۔ کھوٹیگا کے دور اقتدار سے راشٹر کوٹوں کے زوال کے شروعات ہوئی۔ شمال میں کبھی ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے راشٹر کوٹوں کو شمالی ہند کے پرمار راجاؤں کے ہاتھوں پہلی ہار کا سامنا کرنا پڑا اور راشٹر کوٹ فوج کی طاقت کا بھرم ٹوٹ گیا۔ کھوٹیگا کے ہم عصر مالوہ کے حکمراں ہرش دیو نے حملہ کر کے راشٹر کوٹوں کی راجدھانی کو لوٹ لیا، اور خوب قتل وغارت مچائی۔

ایسا لگتا ہے کہ شاید 972عیسوی کے آس پاس کھوٹیگا بھی جنگ میں مارا گیا اور کرکا دوم تخت سلطنت پر بیٹھا۔

22.4.13 کرکا دوم (Karka II)

کرکا، کرشنا اور کھوٹیگا کے چھوٹے بھائی نروپما کا بیٹا تھا۔ اس نے بمشکل 18 ماہ حکمرانی کی۔ 973عیسوی کے وسط میں چالکیہ سلطنت کے تیلا دوم نے کرکا کو شکست دی اور اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ راشٹر کوٹ سلطنت کا اچانک خاتمہ کوئی طویل سیاسی عمل نہ

تھا، جس طرح ایک فتح سے اس کی شروعات ہوئی اسی طرح ایک شکست سے اس کا زوال ہوا، مگر یہ بیحد تیزی کے ساتھ ہوا۔ 967 عیسوی میں کرشنا سوم ہر لحاظ سے طاقتور تھا لیکن پھر بھی 973 عیسوی میں راشٹر کوٹوں کا خاتمہ ہو گیا۔

22.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

دور قدیم میں راشٹر کوٹوں نے جنوبی ہند کے ایک بڑے حصے پر حکومت کی۔ ابتدا میں راشٹر کوٹ، چالکیوں کے جاگیر دار تھے لیکن بعد میں راشٹر کوٹ ان کو شکست دے کر خود حکمراں بن گئے۔ دو صدیوں بعد بادامی کے چالکیوں نے نئی طاقت حاصل کی اور راشٹر کوٹوں کا خاتمہ کر دیا۔ راشٹر کوٹوں کا تعلق لاتور (مہاراشٹر کے موجودہ ضلع عثمان آباد) سے تھا۔ ان کی مادری زبان کنڑ تھی۔ بادامی کے چالکیوں کے ابتدائی دور اقتدار میں راشٹر کوٹ ضلع افسران تھے جو بعد میں برار ہجرت کر کے جاگیر دار بن گئے تھے۔ دنتی درگ راشٹر کوٹ سلطنت کا بانی تھا۔ نوجوان اور پر عزم ہونے کے باعث دنتی درگ نے چالکیوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا۔ بادامی کے کیرتی ورمن دوم کو شکست دے کر وہ مہاراشٹر کا مالک بن گیا۔ اس نے کوسل، سرپور کے اُدین، رائے پور کے پرتھوی ویا گرہ، بھڑوچ کے گرجروں، گجرات کے چالکیوں اور تلنگانہ کے کوداس پر کامیابی حاصل کی اور پلووں کے ساتھ اتحاد کر کے وہ راشٹر کوٹ کا سلطنت کا حقیقی بانی بن گیا تھا۔ اس نے خود کو مہاراج ادھیراج کا کہلوایا۔ 756 عیسوی میں اس کے مرنے کے بعد کرشنا اول تخت نشین ہوا۔ اس نے کونکن، کرناٹک اور تلنگانہ کے بڑے حصے کا اپنی سلطنت میں الحاق کر کے اپنا علاقہ تین گنا بڑھا لیا تھا۔ اس سے پورے دکن میں راشٹر کوٹ خاندان کا دبدبہ قائم ہو گیا۔ 772 عیسوی کے قریب اس کا سب سے بڑا بیٹا گووندا دوم تخت نشین ہوا۔ گووندا کو انتظامیہ سے زیادہ دلچسپی عیش و عشرت میں تھی۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی دھرواکی نظریں تخت پر لگی تھیں۔ 780 عیسوی میں دھروا نے گووند کو شکست دی اور خود حکمراں بن گیا۔ وہ راشٹر کوٹوں کے اہل ترین حکمرانوں میں سے تھا۔ اس نے جنوب میں راشٹر کوٹوں عظمت بخشی اور شمالی ہند میں مہم جوئی کر کے راشٹر کوٹوں کو کل ہند طاقت بنایا۔ اس کے بعد اس کا تیسرا بیٹا گووندا سوم تخت نشین ہوا۔ اس نے علاقہ میں توسیع کے ساتھ ساتھ سلطنت کے وقار میں بھی اضافہ کیا۔ اس کے دور میں راشٹر کوٹ ہندوستان میں ناقابل شکست رہے۔ اس کی کامیابی کے اسباب اس کی دلیری سیاسی حکمت اور تنظیم کی صلاحیت تھی۔ گووندا سوم کے بعد اس کا بیٹا اموگھ ورش تخت پر بیٹھا۔ تاجپوشی کے وقت اس کی عمر صرف 14 سال تھی۔ اس کے عہد میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں لیکن اپنے حامیوں کی مدد سے وہ اپنے تخت کو بچانے اور بحال رکھنے میں کامیاب رہا۔ 880 عیسوی میں اس کے بعد اس کا بیٹا کرشنا حکمراں بنا۔ وہ اپنے پیش روؤں کی طرح ایک لائق حکمراں نہیں تھا۔ اس کی موت کے بعد اس کا پوتا اندرا سوم تخت نشین ہوا لیکن اس نے صرف پانچ سال حکومت کی۔ اپنی مختصر مدت اقتدار میں بھی اس نے بہت سی فتوحات حاصل کیں بعد ازیں اس کا بیٹا اموگھ ورش تخت سلطنت پر بیٹھا لیکن ایک سال کے اندر ہی اس کی وفات ہو گئی۔ 918 عیسوی میں اس کا بھائی گووندا چہارم تخت نشین ہوا مگر اسے زندگی کے عیش و آرام میں زیادہ دلچسپی تھی۔ اس وجہ سے راشٹر کوٹوں کے کچھ علاقے پر چالکیوں نے قبضہ کر لیا۔ گووندا کے بعد اس کی سلطنت اس کے چچا اموگھ ورش سوم کے پاس چلی گئی جس نے کچھ فتوحات کیں لیکن وہ جلد ہی وفات پا گیا اور اس کے بعد کرشنا سوم تخت نشین ہوا۔ اس نے چولوں کے ایک شمالی علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے شمالی علاقوں کو گنوا دیا۔ 968 عیسوی میں اس کا چھوٹا بھائی کھوٹیگا تخت پر بیٹھا جس کے دور

میں راشٹر کوٹ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

22.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

راشٹر	:	علاقہ
کوٹ	:	سر براہ یا رہنما
یووراج	:	شہزادہ
دِگ وجے	:	فتح عظیم

22.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

22.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. راشٹر کوٹ لفظ کے معنی کیا ہیں؟
2. راشٹر کوٹوں ں کے اصلی وطن کا نام بتائیے۔
3. راشٹر کوٹ خاندان کا بانی کون تھا۔
4. دنتی درگا کس خاندان کا ماتحت جاگیر دار تھا؟
5. کس راشٹر کوٹ حکمراں نے ایلورا میں کیلاش مندر تعمیر کرایا۔
6. کس حکمراں کی کوششوں سے راشٹر کوٹ ایک عظیم طاقت میں تبدیل ہو گئے؟
7. گووندا سوم نے کسے لتا (گجرات) کا گورنر مقرر کیا؟
8. جین دھرم کا ایک حصہ پرینترا، رتنا ما لیکا کس سے منسوب تھا
9. مانیہ کھیت میں ایک نئی راجدھانی کس حکمراں نے بنوائی؟
10. پرا نتک کس حکمراں خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

22.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. راشٹر کوٹ خاندان کے پس منظر اور اصل کے بارے میں ایک مختصر نوٹ تحریر کیجیے۔
2. راشٹر کوٹ حکومت کی بنیاد پر ایک مختصر نوٹ تحریر کیجیے
3. کرشنا اول کے بارے میں بتائیے۔
4. دھروا دھارا ورشا کی سیاسی کامیابیوں پر روشنی ڈالیے۔

5. کرشنادوم کے اوپر ایک نوٹ لکھیے۔

22.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گووندا سوم کے عہد حکومت پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیجیے۔
2. اموگھ ورش کی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔
3. راشٹر کوٹ سلطنت کی توسیع پر ایک تفصیلی مضمون تحریر کیجیے۔

22.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Altekar, Anant Sadashiv, *The Rashtrakutas And Their Times; being a political, administrative, religious, social, economic and literary history of the Deccan during C. 750 A.D. to C. 1000 A.D*. Poona: Oriental Book Agency. 1934
2. Chopra, P.N.; Ravindran, T.K.; Subrahmanian, N, *History of South India (Ancient, Medieval and Modern) Part 1*. New Delhi: Chand Publications. 2003
3. Kamath, Suryanath U., *A concise history of Karnataka : from pre-historic times to the present*. Bangalore: Jupiter books, 2001
4. Karmarkar, A.P. *Cultural history of Karnataka : ancient and medieval. Dharwar:* Karnataka Vidyavardhaka Sangha, OCLC 8221605. 1947
5. Majumdar, R.C., *The Struggle for Empire*. Bharatiya Vidya Bhavan. 1966
6. Reu, Nath, Pandit Bisheshwar. *History of the Rashtrakutas (Rathodas).* Jaipur: Publication Scheme. ISBN 81-86782-12-5. 1997
7. Sastri, Nilakanta K.A. *A history of South India from prehistoric times to the fall of Vijayanagar*. New Delhi: Indian Branch, Oxford University Press. 2002
8. Sen, Sailendra Nath. *Ancient Indian History and Civilization*. New Age Publishers. ISBN 81-224-1198-3. 1999
9. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India:From the Stone Age to the 12th Century*. India: Pearson Education. 2008
10. Thapar, Romila. *Penguin History of Early India: From origins to AD 1300*. New Delhi: Penguin. 2003
11. Vaidya, C.V., *History of Mediaeval Hindu India (Being a History of India from 600 to 1200 A.D.).* Poona: Oriental Book Supply Agency. 1979

اکائی 23۔ چولا خاندان

(Cholas)

اکائی کے اجزا

23.0 تمہید

23.1 مقاصد

23.2 چولا سلطنت کا قیام

23.2.1 آدتیہ چولا

23.2.2 پرانتکا چولا

23.2.3 پرانتکا چولا اول کے جانشیں

23.3 توسیع اور استحکام

23.3.1 راجا راجا چولا

23.3.2 راجیندر چولا

23.3.3 راجیندر چولا اول

23.3.4 کلوتنگا چولا

23.4 ریاست کی نوعیت

23.5 چولا نظم ونسق

23.5.1 بادشاہ اور افسر شاہی

23.5.2 انتظامی تقسیم

23.5.3 محصول کا نظم ونسق

23.5.4 فوجی نظم ونسق

23.5.5 مقامی نظم ونسق

23.6 اکتسابی نتائج
23.7 نمونہ امتحانی سوالات
23.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
23.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
23.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
23.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

23.0 تمہید (Introduction)

عہدِ وسطیٰ کے ابتدائی دور میں جنوبی ہندوستان میں ایک عظیم ترین سیاسی قوت وجود میں آئی وہ بلاشبہ چولا خاندان کی حکومت تھی جس کا دارالحکومت تنجاور(Tanjavur) تھا۔راجاراجیندر چولا نے بعد میں اسے 1025ء کے قریب گنگائی کونڈاچولا پورم (Gangai Konda Cholapuram)میں منتقل کردیا۔چولا خاندان کی ابتدائی تاریخ کاآغاز موریہ حکمرانوں کے دور سے ہی مانا جاتا ہے۔چولوں کاذکر اشوک کے ستونی کتبوں (Rock Edicts) میں ملتا ہے چولاپُترا(Cholaputra)کے طور پر ملتا ہے۔ان کے ساتھ ساتھ چیراپُترا(Cheraputra)(ابتدائی چیرا)،اور پانڈیاپُترا(Pandyaputras)(ابتدائی پانڈو)کا بھی نام لیا گیا ہے جو موریا سلطنت کے جنوبی سرحد پر واقع تھے۔چھٹی صدی عیسوی میں پلووں (Pallavas) نے چولوں کو بے دخل کرکے کانچی کو اپنا دارالحکومت بنایااور نویں صدی عیسوی کے وسط تک جنوبی ہندوستان کی سیاست پر قابض رہے۔نویں صدی عیسوی کے وسط ہی میں چولوں نے پلووں کے ہاتھوں سے اپنا کھویا ہوااقتدار پر دوبارہ حاصل کیااور دریائے تنگ بھدرا کے جنوبی علاقوں پر اپنی عظیم الشان حکومت قائم کی جو دو صدیوں سے زائد عرصے تک برقرار رہی۔اس عہد کے دوران وہ دکن کی ریاستوں، خاص طور پر راشٹر کوٹوں (Rashtrakutas) سے مستقل برسرِ پیکار رہے اور بعد میں کلیانی کے چالوکیوں یا مغربی چالوکیوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔اس دور میں کئی بار چیرا، پانڈیا، اور سیلون کی حکومتوں کو طاقت ور چولوں کی فوجی طاقت کا سامنا کرنا پڑا۔ باآلاخر مدورائی کے پانڈیوں نے ان کے سیاسی اقتدار کا مکمل خاتمہ کردیا۔پانڈیوں نے تیرہویں صدی کے دوسرے نصف حصے میں چولوں کو شکست دے کر جنوب بعید میں اپنی عظیم ریاست قائم کی۔

23.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- عہدِ وسطی کے ابتدائی دور میں جنوبی ہندوستان کی چولا سلطنت کے آغاز وارتقا کو جان سکیں گے۔
- چولا سلطنت کی توسیع واستحکام کے عمل کو سمجھ سکیں گے۔

- چولا حکمرانوں کے انتظام حکومت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- چولا حکمرانوں کے تحت جنوبی ہند کی سیاسی تاریخ بیان کر سکیں گے۔
- چولوں کی زراعتی اور تجارتی سرگرمیوں کی شناخت کر سکیں گے۔
- چولا حکمرانوں کے عہد کے مذہبی رجحانات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- چولا عہد کے انتظامیہ پر گفتگو کر سکیں گے۔

23.2 چولا سلطنت کا قیام (Foundation of Chola Empire)

چولا حکمراں جو کورومنڈل کے ساحلی علاقوں میں حکومت کرتے تھے، نویں صدی عیسوی کے نصفِ اول تک کانچی کے پلووں کے جاگیردار تھے۔ 850ء میں انہوں نے تنجاور پر قبضہ کیا۔ چولا اقتدار کو وجیالیہ (Vijalaya) کے ذریعے مُتاریار (Muttaryar) سے عروج حاصل ہوا جس نے پلووں کو پانڈیوں سے ہاتھ ملانے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ بعد ازاں پانڈیا حکمراں ورگنادوم (Varaguna II) پلوّ بادشاہ نندی ورمن سوم کا ماتحت اور اتحادی بن گیا اور وجیالیہ بھی اس عرصے میں بہت بااثر شخصیت بن گیا تھا۔ 869ء میں نندی ورمن سوم کی موت کے بعد اس کا بیٹا نرپتنگاورمن (Nripatungavarman) پلوّ حکومت کی راج گدی پر بیٹھا۔ دھیرے دھیرے نرپتنگا اور اس کے سوتیلے بھائی اپراجتا (Aparajita) کے درمیان اختلافات بڑھنے لگے کیوں کہ وہ بھی تخت حکومت کا دعوے دار تھا۔ اس درمیان ورگُنادوم (Varaguna II) نے نرپتنگا کی حمایت کی، اور اپراجتا کو گنگا حکمراں پرتھوی پتی اول (Prithvipati I) اور وجیالیہ چولا کے بیٹے اور اس کے جانشیں آدتیہ اول کی حمایت حاصل ہوئی۔ 885ء میں کُمباکونم (Kombakonam) کے قریب تھری پورم بیم (Thirupurambiyam) کے مقام پر دونوں بھائیوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی جس میں اپراجتا کو فتح حاصل ہوئی۔ حالانکہ اس کا مضبوط اتحادی پرتھوی پتی مارا گیا۔

23.2.1 آدتیہ اول (Aditya I)

اس جنگ کے بعد اپراجتاورمن پلووں کا حقیقی حکمراں بن گیا۔ آدتیہ اول (870/71-907ء) کو اپراجتاورمن کی فتح سے بہت فائدہ ہوا۔ تنجاور کے علاوہ جسے اس کے والد نے مُتاّریار سے حاصل کیا تھا، آدتیہ اول کو بھی پلووں سے کافی سارے علاقے تحفتاً حاصل ہوئے۔ تاہم، آدتیہ اول اپنی ماتحتی سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ پلووں کو اقتدار سے بے دخل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے 897ء کے قریب تونڈئی منڈلم (Tondaimandalam) پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں پلوّ حکمراں اپراجتاورمن مارا گیا۔ اسی کے ساتھ پلوّ حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور پلووں کی ریاست کا پورا حصہ چولا سلطنت کا حصہ بن گیا۔ نرپتنگا (م 899ء) جس نے پلوّ ریاست کے مغربی حصے شمالی ارکاٹ میں جاگیردار کی حیثیت سے غیر معروف زندگی گزاری تھی، چولا اقتدار کو کوئی سنگین خطرہ پیدا کر سکے اور نا ہی اس کا بھائی کمپاورمن چولا حکمراں کے مدمقابل ہونے کی ہمت دکھا سکا۔ اگرچہ بطور خود مختار حکمراں آدتیہ چولا کا دورِ حکمرانی ایک دہائی سے زیادہ نہیں تھا، اس کے باوجود وہ چولا خاندان کی

حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں کامیاب رہا تھا۔اس سے پہلے کسی اور چولا حکمراں کو ایسی کامیابی نہیں ملی تھی۔اس کے عہد میں گنگا حکمراں پرتھوی پتی اول کے پوتے پرتھوی پتی دوم نے بھی اس کی بالادستی تسلیم کی۔آدتیہ چولا نے ورگنا دوم کے بھائی پانڈیا حکمراں پرانتکا ویرنارائینا(Prantaka Viranarayana) سے گنگوں کا علاقہ بھی حاصل کر لیا اور اپنے ہم عصر چیرا حکمراں استھانوراوی (Sthanuravi) سے دوستانہ تعلقات استوار کیے۔907ء میں آدتیہ چولا نے اپنی آخری سانس لی۔اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا پرانتکا اول(Prantaka-I) اس کا جانشیں بنا، جس نے چولا راج گدی پر تقریباً پانچ دہائیوں تک حکومت کی تھی۔

23.2.2 پرانتکا اول (Prantaka I)

جنوبی ہند میں چولا سلطنت کو سب سے مضبوط، مستحکم اور طاقتور بنانے کا سہرا پرانتکا اول(907-955ء) کے سر باندھا جاتا ہے۔ اس نے تونڈئی منڈلم اور تامرپنی(Tamrapani) اور ویگئی(Vaigai) ندی کی وادیوں پر فوجی کاروائیوں میں زبردست کامیابی حاصل کی۔910ء میں پانڈیوں کے دارالحکومت مدورائی کو راجاسمہا دوم(Rajasimha-II) سے چھین لیا تھا۔بلاشبہ یہ فتح پرانتکا کی اہم ترین کامیابیوں میں سے ایک ہے۔اس فتح کے بعد اس نے "مدورائی کونڈا" (مدورائی کا فاتح) کا خطاب اختیار کیا۔ راجاسمہا دوم نے سیلون کے حکمراں کسپّا پنجم (Kasappa-V) کی مدد سے پرانتکا چولا پر جوابی کاروائی کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ ویلور(Vellur) کی لڑائی میں دونوں کی متحدہ فوجوں کو پرانتکا کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔کچھ ہی دنوں بعد چولوں نے پانڈیوں کے علاقوں کو بھی فتح کر لیا۔ان تمام فوجی کاروائیوں نے دکن میں چولوں کو راشٹر کوٹوں کا مخالف بنا دیا۔ چنانچہ چولا اور راشٹر کوٹ دسویں صدی عیسوی کے اواخر تک ایک دوسرے کے انتہائی مخالف رہے۔ بعدازآں حالات جب کچھ بہتر ہوئے تو ان دونوں خاندانوں میں رفتہ رفتہ ازدواجی تعلقات بھی استوار ہوئے تھے۔

راشٹر کوٹا خاندان کے حکمراں کرشنا دوم کے دورِ حکمرانی میں، چولا حکمراں آدتیہ اول نے راشٹر کوٹا خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کنّارادیو(Kannaradeva) تھا۔آدتیہ چولا کا انتقال کے بعد پرانتکا اول اس کا جانشیں بنا تھا لہٰذا کرشنا دوم اس سے خوش نہیں تھا۔وہ چاہتا تھا کہ چولوں کا اقتدار اس کے پوتے کو ملے اور وہ اس کی باگ ڈور سنبھالے۔ چنانچہ اس نے بانوں (Banas) اور ویدمبوں(Vaidumbas) کی مدد سے چولا سلطنت پر حملہ کر دیا۔ شمالی ارکاٹ ضلع کے ولالا(Vallala) کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی، جس میں پرانتکا اول نے گنگا کے حکمراں پرتھوی پتی دوم کی مدد سے راشٹر کوٹا حکمراں کرشنا اور اس کے اتحادیوں کو شکست دی اور بانوں(Bana) کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے اتحادی پرتھوی پتی دوم کو سونپ دیا۔تاہم، 940ء سے پرانتکا کے لیے حالات تبدیل ہونے لگے۔اس وقت تک اس کے انتہائی وفادار جاگیر دار گنگا حکمراں پرتھوی پتی دوم کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کے جانشیں بُتوگا دوم(Butuga-II) نے راشٹر کوٹا حکمراں کرشنا سوم کی بہن سے شادی کر کے راشٹر کوٹوں سے نزدیکی اختیار کر لی۔اس کے علاوہ بانا اور ویدامبا جو کہ پہلے ہی چولوں سے اپنی پچھلی شکست کا بدلہ لینے کا موقع ڈھونڈ رہے تھے، کرشنا سوم کے ساتھ ہو گئے۔دوسری جانب پرانتکا نے اپنے بڑے لڑکے راجادتیہ کو شمال سے کسی بھی ممکنہ بڑے خطرے کا سامنا کرنے کے لیے ایک بڑی فوج کے ساتھ متعین کیا۔ جب

راشٹر کوٹوں کے نااہل حکمراں گووندا چہارم، جس نے چول حکمراں پرانتکا کی بیٹی وکرمادیوی سے شادی کی تھی، نے باغیوں سے بچنے کے لیے اپنے سسر کے گھر پناہ لی، جس کی وجہ سے راشٹر کوٹوں کا نیا حکمراں کرشنا سوم چولا حکمراں کو گووندا چہارم کو پناہ دینے کے صلہ میں سزا دینا چاہتا تھا۔ بالآخر کرشنا سوم نے بانا، ویدمبا اور نئے گنگا حکمراں بُتوگا دوم کی مدد سے چولا سلطنت پر حملہ کر دیا۔ 949ء میں ارکونم (Arkonam) کے قریب تاکّولم (Takkolam) کے مقام پر ان تینوں کی مشترکہ افواج نے اس لڑائی میں پرانتکا اول پر زبردست فتح حاصل کی۔ نتیجتاً وہ تونڈئی منڈلم کے خاصے علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہا اور 955ء میں پرانتکا کی موت کے بعد کم از کم تین دہائیوں تک چولوں کی حیثیت مزید کمزور ہوئی۔

23.2.3 پرانتکا اول کے جانشیں (Successors of Prantaka I)

پرانتکا اول کی وفات کے بعد سے 985ء میں راجاراجا اول کے تخت نشین ہونے تک تقریباً تیس سال کا عرصہ سیاسی فتوحات اور فوجی کامیابیوں کے لحاظ سے کوئی خاص اہم نہیں تھا۔ پرانتکا اول کے بیٹے اور اس کے جانشیں گندر آدتیہ (adityaGandr) کا دور بہت مختصر رہا۔ اسے سیاست سے زیادہ مذہبی معاملات میں دلچسپی تھی۔ حالانکہ تونڈئی مندلم کے علاقے میں کرشنا سوم مسلسل فتوحات حاصل کر رہا تھا۔ 957ء میں پرانتکا دوم (Prantaka-II) کے چولا حکومت کے تخت پر بیٹھنے سے پہلے گندر آدتیہ کا بھائی ارنجیا (Arinjaya) بھی مختصر مدت کے لیے چولا سلطنت کا حکمراں بنا۔ پرانتکا دوم (73-957) جو کہ سندر چولا کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا، کا اہم کارنامہ یہ تھا کہ اس نے اپنے ماتحت پانڈیا حکمراں ویراپانڈیا (Vira Pandya) کو اس کی سرکشی کی سزا دی جس نے گندرادتیہ کے عہد حکومت میں خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ پرانتکا دوم نے سیلون کے مہیندا چہارم (Mahenida-IV) کو پانڈیا حکمراں کی مدد کرنے کی سزا دینے کے لیے سیلون پر چڑھائی کی۔ 973ء میں پرانتکا دوم کی موت کے بعد اس کے بیٹے ارومولی (معروف بہ راجاراجا اول) کے بجائے گندر آدتیہ کا بیٹا اُتم چولا (Uttama Chola) نیا حکمراں بنا۔ اس دوران، مغربی چالوکیوں نے راشٹر کوٹوں کو شکست دے کر ان کی جگہ اپنی حکومت قائم کی۔ اس خاندان کے پہلے راجا تیلپ دوم (Tailap II) نے کلیانی کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس سے بھی پہلے تونڈئی منڈلم کا بیشتر علاقہ جسے پرانتکا اول اور اس کے فوری جانشینوں نے کرشنا سوم کے ہاتھوں گنوا دیا تھا، چولوں نے راشٹر کوٹوں سے دوبارہ حاصل کر لیا۔

23.3 توسیع واستحکام (Consolidation and Expansion)

23.3.1 راجاراجا اول (Rajaraja I)

چولا سلطنت کو اصل عظمت 985ء میں راجاراجا اول (985-1014) کی تخت نشینی کے بعد حاصل ہوئی۔ اس کے عہد حکومت میں چولا ریاست بہترین نظم ونسق اور طاقتور بری وبحری افواج کے ساتھ ایک عظیم سلطنت میں تبدیل ہو گئی۔ اسے پانڈیہ فوجوں، کیرالہ کے چیروں اور سیلون کی حکومت سے جنگیں لڑنا پڑیں۔ ان جنگوں میں اس نے چیروں پر فتح پائی اور پانڈیہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ان علاقوں کے نظم و نسق کے لیے مدرائی میں ایک چولا گورنر متعین کیا گیا جسے 'چولا - پاندیا' کہا جاتا تھا۔ سیلون کے راجا مہیندر چہارم کے خلاف بھیجی گئی ایک بحری

مہم میں راجاراجااول نے انورادھاپورا(Anuradhapura) کو تباہ کر دیااور سیلون کے شمالی علاقے کو ایک چولا صوبے میں تبدیل کرتے ہوئے پولونّاروا(Polonnaruva) کو اس کی راجدھانی بنا دیا۔ اس کے علاوہ میسور خطے میں گنگاپڑی(Gangapadi)، نولمباپڑی (Nolambapadi)اور تادیگئی پڑی(Tadigaipadi) کو فتح کر لیا۔ان علاقوں پر قابض ہونے کے بعد نہ صرف جنوبی ہندوستان میں چولوں کی حالت مستحکم ہوئی بلکہ شمالی علاقے میں نئی قائم شدہ مغربی چالوکیہ ریاست کے ساتھ تنازعات میں شدت پیدا ہوئی۔ وینگی (vengi) کے مشرقی چالوکیوں کی جانشینی کی لڑائی میں چولا حکمراں کی مداخلت سے ان کے تعلقات میں مزید بگاڑ پیدا ہوا جس کا نتیجہ اکثر دونوں میں باہم جنگوں کی شکل میں سامنے آیا۔ راجاراجااول نے اپنے عہد حکومت کے آخری ایام میں مالدیپ کو فتح کر کے چولا سلطنت میں شامل کر لیا۔ مفتوحہ علاقوں اور جن پر اس نے تسلط قائم کیا تھا ان پر اپنی گرفت برقرار رکھنے کے لیے اس نے 1012ء میں اپنے بیٹے اور جانشین راجیندر کو یوراج(Yuvaraja) کے طور پر تقرر کیا۔

راجاراجااول ایک عظیم حکمراں کے علاوہ، فنِ تعمیرات کا شوقین تھا۔ یہی وہ راجاراجااول تھا جس نے 1010ء میں تنجاور کے مقام پر برہ دیشور(Brihadeswara) کا عظیم الشان مندر جو راجاراجا مندر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے تعمیر کروایا تھا۔ فن تعمیر کا یہ حیرت انگیز نمونہ بلاشبہ عہدِ چولا کے ماہرینِ فنِ تعمیر کی عمدہ مہارتوں کا شاہکار نمونہ پیش کرتا ہے۔ راجاراجا نے سری وجیا (SriVijay) (انڈونیشیا) کے سیلندر حکمراں سری ماراوجیوتنگ ورمن(Sri Mara Vijayottungavarman) کو بھی بدھسٹ وِہار ناگاپتم (Viharaat Nagapatam) جسے راجا سری وجیا کے والد چُڑامنی وِہار(Chudamani Vihara) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے بنوایا تھا۔ شمالی سری لنکا اور مالدیپ پر اس کے اقتدار اور کنٹرول اور انڈونیشیا کے سیلندر حکمرانوں پر اس کے اثر ورسوخ اس کی بحری بالادستی کی تصدیق کرتے ہیں جو اس نے اپنے بیرون ممالک مہمات میں انجام دیا تھا۔ آخر کار 1014ء میں راجاراجااول کی وفات کے ساتھ اس کا دورِ حکومت ختم ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا راجیندر اول تخت نشین ہوا جو چولا حکمرانوں میں کافی مشہور ہے۔

23.3.2 راجیندر اول (Rajendra I)

راجیندر اول(1014-1044ء) کو چولا تاریخ کا سب سے کامیاب حکمراں تصور کیا جاتا ہے۔ وہ 1014ء اپنے والد راجاراجااول کی میں وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور تین دہائیوں تک اپنی موروثی ریاست پر حکمرانی کرتا رہا۔ اس نے اپنے والد سے جارحانہ مزاج ورثے میں ملا تھا چنانچہ اس نے اپنے والد کے ذریعہ شروع کی گئی جارحانہ کاروائیوں کو مزید آگے بڑھایا اور سری لنکا کی فتح کر لیا۔ اس نے سری لنکا کے راجا مہیندا پنجم کو قیدی بنالیا اور اسے چولا سلطنت میں محبوس کر دیا گیا۔ مزید برآں اس نے کامیابی کے ساتھ چیرا اور پانڈیا کے حکمرانوں کو شکست دی اور اپنے ایک بیٹے کو 'چولا- پانڈیا' خطاب عطا کیا اور ساتھ ہی مدورائی کو دونوں حکومتوں کا مرکز بنا کر اپنے بیٹے کو اس کا وائسرائے مقرر کیا۔ اس عہد کے دوران چولا سیاست میں ایک نمایاں پیش رفت اور ہوئی۔ وہ یہ کہ چولا حکمرانوں کی دکن کی ایک اہم مضبوط طاقت کلیانی کے مغربی چلوکیہ کے ساتھ مستقل دشمنی تھی۔ مغربی چالکیوں کو دشمنی کا یہ رویہ اپنے اسلاف کی جانب سے ورثہ میں ملا تھا۔ ایک طرف چولا ان کے مخالف تھے تو دوسری طرف وینگی کے مشرقی چالوکیہ بھی ان کے خلاف تھے۔ چولوں نے نہ صرف وینگی کے مشرقی چالوکیوں سے

دوستانہ تعلقات برقرار رکھے بلکہ شادی بیاہ کے رشتوں کے ذریعہ انہیں استحکام بھی بخشا تھا۔اس سے چولا حکومت اور مغربی چالوکیہ کی دشمنی میں مزید شدت پیدا ہوئی اور دونوں ایک دوسرے سے کافی عرصہ تک بر سرِپیکار رہے۔یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ گیارہویں صدی میں فوجی کارروائیوں میں نشیب وفراز کے باوجود ان میں سے کوئی بھی طاقت اپنے مخالفین کے علاقوں کو طویل عرصہ تک اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکی۔وہ جزیرہ نما ہند میں اعلیٰ سیاسی طاقت کا مقام حاصل کیے بغیر اپنے اپنے علاقوں پر ہی جمے رہے۔تاہم راجیندر اول نے راشٹر کوٹوں اور بعد میں مغربی چالوکیوں کے دارالحکومت مانیہ کھیت(Manyakheta) شہر کو جو نقصان پہنچایا اس سے کلیانی میں مغربی چالوکیہ کے نئے دارالحکومت کا قیام عمل میں آیا جس کی وجہ سے وہ کلیانی چالوکیہ یا کلیانی کے چالوکیوں کے نام سے معروف ہوئے۔

وینگی پر مسلسل جنگوں کے دوران، مغربی چالوکیہ کے حکمراں جے سمہادوم نے وجے آدتیہ کی مدد کی جبکہ راجیندر راچولا نے راجاراجا کے معاملے میں اپنا تعاون پیش کیا۔چولا طاقتوں نے وجے آدتیہ کو کئی موقعوں پر شکست دی اور راجاراجا کے لیے وینگی پر قبضہ کیا۔مزید اس نے کلنگ کے مغربی گنگا حکمراں کی جانب بھی پیش قدمی کی جس کی وجہ سے ان جنگوں نے جے سمہا کو اس سے علیحدہ کردیا گیا تھا۔راجیندر چولا اب بھی اپنی فوجی طاقت کے مظاہرے کے لیے گنگا کی وادی کی جانب پیش قدمی کرنے کے لیے پر عزم تھا لیکن پیش قدمی کے دوران راستہ میں اسے کئی خطرات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔جنوب کی جانب واپسی کے بعد، 1022ء میں اس نے اپنے بھتیجے راجاراجا کی جشن تاج پوشی کا اہتمام کیا۔تقریباً دو سال کے بعد راجیندر اول نے چولا دارالحکومت کو تنجاور سے نئے شہر گنگئی کونڈاچولا پورام (Gangaikonda cholapuram) کو منتقل کردیا جو 250 سالوں تک چولا حکومت کی راجدھانی کے طور پر برقرار رہا۔

راجیندر چولا کے دور سے ہی چولوں کو ہندوستانی بحریہ پر بالادستی حاصل تھی یہ بالادستی کافی طویل عرصہ تک قائم تھی۔چولوں کی یہ بالادستی راجیندر دوم کے دورِ حکمرانی میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔اس نے چولوں کی ان مہم جوئیوں کو جو اس کے والد نے سری لنکا کے بادشاہ کے خلاف شروع کی تھی انہیں پایۂ تکمیل تک پہونچایا اور سری لنکا کو مکمل طور پر چولا حکومت میں شامل کرلیا۔تاہم چولوں کی سب سے جرأت مندانہ بحری مہم جنوب مشرق کے حکمراں سری وجیا کے خلاف انجام دی گئی تھی۔یہ مہم 1025-1026ء کے دوران راجیندر اچولا نے سر کی تھی۔اس مہم میں چولا کے بحری بیڑے نے جنوب مشرق کے ایک بہت بڑے علاقے پر فتح حاصل کی تھی۔اگرچہ یہ مفتوحہ علاقہ چولا سلطنت میں ضم نہیں کیا گیا اس کے باوجود یہ مہم گیارہویں صدی میں چولوں کی بحری بالادستی کا ثبوت پیش کرتی ہے۔اس مہم کا اختتام مفتوح حکومت کی بحالی پر اس شرط کے ساتھ ہوا کہ مفتوحہ ریاست کے حکمراں چولا حکومت کی بالادستی کو تسلیم کریں گے۔اس مہم کے پیچھے چولا راجا کے کیا مقاصد تھے مورخین آج تک کشمکش اور الجھن کا شکار ہیں۔ایسا سمجھا جاتا ہے کہ یا تو یہ مہمات سری وجیا کے ذریعہ چولوں اور چین کے مابین تعلقات میں رکاوٹ پیدا کرنے کی وجہ سے شروع ہوئی تھی یا پھر چولا حکومت کا دور دراز ممالک پر اپنا اثر ورسوخ جمانے کی خاطر راجیندر چولا کے عزائم کا نتیجہ تھیں۔گیارہویں صدی میں چولا حکمرانوں کے ذریعہ چین کے دربار میں سیاسی اور معاشی سفیروں کو بھیجے جانے کے تین شواہد ملتے ہیں۔یہ سفر بالترتیب 1016ء، 1033ء اور 1077ء میں چین بھیجے گئے تھے۔راجیندر اچولا کی موت کے بعد بھی چولا حکومت کی بیرون ممالک مہمات کا سلسلہ جاری رہا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلوتنگا اول (Kulottunga-I)(1070ء-1120) چولا گھرانے کا

آخری بڑا حکمراں تھا جس نے بحری مہمات بھیجنے میں اہم رول ادا کیا تھا۔

23.3.3 راجادھیراجا اول (Rajadhiraja I)

مغربی چالوکیہ خاندان میں جے سمہا دوم (Jaisimha II) کے بعد سومیسوراول (Someswara-I) اس کا جانشیں بنا جس نے اپنا دارالحکومت مانیاکھیت سے کلیانی منتقل کیا تھا۔ ایک مرتبہ پھر وینگی کے شاہی دربار میں نئی پیش رفت چولوں اور مغربی چالوکیوں کے درمیان دشمنی کا سبب بنی۔ اسی سیاسی رنجش اور کھینچ تان کے دوران 1044ء میں راجیندر اول کی موت واقع ہوگئی اور اس کا بیٹا راجادھیراجا اول (1044-1052ء) اس کا جانشیں بنا۔ اس نے بھی مغربی چالوکیہ حکمراں سومیسوراول کے خلاف کئی جنگیں لڑیں اوران میں اسے کامیابی ملی۔ راجادھیراجا اول کا سب سے نمایاں کارنامہ مغربی چالوکیوں کے دارالحکومت کلیانی کو تاخت وتاراج کرنا تھا۔ اپنی فتح کی یاد میں وہ کلیانی میں ویرابھیشیک (Virabhisheka) یعنی فتح کا جشن مناتا ہے اور وجیاراجیندرا (Vijayarajendra) کا لقب اختیار کرتا ہے۔ اگرچہ سومیسوراول چولوں کو چالوکیہ علاقوں سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن وہ راجادھیراجا کے عہد میں چولوں کو کبھی بھی شکست نہیں دے سکا۔ راجادھیراجا کے بعد راجیندرادوم اور وجیندرا بالترتیب چولا حکمراں بنے۔

23.3.4 کلوتنگا (Kulottunga)

وجیندرا کی وفات کے بعد 1070ء میں کلوتنگا اول (1070-1120ء) چولا سلطنت کا نیا حکمراں بنا اور 1170ء میں اس کی موت تک اس نے چولا علاقوں پر تقریباً 50 سال تک حکومت کی۔ دیگر چولا حکمرانوں کے برعکس کلوتنگا اول ایک مختلف پس منظر سے تعلق رکھتا تھا۔ بنیادی طور پر یہ راجیندرادوم نام سے مشرقی چالوکیہ بادشاہ تھا۔ 1170ء میں وہ چولا خاندان میں ازدواجی رشتے کی بنیاد پر وہ کلوتنگا کے نئے نام سے چولا خاندان کا حکمراں بنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ چولا حکومت کا آخری اہم حکمراں تھا۔ جیم گوندار (Jayamgondar) کی کلینگاتُّپرنی (Kalingattuparani) جنگی گیت کی شکل میں تمل ادب کا اہم شاہکار ہے جس میں چولا- کلنگ جنگ میں کلوتنگا اول کی گنگا حکمراں اننت ورمن چوڈاگنگا (Anantavarman Chodaganga) کے خلاف فتح کا ذکر ہے۔ وجیندرا کی موت نے کلوتنگا کو وینگی اور چولا دونوں خاندانوں کا حکمراں بننے کا سنہرا موقع فراہم کیا۔ اس نے وینگی سے وجے آدتیہ کو معزول کرتے ہوئے اسے چول سلطنت میں شامل کردیا۔ مختصر مدت کے لیے ہی صحیح اس کے اقتدار کے نتیجے میں وینگی چولا سلطنت کا حصہ بن گیا۔ کلوتنگا کی موت کے فوراً بعد مغربی چالوکیہ خاندان پر 1076ء سے 1126ء تک تقریباً پانچ دہائیوں تک حکومت کرنے والے چالوکیوں کے عظیم ترین حکمراں وکرمآدتیہ ششم نے وینگی پر حملہ کردیا اور اس پر قبضہ جمالیا۔

راجا بننے کے بعد، کلوتنگا نے سیلون کے چولا علاقوں میں جو بغاوت اٹھی تھی اسے کچلنے کے لیے اقدامات بھی کیے، اور چولا حکمرانوں کی بالادستی منوانے کے لیے پانڈیا اور چیرا کے صوبوں کے امراء کے خلاف کامیاب کاروائیوں کا بھی اہتمام کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ 1077 کے قریب چولا سفارت کاروں کے کئی تاجر چین پہنچنے کے ثبوت ملتے ہیں، جو چین سے دوستانہ تعلقات کے کلوتنگا کی خواہش کو ظاہر کرتے ہیں،

یہ چھ دہائی پہلے راجیندر چولا کی آغاز کردہ پالیسی کا تسلسل تھا۔ سری وجے کے ساتھ بھی کلوتنگا نے دوستانہ تعلقات کو بنائے رکھا تھا جس کا ثبوت 1090ء میں سری وجیا نے کلوتنگا کے دربار میں سفیر کو بھیجا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک قابل حکمراں تھا اور اپنی عوام کی فلاح و بہبود پر اس کے تحفظات تھے جو اکثر اسے 'سنگمتاویرتا' (Sangamtavirtta) (وہ جس نے محصول کو ختم کیا) کا لقب دیا۔ اگرچہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے کہ واقعی اس نے ایسا کیا بھی تھا یا نہیں۔

کلوتنگا اول کے جانشیں کمزور تھے اور وہ چولا کی تابناک تاریخ میں سوائے چند معمولی فوجی کامیابیوں اور چند مندروں کی تعمیر کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں کر سکے۔ یہاں تک کہ کلوتنگا کی وفات کے بعد بھی، چولا بادشاہت 150 سال سے زائد عرصے تک جاری رہی لیکن بہت کم اہمیت کی حامل رہی۔ آخر کار چولا حکومت کا آخری بادشاہ راجیندر اچولا سوم کو سندر پانڈیہ کے ہاتھوں شکست ہوئی اور اسے پانڈیوں کی بالادستی تسلیم کرنی پڑی۔ اسی کے ساتھ 1279ء میں جنوبی ہندوستان میں چولا اقتدار کا خاتمہ ہوا۔

23.4 ریاست کی نوعیت (Nature of State)

چولا حکومت کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نویں صدی عیسوی کی ایک چھوٹی سی ریاست بعد کی دو صدیوں یا اس سے زائد عرصہ میں ایک بہت بڑی اور عظیم الشان سلطنت میں تبدیل ہوئی۔ اس طرح نوبُرو کاراشیما (Noburu Karashima) اور وائے سُبّارایالو (Y. Subbarayalu) جیسے دانشوروں نے چولا دورِ حکومت کے بے ہنگم چار سو سالوں کو جوان کے لطف اندوز سیاسی کنٹرول پر مبنی تھے، تین مرحلوں میں تقسیم کیا ہے:

- پہلا مرحلہ (850-985ء): نظامِ حکومت سے پہلے کا دور ہے جو کاویری ڈیلٹا پر چولا سلطنت کی بنیاد اور اس کے قیام سے منسلک ہے۔
- دوسرا مرحلہ (986-1000ء): اس کی شناخت، شہنشاہیت کے دور کے طور پر ہوتی ہے جو طاقتور چولا حکمرانوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ راجا راجا چولا سے شروع ہو کر کلوتنگا اول کے دور حکومت پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کو بے شمار سرکاری نمائندوں اور فوج کے تعاون سے اقتدار کو مرکزی نوعیت کا بنانے کی کوششوں کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔
- آخری مرحلہ: اس کو شہنشاہیت کے بعد کے دور سے منسوب کیا جاتا ہے جو مرکزی سیاسی نظام کے فقدان سے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں متعدد مقامی حکمرانوں، سرداروں اور سیاسی طاقتوں کے ابھرنے کے ساتھ سیاسی مرکزیت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر میں بکھر گئی۔

'دی چولاز' (The Cholas) نامی کتاب کے مصنف کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری (K.A. Nilkanta Shastri) چولا سلطنت کے بارے میں کہتے ہیں کہ چولا ایک ایسی ریاست تھی جو مرکزی اور طاقت ور حکومت کے ذریعے چلائی جاتی تھی اور اس کے پاس بہت ہی منظم اور ماہر افسر شاہی موجود تھی۔ تاہم مقامی نظم و نسق میں بادشاہ کا عمل دخل بہت ہی کم رہتا تھا۔ شاستری کی اس رائے پر برٹن اسٹین (Burton Stein) نے اپنی کتاب Peasant, State and the Society in Medieval South India میں زبردست تنقید کی ہے۔ اس کتاب میں وہ 'منقسم ریاست' (Segmentary State) کے تصور کو پیش کرتے ہیں جس

کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چولا سلطنت اسی نوعیت پر مبنی تھی۔ اس تصور کو مشرقی افریقہ کے الور(Alur)سماج پر کی گئی ایڈن ساؤتھ ہال کی تحقیق سے موازنہ کرتے ہوئے، اسٹین نے ساؤتھ ہال کے کچھ مشاہدات کو چولا سلطنت پر عائد کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کے نزدیک دوہری حاکمیت، منقسم ریاست کی ایک اہم خصوصیت ہے، جو حقیقی سیاسی حاکمیت اور رسمی حاکمیت دونوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ چولا سلطنت کے اطراف میں بے شمار ناڈو(nadus)مساوی طور پر منقسم تھے اور یہ ناڈوز مزید تین علاقوں میں تقسیم کیے گئے تھے: بنیادی/مرکزی، درمیانی اور بیرونی۔ چنانچہ، چولا حکمرانوں نے صوبائی حاکمیت کو خاص کر بنیادی علاقوں کی حاکمیت کو محدود طور پر برتا تھا۔ بیرونی علاقوں کا نظم و نسق مرکزی نظم و نسق کے ڈھانچہ میں مخروطی تکرار کے ذریعہ انجام دیا جاتا۔ لٰہذا ایک منظم افسر شاہی کی عدم موجودگی نے چولا حکمرانوں کو محض رسمی خود مختاریوں تک محدود رکھا، جس میں حکمراں کے عہدے کو برہمن پجاریوں کے ذریعہ جواز فراہم کیا جاتا تھا۔ اس خیال پر جدید دانشوروں نے بھی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ افریقہ میں الور سماج کی تحقیق کے لیے استعمال کیے گئے طریقہ کر کا اطلاق چولا حکومت کے معاملے میں روا نہیں رکھا جاسکتا۔ اگرچہ ماہرین نے چولا سلطنت کو کیتھ لین گف(Kathleen Gough)کے ذریعے 'قدیم زمانے کی ریاست'(Archaic State) اور ہنری جے۔ ایم۔ کلاسین(Henry J.M. Classen)اور پیٹر اسکالنک(Peter Skalnik)کے ذریعے 'ابتدائی ریاست'(Early State)کے نام سے موسوم کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن پھر بھی ان دونوں کو الگ تھلگ رکھتے ہوئے چولوں کی سیاسی حکمت عملیوں کو کماحقہ سمجھنا ذرا مشکل ہے۔

23.5 چولا حکومت کا نظم و نسق (Chola Administration)

23.5.1 بادشاہ اور افسر شاہی (King & Beaurocracy)

چولا عہد کے کتبوں کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نویں صدی میں چولا بادشاہ کا منصب آہستہ آہستہ ایک عام سربراہ سے بڑھ کر گیارہویں صدی میں ایک شہنشاہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اس بات کو ان کے ابتدائی دور میں پیرومنور(Perumanor)پیرومن ادیگن (Peruman Adigan) سے اُدے یار(Udaiyar) کے القابات اور بعد میں چکرورتی اور تری بھونوا چکرورتی (Tribhunava Chakravarti)تک بڑھ گیا تھا۔ اسے گیارہویں صدی کے بڑے القابات کے استعمال اور ان میں تبدیلی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ چولا انتظامیہ میں بادشاہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور وہ موروثی راج شاہی طرز کی حکومت کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ وزیروں کا ایک حلقہ چولا راجاؤں اور مہاراجاؤں کا معاون ہوتا تھا جو انتظامیہ کے اہم محکموں کی نمائندگی کرتا تھا اور مختلف امور میں راجا کو مشورہ دیتا تھا۔

جہاں تک افسر شاہی کا تعلق ہے مختلف ذمے داریوں اور فرائض کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے چولا دربار میں متعدد افسروں کا تقرر کیا گیا تھا جنہیں مختلف عہدوں پر فائز کے عہدیداروں میں درجہ بند کیا گیا تھا۔ عام طور پر ان عہدیداروں کے دو درجے تھے۔

1. پیروندنم(Perundanam)(اعلیٰ عہدیدار)

2. 'سیر ودنم' (Sirudanam)(ادنی عہدیدار)۔

حیرت انگیز طور پر دونوں عہدیداروں کی ملازمت کی نوعیت تقریباً موروثی تھی۔ یہاں تک کہ دیوانی اور فوجی ملازمتوں میں کوئی واضح امتیاز نہیں تھا۔ ان کی تقرریوں کا عمل، طریقہ کار اور عہدوں پر ترقی کے اصولوں کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ اکثر ان عہدیداروں کو ان کے مقامات کے لیے موزوں زمین کی تفویض کے ذریعہ معاوضہ دیا جاتا تھا اور کبھی کبھار انہیں، مالِ غنیمت اور اعزازات والقابات کے ذریعہ بھی نوازا جاتا تھا۔

بارہویں صدی کا جے گووندار کے مشہور تمل ادبی شاہکار کلنگا تپرنی (Kalingattupparani) میں کلوتنگ چولا کے خوبصورت شاہی محل کا تذکرہ کیا ہے جس میں کئی رانیاں، لونڈیاں، موسیقار، محافظ، افسران مملکت، راجا کے معاونین اور دیگر اہلکار موجود رہتے تھے۔ ان میں ہمیں 'اولینایگم (Olainayagam)' (سرکاری منشی) اور 'ناڈویروکتی (Naduvirukkati)، سری کریام (Srikaryam) کے حوالے ملتے ہیں۔ تیرہویں صدی کے چینی دانشور چوجوکوآ (Chau Ju-kua) نے بھی چولا دربار کی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا تذکرہ کیا ہے۔

23.5.2 انتظامی تقسیم (Administrative Division)

انتظامی سہولت کے لیے چولا حکومت منڈلوں (Mandalas)، ولاناڈوؤں (Valanadus) ناڈوؤں (Nadus) اور کوٹموں (Kuttams) جیسی مختلف اکائیوں میں منقسم تھی۔ راجاراجا چولا کے دورِ حکومت میں چولا منڈلم (چولا-ناڈو) یعنی مرکز کے ساتھ ساتھ منڈلم کا وجود عمل میں آیا۔ ہمیں اس طرح کے کئی منڈل جیسے راجاراجا منڈلم (پنڈی-ناڈو)، جینگونڈا چولا منڈلم (Jayangonda cholammandalam) (تونڈئی-ناڈو)، اور ممّوڈی چولا منڈلم (Mummudicholamandalam) (سری لنکا) وغیرہ کی شہادتیں ملتی ہیں۔ چولا سلطنت کے تحت کئی اہم علاقے ولاناڈو میں تبدیل ہو گئے تھے اور ہر منڈلم اس طرح کے بہت سارے ولانڈوؤں پر مشتمل تھا۔ لیکن چولا سلطنت کے وسیع وعریض علاقے پر ولاناڈو انتظامی امور کی بنیادی اکائی تھا۔ اگرچہ ناڈو کی اصطلاح کا استعمال وسیع وعریض خطہ کو ظاہر کرنے کے لیے عمومی معنوں میں استعمال کی جاتی تھی لیکن یہ خاص طور پر الگ الگ چھوٹے زرعی علاقوں کو ظاہر کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ وائے۔ سُبّارایالو (Y. Subbarayalu) کے مطابق چولا-منڈلم اور تونڈئی-منڈلم تقریباً 350 ناڈوؤں پر مشتمل تھے اور بیشتر ناڈو کا حصہ عام طور پر 20 تا 200 مربع کلو میٹر تک ہوتا تھا۔ ناڈو کی علاقائی سالمیت بعض اوقات، والانڈو اکائی کے اجزا کی بالادستی سے متاثر ہو جاتی تھی۔ تونڈئی منڈلم علاقوں میں، کوٹّم واس (Kottamwas) کی مزید ایک اور علاقائی تقسیم ناڈوؤں پر رکھی گئی تھی۔ جس وقت کلوتنگا اول نے تونڈئی منڈلم میں انتظامی تقسیم کے ولناڈو علاقوں کو متعارف کروایا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ابتدائی دور کے کوٹموں کا ہی نام بدل کر ولناڈو رکھ دیا ہو۔

رہائشی علاقوں اور آس پاس کی زرعی زمینوں کے ساتھ ساتھ جنگلات اور چراگاہ کی زمین پر مشتمل بنیادی بستی کو 'اُر' (Ur) کہا جاتا تھا۔ چولا سلطنت میں مختلف قسم کے اُر پائے جاتے تھے۔

- **ویلّن واگئی (Vellanvagai)** (زرعی دیہات)
- **برہم دیا (Brahmadeya)** (برہمنوں کو عطیہ کیے گئے گاؤں)
- **دیودَیا (Devadeya)** (مندر گاؤں)
- **نگرم (Nagaram)** (تجارتی بستی)
- **تنی یار Taniyar** (علیحدہ گاؤں) بعض برہم دیہ دیہاتوں کو تنی یار کی حیثیت حاصل تھی۔

23.5.3 محصول کا نظم ونسق (Revenue Administration)

چونکہ عوام کی مالی ضروریات پوری کرنا ریاست کا بنیادی سہارا ہوتا تھا، اس لیے محصولات کے ریکارڈوں کی دیکھ بھال پر بہت احتیاط اور توجہ برتی جاتی تھی۔ ریاست کی تمام زمینوں اور جائیدادوں کا باقاعدہ سروے کیا جاتا تھا اور ان کی قابل محصول اور ناقابل محصول اراضی کے طور پر درجہ بندی کی جاتی تھی۔ ہر گاؤں اور ہر شہر میں کچھ علاقے جیسے رہائشی علاقے، مندر، تالاب، گاؤں سے گزرنے والی نہریں، کاریگروں کی قیام گاہیں اور آگ جلانے کا میدان وغیرہ محصول کی ادائیگی سے مستثناء تھے۔ ایک علیحدہ محکمہ جسے پوراوُواراٹینا ایکالمواس (Puravuvari-tinaikkalamwas) کہا جاتا تھا محصول کے ریکارڈز کی دیکھ بھال کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ ہمیں موگاوٹی (Mugavetti) (شاہی مہر) اور 'پٹولائی (Pottolai) (محرر جو تاڑ کے پتوں پر ریکارڈز درج کرتا ہے) اور دیگر دفتروں کی اصطلاحات کے علاوہ محصول کے رجسٹروں کے حوالے بھی ملے ہیں جنہیں واریپ پُٹگا کانکّو (Varippottaga-kankku) کہا جاتا تھا انہیں بھی رکھا گیا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں کدامائی (Kadamai) ابتدائی محصول تھا جسے زمینداروں سے وصول کیا جاتا تھا۔ اس طرح، گاؤں مکمل طور پر راجاؤں کے عہدیداروں کی وجہ سے سارے محصول کی ادائیگی کے لیے ذمہ دار تھا۔ محصول اشیاء یا نقد دونوں شکلوں میں سہولت کی مطابق جمع کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ متفرق ٹیکس بشمول تحائف، چنگی، لوگوں سے وصول ہونے والی ادائیگی اور جرمانے بھی تھے۔ زمین کی پیمائش کے لیے استعمال کی جانے والی مختلف اکائیوں کی تفصیلات بھی تمل زبان میں کندہ کی ہوئی ملی ہیں؛ مثلاً کُلی (Kuli)، ما (Ma)، ویلی (veli)، پٹّی (Patti) اور پٹکم (Patakam)۔ کُتبوں پر مبنی حالیہ مطالعہ بھی محصولِ اراضی کے حساب کے لیے زمین کی درجہ بندی کی دلچسپ معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس طرح ہمیں چولا دور میں زمین کی مختلف اقسام کے لیے ترم (Taram)، مدکّو (Madakku)، پرپّو (Parappu)، اور وِرِیُو (Virivu) جیسی اصطلاحات کے حوالے ملتے ہیں۔

23.5.4 فوجی نظم ونسق (Military Administration)

بری اور بحری افواج پر مشتمل چولا حکومت کا عسکری نظام بہت مضبوط تھا۔ ہندوستانی جزیرہ نما، سری لنکا، مالدیپ اور انڈونیشیا (سری وجیا) جیسے ممالک میں ان کی حکومت کی سیاسی توسیع مضبوط افواج کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ اس میں مخصوص فوجی دستے 'کئی کولار' (Kaikkolar)، حسبِ ضرورت بھرتی کی گئی فوج 'ویلائیکار' (Velaikkara) اور شاہی محل کے محافظ 'پری ورم' (Parivaram) وغیرہ جیسے مختلف فوجی دستے تھے۔ جہاں تک بحری فوج کا تعلق ہے ایسا مانا جاتا ہے کہ ہر دستے کا ایک کپتان ہوتا تھا جسے 'نیاگم' (Nayagam) کہا جاتا تھا، بعد ازاں اس اصطلاح کو 'پدائی مدالی' (Padai-mudali) سے تبدیل کر دیا ہے۔ ان نیاگموں کو 'ڈنڈانیاکم' (Dandanayakams) کے ماتحت رکھا گیا تھا دوسری جانب یہ دنڈا نیاکم، فوج کے اعلیٰ ترین عہدیدار 'سیناپتی' (Commander-in-chief) کے ماتحت ہوتے تھے۔ عصری ذرائع فوجی چھاؤنیوں یہاں تک کہ فوجی تربیتی مراکز یا کے بارے میں بھی بات کرتے ہیں یہ 'کداگم' (Kadagams) کے نام سے چولا سلطنت میں بھی موجود تھے۔

23.5.5 مقامی نظم ونسق (Local Administration)

چولا نظم ونسق کی سب سے اہم خصوصیت خودکار مقامی حکومت کا نظم وانصرام تھا۔ ان بلدیاتی اداروں کی خود مختاری کے نمایاں درجہ اور ان دیہاتوں پر ان حکمرانوں کی براہ راست گرفت پانے کی حد پر علماؤ فضلا کے درمیان بحث ومباحثہ جاری ہے۔ ان دیہاتوں کی دو جداگانہ مجلسیں (Assemblies) 'اُر' (Ur) اور 'مہاسبھا' (Mahasabha) ہوا کرتی تھیں۔ اُر دیہات کی عمومی اسمبلی تھی جبکہ برہمن دیہاتوں 'اگرہاروں' (Agraharas) میں بزرگوں کی مجلس 'سبھا' یا 'مہاسبھا' ہوا کرتی تھی۔ اگرہاروں کی بیشتر زمین کو حکام نے کسی بھی قسم کے محصول سے مستثنیٰ رکھا تھا۔ پرانتکا چولا کے 'اتّرامیرور' (Uttaramerur) کتبے، مہاسبھا کے کاموں کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ دیہاتوں کا نظم ونسق مجلسِ عاملہ کے ذریعہ انجام پاتا تھا جس کے ممبران یا تو جمہوری طرز پر منتخب ہوتے تھے یا ان کا انتخاب قرعہ اندازی جو 'کداوُلائی' (Kudavolai) کے نام سے معروف تھی کے ذریعے ہوتا تھا۔ اس مجلس کے ممبر بننے کے لیے زمین کا مالک ہونا، ویدوں کا علم اور جرائم سے پاک ہونا جیسے بعض معیار متعین کیے گئے تھے۔ اس مجلس کے ممبران کی مدتِ کارکردگی تین سال ہوتی تھی۔ متعدد کمیٹیاں جسے 'وری یمس' (Variyams) کہا جاتا تھا نظم ونسق کے مختلف معاملات کی دیکھ بھال کے لیے تشکیل دی گئی تھیں۔ ہمیں 'ایری' (Eri) (آبپاشی)، ٹوٹّا (Totta) (باغ) اور 'پون (Pon) (سونا) جیسی کمیٹیاں (Variyama) جو اس دور میں موجود تھیں، کے دستاویزی ثبوت ملے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کمیٹی چھ سے بارہ ممبروں پر مشتمل ہوتی تھی جنہیں عمومی طور پر 'وریاپیرومکّل' (Variya Perumakkal) کہا جاتا تھا۔ سبھا اور چولا دربار کے درمیان گہرے رشتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ 'اتّرامیرور' (Uttaramerur) میں پائے جانے والے دو کتبوں کے مطابق، یہ واضح ہوجاتا ہے کہ سبھا کی قرارداد 'اوف' (Aof) کی منظوری ان کمیٹیوں کے ذریعے خود مختاری کے ساتھ کی گئی تھی جس کے نتیجے میں چولوں کے تحت ریاست کی نوعیت کے لیے مختلف نمونوں کا اطلاق ہوا۔

23.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس حقیقت کے باوجود کہ چولوں نے نویں صدی کے وسط اوائل میں پلووں کو شکست دینے کے بعد جنوبی ہند میں خود کو استحکام بخشا، اور اس نے صرف دسویں صدی کے آخری تہائی میں شاہی خصوصیت حاصل کرلی۔ چولوں کی عظمت کا انحصار نہ صرف جنوبی ہند اور دکن کے کچھ حصوں پر ان کے زیر استعمال سیاسی کنٹرول میں تھا، بلکہ سری وجیا (انڈونیشیاء)، سری لنکا اور مالدیپ وغیرہ جیسے دور دراز ممالک میں بحری بالادستی کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے اقتدار پر کنٹرال رکھا۔ چولا خاندان کے طاقتور حکمراں، مثلاً، راجاراجا چولا، راجیندرا چولا، راجا دھیراج چولا اور کلوتنگا چولا نے چولا سلطنت کی توسیع و استحکام میں بنیادی رول ادا کیا۔ بلاشبہ انہوں نے فنونِ لطیفہ، اور فن تعمیر کی شاندار روایت چھوڑی ہے جسے ان کے تعمیر کیے گئے عظیم الشان مندروں اور شہروں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ چولوں کے متعلق دستیاب معلومات جو زیادہ تر کتبوں پر کندہ ہیں ان سے راجیندرا چولا کے دور سے ایک صدی سے زائد عرصہ تک ان کی سلطنت کے بیشتر حصہ پر حکمرانوں کا مرکزی کنٹرول رہا۔ تاہم، بلدیاتی اداروں کی خود مختاری سے پوری طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ حکمراں کے نمائندوں کو بلدیاتی اداروں کی مجلسِ عاملہ کی میٹنگوں میں دیکھا گیا ہے، جس کا ثبوت 'اتّرامیرور' (Uttaramerur) کے کُتبوں سے ملتا ہے۔ اگرچہ چولا حکومت کی عظمت کا خاتمہ 1120ء میں کلوتنگا کی موت کے بعد ہوگیا تھا لیکن ان کی حکومت تیرہویں صدی کے آخری دہائیوں تک عمومی طور پر اس وقت تک جاری رہی جب انہیں پانڈیا حکمرانوں نے آخری شکست دے دی اور خود حکمراں بن گئے۔

23.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

کدامائی (Kadamai) : چولا دورِ حکومت میں زمینداروں سے وصول کیا جانے والا ٹیکس۔

کداگام (Kadagam) : فوجی تربیت گاہیں یا چھاؤنیاں

کالنگاتوپرانی (Kalingattupparani) : بارہویں صدی کا کلوتنگا چولا کے دور کا جیاگوندار (Jayagonder) کا مشہور تمل ادبی شاہکار۔

مہاسبھا یا سبھا (Mahasabha or Sabha) : برہمن گاؤں یا اگراہا (Agraha) میں عمائدین کی مجلس۔

منڈلم (Mandalam) : چولا حکومت کے ماتحت سب سے بڑی صوبائی اکائی۔

ناڈو (Nadu) : چولا حکومت کے تحت بنیادی صوبائی اکائی۔

پوراوُواری ٹینا ایکالم (Puravuvari-tinaikkalam) : چولا حکومت میں محصول کے ریکارڈز کی دیکھ بھال کا محکمہ۔

ولناڈو (Valanadu) : چھوٹے اہم صوبے جنہیں چولا حکمرانوں نے فتح کیا اور وہاں ناڈوؤں کو متعین کیا۔

ویلن واگئی (Vellan-vagai) : زرعی دیہات

اُر (Ur) : چولا کے دور میں رہائش گاہ اور اس کے آس پاس کی زرعی زمین اور جنگل اور پہاڑی اور

چراگاہوں پر مشتمل بنیادی بستی۔اسے گاؤں کی جنرل اسمبلی بھی کہا جاتا تھا۔

23.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

23.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. چولا خاندان کا پہلا حکمراں کون تھا؟
2. راجا راجا اول کب بادشاہ بنا؟
3. سیلون پر سب سے پہلے کس نے حملہ کیا تھا؟
4. کس چولا حکمراں نے سب سے مضبوط بحری بیڑا بنایا تھا؟
5. پیزینٹ،اسٹیٹ اینڈ سوسائیٹی ان میڈیول ساؤتھ انڈیا کتاب کا مصنف کون ہے ؟
6. چولا دربار کی شان و شوکت کا ذکر کرنے والے چینی دانشور کا نام بتائیں ؟
7. چولا سلطنت میں سرکاری منشی کو کیا کہتے تھے ؟
8. شاہی محل کے محافظ کو کیا کہتے تھے ؟
9. چولا دیہات کی دو مجلسوں کا نام بتائیے۔
10. چولا سلطنت میں فوجی تربیت گاہ کو کیا کہتے تھے ؟

23.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. چولا سلطنت کے قیام پر مختصراً اظہارِ خیال کیجیے۔
2. چولوں کی تاریخ میں راجیندر اول کے کردار کا جائزہ لیجیے۔
3. چولوں کے تحت ریاست کی نوعیت کیا تھی؟وضاحت کیجیے۔
4. "مدرائی کونڈا"کا خطاب حاصل کرنے والے چولا حکمراں پر ایک مضمون لکھیے۔
5. چولا حکومت کے تحت بلدیاتی حکومت کے کام کے بارے میں مختصر طور پر تبادلہ خیال کیجیے۔

23.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. چولا سلطنت کے قیام اور استحکام میں چولا خاندان کے اہم حکمرانوں کے کردار کا جائزہ لیجیے۔
2. چولا سلطنت کی نوعیت پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیجیے۔
3. چولا حکمرانوں کے انتظامی نظم ونسق پر روشنی ڈالیے۔

23.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Nilakanta Sastri, K.A. *The Cholas*, University of Madras, Madras, 1955
2. Nilakanta Sastri, K.A. *A History of South India from Pre-historic Times to the Fall of Vijayanagar,* 4th Edition, OUP,1975
3. Subbarayalu , Y. *South India under the Cholas*, OUP, New Delhi, 2012 .
4. Karashima, Noburu. *South Indian History and Society: Studies from Inscriptions, A.D. 850-1800*, OUP, 1984
5. Veluthat, Kesavan. *The Political Structure of Early Medieval South India*, Orient Blackswan, 2nd Edition, New Delhi, 2012 .
6. Singh, Upinder: *A History of Ancient and Early Medieval India from the Stone Age to the 12th Century*, Pearson, New Delhi, 2009
7. Chakravarti, Ranabir. *Exploring Early India up to C. AD 1300*, Primus Books, New Delhi, 2016.

8. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

9. چول راجگان، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اکائی 24۔ دکن اور جنوبی ہند کا فن، ثقافت اور ادب

(Art, Culture and Architecture of South & South India)

اکائی کے اجزا

24.0 تمہید
24.1 مقاصد
24.2 جنوبی ہند میں فن تعمیر
24.2.1 پلوؔ عہد کا فن تعمیر
24.2.2 چولا عہد کا فن تعمیر
24.2.3 گنگئی کونڈ چولا پورم کا مندر
24.2.4 پانڈیہ عہد کا فن تعمیر (گوپورم)
24.3 فن مصوری
24.4 دکن کا ادب
24.4.1 سنسکرت
24.4.2 تمل
24.4.3 کنڑ
24.4.4 تلگو
24.5 اکتسابی نتائج
24.6 کلیدی الفاظ
24.7 نمونہ امتحانی سوالات
24.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
24.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

24.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

24.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

24.0 تمہید (Introduction)

جنوب اور تمل علاقے کے کچھ حصے میں ساتویں صدی سے دسویں صدی تک چٹانوں کو کھود کر مندر بنائے گئے۔ابتدائی مندر چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے بدھ وہاروں کی نقل ہے۔متعدد عظیم الشان کندہ کی گئی تصاویر سے سجے ہوئے دھندلی روشنی والے ستونی محلات خوف اور وارفتگی میں ڈال دیتے ہیں۔چٹانی فن تعمیر کا آخری اظہار ایلورا، ایلیفنٹا اور مہابلی پورم میں دیکھا گیا۔مہابلی پورم کے پلو فن تعمیر میں ہمیں دراوڑ فن تعمیر ابتدائی حالت میں دکھائی دیتا ہے، اس لیے اس کا تفصیلی مطالعہ پلو فن تعمیر کے تحت علیٰحدہ طور پر کیا جائے گا پہلے ایلورا اور ایلی فنٹا کے گفا مندروں کی تفصیل بیان کی جائے گی۔فن تعمیر کے علاوہ فن مصوری، نقاشی اور ادب میں بھی ترقی رونما ہوئی جس کا مہم اس اکائی میں کریں گے۔

24.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ جان پائیں گے کہ

- مابعد گپت عہد میں کس طرح دکن اور جنوبی ہند میں دکن اور جنوبی ہندوستان کے تمدن کا نشوونما ہوا۔
- اس کے اظہار کے مختلف ذرائع کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- پلو، چالوکیہ اور چولا عہد میں مختلف فنون اور فن تعمیر کے ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔
- دراوڑا سلوب اور طرز تعمیر کی مختلف خصوصیات کو جان سکیں گے۔

24.2 جنوبی ہند میں فن تعمیر (Architecture in South India)

ایلورا کے بودھ چٹانی وہاروں کی نقل کرتے ہوئے برہمنی مذہب کے ماننے والوں نے بھی مذہبی سرگرمیوں کی ضرورت کے مطابق ستونی محلات تراش کر بنوائے۔ایلورا میں یہ چٹانی مندر آدھے میل کے دائرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس طرح کے مندروں کی اہم مثالیں ہیں۔

i. راون کی کھائی

ii. رامیشور

iii. دس اوتار

iv. کیلاش مندر

دس اوتار مندر: دس اوتار مندر پہلے کی بدھ خانقاہوں کی طرح ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایک ستونی برآمدہ اور گربھ گرہ ہے۔ یہ مندر دو منزلہ ہے، جس میں اوپر کی منزل کی لمبائی 105 فٹ اور چوڑائی 95 فٹ ہے جب کہ ہموار چھت 44 ستونوں پر ٹکی ہوئی ہے۔ انترال کے سامنے والے دو ستونوں کے علاوہ سبھی ستون سادہ ہیں۔ صرف انترال کے سامنے کے دو ستونوں پر نقاشی کی گئی ہے۔ دیواروں پر چاروں طرف ستونوں کے بیچ پُرانک ہندو دیوتاؤں کی ابھری ہوئی تصاویر ہیں، جن میں ایک طرف وشنو اور دوسری طرف شو سے منسلک تصاویر ہیں۔

راون کی کھائی: راون کی کھائی مستطیل ہے، جو 52 فٹ چوڑی اور 87 فٹ اندر کی طرف گہری ہے۔اس پہاڑی گفا کے اندر ایک ستون والا منڈپ اور گربھ گرہ ہے، جب کہ گربھ گرہ کے چاروں طرف پردکشنا پتھ ہے۔ ستونوں کے سرے منگل گھاٹ کی شکل کے ہیں۔ یہاں کی دیوار کے ستونوں پر پر وشنو اور اور شو دیوتا کی ابھری ہوئی مورتیاں کندہ کی گئی ہیں۔

رامیشور مندر: رامیشور مندر بھی راون کی کھائی کی طرح ہے اس میں بھی پردکشنا پتھ ہے، لیکن اس کے ستونوں کی لاٹ نالی دار ہے اور اوپری حصہ مسند کی قسم کا ہے۔

کیلاش مندر: پہاڑی چٹانوں کو تراش کر عمارت بنانے کے فن کا اعلیٰ نمونہ ایلورا کے کیلاش مندر میں ملتا ہے۔اس مندر کے بنانے والوں نے قدیم روایتوں کو درکنار کرتے ہوئے چٹان کو تراش کر خود مختار مندر بنایا۔اس مندر کا طرز تعمیر پٹڈکل کے چالوکیہ عہد میں بنے ویروپاکش مندر کی طرح ہے، لیکن یہ اس سے دوگنا بڑا ہے۔ یہ مندر دراوڑ طرز کے منظم سلسلہ وار ارتقا کا واضح نمونہ ہے۔ یہ مندر راشٹر کوٹ راجا کرشنا اول نے بنوایا تھا۔اس کے پاس مختلف فتوحات سے جمع کی ہوئی کثیر دولت تھی، ساتھ ہی اس میں بے پناہ مذہبی جوش و خروش تھا۔ان وجوہات سے مندر کی تعمیر ممکن ہو سکی۔التیکر (Altekar) کا ماننا ہے کیلاش ناتھ مندر کی تعمیر پلووں کی راجدھانی کانچی سے بلائے گئے کاریگروں نے کیا۔ کیلاش مندر کی خاصیت یہ ہے کہ اسے بنانے کے لیے چٹان کو نچلی سطح کی طرف سے کھودا ہی نہیں گیا، بلکہ کاریگروں نے چٹان کو اوپری حصے سے تراشنا شروع کیا۔اس طرح اوپر سے نیچے کی طرف تراش کر مندر کے سبھی اجزا بنائے گئے۔

کیلاش مندر کا ومان ایک مساوی مربع کی کی شکل میں بنا ہے۔ 150 فٹ لمبا اور 100 فٹ چوڑا یہ ومان 25 فٹ اونچے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ چبوترے کے اوپر اور نیچے کا حصہ کافی ڈھلا ہوا ہے۔ درمیانی حصوں کے بغل کے دونوں حصوں کے بیچ میں چتر اولری یا پٹی ہے جس میں ہاتھی اور شیروں کی خوب ابھری ہوئی تصویریں تراشی گئی ہیں۔ یہ ہاتھی اور شیر بھی ومان پر چڑھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ مندر کے برآمدے تک پہنچنے کے لیے نیچے سے سیڑھیاں دی گئی ہیں۔ منڈپ، انترال اور گربھ گرہ دوسرے مندروں کی طرح ہی ہے اور گربھ گرہ کا شکھر 25 فٹ اونچا ہے۔ مندر کا شکھر مثلث کی شکل کا ہے جب کہ ومان کے چاروں طرف پانچ چھوٹے چھوٹے مندر ہیں۔ مندر کی مرکزی عمارت کے بعد نندی مندر بنوایا گیا، جس کے دونوں طرف 51 فٹ اونچے دو جھنڈے والے ستون ہیں جن پر ترشول قائم کیے گئے ہیں۔

دونوں ستون دراوڑ طرز کے ہیں۔ ستونوں کی بنیاد چہار پہلو یا مختلف الجہات ہے ۔اس کے اوپر ہشت پہلو لاٹ ہے۔لاٹ کے اوپری حصے پر مسند کی شکل کا سرا ہے۔ نندی مندر کے آگے داخلہ کا دروازہ ہے،جب کہ احاطے کے اندر چاروں طرف ستونوں والا برآمدہ ہے۔کچھ ستونوں کے راس منگل گھاٹ شکل کے ہیں ۔ مندر کے مختلف حصے اس حسن وخوبی سے سے بنائے گئے ہیں کہ وہ ایک ہی عمارت کے کے غیر منقسم اجزاد کھائی دیتے ہیں۔ کیلاش مندر کے مختلف حصوں میں میں کندہ کی گئی مور تیوں سے بھی کیلاش کی شکل کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیلاش مندر دنیا میں چٹانی سنگتراشی کا عظیم اور بے مثال نمونہ ہے۔ سارا مندر کندہ کاری سے مزین ہے۔

کیلاش مندر،ایلورا(وکیپیڈیا)

ایلیفنٹا : ممکن ہے کہ راشٹر کوٹ دور میں ہی ایلی فنٹا کی کچھ گفاؤں اوران کی تعمیری تخلیقات وجود میں آئی ہوں۔ایلیفینٹا کے گفا مندراس فن تعمیر کی آخری حصولیابی ہیں، جس میں مجسمہ سازی فن تعمیر کا ہی حصہ ہوتی ہے۔یہ گفا محل ایک ستونوں والا منڈپ ہے۔ستونوں کی 6 قطاریں گفا کی چھت کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ گربھ گرہ مندر کے اگلے حصے سے لگاہوا پردکشنا پتھ نہیں ہے۔ مندر کے ستون دراوڑ طرز کے ہیں جب کہ بنیادیں مربع شکل کی ہیں۔اوپری حصہ مسند کی شکل کا ہے۔ یہ عظیم مندر تراشی ہوئی عظیم الشان مورتیوں کے لیے مشہور ہے، جس میں میں تری مورتی سب سے زیادہ متاثر کن ہے۔اس کے بعد شو پاروتی کی شادی اور نٹراج کی مورتیوں کا مقام ہے۔

24.2.1 پلوّ عہد کا فن تعمیر (Pallava Architecture)

جنوب بعید کے تمل علاقے میں میں جسے عہد قدیم میں دراوڑ دیش کہا جاتا تھا، پلو بادشاہوں کے عہد حکومت میں دراوڑ طرز تعمیر کی بنیاد رکھی گئی۔ پلو بادشاہوں کا عہد حکومت چھٹی سے دسویں صدی عیسوی تک تھا۔ پلو فن تعمیر کی مثالیں پلوؤں کی راجدھانی کانچی پور اور مہابلی

پورم میں پائی جاتی ہیں، جب کہ کچھ نمونے تنجاور علاقے اور پڑوکوٹائی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پلو کاریگروں نے فن تعمیر کو آہستہ آہستہ فن نجاری (Carpentry) اور گفائی فن تعمیر (Cave Architecture) کے اثر سے آزاد کرانا شروع کر دیا تھا۔ اس عہد کی ابتدائی تخلیقات میں انہیں طریقوں کا سہارا لیا گیا، جنہیں بڑھئیوں اور غار کے معماروں نے اپنایا تھا، لیکن بتدریج ان طریقوں کو چھوڑا جانے لگا۔ پلو عہد کے فن تعمیر کو چار اہم طرزوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ طرز تعمیر بنیادی طور پر پلو بادشاہوں کے نام سے منسوب ہیں۔

مہندرورمن طرز تعمیر: اس طرز تعمیر کا ارتقا 600 سے 640 عیسوی کے درمیان ہوا۔ اس طرز تعمیر کے مندروں کو منڈپ مندر کہا گیا ہے۔ ان میں ایک ستونی برآمدہ اور اندر کی طرف کھود کر بنائے ہوئے ایک یا دو کمرے ہوتے ہیں۔

مامل طرز تعمیر: اس طرز تعمیر کا ارتقا پلو راجا نرسنگھ ورمن کے عہد میں ہوا۔ انہوں نے مامل کا لقب اختیار کیا تھا، اس لیے اسے مامل طرز تعمیر کہتے ہیں۔ اس طرز تعمیر کا اہم مرکز مامل پورم (مہابلی پورم) شہر تھا، جس کو نرسنگھ ورمن مامل نے قائم کیا تھا۔ مامل طرز تعمیر کے تحت دو طرح کے مندر آتے ہیں، 1۔ منڈپ 2۔ رتھ۔

مامل طرز تعمیر، دھرم راج رتھ، مہابلی پورم (وکیپیڈیا)

1۔ منڈپ مندر مہندر ورمن کے عہد کے منڈپوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ اور مزین ہیں۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر وراہ، ماہش اور پانچ پانڈو منڈپ مندر ہیں۔ یہ منڈپ مندر اپنے فن تعمیر کے لیے مشہور ہیں۔

2۔ دوسری قسم میں رتھ مندر آتے ہیں، جو واحد حجری ہیں۔ان مندروں کی خاصیت ان کے ستون ہیں، جو کہ پتھر کے شیروں کے اوپر واقع ہیں۔ستون کی لاٹ نالی دار ہے اور اوپری سرا منگل گھٹ شکل کا ہے۔واحد حجری رتھ عظیم چٹانوں کے ٹکڑوں کو کاٹ کر بنائے گئے، اور لکڑی کے رتھوں کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔ان کا فن تعمیر منڈپوں جیسا ہی ہے۔

مامل طرز تعمیر کے رتھ مندر ہفت پگوڈا کے نام سے مشہور ہیں ۔یہ تعداد میں آٹھ ہیں جیسے دروپدی رتھ، ارجن رتھ، بھیم رتھ، دھرم راج رتھ، سہدیو رتھ وغیرہ۔ان رتھوں کا ارتقابدھ وہار اور چیتیوں سے ہوا ہے۔ان میں سے دروپدی رتھ ایک الگ طرز کا ہے۔اس کی چھت کی شکل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لائق، دیورتھ کی نقل ہے۔وہاروں سے ترقی یافتہ مندروں میں دھرم راج رتھ قابل ذکر ہے۔یہ مندر دو حصوں میں ہے، جس میں نیچے کا حصہ ایک مربع ٹکڑا ہے اور اس سے لگا ہوا ایک ستونی برامدہ ہے، جب کہ اوپری حصہ اہرام نما شکھر ہے۔بھیم رتھ، گنیش رتھ اور سہدیو رتھ چیتیہ عمارتوں پر مبنی ہیں۔یہ مستطیل ہیں اور ان کی چھت مخروطی (ڈھلان دار) ہے، جب کہ آخر میں مثلث جھروکہ ہے۔انہیں مستطیل عمارتی حصوں کے مخروطی چھت والے شکھروں اور مثلث جھروکوں کے ڈھانچے پر بعد کے گوپورم کی تعمیر ہوئی۔یہ حیرانی کی بات ہے کہ ان چٹانوں پر تعمیر رتھ ادھوری حالت میں ہیں۔نرسنگھ ورمن مامل کی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ ہی اس طرز تعمیر کا اختتام ہو گیا۔اس کی جگہ پر پتھر کے ٹکڑوں کی مدد سے بنائے گئے آزادانہ تعمیر شدہ مندروں کا رواج ہوا۔

راج سنگھ طرز تعمیر :پلوراجاراج سنگھ کے عہد حکومت میں ان آزاد مندروں کی تعمیر کا ارتقا ہوا، اس لیے اس اسلوب کو راج سنگھ طرز تعمیر کہا گیا ہے۔مامل پور میں ساحل سمندر پر واقع ساحلی مندر، اور کانچی کا کیلاش مندر اور ویکنٹھ پیرومل مندر اس طرز تعمیر کی بنیادی مثالیں ہیں۔ساحلی مندر کا محل وقوع غیر معمولی ہے۔مندر کا گربھ گرہ سمندر کی طرف ہے، جب کہ منڈپ، اردھ منڈپ اور آنگن مغرب کی طرف ہیں۔ساتھ ہی مغرب کی طرف دو دیوائتن (دیوتاؤں کی رہائش گاہ) جوڑے گئے ہیں، جن میں سے ایک مندر کا چھوٹا شکھر ہے۔مندر کی بنیادی عمارتیں سابقہ دھرم راج رتھ مندر سے ترقی یافتہ دکھائی دیتی ہیں۔نیچے کی منزل مربع ہے اور اوپر کا شکھر اہرام نما ہے، جس کے اوپر کے حصے نیچے کے حصے سے تدریجاً چھوٹے ہوتے جاتے ہیں۔مندر کے مختلف حصوں میں خوبصورت تناسب ہے۔

اسی طرز تعمیر کا کہیں زیادہ ترقی یافتہ نمونہ کانچی کا کیلاش ناتھ مندر ہے۔اس کا اہم حصہ گربھ گرہ ہے جس پر مثلث شکل کا شکھر ہے۔اس کے کچھ آگے علاحدہ طور سے بنا ہوا سبھا منڈپ ہے۔کچھ صدیوں کے بعد ان دونوں عمارتوں کو جوڑنے کے لیے درمیان میں انترال بنا دیا گیا۔یہ عمارت ایک مستطیل برآمدے میں ہے جس کے چاروں طرف اونچی دیوار ہے۔پلو فن تعمیر کی تمام خصوصیات، جیسے حجری شیروں پر بنے مضبوط ستون، اہرام نما شکھر اور چار دیواری کیلاش ناتھ مندر کو دلکشی عطا کرتی ہیں، لیکن مندر کا سب سے پُرکشش حصہ اس کا شکھر ہے۔

ویکونٹھ پیرومل کے مندر میں پلو فن تعمیر کی انتہائی ترقی یافتہ صورت نظر آتی ہے۔اس مندر کا گربھ گرہ، انترال، منڈپ اور داخلہ کا دروازہ ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ وہ ایک ہی عمارت کے غیر منقسم اجزا دکھائی دیتے ہیں۔ومان کا شکھر 60 فٹ اونچا ہے اور یہ

چار حصوں میں بٹا ہوا ہے۔

نندی ورمن طرز تعمیر: پتھر کے ٹکڑوں سے بنے آزاد مندر طرز کا آخری مرحلہ اُن مندروں پر مشتمل ہے جو نندی ورمن اور اس کے جانشینوں کے دور میں تعمیر ہوئے تھے۔ یہ مندر چھوٹے سائز کے ہیں اور صرف گزشتہ مندروں کی نقل ہیں۔ طرز تعمیر میں کوئی نیا پن نہیں ہے، صرف ستون کے سروں کی ترقی ہوئی ہے۔ اس طرز کے مندروں کی قابل ذکر مثالوں میں کانچی پور میں مکتیشور اور ماتنگیشور مندر، اور گڈیملم کے پرشورامیشور مندر ہیں۔ ان مندروں میں شان وشوکت کی کمی سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ بیرونی جارحیت (مغربی چالکیوں) کی وجہ سے پلو خاندان کی طاقت کمزور پڑ رہی تھی۔ ان مندروں کی تعمیر دسویں صدی کے آخر تک ختم ہو گئی۔

پلو فن تعمیر کی تاریخ میں بہت اہمیت ہے۔ انہوں نے بودھ چیتیہ وہاروں سے وراثت میں ملنے والے فن کو ترقی دی اور ایک ایسے نئے انداز کو جنم دیا جو چولا اور پانڈیا ادوار کے دوران بام عروج کو پہنچا۔ پلو فن کی خصوصیات جنوب مشرقی ایشیا تک بھی پہنچی۔ یہاں کے کئی بڑے مندروں میں پلو فنکاری کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔

24.2.2 چولا عہد کا فن تعمیر (Chola Architecture)

مندروں کی تعمیر کے جس دراوڑ طرز کا آغاز پلو دور میں ہوا تھا، چولا راجاؤں کے عہد میں اس میں سب سے زیادہ ترقی ہوئی۔ چولا سلطنت 11ویں صدی کے پہلے نصف میں راج راج اول اور راجیندر چولا کے عہد حکومت میں اپنے عروج پر تھی۔ چولا شہنشاہوں نے عظیم الشان اور شاندار مندروں کی تعمیر میں اپنی طاقت اور سطوت کا مظاہرہ کیا۔ ایک مورخ کے مطابق چولا مندر۔ فنکاروں نے دیوتاؤں کی طرح خواب دیکھا اور ایک جوہری کے جیسے فن میں اس کا اظہار کیا۔ اس عہد کے فن تعمیر کی سب سے عمدہ مثال تنجاور کا برہدیشور مندر ہے، جو راج راج چولا نے تقریباً 1000 عیسوی میں بنوایا تھا۔ یہ ہندوستانی ماہرین فن تعمیر کے ذریعہ بنائے گئے سب سے بڑے مندروں میں سے ایک ہے۔ یہ مندر 180 فٹ لمبا ہے اور اس کا اہرام نما شکھر 196 فٹ اونچا ہے۔ اس سے مندر کی جسامت، وسعت اور اس کی تعمیر میں ہمت اور مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ اس مندر کے چار حصے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ایک ہی محور (دھری) پر بنے ہیں۔ یہ حصے نندی منڈپ، اردھ منڈپ، منڈپ اور گربھ گرہ ہیں۔ پورا مندر ایک چار دیواری کے اندر بنایا گیا ہے۔ مندر کا سب سے اہم حصہ گربھ گرہ اور شکھر (ومان) ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- **بنیاد۔** یہ 42 مربع فٹ رقبے پر مشتمل ہے اور 50 فٹ اونچی ہے۔ اس بنیاد کو وسط میں بنے ہوئے کارنائس (Cornice) کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان دونوں حصوں کی بیرونی شکل کئی طرح کے تعمیراتی زیب وزینت سے آراستہ ہے، جیسے شجر علم یا مورتیاں
- **ومان یا شکھر کا مرکزی حصہ۔** یہ اوپر کی طرف سے جاتے ہوئے پتلا ہوتا گیا ہے۔ یہ اہرام نما حصہ 13 منزلوں میں بنایا گیا ہے، جس میں اوپر کی منزلیں برابر چھوٹی ہوتی گئی ہیں۔ نتیجتاً سب سے اوپر کی منزل سب سے نچلی منزل کی ایک تہائی رہ گئی ہے۔
- **سرا یا کلش۔** یہ سب سے اوپر کا حصہ ہے اور گول گنبد کی شکل میں ہے۔ اس کے چاروں طرف پردار طاقیں (Niches) ہیں۔ پرسی

براؤن(Persi Brown)نے واضح کیا ہے کہ تنجاور کا برہدیشور مندر دراوڑی فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے اور ہندوستانی فن تعمیر کے لیے ایک معیار ہے۔

24.2.3 گنگئی کونڈ چولا پورم کا مندر (Gangaikoda Cholapuram Temple)

چولوں کے شاندار دور کے دوران تعمیر کیا گیا دوسرا شاہکار گنگئی کونڈ چولا پورم کا مندر ہے۔ یہ راجیندر چولا کے ذریعہ 1025ء میں

تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کا طرز تعمیر تنجاور مندر سے ملتا جلتا ہے، بس وسعت اور تفصیل میں تھوڑا فرق ہے۔ یہ 340x110 مربع فٹ کے مستطیل میں بنایا گیا ہے، لیکن اس کی چوٹی 150 فٹ اونچی ہے۔ اس مندر کا ومان برہدیشور مندر کی طرح تین حصوں میں منقسم ہے۔ منڈپ تھوڑا کم اونچا ہے لیکن اس میں 150 ستون ہیں۔ اس ستونی منڈپ میں ہم آئندہ مندروں کے ہزاروں ستون والے منڈپ کا آغاز دیکھتے ہیں۔ تنجاور کے مندر میں زیادہ طاقت، توازن اور سنجیدگی ہے، جب کہ گنگئی کونڈ چولا پورم مندر میں زیادہ مادیت، خوبصورتی اور آسائش ہے۔ ان دو بڑی یادگاروں سے ثابت ہوتا ہے کہ چولا عہد میں فن تعمیر اپنے عروج پر تھا۔ ان مندروں کی تعمیر کے ساتھ ہی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فن تعمیر کی سرگرمی کی مضبوط رفتار کمزور ہو چلی تھی۔ اس کے بعد کوئی خاص قابل ذکر مندر تعمیر نہیں ہوئے۔

24.2.4 پانڈیہ عہد کا فن تعمیر/ گوپورم (Pandya Architecture/Gopuram)

چولوں کے بعد، تمل خطے میں پانڈیوں کی حکمرانی قائم ہوئی۔ پانڈیوں کے دور میں دراوڑی طرز کی ترقی تو ہوتی رہی لیکن اس میں کوئی خاص قابل ذکر مندر تعمیر نہیں ہوا، اور نہ ہی چولوں سے وراثت میں ملنے والی عظیم روایت کو برقرار رکھنے کی کوئی مؤثر کوشش کی گئی۔ مندر کے تعمیری انداز میں اب نئے رجحانات نظر آرہے تھے۔ اب تک فن تعمیر کے ماہروں نے اپنی ہنر مندی کو مندر میں، خاص طور پر ومان میں استعمال کیا تھا، لیکن پانڈیوں کے وقت میں یہ عمل رک گیا۔ بعد کی صناعی مندر کے معاون بیرونی حصوں پر مرکوز تھی۔ اب مندر چھوٹے ہوتے تھے لیکن ان کے احاطے کے چاروں طرف بہت سی دیواریں تعمیر کی جاتی تھیں۔ یہ دیواریں تو عام طور سے بنی تھیں لیکن ان کے داخلی

دروازے جنہیں گوپورم کہا جاتا تھا، عظیم الشان اور بھرپور صناعی سے آراستہ اور مزین تھے۔ پانڈیا فن تعمیر کی خصوصیت مندر کے بجائے گوپورم ہے۔

گوپورم (داخلی دروازہ)، نٹراج مندر، چدمبرم (وکیپیڈیا)

گوپورم ایک طرح کی مستطیل عمارت ہے جس کی چوٹی اوپر کی طرف چوڑائی میں آہستہ آہستہ گھٹتی جاتی ہے۔ چوٹی کی اونچائی 150 فٹ تک ہوتی ہے۔ داخلہ کا راستہ نیچے لمبائی کے درمیان ہوتا ہے۔ گوپورم کے نچلے دو حصے سیدھے اور ٹھوس پتھر سے بنے ہوتے ہیں اور وہ اوپری حصے کے لیے ٹھوس بنیاد تشکیل دیتے ہیں ۔ اوپری حصہ اینٹوں اور پلاسٹر سے بنایا جاتا ہے۔ یہ اوپری حصہ اہرام نما ہے اور اس میں بہت سی منزلیں ہیں ۔ اوپر کی ہر منزل اس کی نچلی منزل سے چھوٹی ہوتی ہے۔ چوٹی کی چوڑائی بنیاد کی نصف ہوتی ہے۔ سب سے اوپر کی منزل پر مخروطی چھت ہے جس کی دیواریں سہ رخی اور ڈھال والی ہیں۔ اس طرح کی چھت کا ارتقابدھ مت کے چیتیوں اور چیتیہ کے جھروکوں سے ہوا ہے۔ تیرو ملائی مندر، چدمبرم مندر اور کمبکونم مندر اس زمرے کی کچھ مشہور تخلیقات ہیں۔

24.3 فن مصوری (Paintings)

مصوری کے فن کو شاہی سرپرستی حاصل رہی۔ بادامی میں تیسرے غار کی چھتوں پر رانی اور ان کے ملازمین اور متعلقین کی تصاویر اتاری گئی ہیں۔ پلوؤں کے مندروں میں پاروتی دیوی کو شوتانڈو (شوکا تباہ کن رقص) دیکھتے ہوئے بتایا گیا ہے۔ اس قسم کی منظر کشی انا ملائی کے تالا گریشور مندر میں کی گئی ہے۔ کانچی کے کیلاش ناتھ مندر میں سوم، اسکند اور ایک شہزادے کی تصویر متاثر کن ہے۔ نویں صدی عیسوی کے سیتانوسل کے غار کے مندر کی چھتوں کے اوپر کی تصاویروں میں ایک شہزادے اور ایک شہزادی، دو ناچنے والیوں اور ایک کمل، مچھلیوں بطخوں سے بھرے ہوئے تالاب کو دکھایا گیا ہے۔ یہ منظر انتہائی خوشگوار ہے، اور مصوری پر کمال حاصل ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ مندر کی آرائش وزیبائش نہایت سادہ نوعیت کی ہے۔

تنجاور کے برہدیشور مندر سے چولا دور کی مصوری کا پتہ چلتا ہے۔ عبادت گاہ کے اطراف چلنے کے لیے بنائے گئے راستے سے دیواروں اور راستے سے دیواروں اور چھتوں پر کی تصاویر کو دیکھا جا سکتا ہے۔ شیو، یوگا دکشن مورتی، پرا نتک، نٹراج اور ناچنے والوں کی تصاویر بنائی گئی ہیں ۔راج راج اول اور چولا جنگجو سپاہیوں کی تصویریں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ نفیس خد و خال آرائش و زیبائش اور جذبات سے معمور ہیں ۔ایلورا کے کیلاش ناتھ مندر کی دیواروں اور چھتوں کی تصویریں راشٹر کوٹ دور کے فن اور مصوری کے بہترین نمونے ہیں ۔ نٹراج، لنگودبھو، ودیادھر وغیرہ کی تصویریں رنگوں اور تفصیلات کے اعتبار سے بہت دلفریب ہیں اور یہ تصویریں فن سنگتراشی کا خوبصورت نمونہ ہے۔ایلورا میں جین مت کے غار کی تصویریں دلکش اداؤں اور کھلی ہوئی آنکھوں کی عکاسی کرتی ہیں۔

برہما، وشنو اور شو کی تصویر، برہدیشور مندر: چولا عہد(istock,timesofindia.com)

24.4 دکن کا ادب (Deccani Litrature)

24.4.1 سنسکرت (Sanskrita)

جنوبی ہند اور دکن میں حکومت کرنے والے تمام حکمرانوں نے سنسکرت کی شاہی سرپرستی کی۔ مخصوص اغراض کے لیے برہمنوں کو اگرہاروں کے عطیہ دے کر ویدک علم اور اس کے مطالعہ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ چولا راجا پرانتک اول کے دور میں وینکٹ مادھو نے رگھوورتا دیپک کتاب لکھی۔ نویں یا دسویں صدی عیسوی میں بھوس وامن نے بودھاین سوتر کی تفسیر لکھی۔ بھگوت پران کو جنوبی ہند میں دسویں صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا۔ بھاروی کی کیرت ارجنیا(Kiratarjuniya) کو ایک ادبی شاہکار سمجھا جاتا ہے جو کہ ساتویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ بھاروی مشرقی چالکیہ حکمراں وشنوردھن اور پلو حکمراں سمہاوشنو کے دربار سے وابستہ رہا۔

ساتویں صدی عیسوی کی چالوکیہ شہزادی وجیا بھٹار کا کو ایک عظیم شاعرہ سمجھا جاتا ہے۔ مہندر ورمن کی مت ولاسا پر ہسنم اور شاید بھگودار چکا اس دور کی فرقہ وارانہ رقابت پر ایک طنز ہے۔ پلونر سنگھ ورمن کے درباری شاعر دنڈن نے فصاحت اور بلاغت کے موضوع پر کاویہ درشکا کی تصنیف کی۔ یہ رسالہ ادبی تنقید نگاری کا ایک شہ پارہ ہے۔ اس کی دوسری تصنیف دش کمار چرتر ہے۔ یہ ایک نثری شاہکار ہے، جو اس عہد کے واقعات اور زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ کل شیکھر کی مکند مالا نویں صدی عیسوی کی ایک مذہبی تصنیف ہے۔

راشٹر کوٹ حکمراں اندر سوم کے ہم عصر تری وکرم بھٹ نے سنسکرت میں ایک ہی تحریر میں نثر اور نظم دونوں کا استعمال کیا۔ ایک جین شاعر سوم دیو سوری (950) نے یشس تلکا، اور نیتی واکیم رتا لکھی۔ نیتی واکیم رتا میں نثر اور نظم دونوں کو ساتھ ساتھ استعمال کیا گیا۔ فلسفیانہ ادب کے میدان میں کمارل بھٹ اور شنکر ممتاز ادیب تھے۔ کمارل نے شلوک ورتیکا، تانترا ورتیکہ اور ٹپتیکہ تحریر کی۔ یہ تحریریں دراصل جیمنی کی میمانساشاستر اور مہرورمن کے بھاشیہ کی تفسیریں ہیں۔ نظریہ ادویت واد کے خالق شنکر نے برہما سوتروں، اپنشدوں اور بھگوت گیتا پر تفسیریں لکھیں۔ ان تصنیفات کے علاوہ بھی متعدد برہمن مفسرین اور دانشوروں نے مختلف راجاؤں کی سرپرستی میں سنسکرت ادب کے نشوونما میں حصہ لیا۔

24.4.2 تمل (Tamil)

ساتویں صدی عیسوی تک مہابھارت اور رامائن جیسے رزمیوں کا ترجمہ تمل میں کرلیا گیا تھا۔ شیومت کی بھکتی تحریک کے زیر اثر بہت سے سنت اور شاعر ساتویں اور آٹھویں صدی کے درمیان موجود رہے۔ ترونوکاراسو پہلا عظیم سنت شاعر تھا۔ نمبی اندرامبی اور ترومندرم کے مصنف تروملار، سندر، اپر اسمبھدرا اور مانیکاوسیکر ممتاز سنت شاعر تھے۔ سمبھدرا کے بھجن اعلیٰ ادبی معیار کے خیال کیے جاتے تھے۔ تروملار کی ترومندرم جو شیومت کے اسرار و رموز پر ایک اعلیٰ تصنیف ہے، تقریباً تیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ مانیکاواسگر کی ترووازگم بھکتی ادب کی ایک مایہ ناز ادبی شاہکار ہے۔ وشنومت کے الواروں نے بھی بھکتی کے بھجنوں کو مرتب کیا۔ یہ مکمل 4 ہزار بھجنوں پر مشتمل ہے۔ اسے نلاہرا دیویہ پربندھم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

پویا گی پے، تروو ے ملی سائی اور اندال آلوار شاعر تھے۔ کل شیکھر کی ترو ملی، ترو ملوور کی تروو ے مولی اہم تصانیف ہیں، بطور خاص تروو ے ملی کو وشنومت کے مذہبی احکامات میں اعلیٰ درجہ کا مقام حاصل ہے۔ ناتھ منی نے تمام مذہبی احکامات کو یکجا کیا، جو تقریباً چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ترو ملوور کو ایک عظیم شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں جین مت کے ایک راہب ترونکا دیو نے جیوک چنتا منی لکھی۔ یہ ایک انتہائی دلکش و خوبصورت نظم ہے اسی کے انداز میں مگر بعد میں کمبن نے رامائن تصنیف کی گیارہویں صدی عیسوی کے دوران نمبی اندار نے شیومت کے احکام دوبارہ مرتب کیے۔

24.4.3 کنڑ (Kannada)

اس دور میں بادامی کے چالوکیوں کی سرپرستی میں کنڑ زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ نروپتنگا کی 850 عیسوی کی تصنیف کوی راج مارگ

فصاحت وبلاغت پر ایک عظیم تصنیف خیال کی جاتی ہے۔ پمپانے آدی پران اور وکرم ارجناوجے 941 عیسوی کے قریب لکھی۔ آدی پران جین تیر تھنکروں کی سوانح عمری ہے۔ دوسری تصنیف وکرم ارجناوجے مہابھارت کے واقعے پر مبنی ہے۔ پنانے شانتی پران لکھی۔ رنا کی تصنیف اجیت پران دوسرے جین تیر تھنکر کے بارے میں میں لکھی گئی۔ یہ تصنیف نظم اور نثر کا حسین امتزاج ہے۔ اسے ادب میں چمپو کی صنف سے موسوم کیا جاتا ہے۔

24.4.4 تلگو (Telugu)

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی سے تلگو زبان کا آغاز ہوا۔ چالوکیوں کے ریکارڈ میں تلگو نثر اور نظم کے نمونے موجود ہیں۔ ابتدائی ادبی تصنیف ننیا کی مہابھارت ہے، جسے محفوظ رکھا گیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ بہت سا تلگو ادب تلف کر دیا گیا کیوں کہ اسے زیادہ تر جین مت کے ماننے والوں نے لکھا تھا۔

24.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی مطالعے کے بعد

- آپ نے جزیرہ نمائے ہند میں مختلف فنون اور فن تعمیر کے ارتقا کے بارے میں جانا۔
- جنوبی ہندوستان میں راشٹر کوٹ، پلو، چولا، چالوکیہ اور پانڈیہ عہد حکومت کے دوران مختلف خوبصورت مندروں اور گوپورم کی تعمیر ہوئی۔
- چٹانی فن تعمیر میں بھی پہلے سے کافی عمدگی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ایک چٹان کو کاٹ کر بنائے گئے ایلورا کے کیلاش مندر کی صناعی دیکھ کر اس دور کے معماروں کی ہنر مندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں رتھ مندر، منڈپ مندر اور گوپورم میں بھی نفیس قسم کی معماری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔
- فن تعمیر کے ساتھ ساتھ فن مصوری میں بھی بہترین نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اجنتا، ایلورا، ایلی فنٹا، برہدیشور مندر اور دوسرے مندروں میں پرانک کہانیوں سے متعلق کرداروں کی بہترین تصویر سازی کی گئی ہے۔
- ادب کے میدان میں بھی ترقی دیکھنے کو ملتی ہے۔ سنسکرت، تمل، تلگو اور کنڑ زبانوں میں وسیع تعداد میں مواد کی تخلیق ہوئی۔ شاہی سرپرستی کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی اس کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا۔

24.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

بودھ وہار	:	بدھ مذہب کی رہائشی عبادت گاہ
منڈپ	:	مندر کا بیرونی ہال، جہاں رقص یا اجتماعی عبادت کی جاتی ہے۔
انترال	:	منڈپ اور مندر کے اندرونی حصہ کا درمیانی گلیارہ۔

گربھ گرہ	:	مندر کا اندرونی خاص حصہ، جس کے اوپر ومان ہوتا ہے۔
گوپورم	:	مندر کا آرائشی داخلی دروازہ
ومان	:	گربھ گرہ کے اوپر بنا ہوا لمبا سا مخروطی یا عمودی مینار
شکھر	:	ومان کی اوپری چوٹی۔
Niches	:	طاق یا محراب

24.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

24.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. پلو عہد کے فن تعمیر کے چار اہم طرزوں کے نام بتائیے۔
2. مامل طرز تعمیر کا ارتقا کس حکمراں کے عہد میں ہوا
3. مامل طرز تعمیر کے تحت کتنی طرح کے مندر آتے ہیں۔
4. مامل طرز تعمیر کے رتھ مندر کس نام سے مشہور ہیں۔
5. تنجاور کا برہدیشور مندر کس حکمراں نے تعمیر کرایا
6. کانچی کے کیلاش مندر کی کسی دو تصویروں کے نام بتایے۔
7. رگھو ورتا دیپک کتاب نامی کتاب کے مصنف کون ہیں۔
8. کیرت ارجنیا کا مصنف بھاروی کن حکمرانوں کے دربار سے وابستہ تھا۔
9. ترومندرم کس قسم کی تصنیف ہے۔
10. فصاحت اور بلاغت پر لکھی گئی نرپتنگا کی کتاب کا نام بتاییے۔

24.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. پلو فن تعمیر کے بارے میں مختصراً بتائیے۔
2. چولا عہد کے فن تعمیر پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
3. گنگئی کونڈ چولا پورم مندر پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
4. جنوبی ہند میں فن مصوری کے ارتقا پر روشنی ڈالیے۔
5. جنوبی ہند میں سنسکرت ادب کے نشو ونما کے بارے میں بتائیے۔

24.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جنوبی ہند میں فن تعمیر کے ارتقا پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. مندر کے فن تعمیر کی مختلف خصوصیات کے بارے میں بتائیے۔
3. دکن میں ادب کے ارتقا پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔

24.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. Singh, Upinder. *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education Noida, India, 2009.
2. Brown, Percy. *Indian Architecture: Buddhist and Hindu Periods*. Bombay: D.B. Taraporevala Sons & Co, 2003 Fergusson, James, and James Burgess. *History of Indian and Eastern Architecture: 1*. New Delhi: Munshiram Manoharlal, 1972
3. Anuradha, V. *Development of Temple Architecture of South India: Southern Karnataka*. , 2019 A History Of Das, Sisir K. *A History of Indian Literature, 500-1399: From the Courtly to the Popular*. New Delhi: Sahitya Akademi, 2005
4. Nilakanta, Sastri K. A. A. *The Illustrated History of South India: From Prehistoric Times to the Fall of Vijayanagar*. , 2012.
5. Dallapiccola, Anna L. *South Indian Paintings: A Catalogue of the British Museum's Collections*. , 2010. Indian Seth, Mira. *Indian Painting: The Great Mural Tradition*. Ahmedabad, India: Mapin Pub, 2006.
6. جنوبی ہند کی تاریخ، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری/مترجم آر۔کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔
7. چول راجگان، کے۔اے۔ نیلکنٹھ شاستری، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

نمونہ امتحانی پرچہ

Directorate of Distance Education نظامت فاصلاتی تعلیم

Bachelor of Arts بیچلر آف آرٹس

Subject Code: BAH102CCT

Subject: History of India: 4^{th} Century BC to Mid-8^{th} Century AD

پرچہ: تاریخ ہند: چوتھی صدی قبل مسیح سے آٹھویں صدی عیسوی کے وسط تک

2^{nd} Semester Examination ، دوسرا سمسٹر امتحان

Time : 3 hours وقت : 3 گھنٹے Marks : 70 نشانات : ۷۰

ہدایات

یہ پرچہ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارۃً ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1۔ حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔
(1 0 x 1 =10 Marks)

2۔ حصہ دوم میں 8 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دو سو (200) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 6 نمبرات مختص ہیں۔ (5x6=30 Marks)

3۔ حصہ سوم میں پانچ سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی 3 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً پانچ سو (500) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (3x10=30 Marks)

حصہ اول

سوال : 1

i. مدرارا کشس کا مصنف کون ہے؟

ii. اشوک نے دو خوبصورت شہر بسائے۔ ان کے نام کیا ہیں؟

iii. موریہ فوجی نظام میں گوادھیکش کس کو کہتے تھے؟

iv. میگاستھنیز نے اپنی تصنیف میں کتنی ذاتوں کا ذکر کیا ہے؟

v. راجا بننے سے پہلے پشیہ متر کون تھا؟

vi. اشوک نے کس جنگ کے بعد ''دھم''کا راستہ اختیار کیا تھا؟

vii. کشانوں کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟

viii. پانڈو لینا غار کہاں پر واقع ہے؟

ix. تولکا پیم کا موضوع کیا ہے؟

x. ہرش کی سلطنت میں امن و جنگ کا بڑا وزیر کہلاتا تھا:

حصہ دوم

1. کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کا مختصر جائزہ پیش کیجیے۔
2. اشوک کی مذہبی رواداری پر مختصر نوٹ لکھیے۔
3. سمدر گپت کی جنوبی مہم کا تجزیہ کیجیے۔
4. گپت دور میں ذات کے نظام پر ایک نوٹ لکھیے۔
5. گپت دور میں زمین کی اقسام پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
6. راشٹر کوٹ حکومت کی بنیاد پر ایک مختصر نوٹ تحریر کیجیے
7. چولوں کے تحت ریاست کی نوعیت کیا تھی؟ وضاحت کیجیے۔
8. گنگئی کونڈ چولا پورم مندر پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔

حصہ سوم

1. ایک عام انسان سے چکرورتی راجا بننے کا چندر گپت موریہ کا سفر بہت دشوار تھا، وضاحت کیجیے۔
2. موریہ حکمرانوں کے تحت صوبائی اور مقامی نظم و نسق سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
3. سمدر گپت نے کس طرح شمالی ہند اور دکن و جنوب کے علاقوں پر گپت ریاست کا اقتدار پھیلایا، تفصیلی بحث کیجیے۔
4. بھاگوت مت کی ابتدا اور ارتقا پر ایک تفصیلی مضمون قلمبند کیجیے۔
5. راشٹر کوٹ سلطنت کی توسیع پر ایک تفصیلی مضمون تحریر کیجیے۔

Notes/اہم نکات

Notes/اہم نکات

یہ کتاب مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے ڈی ٹی پی سیل کاؤنٹر پر دستیاب ہے۔

ملنے کا پتہ:

ڈی ٹی پی سیل کاؤنٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، گچی باؤلی، حیدرآباد-500032 (تلنگانہ)

DTP Sale Counter, Directorate of Translation & Publications

Room No. G-09, H. K. Sherwani Centre for Deccan Studies

Maulana Azad National Urdu University, Gachibowli,Hyderabad-500032

M: 9394370675, 9966818593, Email: directordtp@manuu.edu.in

Account Name: DTP Sale Counter **Account No.:** 187901000009349

Bank Name: Indian Overseas Bank **IFSC:** IOBA00001879

Branch: Gachibowli, Hyderabad

Counter Timings

Monday To Friday

09:30 a.m. To 05:30 p.m.

کتابوں کی قیمت پر رعایت کی شرح:

1۔عام قارئین کے لیے 25%

2۔طلبا، کالجز اور دیگر اداروں کے لیے 30%

کتابیں ڈاک سے بھی منگوائی جاسکتی ہیں۔

نوٹ: -/500روپے سے زائد کے بل پر ڈاک خرچ نہیں لیا جائے گا۔